محاسبۂ قادیانیت

- جناب لطیف احمد شروانی (ایم اے)
- مجلس تحفظ ختم نبوت (ٹنڈوآدم)
- سیّد عبدالحفیظ شاہ، ڈاکٹر سیّد راشد علی شاہ
- چوہدری خلیل احمد قادری
- الحاج چوہدری محمد سرفراز خان

جلد ٦

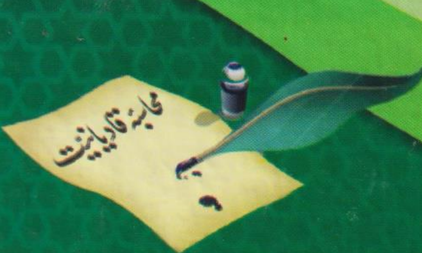

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	:	محاسبہ قادیانیت جلد ششم (۶)
مصنّفین	:	جناب لطیف احمد شروانی (ایم.اے)
		مجلس تحفظ ختم نبوت، ٹنڈو آدم
		سید عبدالحفیظ شاہ، ڈاکٹر سید راشد علی شاہ
		چوہدری خلیل احمد قادری
		الحاج چوہدری محمد سرفراز خان
صفحات	:	۵۵۲
قیمت	:	۳۵۰ روپے
مطبع	:	ناصر زین پریس لاہور
طبع اوّل	:	جنوری ۲۰۱۷ء
ناشر	:	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست رسائل مشمولہ......محاسبہ قادیانیت جلد ۶

☆......	عرض مرتب	حضرت مولانا اللہ وسایا	۴
۱......	حرف اقبال	لطیف احمد شروانی (ایم.اے)	۷
۲......	قادیانیوں کی درندگی یعنی سانحہ مسجد منزل گاہ سکھر سندھ کی حقیقت حال	مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈو آدم	۴۳
۳......	پرانے شکاری نیا جال	سید عبدالحفیظ، ڈاکٹر سید راشد علی	۴۹
۴......	امام بے لگام کے منہ میں لگام	〃 〃 〃	۵۷
۵......	سانحہ چک سکندر نمبر ۳۰ ضلع گجرات	چوہدری خلیل احمد قادری	۹۹
۶......	مصداق بشارت احمد مع کامل تفسیر سورۂ صف	الحاج چوہدری محمد سرفراز خان	۱۱۳
۷......	احمدیت کا عاجز ولاجواب ہونا	〃 〃 〃	۲۶۵
۸......	آفتاب نبوت درردمرزائیت	〃 〃 〃	۲۹۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۰ امابعد!

اللہ رب العزت کی عنایت کردہ توفیق سے محاسبہ قادیانیت کی جلد نمبر۶ پیش خدمت ہے۔اس میں مشمولہ کتب ورسائل کی تفصیل یہ ہے:

۱...... جناب لطیف احمد شروانی (ایم.اے) نے علامہ اقبال مرحوم کے خطبات، تقاریر اور بیانات کا مجموعہ ’’حرف اقبال‘‘ کے نام پر شائع کیا۔ یہ جولائی ۱۹۴۷ء کی بات ہے۔ اس کتاب کے ص۱۱۹ سے ص۱۷۶ تک حصہ دوم ہے جو اسلام اور قادیانیت کے نام پر مصنف نے مختص کیا۔ اس حصہ کو ہم نے محاسبہ کی اس جلد میں شامل کیا ہے۔ کتاب ’’حرف اقبال‘‘ کے پہلے ایڈیشن کے تیسرے حصہ میں ص۲۱۸ سے ص۲۲۶ تک علامہ مرحوم کے بیانات کشمیر میں قادیانی جماعت کی منافقت کا پردہ چاک کرتے ہیں۔ان کو بھی شامل کردیا ہے۔

۲...... ۲؍رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کو سکھر کی تاریخی جامع مسجد منزل گاہ میں بم دھماکہ ہوا۔ اس پر ٹنڈو آدم کی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ’’قادیانیوں کی درندگی یعنی سانحہ مسجد منزل گاہ سکھر سندھ کی حقیقت حال‘‘ کے نام سے پمفلٹ شائع کیا۔ جو اس محاسبہ کی جلد ششم میں شامل ہے۔

۱/۳...... کینیڈا کے لاہوری مرزائیوں نے ۲۲؍اپریل ۱۹۹۲ء میں اخبار سہ روزہ پاکیزہ انٹرنیشنل میں ایک اشتہار شائع کیا جس کا جواب ’’پرانے شکاری نیا جال‘‘ کے نام سے ایک پمفلٹ کی شکل میں جناب سید عبدالحفیظ شاہ اور ڈاکٹر سید راشد علی شاہ نے دیا۔

۲/۴...... جناب سید عبدالحفیظ شاہ، جناب ڈاکٹر سید راشد علی شاہ نے ایک پمفلٹ لکھا جس کا نام ہے: ’’امام بے لگام کے منہ میں لگام‘‘ اس رسالہ کے اوّل میں مرزا قادیانی کے کفریہ دعاوی پر بحث ہے۔ آخر میں چند خطوط مرزا طاہر کی زندگی میں اس کے نام تحریر کئے جو تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔

۵...... ’’سانحہ چک سکندر نمبر۳۰ ضلع گجرات‘‘ چک سکندر تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں قادیانی آبادی تھی۔ ان میں سے ۱۶ قادیانی مسلمان ہوگئے۔ یہ بات قادیانیوں کے لئے سوہان روح بن گئی۔ انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کر کے ایک مسلمان کو زخمی اور ایک کو شہید کر دیا۔ کئی مسلمانوں کے گھر جلا دیئے۔ قرب وجوار کے مسلمانوں کو پتہ چلا تو انہوں نے قادیانیوں کے گھروں کے ساتھ یہی معاملہ کیا۔ ۱۹۸۹ء کی بات ہے، تب چوہدری خلیل احمد قادری امیر ومبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گجرات نے یہ پمفلٹ لکھا۔ اس میں اختصار سے نفس واقعہ بیان کرنے کے بعد قادیانی عقائد کا بھی ذکر کیا اور قادیانیوں کو دعوت غور وفکر دی کہ تم نے مسلمانوں پر حملہ کر کے آغاز فتنہ کیا پھر ردعمل پر واویلا کر کے بیرونی دنیا کی ہمدردیاں حاصل کرتے ہو۔ ہمیشہ جہاں کہیں فسادات ہوئے قادیانیوں نے پہل کی۔ ہمیشہ سے یہی قادیانی روایت ہے۔

۶/۱...... چوہدری محمد سرفراز خان (وفات: ۱۹۸۷ء) کالرہ کلاں ضلع گجرات کے تھے۔ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۹ء تک مرزا محمود قادیانی اور پھر دیگر قادیانی مربیوں سے ان کی خط وکتابت رہی کہ مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق کون ہے؟ اس لئے کہ قادیانی اس کا مصداق بجائے آنحضرت ﷺ کے، مرزا قادیانی کو قرار دیتے ہیں۔ (معاذ اللہ) جب قادیانی، چوہدری صاحب کے دلائل سے عاجز آ گئے تو آپ

نے یہ تمام خط و کتابت ’’مصداق بشارت احمد مع کامل تفسیر سورۂ صف‘‘ کے نام سے کتاب شائع کردی۔

۲/۷...... چوہدری محمد سرفراز خان نے اپریل ۱۹۸۴ء میں ایک رسالہ لکھا: ’’احمدیت کا عاجز ولاجواب ہونا‘‘

۳/۸...... چوہدری محمد سرفراز خان نے ایک اور کتاب لکھی جس کا نام: ’’آفتاب نبوت در رد مرزائیت‘‘ ہے۔

یہ سب کتب اس جلد میں شامل اشاعت ہیں۔

۱......	جناب لطیف احمد شروانی (ایم.اے)	کا	۱	رسالہ
۲......	مجلس تحفظ ختم نبوت، ٹنڈو آدم	کا	۱	رسالہ
۳......	سید عبدالحفیظ شاہ، ڈاکٹر سید راشد علی شاہ	کے	۲	رسائل
۴......	چوہدری خلیل احمد قادری	کا	۱	رسالہ
۵......	الحاج چوہدری محمد سرفراز خان	کے	۳	رسائل
	گویا پانچ حضرات کے	کل	۸	رسائل

محاسبہ قادیانیت کی اس جلد میں شامل اشاعت ہیں۔ اللہ رب العزت قبول فرمائیں۔

محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا!

۳؍ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ، مطابق ۲؍جنوری ۲۰۱۷ء

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

حرف اقبال

جناب لطیف احمد شروانی صاحب (ایم۔اے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ اقبالؒ کے خطبات، تقاریر، بیانات کا مجموعہ ’’حرف اقبال‘‘ کے نام پر جناب لطیف شروانی ایم.اے نے المنار اکادمی لاہور سے شائع کیا۔ اس کا دوسرا حصہ جو ص۱۱۹ سے ص۱۷۶ پر محیط ہے، قادیانی فتنہ سے متعلق علامہ اقبال مرحوم کے رشحات قلم پر مشتمل تھا جسے ہم یہاں محفوظ کر رہے ہیں۔ (مرتب)

حصہ دوم ...... اسلام اور قادیانیت

حقیقی رواداری عقلی اور روحانی وسعت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ رواداری ایسے شخص کی ہوتی ہے جو روحانی حیثیت سے قوی ہوتا ہے اور اپنے مذہب کی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے دوسرے مذاہب کو روا رکھتا ہے اور ان کی قدر کر سکتا ہے۔ ایک سچا مسلمان ہی اس قسم کی رواداری کی صلاحیت رکھتا ہے۔

(۱) قادیانی اور جمہور مسلمان

قادیانیوں اور جمہور مسلمانوں کی نزاع نے نہایت اہم سوال پیدا کیا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے حال ہی میں اس کی اہمیت کو محسوس کرنا شروع کیا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ انگریز قوم کو ایک کھلی چٹھی کے ذریعہ اس مسئلہ کے معاشرتی اور سیاسی پہلوؤں سے آگاہ کروں۔ لیکن افسوس کہ صحت نے ساتھ نہ دیا۔ البتہ ایک ایسے معاملہ کے متعلق جو تمام ہندی مسلمانوں کی پوری قومی زندگی سے وابستہ ہے۔ میں نہایت مسرت سے کچھ عرض کروں گا۔ لیکن میں آغاز ہی میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں کسی مذہبی بحث میں الجھنا نہیں چاہتا اور نہ میں قادیانی تحریک کے بانی کا نفسیاتی تجزیہ کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی چیز عام مسلمانوں کے لئے کچھ دلچسپی نہیں رکھتی اور دوسری کے لئے ہندوستان میں ابھی وقت نہیں آیا۔

ہندوستان کی سرزمین پر بیشمار مذاہب بستے ہیں۔ اسلام دینی حیثیت سے ان تمام مذاہب کی نسبت زیادہ گہرا ہے۔ کیونکہ ان مذاہب کی بناء کچھ حد تک مذہبی ہے اور ایک حد تک نسلی، اسلام نسلی تخیل کی سراسر نفی اور اس کا آغاز بھی اس مؤبدانہ تصور میں ملتا ہے۔ یہ اصطلاح ہمیں اسلام کے دور اوّل کی تاریخی اور مذہبی ادب میں نہیں ملتی۔ اس حیرت انگیز واقعہ کو پروفیسر ونسنک (Wansinck) نے اپنی کتاب موسومہ ’’احادیث میں ربط‘‘ میں نمایاں کیا ہے۔ یہ کتاب

احادیث کے گیارہ مجموعوں اور اسلام کے تین اوّلین تاریخی شواہد پر حاوی ہے اور یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ اسلاف نے اس اصطلاح کو کیوں استعمال نہ کیا؟ یہ اصطلاح انہیں غالباً اس لئے ناگوار تھی کہ اس سے تاریخی عمل کا غلط نظریہ قائم ہوتا تھا۔ خاگی ذہن وقت کو مدور حرکت تصور کرتا تھا۔ صحیح تاریخی عمل کو بحیثیت ایک تخلیقی حرکت کے ظاہر کرنے کی سعادت عظیم مسلمان مفکر اور مؤرخ یعنی ابن خلدون کے حصہ میں تھی۔

ہندی مسلمانوں نے قادیانی تحریک کے خلاف جس شدت احساس کا ثبوت دیا ہے۔ وہ جدید اجتماعیات کے طالب علم پر بالکل واضح ہے۔ عام مسلمان، جسے پچھلے دن سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ایک صاحب نے ملّا زدہ کا خطاب دیا تھا۔ اس تحریک کے مقابلہ میں حفظ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔ اگرچہ اسے ختم نبوت کے عقیدہ کی پوری سمجھ نہیں۔ نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا اور مغربیت کی ہوا نے اسے حفظ نفس کے جذبہ سے بھی عاری کر دیا ہے۔ بعض ایسے ہی نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو رواداری کا مشورہ دیا ہے۔ اگر سر ہربرٹ ایمرسن مسلمانوں کو رواداری کا مشورہ دیں تو میں انہیں معذور سمجھتا ہوں۔ کیونکہ موجودہ زمانے کے ایک فرنگی کے لئے جس نے بالکل مختلف تمدن میں پرورش پائی ہو۔ اس کے لئے اتنی گہری نظر پیدا کرنی دشوار ہے کہ وہ ایک مختلف تمدن رکھنے والی جماعت کے اہم مسائل سمجھ سکے۔

ہندوستان میں حالات بہت غیر معمولی ہیں۔ اس ملک کی بے شمار مذہبی جماعتوں کی بقاء اپنے استحکام کے ساتھ وابستہ ہے۔ کیونکہ جو مغربی قوم یہاں حکمران ہے۔ اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ مذہب کے معاملہ میں عدم مداخلت سے کام لے۔ اس پالیسی نے ہندوستان ایسے ملک پر بدقسمتی سے بہت برا اثر ڈالا ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے یہ مبالغہ نہ ہوگا کہ مسلم جماعت کا استحکام اس سے کہیں کم ہے۔ جتنا حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں یہودی جماعت کا رومن کے ماتحت تھا۔ ہندوستان میں کوئی مذہبی سٹے باز اپنی غرض کی خاطر ایک نئی جماعت کھڑی کر سکتا ہے اور یہ لبرل حکومت اصلی جماعت کی وحدت کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتی۔ بشرطیکہ یہ مدعی اسے اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلاوے اور اس کے پیرو حکومت کے محصول ادا کرتے رہیں۔ اسلام کے حق میں اس پالیسی کا مطلب ہمارے شاعر عظیم اکبر نے اچھی طرح بھانپ لیا تھا۔ جب اس نے اپنے مذاحیہ انداز میں کہا ؎

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ　　انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

میں قدامت پسند ہندوؤں کے اس مطالبہ کے لئے پوری ہمدردی رکھتا ہوں جوانہوں نے نئے دستور میں مذہبی مصلحین کے خلاف پیش کیا ہے۔ یقیناً یہ مطالبہ مسلمانوں کی طرف سے پہلے ہونا چاہئے تھا جو ہندوؤں کے برعکس اپنے اجتماعی نظام میں نسلی تخیل کو دخل نہیں دیتے۔ حکومت کو موجودہ صورت حالات پر غور کرنا چاہئے اور اس معاملہ میں جو قومی وحدت کے لئے اشد اہم ہے، عام مسلمانوں کی ذہنیت کا اندازہ لگانا چاہئے۔ اگر کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کے لئے اس کے سوا چارۂ کار نہیں رہتا کہ وہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدافعت کا کیا طریقہ ہے؟ اور وہ طریقہ یہی ہے کہ اصل جماعت جس شخص کو تلعب بالدین کرتے پائے اس کے دعاوی کو تحریر وتقریر کے ذریعہ سے جھٹلایا جائے۔ پھر کیا یہ مناسب ہے کہ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے۔ حالانکہ اس کی وحدت خطرہ میں ہو اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو۔ اگرچہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔

اگر کوئی گروہ جو اصل جماعت کے نقطۂ نظر سے باغی ہے۔ حکومت کے لئے مفید ہے تو حکومت اس کی خدمات کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے۔ دوسری جماعتوں کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوسکتی۔ لیکن یہ توقع رکھنی بیکار ہے کہ خود جماعت ایسی قوتوں کو نظرانداز کر دے جو اس کے اجتماعی وجود کے لئے خطرہ ہیں۔ اس مقام پر یہ دہرانے کی غالباً ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کے بیشمار فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کے فتوے ہی دیتے ہوں۔

ایک اور چیز بھی حکومت کی خاص توجہ کی محتاج ہے۔ ہندوستان میں مذہبی مدعیوں کی حوصلہ افزائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ مذہب سے بالعموم بیزار ہونے لگتے ہیں اور بالآخر مذہب کے اہم عنصر کو ہی اپنی زندگی سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ ہندوستانی دماغ ایسی صورت میں مذہب کی جگہ کوئی اور بدل پیدا کرے گا۔ جس کی شکل روس کی دہری مادیت سے ملتی جلتی ہوگی۔

لیکن پنجابی مسلمانوں کی پریشانی کا باعث محض مذہبی سوال نہیں ہے۔ کچھ جھگڑے سیاسی بھی ہیں جن کی طرف سر ہربرٹ ایمرسن نے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے اشارہ کیا ہے۔ یہ اگرچہ خالص سیاسی جھگڑے ہیں۔ لیکن ان کی اہمیت بھی مذہبی سوال سے کسی طرح کم نہیں۔ جہاں مجھے حکومت کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ اسے پنجابی مسلمانوں کی وحدت کا احساس ہے، وہاں میں حکومت کو احتساب خویش کا مشورہ دوں گا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ شہری اور دیہاتی مسلمان کی تمیز کے لئے کون ذمہ دار ہے۔ جس کی بدولت مسلمان جماعت

دو گروہوں میں تقسیم ہوگئی ہے اور دیہاتی حصہ خود بہت سے گروہوں میں بٹ گیا ہے۔ جو ہر دم آپس میں برسر پیکار رہتے ہیں۔

سر ہربرٹ ایمرسن پنجابی مسلمانوں کی صحیح قیادت کی عدم موجودگی کا گلہ کرتے ہیں۔ اے کاش! وہ سمجھ سکتے کہ حکومت کی اس شہری، دیہاتی تمیز نے، جسے وہ خودغرض سیاسی حیلہ بازوں کے ذریعہ برقرار رکھتی ہے جماعت کو ناقابل بنادیا ہے کہ وہ صحیح رہنما پیدا کر سکے۔ میرے خیال میں اس حربہ کا استعمال ہی اس غرض سے کیا گیا ہے تاکہ کوئی صحیح رہنما پیدا نہ ہو سکے۔ سر ہربرٹ ایمرسن صحیح رہنما کی عدم موجودگی کا رونا روتے ہیں اور میں اس نظام کا رونا روتا ہوں۔ جس نے ایسے رہنما کی پیدائش کو ناممکن بنادیا ہے۔

ضمیمہ

مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے اس بیان سے بعض حلقوں میں غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں اور یہ خیال کیا جارہا ہے کہ میں نے حکومت کو یہ دقیق مشورہ دیا ہے کہ وہ قادیانی تحریک کا بہ جبر انسداد کر دے۔ میرا یہ مدعا ہرگز نہ تھا۔ میں نے اس امر کی وضاحت کر دی تھی کہ مذہب میں عدم مداخلت کی پالیسی ہی ایک ایسا طریقہ ہے جسے ہندوستان کی موجودہ حکمران قوم اختیار کرسکتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی پالیسی ممکن ہی نہیں۔ البتہ مجھے یہ احساس ضرور ہے کہ یہ پالیسی مذہبی جماعتوں کے فوائد کے خلاف ہے۔ اگرچہ اس سے بچنے کی راہ کوئی نہیں۔ جنہیں خطرہ محسوس ہو، انہیں خود اپنی حفاظت کرنی پڑے گی۔ میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریق کار یہ ہوگا کہ: ’’وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے۔‘‘ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ایسی رواداری سے کام لے گا۔ جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملہ میں اختیار کرتا ہے۔

(۲) ’’لائٹ‘‘ کے جواب میں

مذکورہ بالا بیان پر تنقید کرتے ہوئے قادیانی ہفتہ وار ’’لائٹ‘‘ نے لکھا کہ: ’’اور بہت سے بڑے مفکروں کی مانند ڈاکٹر اقبال بھی الہام پر یقین نہیں رکھتے۔‘‘ اس اتہام کے متعلق جب ایک پریس کے نمائندہ نے ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی، تو آپ نے فرمایا: ’’لائٹ‘‘ نے اپنے الزام کی بنیاد میرے اس شعر پر رکھی ہے ؎

خامشی پر مٹا ہوا ہوں میں　　ہم کلامی ہے غیریت کی دلیل

یہ سلیس اردو ہے، جس کا مطلب محض یہ ہے کہ انسان کی روحانی زندگی میں ہم کلامی

سے آگے بھی ایک منزل ہے۔ لیکن شعر کو وحی کے دینی معانی سے کچھ تعلق نہیں۔ اس سلسلہ میں ''لائٹ'' کی توجہ اپنی کتاب ''تشکیل نو'' کی طرف مبذول کراؤں گا۔ جہاں صفحہ۲۱ پر میں نے لکھا ہے کہ احساس اور تخیل کے فطری رشتہ سے وحی کے متعلق اس اختلاف پر روشنی پڑتی ہے۔ جس نے مسلم مفکرین کو کافی پریشان کیا تھا۔ غیر واضح احساس اپنے منتہاء کو تخیل کے اندر پاتا ہے اور خود تخیل لباس مجاز میں آنے کی سعی کرتا ہے۔ یہ محض استعارہ نہیں ہے کہ تخیل اور لفظ دونوں بیک وقت بطن احساس سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگرچہ ادراک انہیں وجود میں لاکر خود اپنے لئے یہ دشواری پیدا کرتا ہے کہ انہیں ایک دوسرے سے مختلف قرار دے اور ایک معنی میں لفظ بھی الہام ہوتا ہے۔

جب علامہ صاحب سے اس حدیث کے متعلق استفسار کیا گیا جس کا ''لائٹ'' نے حوالہ دیا تھا اور جس میں ہر صدی کے آغاز میں ایک مجدد کے آنے کی خبر دی گئی ہے تو آپ نے فرمایا:

مدیر ''لائٹ'' نے ایک ایسی حدیث کا حوالہ دیا ہے جو تاریخی عمل کی نہایت حسابی تصویر پیش کرتی ہے۔ میں اگرچہ انسان کے روحانی امکانات اور روحانی آدمیوں کی پیدائش کا قائل ہوں۔ تاہم مجھے یہ یقین نہیں کہ اس تاریخی عمل کا حساب ویسے ہی لگایا جاسکتا ہے جیسے ''لائٹ'' کا خیال ہے۔ ہم بہ آسانی اعتراف کر سکتے ہیں کہ تاریخی عمل کا شعور ہماری ذہنی سطح سے بہت بلند ہے۔ میں منفی رنگ میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ وہ اس طرح مقرر اور حسابی نہیں ہے۔ جیسے ''لائٹ'' نے سمجھا ہے۔ میں ابن خلدون کی رائے سے بہت حد تک متفق ہوں۔ جہاں وہ تاریخی عمل کو ایک آزاد تخلیقی تحریک تصور کرتا ہے، نہ کہ ایسا عمل جو پہلے سے متعین کیا جاچکا ہے۔ موجودہ دور میں برگساں نے اسی نظریہ کو زیادہ صحت اور عمدہ مثالوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ''لائٹ'' نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ غالباً جلال الدین سیوطی نے مشہور کی تھی اور اسے زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی۔ بخاری ومسلم کے اس حدیث کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ اس میں چند بزرگوں کے تاریخی عمل کے نظریہ کی جھلک ہو تو ہو، لیکن افراد کے ایسے رؤیا کوئی دلیل نہیں بن سکتے۔ تمام محدثین نے اسی اصول کی پیروی کی ہے۔

جب علامہ اقبال کی توجہ ایک دوسرے قادیانی ہفتہ وار ''سن رائز'' (Sunrise) کے ایک خط کی طرف مبذول کی گئی۔ جس میں علامہ صاحب کی ایک تقریر کا حوالہ دے کر ان پر ''تناقض خود'' (Inconsistancy) کا الزام لگایا گیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا:

مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس نہ وہ تقریر اصل انگریزی میں محفوظ ہے اور نہ اس کا اردو ترجمہ جو مولانا ظفر علی خاں نے کیا تھا، جہاں تک مجھے یاد ہے یہ تقریر میں نے ۱۹۱۱ء یا اس سے قبل کی

تھی اور مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اب سے ربع صدی پیشتر مجھے اس (قادیانی) تحریک سے اچھے نتائج کی امید تھی۔ اس تقریر سے بہت پہلے مولوی چراغ مرحوم نے جو مسلمانوں میں کافی سر برآوردہ تھے اور انگریزی میں اسلام پر بہت سی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ بانی تحریک کے ساتھ تعاون کیا اور جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ کتاب موسومہ ''براہین احمدیہ'' میں انہوں نے بیش قیمت مدد بہم پہنچائی۔ لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہو جاتی۔ اسے اچھی طرح ظاہر ہونے کے لئے برسوں چاہئے۔ تحریک کے دو گروہوں کے باہمی نزاعات اس امر پر شاہد ہیں کہ خود ان لوگوں کو جو بانی تحریک کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے معلوم نہ تھا کہ تحریک آگے چل کر کس راستہ پر پڑ جائے گی۔ ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا تھا جب ایک نئی نبوت بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی۔ جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا۔ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر میرے موجودہ رویہ میں کوئی تناقض ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل سکے۔ بقول ایمرسن صرف پتھر اپنے آپ کو نہیں جھٹلا سکتے۔

جب علامہ صاحب سے الہام اور مصلحین کے آنے کے امکانات کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: اس سوال کا جواب ''تشکیل نو'' کے حوالہ سے بہتر دیا جاسکے گا۔ جہاں ص ۱۲۵،۱۲۱ پر میں نے لکھا ہے: ''ختم نبوت سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ زندگی کی انتہاء بس یہ ہو کہ عقل جذبات کی قائم مقام ہو جائے۔ یہ چیز ناممکن ہے نہ مستحسن۔ اس عقیدہ کی عقلی افادیت اتنی ہے کہ اس سے باطنی واردات کو آزاد تنقیدی رنگ ملتا ہے۔ کیونکہ اس یقین سے یہ لازم آتا ہے کہ انسانی تاریخ میں فوق الفطرت سرچشمہ کا منصب ختم ہو چکا۔ یہ یقین ایک نفسیاتی قوت ہے جو ایسے منصب کی پیدائش کو روکتا ہے اور اس خیال سے انسان کے اندرونی تجربات میں علم کی نئی راہیں کھلتی ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ''لا الہ'' فطرت کی تمام قوتوں سے الوہیت کا لباس اتارتا ہے اور انسان کے بیرونی تجربات میں تنقیدی مشاہدہ کی روح پیدا کرتا ہے۔ باطنی واردات، خواہ وہ کتنی غیر فطری اور غیر معمولی ہو، مسلمان کے لئے بالکل فطری تجربہ ہے۔ جو دوسرے تجربات کی طرح تنقید کی زد میں آتا ہے اور یہ چیز رسول کریم ﷺ کے رویہ سے اور بھی روشن ہو جاتی ہے، جو انہوں نے ابن سید کی نفسیاتی واردات کے لئے اختیار فرمایا۔ اسلام میں تصوف کا مقصد انہی باطنی واردات کو منظم کرنے کا ہے۔ اگرچہ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ابن خلدون ہی ایک ایسا شخص گزرا ہے جس نے اسے اصولی طریقے پر جانچا۔''

پہلے فقرہ سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ نفسیاتی معانی میں اولیاء یا ان جیسی صفات کے لوگ ہمیشہ ظاہر ہوتے رہیں گے۔ یہ ایک الگ سوال ہے کہ مرزا قادیانی بھی اس زمرہ میں شامل ہیں یا نہیں؟ جب تک عالم انسانیت کی روحانی اہلیتیں برداشت کر سکتی ہیں۔ ایسے لوگ تمام قوموں اور ملکوں میں پیدا ہوں گے تاکہ وہ انسانی زندگی بہتر اقدار کا پتہ دے سکیں۔ اس کے خلاف قیاس کرنا تو انسانی تجربہ کو جھٹلانا ہوگا۔ فرق محض اس قدر ہے کہ اب ہر شخص کو حق پہنچتا ہے کہ وہ ان کے باطنی واردات پر تنقیدی نظر ڈال سکے اور باتوں کے علاوہ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ روحانی زندگی میں، جس کے انکار کی سزا جہنم ہے، ذاتی سند ختم ہو چکی ہے۔

جب ایک پارسی مسٹر دین شا کے ایک خط کے متعلق جو ''اسٹیٹس مین'' میں شائع ہوا تھا۔ علامہ صاحب سے پوچھا گیا تو فرمایا:

مجھے اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کرنا ہے۔ سوائے اس کے کہ مجھے ان کے مرکزی خیال سے پورا اتفاق ہے۔ یعنی اسلام کی ظاہری اور باطنی تاریخ میں ایرانی عنصر کو بہت زیادہ دخل حاصل ہے۔ یہ ایرانی اثر اس قدر غالب رہا ہے کہ سپنگلر نے اسلام پر مؤبدانہ رنگ دیکھ کر اسلام کو ہی ایک مؤبد مذہب سمجھ لیا تھا۔ میں نے اپنی کتاب ''تشکیل نو'' میں کوشش کی ہے کہ اسلام پر سے اس مؤبدانہ خول کو دور کر دوں اور مجھے امید ہے کہ اسی سلسلے میں میں اپنی کتاب ''قرآنی تعلیم کا مقدمہ'' میں مزید کام کر سکوں گا۔ مؤبدانہ تخیل اور مذہبی تجربہ مسلمانوں کی دینیات، فلسفہ اور تصوف کے رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے ہیں۔ بہت سا مواد ایسا موجود ہے جس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ تصوف کے چند اسکولوں نے جو اسلامی سمجھے جاتے ہیں اس مؤبدانہ حالات وواردات کو ہی زندہ کیا ہے۔ میں مؤبد تمدن کو انسانی تمدن کے بے شمار مظاہرات میں سے ایک مظاہرہ سمجھتا ہوں۔ میں نے اس لفظ کو برے معنی میں استعمال نہیں کیا تھا۔ اس کے پاس بھی حکومت کا تصور تھا، فلسفیانہ مباحث تھے۔ حقائق بھی تھے اور غلطیاں بھی۔ لیکن جب تمدن پر زوال آتا ہے تو اس کے فلسفیانہ مباحث، تصورات، اور دینی واردات کے اشکال میں انجماد اور سکون آجاتا ہے۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو مؤبد تمدن پر یہی حالت طاری تھی اور تمدنی تاریخ کو جس طرح میں سمجھتا ہوں اسلام نے اس تمدن کے خلاف احتجاج کیا۔ خود قرآن کے اندر شہادت موجود ہے کہ اسلام نہ محض ذہنی بلکہ مذہبی واردات کے لئے بھی نئی راہ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ہماری مغانہ وراثت نے اسلام کی زندگی کو کچل ڈالا اور اس کی اصل روح اور مقاصد کو ابھرنے کا کبھی موقع نہ دیا۔

(۳) ’’اسٹیٹس مین‘‘ کو ایک خط

اخبار اسٹیٹس مین نے اقبال کا بیان ’’قادیانی اور جمہور مسلمان‘‘ شائع کیا اور اس پر اپنے اداریہ میں تنقید بھی کی۔ مندرجہ ذیل خط اس کے جواب میں لکھا گیا اور ۱۰ رجون ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں طبع ہوا:

میرے بیان مطبوعہ ۱۴ رمئی (۱۹۳۵ء) پر آپ نے تنقیدی اداریہ لکھا۔ اس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں۔ جو سوال آپ نے اپنے مضمون میں اٹھایا ہے وہ فی الواقعہ بہت اہم ہے اور مجھے مسرت ہے کہ آپ نے اس سوال کی اہمیت کو محسوس کیا ہے۔ میں نے اپنے بیان میں اسے نظرانداز کر دیا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انہوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے خود حکومت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی اقدام اٹھائے اور اس کا انتظار نہ کرے کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں اور مجھے اس احساس میں حکومت کے سکھوں کے متعلق رویہ سے اور بھی تقویت ملی۔ سکھ ۱۹۱۹ء تک آئینی طور علیحدہ سیاسی جماعت تصور نہیں کئے جاتے تھے۔ لیکن اس کے بعد علیحدہ جماعت تسلیم کر لئے گئے۔ حالانکہ انہوں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ لاہور ہائیکورٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ سکھ ہندو ہیں۔

اب چونکہ آپ نے یہ سوال پیدا کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں اس مسئلہ کے متعلق جو برطانوی اور مسلم دونوں کے زاویہ نگاہ سے نہایت اہم ہے۔ چند معروضات پیش کروں۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں واضح کروں کہ حکومت جب کسی جماعت کے مذہبی اختلافات کو تسلیم کرتی ہے تو میں اسے کس حد تک گوارا کر سکتا ہوں۔ سو عرض ہے کہ:

اوّلاً: اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کے حدود مقرر ہیں یعنی وحدت الوہیت پر ایمان، انبیاء پر ایمان اور رسول کریم ﷺ کی ختم رسالت پر ایمان، دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کے لئے فیصلہ کن ہے کہ فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں۔ مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن انہیں ملت اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کی ختم نبوت کو نہیں مانتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی اسلامی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر

سکا۔ ایران میں بہائیوں نے ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ الگ جماعت ہیں اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا۔ لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسول کریم ﷺ کی شخصیت کا مرہون منت ہے۔ میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں۔ یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کرلیں۔ ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقۂ اسلام میں ہو، تاکہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔

ثانیاً: ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ بانی تحریک نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا بنیادی اصولوں سے انکار، اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی)، مسلمانوں کی قیام نماز سے قطع تعلق، نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ دنیائے اسلام کافر ہے۔ یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے اس سے کہیں دور ہیں۔ جتنے سکھ ہندوؤں سے کیونکہ سکھ ہندوؤں سے باہمی شادیاں کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہندو مندروں میں پوجا نہیں کرتے۔

ثالثاً: اس امر کو سمجھنے کے لئے کسی خاص ذہانت یا غور وفکر کی ضرورت نہیں ہے کہ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں۔ پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رہنے کے لئے کیوں مضطرب ہیں؟ علاوہ سرکاری ملازمتوں کے فوائد کے ان کی موجودہ آبادی جو ۵۶۰۰۰ (چھپن ہزار) ہے۔ انہیں کسی اسمبلی میں ایک نشست بھی نہیں دلاسکتی اور اس لئے انہیں سیاسی اقلیت کی حیثیت بھی نہیں مل سکتی۔ یہ واقعہ اس امر کا ثبوت ہے کہ قادیانیوں نے اپنی جداگانہ سیاسی حیثیت کا مطالبہ نہیں کیا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مجالس قانون ساز میں ان کی نمائندگی نہیں ہوسکتی۔ نئے دستور میں ایسی اقلیتوں کے تحفظ کا علیحدہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں قادیانی حکومت سے کبھی علیحدگی کا مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے۔ ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کردیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کررہی ہے۔ کیونکہ وہ ابھی اس قابل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب

پہنچا سکے۔ حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے علیحدگی کے مطالبہ کا انتظار نہ کیا۔ اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبہ کے لئے کیوں انتظار کر رہی ہے؟

(۴) پنڈت نہرو کے سوالات کا جواب

ماڈرن ریویو کلکتہ میں پنڈت جواہر لال نہرو کے تین مضامین شائع ہونے کے بعد مجھے اکثر مسلمانوں نے جو مختلف مذہبی وسیاسی مسلک رکھتے ہیں متعدد خطوط لکھے ہیں۔ ان میں سے بعض کی خواہش ہے کہ میں احمدیوں کے بارے میں مسلمانان ہند کے طرز عمل کی مزید توضیح کروں اور اس طرز عمل کو حق بجانب ثابت کروں۔ بعض یہ دریافت کرتے ہیں کہ میں احمدیت میں کس مسئلہ کو تنقیح طلب سمجھتا ہوں۔ اس بیان میں میں ان مطالبات کو پورا کرنا چاہتا ہوں جن کو میں بالکل جائز تصور کرتا ہوں اور اس کے بعد ان سوالات کا جواب دینا چاہتا ہوں جو پنڈت جواہر لال نہرو نے اٹھائے ہیں۔ بہر حال مجھے اندیشہ ہے کہ اس بیان کا ایک حصہ پنڈت جی کے لئے دلچسپ نہ ہوگا۔ لہٰذا ان کا وقت بچانے کے لئے میرا یہ مشورہ ہے کہ وہ ایسے حصوں کو نظر انداز کر دیں۔

میرے لئے یہ بیان کی ضرورت نہیں کہ پنڈت جی کو مشرق کے بعد ساری دنیا کے، ایک عظیم الشان مسئلے سے جو دلچسپی ہے میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ میری رائے میں یہ پہلے ہندوستانی قوم پرست قائد ہیں جنہوں نے دنیائے اسلام کی موجودہ روحانی بے چینی کو سمجھنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ اس بے چینی کے مختلف پہلوؤں اور ممکن ردعمل کے مدنظر ہندوستان کے ذی فکر سیاسی قائدین کو چاہئے کہ اس وقت قلب اسلام میں جو چیز ہیجان پیدا کر رہی ہے اس کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

بہر حال میں اس واقعہ کو پنڈت جی اور قارئین سے پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتا کہ پنڈت جی کے مضامین نے میرے ذہن میں احساسات کا ایک دردناک ہیجان پیدا کر دیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ پنڈت جی ایک ایسے انسان ہیں جو مختلف تہذیبوں سے وسیع ہمدردی رکھتے ہیں۔ میرا ذہن اس خیال کی طرف مائل ہے کہ جن سوالات کو وہ سمجھنے کی خواہش رکھتے ہیں وہ بالکل خلوص پر مبنی ہے۔ تاہم جس طریقے سے انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے ایسی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے جس کو پنڈت جی سے منسوب کرنا میرے لئے دشوار ہے۔ میں اس خیال کی طرف مائل ہوں کہ میں نے قادیانیت کے متعلق جو بیان دیا تھا (جس میں ایک مذہبی نظریہ کی محض جدید اصول کے مطابق تشریح کی گئی تھی) اس سے پنڈت جی اور قادیانی دونوں پریشان ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف وجوہ

کی بناء پر دونوں اپنے دل میں مسلمانان ہند کے مذہبی اور سیاسی استحکام کو پسند نہیں کرتے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ہندوستانی قوم پرست جن کی سیاسی تصوریت نے احساس حقائق کو کچل ڈالا ہے، اس بات کو گوارا نہیں کرتے کہ شمال مغربی ہند کے مسلمانوں میں احساس خودمختاری پیدا ہو۔ میری رائے میں ان کا یہ خیال غلط ہے کہ ہندوستانی قومیت کے لئے ملک کی مختلف تہذیبوں کو مٹا دینا چاہئے۔ حالانکہ ان تہذیبوں کے باہمی عمل واثر سے ہندوستان ایک ترقی پذیر اور پائیدار تہذیب کو نمود لے سکتا ہے۔ ان طریقوں سے جو تہذیب نمو پائے گی اس کا نتیجہ بجز باہمی تشدد اور تلخی کے اور کیا ہوگا؟ یہ بات بھی بدیہی ہے کہ قادیانی بھی مسلمانان ہند کی سیاسی بیداری سے گھبرائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ مسلمانان ہند کے سیاسی نفوذ کی ترقی سے ان کا یہ مقصد یقیناً فوت ہو جائے گا کہ پیغمبر عرب کی امت سے ہندوستانی پیغمبر کی ایک نئی امت تیار کریں۔ حیرت کی بات ہے کہ میری یہ کوشش کہ مسلمانان ہند کو اس امر سے متنبہ کروں کہ ہندوستان کی تاریخ میں، جس دور سے وہ گزر رہے ہیں اس میں ان کا اندرونی استحکام کس قدر ضروری ہے اور ان انتشار انگیز قوتوں سے محترز رہنا کس قدر ناگزیر ہے۔ جو اسلامی تحریکات کے بھیس میں پیش ہوتی ہیں۔ پنڈت جی کو یہ موقع دیتی ہے کہ ایسی تحریکوں سے ہمدردی کریں۔

بہرکیف میں پنڈت جی کے محرکات کی تحلیل کے ناگوار فرض کو جاری رکھنا نہیں چاہتا۔ جو لوگ قادیانیت کے متعلق عام مسلمانوں کے طرز عمل کی توضیح چاہتے ہیں، ان کے استفادہ کے لئے میں ڈیورنٹ کی کتاب افسانہ فلسفہ کا اقتباس پیش کرتا ہوں۔ جس سے قارئین کو واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ قادیانیت میں امر تنقیح طلب کیا ہے۔ ڈیورنٹ نے فلسفی اعظم اسپائنوزا کے جماعت بدر کئے جانے سے متعلق یہودی نقطۂ نظر کو اختصار کے ساتھ چند جملوں میں بیان کیا ہے۔ قارئین یہ خیال نہ کریں کہ اس اقتباس کے پیش کرنے سے میرا مطلب اسپائنوزا اور بانی احمدیت میں قسم کا موازنہ کرنا ہے۔ عقل وسیرت کے لحاظ سے ان دونوں کے مابین بعد عظیم ہے۔ ''خدامست'' اسپائنوزا نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ کسی جدید تنظیم کا مرکز ہے اور جو یہودی اس پر ایمان نہ لائے۔ یہودیت سے خارج ہے۔ اسپائنوزا کے جماعت بدر کئے جانے کے متعلق ڈیورنٹ کی عبارت یہودیوں کے طرز عمل پر اس قدر منطبق نہیں ہوتی جس قدر کہ قادیانیت کے متعلق مسلمانوں کے طرز عمل پر ہوتی ہے۔ یہ عبارت حسب ذیل ہے: ''علاوہ بریں اکابر یہود کا خیال تھا کہ امسٹرڈم میں ان کی جو چھوٹی سی جماعت تھی ان کو انتشار سے بچانے کا واحد ذریعہ مذہبی وحدت ہے اور یہودیوں کی جماعت کو جو دنیا میں بکھری ہوئی ہے، برقرار رکھنے اور ان میں اتفاق

پیدا کرنے کا آخری ذریعہ بھی یہی ہے۔ اگر ان کی اپنی کوئی سلطنت کوئی ملکی قانون اور دنیاوی قوت وطاقت کے ادارے ہوتے جن کے ذریعہ وہ اندرونی استحکام اور بیرونی استحکام حاصل کر سکتے تو وہ زیادہ روادار ہوتے۔ لیکن ان کا مذہب ان کے لئے ایمان بھی تھا اور حب الوطنی بھی، ان کا معبد ان کی عبادت اور مذہبی رسوم کے علاوہ ان کی سماجی اور سیاسی زندگی کا بھی مرکز تھا۔ ان حالات کے ماتحت انہوں نے الحاد کو غداری اور رواداری کو خودکشی تصور کیا۔‘‘

امسٹرڈم میں یہودیوں کی حیثیت ایک اقلیت کی تھی۔ اس لحاظ سے وہ اسپائنوزا کو ایسی انتشار انگیز ہستی سمجھنے میں حق بجانب تھے۔ جس سے ان کی جماعت بکھر جانے کا اندیشہ تھا۔ اس طرح مسلمانان ہند یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ تحریک قادیانیت جو تمام دنیائے اسلام کو کافر قرار دیتی ہے اور اس سے معاشرتی مقاطعہ کرتی ہے۔ مسلمانان ہند کی حیات ملی کے لئے اسپائنوزا کی اس مابعد الطبعیات سے زیادہ خطرناک ہے جو یہود کی حیات ملی کے لئے تھی۔ میرا خیال ہے کہ مسلمانان ہند ان حالات کی مخصوص نوعیت کو جبلی طور پر محسوس کرتے ہیں جن میں کہ وہ ہندوستان میں گھرے ہوئے ہیں اور دوسرے ممالک کے مقابلہ میں انتشار انگیز قوتوں کا قدرتی طور پر زیادہ احساس رکھتے ہیں۔ ایک اوسط مسلمان کا یہ جبلی ادراک میری رائے میں بالکل صحیح ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس احساس کی بنیاد مسلمانان ہند کی ضمیر کی گہرائیوں میں ہے۔ اس قسم کے معاملات میں جو لوگ رواداری کا نام لیتے ہیں وہ لفظ رواداری کے استعمال میں بے حد غیر محتاط ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ اس لفظ کو بالکل نہیں سمجھتے۔ رواداری کی روح ذہن انسانی کے مختلف نقاط نظر سے پیدا ہوتی ہے۔

گبن کہتا ہے کہ ایک رواداری فلسفی کی ہوتی ہے جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر صحیح ہیں۔ ایک رواداری مؤرخ کی ہے جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر غلط ہیں۔ ایک رواداری مدبر کی ہے جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر مفید ہیں۔ ایک رواداری ایسے شخص کی ہے جو ہر قسم کے فکر وعمل کے طریقوں کو روا رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر قسم کے فکر وعمل سے بے تعلق ہوتا ہے۔ ایک رواداری کمزور آدمی کی ہے جو محض کمزوری کی وجہ سے ہر قسم کی ذلت کو جو اس کی محبوب اشیاء یا اشخاص پر کی جاتی ہے۔ برداشت کر لیتا ہے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ اس قسم کی رواداری اخلاقی قدر سے معرّا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اس سے اس شخص کے روحانی افلاس کا اظہار ہوتا ہے جو ایسی رواداری کا مرتکب ہوتا ہے۔ حقیقی رواداری عقلی اور روحانی وسعت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ رواداری ایسے شخص کی ہوتی ہے جو روحانی حیثیت سے قوی ہوتا ہے اور اپنے

مذہب کی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے، دوسرے مذاہب کو روا رکھتا ہے اور ان کی قدر کر سکتا ہے۔ایک سچا مسلمان ہی اس قسم کی رواداری کی صلاحیت رکھتا ہے۔خود اس کا مذہب ایتلافی ہے اس وجہ سے وہ بآسانی دوسرے مذاہب سے ہمدردی رکھ سکتا ہے اور ان کی قدر کر سکتا ہے۔ ہندوستان کے شاعر اعظم امیر خسرو نے ایک بت پرست کے قصہ میں اس قسم کی رواداری کو نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔اس کی بتوں سے بے اندازہ محبت کے تذکرہ کے بعد شاعر اپنے مسلمان قارئین کو یوں مخاطب کرتا ہے۔

اے کہ زبت طعنہ بہ ہندی بری　　　ہم ذوے آموز پرستش گری

خدا کا ایک سچا پرستار ہی عبادت و پرستش کی قدر و قیمت کو محسوس کر سکتا ہے۔خواہ اس پرستش کا تعلق ایسے ارباب سے ہو جن پر وہ اعتقاد نہیں رکھتا۔رواداری کی تلقین کرنے والے اس شخص پر عدم رواداری کا الزام لگانے میں غلطی کرتے ہیں جو اپنے مذہب کی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے۔اس طرز عمل کو وہ غلطی سے اخلاقی کمتری خیال کرتے ہیں۔وہ نہیں سمجھتے کہ طرز عمل میں حیاتیاتی قدر و قیمت مضمر ہے۔جب کسی جماعت کے افراد جبلی طور پر یا کسی عقلی دلیل کی بناء پر یہ محسوس کرتے ہوں کہ اس جماعت کی اجتماعی زندگی خطرہ میں ہے جس کے یہ رکن ہیں تو ان کے مدافعانہ طرز عمل کو حیاتیاتی معیار پر جانچنا چاہئے۔اس سلسلہ میں ہر فکر و عمل کی تحقیق اس لحاظ سے کرنی چاہئے کہ اس میں حیات افروزی کس قدر ہے۔یہاں سوال یہ نہیں ہے کہ ایسے شخص کے متعلق جو ملحد قرار دیا گیا ہو، کسی فرد یا جماعت کا رویہ اخلاقاً صائب ہے یا غیر صائب۔سوال یہ ہے کہ یہ حیات افروز ہے یا حیات کش۔

پنڈت جواہر لال نہرو خیال کرتے ہیں کہ جو جماعت مذہبی اصولوں پر قائم ہوئی ہے وہ محکمہ احتساب[۱] کے قیام کو مستلزم ہے۔تاریخ مسیحیت کے متعلق یہ بات صحیح ہو سکتی ہے۔لیکن تاریخ اسلام پنڈت جی کی منطق کے خلاف یہ ثابت کرتی ہے کہ حیات اسلامی کے گزشتہ تیرہ سو سال میں اسلامی ممالک محکمہ احتساب سے بالکل ناآشنا رہے ہیں۔قرآن واضح طور پر ایسے ادارے کی ممانعت کرتا ہے۔''دوسروں کی کمزوریوں کی تلاش نہ کرو اور بھائیوں کی چغلی نہ کھاؤ۔'' پنڈت جی کو تاریخ اسلام کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ یہودی اور عیسائی اپنے وطن کے مذہبی تشدد سے تنگ آکر اسلامی ممالک میں پناہ لیتے تھے۔جن دو قضایا پر اسلام کی تعقلی عمارت قائم ہے وہ

[۱] قرون وسطیٰ میں ''Inquisition'' کے نام سے ایک محکمہ قائم ہوا تھا جو لوگوں کے عقائد مذہبی کی تحقیق و تفتیش کرتا تھا۔برونو وغیرہ ایسے علماء سائنس کو اس محکمہ نے نذر آتش کیا۔

اس قدر سادہ ہیں کہ ان میں ایسا الحاد ناممکن ہے جس سے ملحد دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ جب کوئی شخص ایسے ملحدانہ نظریات کو رواج دیتا ہے جن سے نظام اجتماعی خطرہ میں پڑ جاتا ہو تو ایک آزادانہ اسلامی ریاست یقیناً اس کا انسداد کرے گی۔ لیکن ایسی صورت میں ریاست کا فعل سیاسی مصلحتوں پر مبنی ہوگا نہ کہ خالص مذہبی اصولوں پر۔ میں اس بات کو اچھی طرح محسوس کرتا ہوں کہ پنڈت جی ایسا شخص جس کی پیدائش اور تربیت ایک ایسی جماعت میں ہوئی ہے جس کی سرحدیں متعین نہیں ہیں اور جس میں اندرونی استحکام بھی مفقود ہے۔ اس امر کا بمشکل اندازہ کر سکتا ہے کہ ایک مذہبی جماعت ایسے محکمہ احتساب کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے جو حکومت کی جانب سے عوام کے عقائد کی تحقیقات کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔ یہ بات کارڈنل نیومن کی اس عبارت سے بالکل واضح ہو جاتی ہے جو پنڈت جی پیش کر کے حیرت کرتے ہیں کہ میں کارڈنل کے اصولوں کو کس حد تک اسلام پر قابل اطلاق سمجھتا ہوں۔ میں ان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی اندرونی ہیئت ترکیبی اور کیتھولک مسیحیت میں اختلاف عظیم ہے۔ کیتھولک مسیحیت کی پیچیدگی اس کی فوق العقلی نوعیت اور تحکمی عقائد کی کثرت نے، جیسا کہ تاریخ مسیحیت سے ظاہر ہوتا ہے، ملحدانہ تاویلات کے لئے راستہ کھول دیا ہے۔ اسلام کا سیدھا سادھا مذہب دو قضایا پر مبنی ہے۔ خدا ایک ہے اور محمد ﷺ اس سلسلہ انبیاء کے آخری نبی ہیں جو وقتاً فوقتاً ہر ملک اور ہر زمانے میں اس غرض سے مبعوث ہوئے تھے کہ نوع انسان کی رہنمائی صحیح طرز زندگی کی طرف کریں۔ جیسا کہ بعض عیسائی مصنّفین خیال کرتے ہیں کہ کسی تحکمی عقیدے کی تعریف اسی طرح کی جانی چاہئے کہ وہ ایک فوق العقلی قضیہ ہے اور اس کو مذہبی استحکام کی خاطر اور اس کا مابعد الطبعی مفہوم سمجھے بغیر مان لینا چاہئے تو اس لحاظ سے اسلام کے ان دو سادہ قضایا کو تحکمی عقیدے سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ان دونوں کی تائید نوع انسان کے تجربہ سے ہوتی ہے اور ان کی عقلی توجیہ بخوبی کی جاسکتی ہے۔ ایسے الحاد کا سوال جہاں یہ فیصلہ کرنا پڑے کہ آیا اس کا مرتکب دائرہ مذہب میں ہے یا اس سے خارج ہے، ایسی مذہبی جماعت میں جو ایسے سادہ قضایا پر مبنی ہو، اس صورت میں پیدا ہوتا ہے جب کہ ملحد ان قضایا میں سے کسی ایک یا دونوں سے انکار کر دے۔ تاریخ اسلام میں ایسا واقعہ شاذ ہی وقوع پذیر ہوا ہے اور ہونا بھی یہی چاہئے۔ کیونکہ جب اس قسم کی کوئی بغاوت پیدا ہوتی ہے تو ایک اوسط مسلمان کا احساس قدرتی طور پر شدید ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ایران کا احساس بہائیوں کے خلاف اس قدر تھا اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانان ہند کا احساس قادیانیوں کے خلاف اس قدر شدید ہے۔

یہ سچ ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی فرقے فقہ اور دینیات کے فروعی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے اکثر وبیشتر، ایک دوسرے میں الحاد کا الزام لگاتے رہے ہیں۔ ’’دینیات‘‘ کے فروعی مسائل کے اختلاف میں اور نیز الحاد کی ایسی انتہائی صورتوں میں جہاں ملحد کو جماعت سے خارج کیا جاتا ہے، لفظ کفر کے غیرمحتاط استعمال کو آج کل کے تعلیم یافتہ مسلمان جو مسلمانوں کے دینیاتی مناقشات کی تاریخ سے بالکل ناواقف ہیں ملت اسلامیہ کے اجتماعی وسیاسی انتشار کی علامت تصور کرتے ہیں۔ یہ ایک بالکل غلط تصور ہے۔ اسلامی دینیات کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فروعی مسائل کے اختلاف میں ایک دوسرے پر الحاد کا الزام لگانا باعث انتشار ہونے کی بجائے دینیاتی تفکر کو متحد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ پروفیسر ہرگراونج کہتے ہیں کہ: ’’جب ہم فقہ اسلامی کے نشوونما کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوجاتا ہے کہ ایک طرف تو ہر زمانے کے علماء خفیف سے اشتعال کے باعث ایک دوسرے کی مذمت یہاں تک کرتے ہیں کہ ایک دوسرے پر کفر کا الزام عائد ہوجاتا ہے اور دوسری طرف یہی لوگ زیادہ سے زیادہ اتحاد عمل کے ساتھ اپنے پیشرؤں کے اختلاف رفع کرتے ہیں۔‘‘

اسلامی دینیات کا متعلم جانتا ہے کہ مسلم فقہاء اس قسم کے الحاد کو اصطلاحی زبان میں کفر زیر کفر سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی ایسا کفر جس میں مرتکب جماعت سے خارج نہیں ہوتا۔ بہرحال یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ملاؤں کے ذریعے جن کا عقلی تعطل دینیاتی تفکر کے ہر اختلاف کو قطعی سمجھتا ہے اور اختلاف میں اتحاد کو دیکھ نہیں سکتا، خفیف سا الحاد فتنہ عظیم کا باعث ہوجاتا ہے۔ اس فتنہ کا انسداد اس طرح ہوسکتا ہے کہ مدارس دینیات کے طلباء کے سامنے اسلام کی ایتلافی روح کا واضح ترین تصور پیش کریں اور ان کو یہ بتلائیں کہ منطقی تضاد کے دینیاتی تفکر میں اصول حرکت کام کرتا ہے۔ یہ سوال کہ الحاد کبیرہ کس کو کہتے ہیں۔ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ کسی مفکر یا مصلح کی تعلیم مذہب اسلام کی سرحدوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے قادیانیت کی تعلیم میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہاں یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ تحریک احمدیت دو جماعتوں میں منقسم ہے جو قادیانی اور لاہوری جماعتوں کے نام سے موسوم ہیں۔ اوّل الذکر جماعت بانی احمدیت کو نبی تسلیم کرتی ہے۔ آخرالذکر نے اعتقاداً یا مصلحتاً قادیانیت کی شدت کو کم کر کے پیش کرنا مناسب سمجھا۔ بہرحال یہ سوال کہ آیا بانی احمدیت ایک نبی تھا اور اس کی تعلیم سے انکار کرنا ’’الحاد کبیرہ‘‘ کو مستلزم ہے۔ ان دونوں جماعتوں میں متنازعہ فیہ ہے۔ احمدیوں کے ان گھریلو مناقشات کے محاسن کو جانچنا میرے پیش نظر مقصد کے لئے غیرضروری ہے۔ میرا یقین ہے (جس کے وجوہ میں آگے چل کر بیان

کروں گا) کہ ایسے نبی کا تصور جس کے انکار کرنے سے منکر خارج اسلام ہو جاتا ہے، احمدیت کا ایک لازمی عنصر ہے اور لاہوری جماعت کے امام کے مقابلہ میں قادیانیوں کے موجودہ پیشوا تحریک احمدیت کی روح سے بالکل قریب ہیں۔

ختم نبوت کے تصور کی تہذیبی قدر و قیمت کی توضیح میں نے کسی اور جگہ کر دی ہے۔ اس کے معنی بالکل سلیس ہیں۔ محمد ﷺ کے بعد جنہوں نے اپنے پیروؤں کو ایسا قانون عطاء کر کے جو ضمیر انسان کی گہرائیوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے، آزادی کا راستہ دکھا دیا ہے۔ کسی اور انسانی ہستی کے آگے روحانی حیثیت سے سر نیاز خم نہ کیا جائے۔ دینیاتی نقطۂ نظر سے اس نظریہ کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ وہ اجتماعی اور سیاسی تنظیم جسے اسلام کہتے ہیں، مکمل اور ابدی ہے۔ محمد ﷺ کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں ہے جس سے انکار کفر کو مستلزم ہو۔ جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔ قادیانیوں کا اعتقاد ہے کہ تحریک احمدیت کا بانی ایسے الہام کا حامل تھا۔ لہٰذا وہ تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیتے ہیں۔ خود بانی احمدیت کا استدلال جو قرون وسطیٰ کے متکلمین کے لئے زیبا ہو سکتا ہے۔ یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا نبی نہ پیدا ہو سکے تو پیغمبر اسلام کی روحانیت نامکمل رہ جائے گی۔ وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کہ پیغمبر اسلام کی روحانیت میں پیغمبر خیز قوت تھی۔ خود اپنی نبوت کو پیش کرتا ہے۔ لیکن آپ اس سے پھر دریافت کریں کہ محمد ﷺ کی روحانیت ایک سے زیادہ نبی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس کا جواب نفی میں ہے۔ یہ خیال اس بات کے برابر ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی نہیں۔ میں آخری نبی ہوں۔ اس امر کے سمجھنے کی بجائے کہ ختم نبو کا اسلامی تصور نوع انسان کی تاریخ میں بالعموم اور ایشیاء کی تاریخ میں بالخصوص کیا تہذیبی قدر رکھتا ہے۔ بانی احمدیت کا خیال ہے کہ ختم نبوت کا تصور ان معنوں میں کہ محمد ﷺ کا کوئی پیرو نبوت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔ خود محمد ﷺ کی نبوت کو نامکمل پیش کرتا ہے۔ جب میں بانی احمدیت کی نفسیات کا مطالعہ ان کے دعویٰ نبوت کی روشنی میں کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیغمبر اسلام کی تخلیقی قوت کو صرف ایک نبی یعنی تحریک احمدیت کے بانی کی پیدائش تک محدود کر کے پیغمبر اسلام کے آخری نبی ہونے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ نیا پیغمبر چپکے سے اپنے روحانی مورث کی ختم نبوت پر متصرف ہو جاتا ہے۔

اس کا دعویٰ ہے کہ میں پیغمبر اسلام کا بروز ہوں۔ اس سے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ پیغمبر اسلام کا بروز ہونے کی حیثیت سے اس کا خاتم النّبیین ہونا دراصل محمد ﷺ کا خاتم النّبیین ہونا ہے۔ پس یہ نقطۂ نظر پیغمبر اسلام کی ختم نبوت کو مسترد نہیں کرتا۔ اپنی ختم نبوت کو پیغمبر اسلام کی ختم نبوت

کے مماثل قرار دے کر بانی احمدیت نے ختم نبوت کے تصور کے زمانی مفہوم کو نظر انداز کر دیا ہے۔ بہر حال یہ ایک بدیہی بات ہے کہ بروز کا لفظ مکمل مشابہت کے مفہوم میں بھی اس کی مدد نہیں کرتا۔ کیونکہ بروز ہمیشہ اس شئے سے الگ ہوتا ہے جس کا یہ بروز ہوتا ہے۔ صرف اوتار کے معنوں میں بروز اور اس شئے میں عینیت پائی جاتی ہے۔ پس اگر ہم بروز سے روحانی صفات کی مشابہت مراد لیں تو یہ دلیل بے اثر رہتی ہے۔ اگر اس کے برعکس اس لفظ کے آریائی مفہوم میں اصل شئے کا اوتار مراد لیں تو یہ دلیل بظاہر قابل قبول ہوتی ہے۔ لیکن اس خیال کا موجد مجوسی بھیس میں نظر آتا ہے۔

ہسپانیہ کے برگزیدہ صوفی محی الدین ابن العربی کی سند پر یہ مزید دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ایک مسلمان ولی کے لئے اپنے روحانی ارتقاء کے دوران میں اس قسم کا تجربہ حاصل کرنا ممکن ہے جو شعور نبوت سے مختص ہے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ شیخ محی الدین ابن العربی کا یہ خیال نفسیاتی نقطۂ نظر سے درست نہیں۔ لیکن اگر اس کو صحیح فرض کر لیا جائے تو تب بھی قادیانی استدلال شیخ کے مؤقف کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ شیخ ایسے تجربہ کو ذاتی کمال تصور کرتے ہیں جس کی بناء پر کوئی ولی یہ اعلان نہیں کر سکتا کہ جو شخص اس پر (یعنی ولی پر) اعتقاد نہیں رکھتا، دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شیخ کے نقطۂ نظر سے ایک ہی زمانہ اور ملک میں ایک سے زیادہ اولیاء موجود ہو سکتے ہیں۔ غور طلب امر یہ ہے کہ نفسیاتی نقطۂ نظر سے ایک ولی کا شعور نبوت تک پہنچنا اگرچہ ممکن ہے، تاہم اس کا تجربہ اجتماعی اور سیاسی اہمیت نہیں رکھتا اور نہ اس کو کسی نئی تنظیم کا مرکز بناتا ہے اور نہ یہ استحقاق عطاء کرتا ہے کہ وہ اس نئی تنظیم کو پیروان محمد ﷺ کے ایمان یا کفر کا معیار قرار دے۔

اس صوفیانہ نفسیات سے قطع نظر کر کے فتوحات کی متعلقہ عبارتوں کو پڑھنے کے بعد میرا یہ اعتقاد ہے کہ ہسپانیہ کا یہ عظیم الشان صوفی محمد ﷺ کی ختم نبوت پر اسی طرح مستحکم ایمان رکھتا ہے جس طرح کہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان رکھ سکتا ہے۔ اگر شیخ کو اپنے صوفیاء کشف میں یہ نظر آ جاتا ہے کہ ایک روز مشرق میں چند ہندوستانی جنہیں تصوف کا شوق ہے، شیخ کی صوفیانہ نفسیات کی آڑ میں پیغمبر اسلام کی ختم نبوت سے انکار کر دیں گے تو وہ یقیناً علمائے ہند سے پہلے مسلمانان عالم کو ایسے غداران اسلام سے متنبہ کر دیتے۔

اب احمدیت کی روح پر غور کرنا ہے۔ اس کے ماخذ اور اس امر کی بحث کہ قبل اسلام مجوسی تصورات نے اسلامی تصوف کے ذریعہ بانی احمدیت کے ذہن کو کس طرح متاثر کیا۔ مذہب متقابلہ کے نظر سے بے حد دلچسپ ہوگی۔ لیکن میرے لئے اس بحث کو اٹھانا ممکن نہیں۔ یہ کہہ دینا کافی ہے کہ احمدیت کی اصل حقیقت قرون وسطیٰ کے تصوف اور دینیات کے نقاب میں پوشیدہ

ہے۔ علمائے ہند نے اس کو محض ایک دینیاتی تحریک تصور کیا اور دینیاتی حربوں سے اس کا مقابلہ کرنے نکل آئے۔ بہرحال میرا خیال ہے کہ اس تحریک کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ طریقہ موزوں نہیں تھا۔ اس وجہ سے علماء کو کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ بانی احمدیت کے الہامات کی اگر دقیق النظری سے تحلیل کی جائے تو یہ ایک ایسا مؤثر طریقہ ہوگا جس کے ذریعہ سے ہم اس کی شخصیت اور اندرونی زندگی کا تجزیہ کر سکیں گے۔ اس سلسلہ میں میں اس امر کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مولوی منظور الٰہی نے بانی احمدیت کے الہامات کا جو مجموعہ شائع کیا ہے اس میں نفسیاتی تحقیق کے لئے متنوع اور مختلف مواد موجود ہے۔ میری رائے میں یہ کتاب بانی احمدیت کی سیرت اور شخصیت کی کنجی ہے اور مجھے امید ہے کہ کسی دن نفسیات جدید کا کوئی متعلم اس کا سنجیدگی سے مطالعہ کرے گا۔ اگر وہ قرآن کو اپنا معیار قرار دے (اور چند وجوہ سے اس کو ایسا کرنا ہی پڑیگا۔ جن کی تشریح یہاں نہیں کی جاسکتی) اور اپنے مطالعہ کو بانی احمدیت اور اس کے ہم عصر غیر مسلم صوفیاء جیسے رام کرشنا بنگالی کے تجربوں تک پھیلائے تو اس کو اس تجربہ کی اصل ماہیت کے متعلق بڑی حیرت ہوگی۔ جس کی بناء پر بانی احمدیت نبوت کا دعویدار ہے۔

عام آدمی کے نقطۂ نظر سے ایک اور مؤثر اور مفید طریقہ یہ ہے کہ ۱۷۹۹ء سے ہندوستان میں اسلامی دینیات کی جو تاریخ رہی ہے اس کی روشنی میں احمدیت کے اصل مظروف کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ دنیائے اسلام کی تاریخ میں ۱۷۹۹ء بے حد اہم ہے۔ اسی سال ٹیپو کو شکست ہوئی۔ اس کی شکست کے ساتھ مسلمانوں کو ہندوستان میں سیاسی نفوذ حاصل کرنے کی جو امید تھی اس کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اسی سال جنگ نوارینو وقوع پذیر ہوئی۔ جس میں ترکی کا بیڑا تباہ ہوگیا۔ جو لوگ سرنگاپٹم گئے ہیں ان کو ٹیپو کے مقبرے پر یہ تاریخ وفات کندہ نظر آئی ہوگی۔

''ہندوستان اور روم کی عظمت ختم ہوگئی۔''

ان الفاظ کے مصنف نے پیشین گوئی کی تھی۔ پس ۱۷۹۹ء میں ایشیاء میں اسلام کا انحطاط انتہاء کو پہنچ گیا تھا۔ لیکن جس طرح کے ژینا میں جرمنی کی شکست کے بعد جدید جرمن قوم کا نشوونما ہوا۔ کہا جاسکتا ہے کہ اسی طرح ۱۷۹۹ء میں اسلام کی سیاسی شکست کے بعد جدید اسلام اور اس کے مسائل معرض ظہور میں آئے۔ اس امر پر میں آگے چل کر بحث کروں گا۔ فی الحال میں قارئین کی توجہ چند مسائل کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو ٹیپو کی شکست اور ایشیاء میں مغربی شہنشاہیت کی آمد کے بعد اسلامی ہند میں پیدا ہوگئے ہیں۔

کیا اسلام میں خلافت کا تصور ایک مذہبی ادارے کو مستلزم ہے؟ مسلمانان ہند اور وہ مسلمان جو ترکی سلطنت سے باہر ہیں۔ ترکی خلافت سے کیا تعلق رکھتے ہیں؟ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ اسلام میں نظریہ جہاد کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟ قرآن کی آیت ’’خدا، رسول اور تم میں سے اولیٰ الامر کی اطاعت کرو۔‘‘ میں الفاظ ’’تم میں سے‘‘ کا کیا مفہوم ہے۔ احادیث سے آمد مہدی کی جو پیشین گوئی کی جاتی ہے اس کی نوعیت کیا ہے؟ یہ اور اسی قبیل کے دوسرے سوالات جو بعد میں پیدا ہوئے ان کا تعلق بداہتہً صرف مسلمانان ہند سے تھا۔ اس کے علاوہ مغربی شہنشاہیت کو بھی جو اس وقت اسلامی دنیا میں سرعت کے ساتھ تسلط حاصل کر رہی تھی ان سوالات سے گہری دلچسپی تھی۔ ان سوالات سے جو مناقشات پیدا ہوئے وہ اسلامی ہند کی تاریخ کا ایک باب ہیں۔ یہ حکایت دراز ہے اور ایک طاقتور قلم کی منتظر۔ مسلمان ارباب سیاست جن کی آنکھیں واقعات پر جمی ہوئی تھیں۔ علماء کے ایک طبقہ کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوگئے کہ وہ دینیاتی استدلال کا ایک ایسا طریقہ اختیار کریں جو صورتحال کے مناسب ہو۔ لیکن محض منطق سے ایسے عقائد پر فتح پانا آسان نہ تھا جو صدیوں سے مسلمانان ہند کے قلوب پر حکمران تھے۔ ایسے حالات میں منطق یا تو سیاسی مصلحت کی بناء پر آگے بڑھ سکتی ہے یا قرآن وحدیث کی نئی تفسیر کے ذریعہ ہر دو صورتوں میں استقلال عوام کو متاثر کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ مسلمان عوام کو جن میں مذہبی جذبہ بہت شدید ہے۔ صرف ایک ہی چیز قطعی طور پر متاثر کر سکتی ہے اور وہ ربانی سند ہے۔ راسخ عقائد کو موثر طریقہ پر مٹانے اور متذکرہ صدر سوالات میں جو دینیاتی نظریات مضمر ہیں۔ ان کی نئی تفسیر کرنے کے لئے جو سیاسی اعتبار سے موزوں ہو، ایک الہام بنیاد ضروری سمجھی گئی۔ اس الہامی بنیاد کو احمدیت نے فراہم کیا۔ خود احمدیوں کا دعویٰ ہے کہ برطانوی شہنشاہیت کی یہ سب سے بڑی خدمت ہے جو انہوں نے انجام دی ہے۔ پیغمبرانہ الہام کو ایسے دینیاتی خیالات کی بنیاد قرار دینا جو سیاسی اہمیت رکھتے ہیں۔ گویا اس بات کا اعلان کرنا ہے کہ جو لوگ مدعی نبوت کے خیالات کو قبول نہیں کرتے۔ اوّل درجہ کے کافر ہیں اور ان کا ٹھکانا نار جہنم ہے۔ جہاں تک میں نے اس تحریک کے منشاء کو سمجھا ہے، احمدیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح کی موت ایک عام فانی انسان کی موت تھی اور رجعت مسیح گویا ایسے شخص کی آمد ہے جو روحانی حیثیت سے اس کا مشابہ ہے۔

اس خیال سے اس تحریک پر ایک طرح کا عقلی رنگ چڑھ جاتا ہے۔ لیکن یہ ابتدائی مدارج ہیں اس تصور نبوت کو جو ایسی تحریک کے اغراض کو پورا کرتا ہے جن کو جدید سیاسی قوتیں وجود میں لائی ہیں۔ ایسے ممالک میں جو ابھی تمدن کی ابتدائی منازل میں ہیں۔ منطق سے زیادہ سند کا

اثر ہوتا ہے۔ اگر کافی جہالت اور زود اعتقادی موجود ہو اور کوئی شخص اس قدر بے باک ہو کہ حامل الہام ہونے کا دعویٰ کرے۔ جس سے انکار کرنے والا ہمیشہ کے لئے گرفتار لعنت ہو جاتا ہے تو ایک محکوم اسلامی ملک میں ایک سیاسی دینیات کو وجود میں لانا اور ایک ایسی جماعت کو تشکیل دینا آسان ہو جاتا ہے۔ جس کا مسلک سیاسی محکومیت ہو۔ پنجاب میں مبہم دینیاتی عقائد کا فرسودہ جال اس سادہ لوح دہقان کو آسانی سے مسخر کر لیتا ہے جو صدیوں سے ظلم وستم کا شکار رہا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو مشورہ دیتے ہیں کہ تمام مذاہب کے راسخ العقیدہ لوگ متحد ہو جائیں اور اس چیز کی مزاحمت کریں جس کو وہ ہندوستانی قومیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ طنز آمیز مشورہ اس بات کو فرض کر لیتا ہے کہ احمدیت ایک اصلاحی تحریک ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ جہاں تک ہندوستان میں اسلام کا تعلق ہے۔ احمدیت میں اہم ترین مذہبی اور سیاسی امور تنقیح طلب مضمر ہیں۔ جیسا کہ میں نے اوپر تشریح کی ہے مسلمانوں کے مذہبی تفکر کی تاریخ میں احمدیت کا وظیفہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی غلامی کی تائید میں الہامی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ خالص مذہبی امور سے قطع نظر سیاسی امور کی بناء پر بھی پنڈت جواہر لال نہرو کے شایان شان نہیں کہ وہ مسلمانان ہند پر رجعت پسند اور قدامت پسند ہونے کا الزام لگائیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ احمدیت کی اصل نوعیت کو سمجھ لیتے تو مسلمانان ہند کے اس رویہ کی ضرور تعریف وتحسین کرتے جو ایک ایسی مذہبی تحریک کے متعلق اختیار کیا گیا ہے۔ جو ہندوستان کے تمام آفات ومصائب کے لئے الہامی سند پیش کرتی ہے۔

پس قارئین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اسلام کے رخساروں پر اس وقت احمدیت کی جو زردی نظر آرہی ہے وہ مسلمانان ہند کے مذہبی تفکر کی تاریخ میں کوئی ناگہانی واقعہ نہیں ہے۔ وہ خیالات جو بالآخر اس تحریک میں رونما ہوئے ہیں۔ بانی احمدیت کی ولادت سے پہلے دینیاتی مباحث میں نمایاں رہ چکے ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ بانی احمدیت اور اس کے رفقاء نے سوچ سمجھ کر اپنا پروگرام تیار کیا ہے۔ میں یہ ضرور کہوں گا کہ بانی احمدیت نے ایک آواز سنی۔ لیکن اس امر کا تصفیہ کہ یہ آواز اس خدا کی طرف سے تھی جس کے ہاتھ میں زندگی اور طاقت ہے یا لوگوں کے روحانی افلاس سے پیدا ہوئی۔ اس تحریک کی نوعیت پر منحصر ہونا چاہئے جو اس آواز کی آفریدہ ہے اور ان افکار وجذبات پر بھی جو اس آواز نے اپنے سننے والوں میں پیدا کئے ہیں۔

قارئین! یہ نہ سمجھیں کہ میں استعارات استعمال کر رہا ہوں۔ اقوام کی تاریخ حیات بتلاتی ہے کہ جب کسی قوم کی زندگی میں انحطاط شروع ہو جاتا ہے تو انحطاط ہی الہام کا ماخذ بن جاتا ہے اور اس قوم کے شعراء، فلاسفہ، اولیاء، مدبرین اس سے متاثر ہو جاتے ہیں اور مبلغین کی ایک

ایسی جماعت وجود میں آ جاتی ہے جس کا مقصد واحد یہ ہوتا ہے کہ منطق کی سحر آفرین قوتوں سے اس قوم کی زندگی کے ہر اس پہلو کی تعریف وتحسین کرے جو نہایت ذلیل وقبیح ہوتا ہے۔ یہ مبلغین غیر شعوری طور پر مایوسی کو امید کے درخشاں لباس میں چھپا دیتے ہیں۔ کردار کے روایتی اقتدار کی بیخ کنی کرتے ہیں اور اس طرح ان لوگوں کی روحانی قوت کو مٹا دیتے ہیں جو ان کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی قوت ارادی پر ذرا غور کرو جنہیں الہام کی بنیاد پر یہ تلقین کی جاتی ہے کہ اپنے سیاسی ماحول کو اٹل سمجھو۔ پس میرے خیال میں وہ تمام ایکٹر جنہوں نے احمدیت کے ڈرامہ میں حصہ لیا ہے۔ زوال اور انحطاط کے ہاتھوں میں محض سادہ لوح کٹ پتلی بنے ہوئے تھے۔ ایران میں بھی اس قسم کا ایک ڈرامہ کھولا گیا تھا۔ لیکن اس میں نہ وہ سیاسی اور مذہبی امور پیدا ہوئے اور نہ ہو سکتے تھے جو احمدیت نے اسلام کے لئے ہندوستان میں پیدا کئے ہیں۔ روس نے بابی مذہب کو روا رکھا اور بابیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنا پہلا تبلیغی مرکز عشق آباد میں قائم کریں۔ انگلستان نے بھی احمدیوں کے ساتھ رواداری برتی اور ان کو اپنا پہلا تبلیغی مرکز ووکنگ میں قائم کرنے کی اجازت دی۔ ہمارے لئے اس امر کا فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ آیا روس اور انگلستان نے ایسی رواداری کا اظہار شہنشاہی مصلحتوں کی بنا پر کیا یا وسعت نظر کی وجہ سے۔ اس قدر تو بالکل واضح ہے کہ اس رواداری نے اسلام کے لئے پیچیدہ مسائل پیدا کر دیں گے۔ اسلام کی اس ہیئت ترکیبی کے لحاظ سے جیسا کہ میں نے اس کو سمجھا ہے، مجھے یقین کامل ہے کہ اسلام ان دشواریوں سے جو اس کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ زیادہ پاک وصاف ہو کر نکلے گا۔ زمانہ بدل رہا ہے۔ ہندوستان کے حالات ایک نیا رخ اختیار کر چکے ہیں۔ جمہوریت کی نئی روح جو ہندوستان میں پھیل رہی ہے۔ وہ یقیناً احمدیوں کی آنکھیں کھول دے گی۔ انہیں یقین ہو جائے گا کہ ان کی دینیاتی ایجادات بالکل بے سود ہیں۔

اسلام قرون وسطیٰ کے اس تصوف کی تجدید کو بھی روا نہ رکھے گا۔ جس نے اپنے پیروؤں کے صحیح رجحانات کو کچل کر ایک مبہم تفکر کی طرف ان کا رخ پھیر دیا۔ اس تصوف نے گزشتہ چند صدیوں میں مسلمانوں کے بہترین دماغوں کو اپنے اندر جذب کر کے اور سلطنت کو معمولی آدمیوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا تھا۔ جدید اسلام اس تجربہ کو دہرا نہیں سکتا اور نہ وہ پنجاب کے اس تجربے کے اعادے کو روا رکھ سکتا ہے جس نے مسلمانوں کو نصف صدی تک ایسے دینیاتی مسائل میں الجھائے رکھا۔ جن کا زندگی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اسلام جدید تفکر اور تجربے کی روشنی میں قدم رکھ چکا ہے اور کوئی ولی یا پیغمبر اس کو قرون وسطیٰ کے تصوف کی تاریکی کی طرف واپس نہیں لے جا سکتا۔

اب میں پنڈت جواہر لال کے سوالات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ پنڈت جی کے مضامین سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسلام یا انیسویں صدی کے اسلام کی مذہبی تاریخ سے بالکل ناواقف ہیں۔ انہوں نے شاید میری تحریرات کا مطالعہ بھی نہیں کیا ہے۔ جن میں ان کے سوالات پر بحث کی گئی ہے۔ میرے لئے یہاں ان تمام خیالات کا اعادہ کرنا ممکن نہیں۔ جن کو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ انیسویں صدی کے مسلمانوں کی مذہبی تاریخ کو پیش کرنا بھی یہاں ممکن نہیں۔ جس کے بغیر دنیائے اسلام کی موجودہ صورتحال کو پوری طرح سمجھنا دشوار ہے۔ ترکی اور جدید اسلام کے متعلق سینکڑوں کتابیں اور مضامین لکھے گئے ہیں۔ میں اس لٹریچر کے بیشتر حصہ کا مطالعہ کر چکا ہوں اور غالباً پنڈت جواہر لال نہرو بھی اس کا مطالعہ کر چکے ہوں گے۔ بہرحال میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ان میں سے ایک مصنف نے بھی ان نتائج یا ان اسباب کی اصل ماہیئت کو نہیں سمجھا جو ان نتائج کا باعث ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کے تفکر کے خصوصی رجحانات کو جو انیسویں صدی کے ایشیاء میں پائے جاتے ہیں۔ اجمالی طور پر بیان کر دینا ضروری ہے۔

میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ ۱۷۹۹ء میں اسلام کا سیاسی زوال اپنی انتہاء کو پہنچ چکا تھا۔ بہرحال اسلام کی اندرونی قوت کا اس واقعہ سے بڑھ کر کیا ثبوت مل سکتا ہے کہ اس نے فوراً ہی محسوس کر لیا کہ دنیا میں اس کا کیا مؤقف ہے۔ انیسویں صدی میں سرسید احمد خان ہندوستان میں، سید جمال الدین افغانی افغانستان میں، اور مفتی عالم جان روس میں پیدا ہوئے۔ یہ حضرات غالباً محمد ابن الوہاب سے متاثر ہوئے تھے، جن کی ولادت ۱۷۰۰ء میں بمقام نجد ہوئی تھی اور جو اس نام نہاد وہابی تحریک کے بانی تھے جس کو صحیح طور پر جدید اسلام میں زندگی کی پہلی تڑپ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ سرسید احمد خان کا اثر بحیثیت مجموعی ہندوستان ہی تک محدود رہا۔ غالباً یہ عصر جدید کے پہلے مسلمان تھے جنہوں نے آنے والے دور کی جھلک دیکھی تھی اور یہ محسوس کیا تھا کہ ایجابی علوم اس دور کی خصوصیت ہے۔ انہوں نے نیز روس میں مفتی عالم جان نے، مسلمانوں کی پستی کا علاج جدید تسلیم کو قرار دیا۔ مگر سرسید احمد خاں کی حقیقی عظمت اس واقعہ پر مبنی ہے کہ یہ پہلے ہندوستانی مسلمان ہیں، جنہوں نے اسلام کو جدید رنگ میں پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی اور اس کے لئے سرگرم عمل ہوگئے۔ ہم ان کے مذہبی خیالات سے اختلاف کر سکتے ہیں۔ لیکن اس واقعہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی حساس روح نے سب سے پہلے عصر جدید کے خلاف ردعمل کیا۔

مسلمانان ہند کی انتہائی قدامت پرستی جو زندگی کے حقائق سے دور ہوگئی تھی۔ سرسید احمد خاں کے مذہبی نقطۂ نظر کے حقیقی مفہوم کو نہ سمجھ سکی۔ ہندوستان کے شمال مغربی حصہ میں جو بھی

تہذیب کی ابتدائی منزل میں ہے اور جہاں دیگر اقطاع ہند کے مقابلہ میں پیر پرستی زیادہ مسلط ہے۔ سرسید کی تحریک کے خلاف احمدیت کی تحریک شروع ہوئی۔ اس تحریک میں سامی اور آریائی تصوف کی عجیب وغریب آمیزش تھی اور اس میں کسی فرد کا روحانی احیاء قائم اسلامی تصوف کے اصولوں کے مطابق نہیں ہوسکتا تھا۔ بلکہ مسیح موعود کی آمد کو پیش کر کے عوام کی کیفیت کو تشفی انتظار دی جاتی تھی۔ اس مسیح موعود کا فرض یہ نہیں تھا کہ فرد کو موجودہ پستی سے نجات دلائے۔ بلکہ اس کا کام یہ تعلیم دینا ہے کہ لوگ اپنی روح کو غلامانہ طور پر پستی اور انحطاط کے سپرد کریں۔ اس ردعمل ہی کے اندر ایک نازک تضاد مضمر ہے۔ یہ تحریک اسلام کے ضوابط کو برقرار رکھتی ہے۔ لیکن اس قوت ارادی کو فنا کر دیتی ہے جس کو اسلام مضبوط کرنا چاہتا ہے۔

مولانا سید جمال الدین افغانی کی شخصیت کچھ اور ہی تھی۔ قدرت کے طریقے بھی عجیب وغریب ہوتے ہیں۔ مذہبی فکروعمل کے لحاظ سے ہمارے زمانہ کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ مسلمان افغانستان میں پیدا ہوتا ہے۔ جمال الدین افغانی دنیائے اسلام کی تمام زبانوں سے واقف تھے۔ ان کی فصاحت وبلاغت میں سحر آفرینی ودیعت تھی۔ ان کی بے چین روح ایک اسلامی ملک سے دوسرے اسلامی ملک کا سفر کرتی رہی اور اس نے ایران، مصر اور ترکی کے ممتاز ترین افراد کو متاثر کیا۔ ہمارے زمانے کے بعض جلیل القدر علماء، جیسے مفتی محمد عبدہ اور نئی پود کے بعض افراد جو آگے چل کر سیاسی قائد بن گئے جیسے مصر کے زاغلول پاشا وغیرہ انہیں کے شاگردوں میں سے تھے انہوں نے لکھا کم اور کہا بہت، اور اس طریقہ سے ان تمام لوگوں کو جنہیں ان کا قرب حاصل ہوا چھوٹے چھوٹے جمال الدین بنادیا۔ انہوں نے کبھی نبی یا مجدد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ پھر بھی ہمارے زمانہ کے کسی شخص نے روح اسلام میں اس قدر تڑپ پیدا نہیں کی جس قدر کہ انہوں نے کی تھی۔ ان کی روح اب بھی دنیائے اسلام میں سرگرم عمل ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کی انتہاء کہاں ہوگی۔

بہرحال اب یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ ان جلیل القدر ہستیوں کی غایت کیا تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے دنیائے اسلام میں تین مخصوص قوتوں کو حکمران پایا اور ان قوتوں کے خلاف بغاوت پیدا کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت کو مرتکز کر دیا۔

(۱) ملائیت

علماء ہمیشہ اسلام کے لئے ایک قوت عظیم کا سرچشمہ رہے ہیں۔ لیکن صدیوں کے مرور

کے بعد خاص کر زوال بغداد کے زمانے سے وہ بے حد قدامت پرست بن گئے اور آزادی اجتہاد (یعنی قانونی امور میں آزادرائے قائم کرنا) کی مخالفت کرنے لگے۔ وہابی تحریک جو انیسویں صدی کے مصلحین اسلام کے لئے حوصلہ افروز تھی، درحقیقت ایک بغاوت تھی علماء کے اس جمود کے خلاف۔ پس انیسویں صدی کے مصلحین اسلام کا پہلا مقصد یہ تھا کہ عقائد کی جدید تفسیر کی جائے اور بڑھتے ہوئے تجربے کی روشنی میں قانون کی جدید تعبیر کرنے کی آزادی حاصل کی جائے۔

(۲) تصوف

مسلمانوں پر ایک ایسا تصوف مسلط تھا جس نے حقائق سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ جس نے عوام کی قوت عمل کو ضعیف کر دیا تھا اور ان کو ہر قسم کے توہم میں مبتلا کر رکھا تھا۔ تصوف اپنے اس اعلیٰ مرتبہ سے جہاں وہ روحانی تعلیم کی ایک قوت رکھتا تھا، نیچے گر کر عوام کی جہالت اور زود اعتقادی سے فائدہ اٹھانے کا ذریعہ بن گیا تھا۔ اسی نے بتدریج اور غیر محسوس طریقہ پر مسلمانوں کی قوت ارادی کو کمزور اور اس قدر نرم کر دیا تھا کہ مسلمان اسلامی قانون کی سختی سے بچنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ انیسویں صدی کے مصلحین نے اس قسم کے تصوف کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور مسلمانوں کو عصر جدید کی روشنی کی طرف دعوت دی۔ یہ نہیں کہ یہ مصلحین مادہ پرست تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان اسلام کی اس روح سے آشنا ہو جائیں جو مادہ سے گریز کرنے کی بجائے اس کی تسخیر کی کوشش کرتی ہے۔

(۳) ملوکیت

مسلمان سلاطین کی نظر اپنے خاندان کے مفاد پر جمی رہتی تھی اور اپنے اس مفاد کی حفاظت کے لئے وہ اپنے ملک کو بیچنے میں پس وپیش نہیں کرتے تھے۔ سید جمال الدین افغانی کا مقصد خاص یہ تھا کہ مسلمانوں کو دنیائے اسلام کے ان حالات کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا جائے۔

مسلمانوں کے فکر وتاثر کی دنیا میں ان مصلحین نے جو انقلاب پیدا کیا ہے اس کا تفصیلی بیان یہاں ممکن نہیں۔ بہرحال ایک چیز بہت واضح ہے۔ ان مصلحین نے زاغلول پاشا، مصطفیٰ کمال اور رضا شاہ ایسی ہستیوں کی آمد کے لئے راستہ تیار کر دیا۔ ان مصلحین نے تعبیر وتفسیر، توجیہ وتوضیح کی۔ لیکن جو افراد ان کے بعد آئے اگرچہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ تھے تاہم اپنے صحیح رجحانات پر اعتماد کر کے جرأت کے ساتھ میدان عمل میں کود پڑے اور زندگی کی نئی ضروریات کا جو تقاضا تھا اس کو جبر وقوت سے پورا کیا۔ ایسے لوگوں سے غلطیاں بھی ہوا کرتی ہیں۔ لیکن تاریخ اقوام بتلاتی ہے

کہ ان کی غلطیاں بھی بعض اوقات مفید نتائج پیدا کرتی ہیں۔ ان کے اندر منطق نہیں بلکہ زندگی ہیجان برپا کر دیتی ہے اور اپنے مسائل کو حل کرنے کے لئے مضطرب اور بے چین رکھتی ہے۔ یہاں یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ سرسید احمد خاں، سید جمال الدین افغانی اور ان کے سینکڑوں شاگرد جو اسلامی ممالک میں تھے، مغرب زدہ مسلمان نہیں تھے بلکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے قدیم مکتب کے ملاؤں کے آگے زانوئے ادب تہ کیا تھا اور اس عقلی وروحانی فضا میں سانس لیا تھا۔ جس کی وہ ازسرنو تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ جدید خیالات کا اثر ضرور پڑا ہے لیکن جس تاریخ کا اجمالی طور پر اوپر ذکر کیا گیا ہے اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ ترکی میں جو انقلاب ظہور پذیر ہوا اور جو جلد یا بدیر دوسرے اسلامی ممالک میں بھی ظہور پذیر ہونے والا ہے، بالکل اندرونی قوتوں کا آفریدہ تھا۔ جدید دنیا کے اسلام کو جو شخص سطحی نظر سے دیکھتا ہے وہی شخص یہ خیال کر سکتا ہے کہ دنیائے اسلام کا موجودہ انقلاب محض بیرونی قوتوں کا رہین منت ہے۔

کیا ہندوستان سے باہر دوسرے اسلامی ممالک خاص کر ترکی نے اسلام کو ترک کر دیا ہے؟ پنڈت جواہر لال نہرو خیال کرتے ہیں کہ ترکی اب اسلامی ملک نہیں رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بات کو محسوس نہیں کرتے کہ یہ سوال کہ آیا کوئی شخص یا جماعت اسلام سے خارج ہوگئی۔ مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے ایک خالص فقہی سوال ہے اور اس کا فیصلہ اسلام کی ہیئت ترکیبی کے لحاظ سے کرنا پڑے گا۔ جب تک کوئی شخص اسلام کے دو بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتا ہے یعنی توحید اور ختم نبوت، تو اس کو ایک راسخ العقیدہ ملاّ بھی اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں کر سکتا۔ خواہ فقہ اور آیات قرآنی کی تاویلات میں وہ کتنی ہی غلطیاں کرے۔ غالباً پنڈت جواہر لال نہرو کے ذہن میں وہ مفروضہ یا حقیقی اصطلاحات ہیں جو اتاترک نے رائج کی ہیں۔ اب ہم تھوڑی دیر کے لئے ان کا جائزہ لیں گے۔ کیا ترکی میں ایک عام مادی نقطۂ نظر کا نشوونما اسلام کے منافی ہے؟ مسلمانوں میں ترک دنیا کا بہت رواج رہ چکا ہے۔ مسلمانوں کے لئے اب وقت آ گیا ہے کہ وہ حقائق کی طرف متوجہ ہوں۔ مادیت مذہب کے خلاف ایک بڑا حربہ ہے۔ لیکن ملاّ اور صوفی کے پیشوں کے استیصال کے لئے ایک موثر حربہ ہے جو عمداً لوگوں کو اس غرض سے گرفتار حیرت کر دیتے ہیں کہ ان کی جہالت اور زود اعتقادی سے فائدہ اٹھائیں۔ اسلام کی روح مادہ کے قرب سے نہیں ڈرتی۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ تمہارا دین میں جو حصہ ہے اس کو نہ بھولو۔ ایک غیر مسلم کے لئے اس کا سمجھنا دشوار ہے۔

گزشتہ چند صدیوں میں دنیائے اسلام کی جو تاریخ رہی ہے اس کے لحاظ سے مادی نقطۂ نظر کی ترقی تحقیق ذات کی ایک صورت ہے۔ کیا لباس کی تبدیلی یا لاطینی رسم الخط کا رواج اسلام کے منافی ہے؟ اسلام کا بحیثیت ایک مذہب کے کوئی وطن نہیں اور بحیثیت ایک معاشرت کے اس کی نہ کوئی مخصوص زبان ہے اور نہ کوئی مخصوص لباس۔ قرآن کا ترکی زبان میں پڑھا جانا تاریخ اسلام میں کوئی نئی بات نہیں۔ اس کی چند مثالیں موجود ہیں۔ ذاتی طور پر اس کو فکر ونظر کی ایک سنگین غلطی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ عربی زبان وادب کا متعلم اچھی طرح جانتا ہے کہ غیر یورپی زبانوں میں اگر کسی زبان کا مستقبل ہے تو وہ عربی ہے۔ بہرحال اب یہ اطلاعیں آرہی ہیں کہ ترکوں نے ملکی زبان میں قرآن کا پڑھنا ترک کر دیا ہے تو کیا کثرت ازدواج کی ممانعت یا علماء پر لائسنس حاصل کرنے کی قید منافی اسلام ہے؟ فقہ اسلام کی روح سے ایک اسلامی ریاست کا امیر مجاز ہے کہ شرعی ''اجازتوں'' کو منسوخ کر دے۔ بشرطیکہ اس کو یقین ہو جائے کہ اجازتیں معاشرتی فساد پیدا کرنے کی طرف مائل ہیں۔ رہا علماء کا لائسنس حاصل کرنا۔ آج مجھے اختیار ہوتا تو یقیناً میں اسے اسلامی ہند میں نافذ کر دیتا۔ ایک اوسط مسلمان کی سادہ لوحی زیادہ تر افسانہ تراش ملاّ کی ایجادات کا نتیجہ ہے۔ قوم کی مذہبی زندگی سے ملاّؤں کو الگ کر کے اتاترک نے وہ کام کیا جس سے ابن تیمیہ یا شاہ ولی اللہ کا دل مسرت سے لبریز ہو جاتا۔ رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث مشکوٰۃ میں درج ہے جس کی رو سے وعظ کرنے کا حق صرف اسلامی ریاست کے امیر یا اس کے مقرر کردہ شخص یا اشخاص کو حاصل ہے۔ خبر نہیں اتاترک اس حدیث سے واقف ہیں یا نہیں۔ تاہم یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ اس کے اسلامی ضمیر کی روشنی میں اس اہم ترین معاملہ میں اس کے میدان عمل کو کس طرح منور کر دیا ہے۔ سوز قانون اور اس کے قواعد وراثت کو اختیار کر لینا ضرور ایک سنگین غلطی ہے جو جوش اصلاح کی وجہ سے سرزد ہوئی ہے اور ایک ایسی قوم میں جو سرعت کے ساتھ آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ ایک حد تک قابل معافی ہے۔ پیشوایان مذہب کے نتیجہ استبداد سے نجات حاصل کرنے کی مسرت ایک قوم کو بعض اوقات ایسی راہ عمل کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ جس کا اس قوم کو کوئی تجربہ نہیں ہوتا۔ ترکی اور نیز تمام دنیائے اسلام کو اسلامی قانون وراثت کے ان معاشی پہلوؤں کو ابھی منکشف کرنا ہے، جن کو فان کریمر ''فقۂ اسلام کی بے حد اچھی شاخ'' سے تعبیر کرتا ہے۔ کیا تنسیخ خلافت یا مذہب وسلطنت کی علیحدگی منافی اسلام ہے؟ اسلام اپنی روح کے لحاظ سے شہنشاہیت نہیں ہے۔ اس خلافت کی تنسیخ جو بنوامیہ کے زمانے سے عملاً ایک سلطنت بن گئی تھی۔ اسلام کی روح اتاترک کے ذریعہ کارفرما رہی ہے۔ مسئلہ خلافت میں ترکوں کے اجتہاد کو

سمجھنے کے لئے ہمیں ابن خلدون کی رہنمائی حاصل کرنی پڑے گی، جو اسلام کا ایک جلیل القدر فلسفی، مؤرخ اور تاریخ جدید کا ابو آلا با گزرا ہے۔ میں یہاں اپنی کتاب ''اسلامی تفکر کی تشکیل جدید'' کا اقتباس پیش کرتا ہوں۔

ابن خلدون اپنے مشہور ''مقدمہ تاریخ'' میں عالمگیر اسلامی خلافت سے متعلق تین متمائز نقاط نظر پیش کرتا ہے۔ (۱) عالمگیر خلافت ایک مذہبی ادارہ ہے۔ اسی لئے اس کا قیام ناگزیر ہے۔ (۲) اس کا تعلق محض اقتضائے وقت سے ہے۔ (۳) ایسے ادارے کی ضرورت ہی نہیں۔ آخرالذکر خیال کو خارجیوں نے اختیار کیا تھا جو اسلام کے ابتدائی جمہورین تھے۔ ترکی پہلے خیال کے مقابلہ میں دوسرے خیال کی طرف مائل ہے۔ یعنی معتزلہ کے اس خیال کی طرف کہ عالمگیر خلافت محض اقتضائے وقت سے تعلق رکھتی ہے۔ ترکوں کا استدلال یہ ہے کہ ہم کو اپنے سیاسی تفکر میں اپنے ماضی کے سیاسی تجربے سے مدد لینی چاہئے۔ جو بلاشک وشبہ اس واقعہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ عالمگیر خلافت کا تفکر و تخیل عملی صورت اختیار کرنے سے قاصر رہا۔ یہ تخیل اس وقت قابل عمل تھا جب کہ اسلامی ریاست برقرار تھی۔ اس ریاست کے انتشار کے بعد کئی آزاد سلطنتیں وجود میں آگئی ہیں۔ اب یہ تخیل بے اثر ہوگیا ہے اور اسلام کی تنظیم جدید میں ایک زندگی بخش عنصر کی حیثیت سے کارگر نہیں ہوسکتا۔

مذہب وسلطنت کی علیحدگی کا تصور بھی اسلام کے لئے غیرمانوس نہیں ہے۔ امام کی ''غیبت کبریٰ'' کا نظریہ ایک مفہوم میں ایک عرصہ پہلے شیعی ایران میں اس علیحدگی کو روز عمل لاچکا ہے۔ ریاست کے مذہبی وسیاسی وظائف کی تقسیم کے اسلامی تصور کو کلیسا اور سلطنت کے مغربی تصور سے مخلوط نہ کرنا چاہئے۔ اوّل الذکر تو محض وظائف کی ایک قسم ہے جیسا کہ اسلامی ریاست میں شیخ الاسلام اور وزراء کے عہدوں کے تدریجی قیام سے واضح ہوجاتا ہے۔ لیکن آخرالذکر روح اور مادہ کی مابعدالطبعی ثنویت پر مبنی ہے۔ مسیحیت کا آغاز ایک نظام رہبانیت سے ہوتا ہے۔ جسے دنیوی امور سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اسلام ابتداء ہی سے ایک نظام معاشری رہا ہے۔ جس کے قوانین بالطبع معاشری ہیں۔ اگرچہ ان کا ماخذ الہامی ہے۔ مابعدالطبعی ثنویت نے جس پر مذہب وسلطنت کی علیحدگی کا مغربی تصور مبنی ہے۔ مغربی اقوام میں تلخ ثمرات پیدا کئے۔ کئی سال ہوئے امریکہ میں ایک کتاب لکھی گئی تھی جس کا عنوان تھا: ''اگر مسیح شکاگو آئیں'' (If Christ came to Chicago) اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک امریکی مصنف کہتا ہے: ''مسٹر سٹیڈ کی کتاب سے ہمیں جو سبق حاصل کرنا ہے یہ ہے کہ اس وقت نوع انسان جن برائیوں

میں مبتلا ہے وہ ایسی برائیاں ہیں جن کا ازالہ صرف مذہبی تاثرات ہی کر سکتے ہیں۔ ان برائیوں کا ازالہ ایک بڑی حد تک ریاست کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ لیکن خود ریاست فساد انگیز سیاسی مشینوں میں دب گئی ہے۔ یہ مشین ان برائیوں کا ازالہ کرنے کے لئے نہ صرف تیار نہیں بلکہ وہ اس قابل نہیں ہے۔ پس کروڑہا انسانوں کو تباہی اور خود ریاست کو انحطاط سے بچانے کے لئے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ شہریوں میں اپنے اجتماعی فرائض کا مذہبی احساس پیدا کیا جائے۔‘‘

مسلمانوں کے سیاسی تجربے کی تاریخ میں مذہب وسلطنت کی علیحدگی محض وظائف کی علیحدگی ہے نہ کہ عقائد کی۔ اسلامی ممالک میں مذہب وسلطنت کی علیحدگی کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ مسلمانوں کی قانون سازی عوام کے ضمیر سے بے تعلق ہو جائے جو صدیوں سے اسلامی روحانیت کے تحت پرورش ونمو پاتا رہا ہے۔ تجربہ خود بتلا دے گا کہ یہ تخیل جدید ترکی میں کس طرح عملی صورت اختیار کرتا ہے۔ ہم صرف یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ یہ ان برائیوں کا باعث نہ ہوگا جو یورپ اور امریکہ میں پیدا ہوگئی ہیں۔

متذکرۃ الصدر اصلاحات پر میں نے جو اجمالی بحث کی ہے اس میں میرا روئے سخن پنڈت جواہر لال نہرو سے زیادہ مسلمانوں کی طرف تھا۔ پنڈت نہرو نے جس اصلاح کا خاص طور پر ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ ترکوں اور ایرانیوں نے نسلی اور قومی نصب العین اختیار کر لیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ایسا نصب العین اختیار کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ترکوں اور ایرانیوں نے اسلام کو ترک کر دیا ہے۔ تاریخ کا متعلم اچھی طرح جانتا ہے کہ اسلام کا ظہور ایسے زمانے میں ہوا جب کہ وحدت انسانی کے قدیم اصول جیسے خونی رشتہ اور ملوکیت ناکام ثابت ہو رہے تھے۔ پس اسلام نے وحدت انسانی کا اصول گوشت اور پوست میں نہیں بلکہ روح انسانی میں دریافت کیا۔ نوع انسان کو اسلام کا اجتماعی پیغام یہ ہے کہ نسل کے قیود سے آزاد ہو جاؤ یا باہمی لڑائیوں سے ہلاک ہو جاؤ۔

یہ کہنا کوئی مبالغہ نہیں کہ اسلام فطرت کی نسل سازی کو ٹیڑھی نظر سے دیکھتا ہے اور اپنے مخصوص اداروں کے ذریعہ ایسا نقطۂ نظر پیدا کر دیتا ہے جو فطرت کی نسل ساز قوتوں کی مزاحمت کرتا ہے۔ انسانی برادری قائم کرنے کے سلسلہ میں اسلام نے جو اہم ترین کارنامے ایک ہزار سال میں انجام دیئے۔ وہ مسیحیت اور بدھ مت نے دو ہزار سال میں بھی انجام نہیں دیئے۔ یہ بات ایک معجزے سے کم نہیں کہ ایک ہندی مسلمان نسل اور زبان کے اختلاف کے باوجود مراکش پہنچ کر اجنبیت محسوس نہیں کرتا۔ تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسلام نسل کا سرے سے مخالف ہے۔ تاریخ سے

ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے معاشری اصلاح کو زیادہ تر اس امر پر مبنی رکھا کہ بتدریج نسلی عصبیت کو مٹایا جائے اور ایسا راستہ اختیار کیا جائے۔ جہاں تصادم کا کم سے کم امکان ہو۔ قرآن کا ارشاد ہے۔ ہم نے تم کو قبائل میں اس لئے پیدا کیا کہ تم پہچانے جاسکو۔ لیکن تم میں سے وہی شخص خدا کی نظر میں بہترین ہے۔ جس کی زندگی پاک ہے۔ اگر اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ مسئلہ نسل کس قدر زبردست ہے اور نوع انسان سے نسلی امتیازات مٹانے کے لئے کس قدر وقت درکار ہے تو مسئلہ نسل کے متعلق صرف اسلام ہی کا نقطۂ نظر (یعنی خود ایک نسل ساز عنصر بنے بغیر نسلی امتیازات پر فتح پانا) معقول اور قابل عمل نظر آئے گا۔ سر آرتر کیتھ کی چھوٹی سی کتاب ''مسئلہ نسلی'' میں ایک دلچسپ عبارت ہے جس کا اقتباس یہاں پیش کرنا مناسب نہ ہوگا۔

''اب انسان میں اس قسم کا شعور پیدا ہو رہا ہے کہ فطرت کا ابتدائی مقصد یعنی نسل سازی جدید معاشی دنیا کی ضروریات کے منافی ہے اور وہ اپنے دل سے پوچھا ہے کہ مجھ کو کیا کرنا چاہئے؟ کیا نسل سازی کو ختم کر کے جس پر فطرت اب تک عمل پیرا تھی۔ دائمی امن حاصل کیا جائے یا فطرت کو اجازت دی جائے کہ وہ اپنی قدیم راہ عمل اختیار کرے۔ جس کا لازمی نتیجہ جنگ ہے؟ انسان کو کوئی ایک راہ عمل اختیار کرنا پڑے گی۔ کوئی درمیانی راستہ ممکن نہیں۔''

لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر اتاترک اتحاد تورانیت سے متاثر ہے تو وہ روح اسلام کے خلاف اس قدر نہیں جارہا ہے جس قدر کہ روح عصر کے خلاف۔ اگر وہ نسلوں کے وجود کو ضروری سمجھتا ہے تو اس کو عصر جدید کی روح شکست دے دی گئی۔ کیونکہ عصر جدید کی روح بالکل روح اسلام کے مطابق ہے۔ بہرحال ذاتی طور پر میں خیال کرتا ہوں کہ اتاترک اتحاد تورانیت سے متاثر نہیں ہے۔ میرا یقین ہے کہ اس کا اتحاد تورانیت ایک سیاسی جواب ہے۔ اتحاد اسلاف یا اتحاد المانیویت یا اتحاد اینگلوسیکسن کا۔

اگر مندرجہ بالا عبارت کا مفہوم اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو قومی نصب العین سے متعلق اسلام کے نقطۂ نظر کو سمجھنے میں دشواری نہ ہوگی۔ اگر قومیت کے معنٰی حب الوطنی اور ناموس وطن کے لئے جان تک قربان کرنے کے ہیں۔ تو ایسی قومیت مسلمانوں کے ایمان کا ایک جزو ہے۔ اس قومیت کا اسلام سے اس وقت تصادم ہوتا ہے جب کہ وہ ایک سیاسی تصور بن جاتی ہے اور اتحاد انسانی کا بنیادی اصول ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اور یہ مطالبہ کرتی ہے کہ اسلام شخصی عقیدے کے پس منظر میں چلا جائے اور قومی زندگی میں ایک حیات بخش عنصر کی حیثیت سے باقی نہ رہے۔ ترکی، ایران، مصر اور دیگر اسلامی ممالک میں قومیت کا مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ ان ممالک میں

مسلمانوں کی زبردست اکثریت ہے اور یہاں کی اقلیتیں، جیسے یہودی، عیسائی، زرتشتی اسلامی قانون کی رو سے یا تو اہل کتاب ہیں یا اہل کتاب سے مشابہ ہیں جن سے معاشی اور ازدواجی تعلقات قائم کرنا اسلامی قانون کے لحاظ سے بالکل جائز ہے۔ قومیت کا مسئلہ مسلمانوں کے لئے صرف ان ممالک میں پیدا ہوتا ہے جہاں وہ اقلیت میں ہیں اور جہاں قومیت کا یہ تقاضا ہو کہ وہ اپنی ہستی کو مٹادیں۔ جن ممالک میں مسلمان اکثریت میں ہیں اسلام قومیت سے ہم آہنگی پیدا کر لیتا ہے۔ کیونکہ یہاں اسلام اور قومیت عملاً ایک ہی چیز ہے جن ممالک میں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ مسلمانوں کی یہ کوشش کہ ایک تہذیبی وحدت کی حیثیت سے خودمختاری حاصل کی جائے۔ حق بجانب ہوگی۔ دونوں صورتیں اسلام کے بالکل مطابق ہیں۔

سطور بالا میں دنیائے اسلام کی صحیح صورتحال کو اجمالی طور پر پیش کر دیا گیا ہے۔ اگر اس کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو یہ امر واضح ہو جائے گا کہ وحدت اسلامی کے بنیادی اصولوں کو کوئی بیرونی یا اندرونی قوت متزلزل نہیں کر سکتی۔ وحدت اسلامی، جیسا کہ میں نے پہلے توضیح کی ہے، مشتمل ہے۔ اسلام کے دو بنیادی عقائد پر جن میں پانچ مشہور ارکان شریعت کا اضافہ کر لینا چاہئے۔ وحدت اسلامی کے یہ اساسی عناصر ہیں جو رسول کریم ﷺ کے زمانے سے اب تک قائم ہیں۔ گو حال میں بہائیوں نے ایران اور قادیانیوں نے ہندوستان میں ان عناصر میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وحدت دنیائے اسلام میں یکساں روحانی فضا پیدا کرنے کی ضامن ہے۔ یہی وحدت اسلامی ریاستوں میں سیاسی اتحاد قائم کرنے میں سہولت پیدا کرتی ہے۔ خواہ یہ اتحاد عالمگیر ریاست (مثالی) کی صورت اختیار کرے یا اسلامی ریاستوں کی جمعیت کی ایک صورت۔ یا متعدد آزاد ریاستوں کی صورت جن کے معاہدات اور میثاقات خالص، معاشی و سیاسی مصلحتوں پر مبنی ہوں گے۔ اس طرح اس سیدھے سادھے مذہب کی تعقلی ہیئت ترکیبی رفتار زمانہ سے ایک تعلق رکھتی ہے۔ اس تعلق کی گہرائی قرآن کی چند آیتں کی روشنی میں سمجھ میں آسکتی ہے جن کی تشریح پیش نظر مقصد سے ہٹے بغیر یہاں ممکن نہیں۔ سیاسی نقطۂ نظر سے وحدت اسلامی صرف اس وقت متزلزل ہو جاتی ہے جب کہ اسلامی ریاستیں ایک دوسرے سے جنگ کرتی ہیں اور مذہبی نقطۂ نظر سے اس وقت متزلزل ہو جاتی ہیں جب کہ مسلمان بنیادی عقائد یا ارکان شریعت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ اس ابدی وحدت کی خاطر اسلام اپنے دائرے میں کسی باغی جماعت کو روا نہیں رکھتا۔ اسلام کے دائرے سے باہر ایسی جماعت کے ساتھ دوسرے مذاہب کے پیروؤں کی طرح رواداری برتی جاسکتی ہے۔ میرے خیال میں اس وقت اسلام ایک عبوری دور سے گزر رہا

ہے۔ وہ سیاسی وحدت کی ایک صورت سے کسی دوسرے صورت کی طرف جوابھی متعین نہیں ہوئی ہے اقدام کر رہا ہے۔ دنیائے جدید میں حالات اس سرعت کے ساتھ بدل رہے ہیں کہ مستقبل کے متعلق پیشین گوئی تقریباً ناممکن ہے۔ اگر دنیائے اسلام سیاسی وحدت حاصل کرے۔ (اگر ایسا ممکن ہو) تو غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کا رویہ کیا ہوگا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب صرف تاریخ ہی دے سکتی ہے۔ میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جغرافیائی حیثیت سے یورپ اور ایشیاء کے درمیان واقع ہونے کے لحاظ سے اور زندگی کے مشرقی ومغربی نصب العین کے ایک امتزاج کی حیثیت سے اسلام کو مشرق ومغرب کے مابین ایک طرح کا نقطہ اتصال بننا چاہئے۔ لیکن اگر یورپ کی نادانیاں اسلام کو ناقابل مفاہمت بنادیں تو کیا ہوگا؟ یورپ کے روزمرہ کے حالات جو صورت اختیار کر رہے ہیں ان کا اقتضایہ ہے کہ یورپ اپنے طرز عمل کو کلیتہً بدل دے جو اس نے اسلام کے متعلق اختیار کیا ہے۔ ہم صرف یہ توقع کر سکتے ہیں کہ سیاسی بصیرت پر معاشی لوٹ اور شہنشاہی ہوس کا پردہ نہیں پڑے گا۔ جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے میں یقین کامل کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان ہند کسی ایسی سیاسی تصوریت کا شکار نہیں بنیں گے جو ان کی تہذیبی وحدت کا خاتمہ کردے گی۔ اگر ان کی تہذیبی وحدت محفوظ ہو جائے تو ہم اعتماد کر سکتے ہیں کہ وہ مذہب اور حب الوطنی میں ہم آہنگی پیدا کرلیں گے۔

ہز ہائینس آغا خاں کے متعلق میں دو ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں۔ میرے لئے اس امر کا معلوم کرنا دشوار ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے آغا خاں پر کیوں حملے کئے۔ شاید وہ خیال کرتے ہیں کہ قادیانی اور اسماعیلی ایک ہی زمرے میں شامل ہیں۔ وہ اس بات سے بداہتہً بے خبر ہیں کہ اسماعیلیوں کی دینیاتی تاویلات کتنی ہی غلط ہوں۔ پھر بھی وہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اسماعیلی تسلسل امامت کے قائل ہیں۔ لیکن ان کے نزدیک امام حامل وحی نہیں ہوتا ہے۔ وہ محض قانون کا مفسر ہوتا ہے۔ کل ہی کی بات ہے کہ ہز ہائینس آغا خاں نے اپنے پیرووں کو حسب ذیل الفاظ سے مخاطب کیا تھا۔ (دیکھو اسٹار، الٰہ آباد، مورخہ ۱۲ر مارچ ۱۹۳۴ء)

''گواہ رہو کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ کعبہ سب کا قبلہ ہے۔ تم مسلمان ہو اور مسلمانوں کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ مسلمانوں سے السلام علیکم کہہ کر ملو۔ اپنے بچوں کے اسلامی نام رکھو۔ مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں باجماعت نماز پڑھو۔ پابندی سے روزے رکھو۔ اسلامی قانون نکاح کے مطابق اپنی شادیاں کرو۔ تمام مسلمانوں سے اپنے بھائیوں کی طرح برتاؤ کرو۔''

اب پنڈت جواہر لال نہرو کو اس امر کا تصفیہ کرنا چاہئے کہ آیا آغا خاں اسلامی وحدت کی نمائندگی کر رہے یا نہیں۔

(نوٹ: حرف اقبال کا دوسرا حصہ یہاں ختم ہوا۔ اب ذیل میں کتاب حرف اقبال کے ص ۲۱۸ سے ص ۲۲۵ تک کے علامہ اقبال مرحوم کے اخباری بیانات پیش خدمت ہیں)

ریاست کشمیر میں فسادات کے متعلق بیان

جو ۷ر جون ۱۹۳۳ء کو شائع ہوا۔

کشمیر گورنمنٹ کے تازہ ترین اعلامیہ میں بتلایا گیا ہے کہ سری نگر میں اب حالات پرسکون ہیں۔ لیکن جو اطلاع مجھے معتبر ذرائع سے ملی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حالات اتنے اچھے نہیں ہیں، جتنے کہ سرکاری اعلامیہ میں بتائے گئے ہیں۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ خود حکومت کشمیر کے ارکان میں ایسے لوگ موجود ہیں جو کرنل کالون (وزیراعظم ریاست کشمیر) کی پالیسی کو ناکام بنانے کی کوشش میں ہیں۔ حکومت کشمیر کے ایک تازہ اعلامیہ میں دنیا کو بتایا گیا ہے کہ مسلم جماعتوں (میر واعظ یوسف اور سید محمد عبداللہ کی جماعتوں) کے لیڈروں کی گرفتاری، کابینہ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق عمل میں لائی گئی تھی۔ ایک معتبر خبر کے ذریعہ جو مجھے اپنے طور پر موصول ہوئی ہے اس بیان میں کوئی صداقت نظر نہیں آتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حالات کے پیش نظر کرنل کالون کا فیصلہ حقائق پر مبنی تھا۔ اس امر کا ثبوت حکومت کشمیر کے کابینہ کے نام نہاد متفقہ فیصلہ کے نتائج سے ملتا ہے۔

میں کشمیر کی کسی سیاسی جماعت کی بلاوجہ حمایت نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن دونوں جماعتوں کے لیڈروں کی گرفتاری، لوگوں پر دروں کی بارش اور عورتوں اور بچوں پر گولی چلانا اور لاٹھی چارج ایسے واقعات ہیں جو کشمیر کو پھر ان مصیبتوں میں ڈال دیں گے۔ جن سے کرنل کالون نے اپنی حکمت عملی سے نجات دلائی تھی۔ مجھے امید ہے کہ کشمیر گورنمنٹ موجودہ واقعات کا نفسیاتی پس منظر معلوم کرنے کی کوشش کرے گی اور ایسا رویہ اختیار کرے گی جس سے ریاست میں امن اور آشتی کا دور دورہ ہو جائے۔ حال ہی میں جموں اور کشمیر کے چند مسلمان میرے اور لاہور کے چند دوسرے مسلم اکابر کے پاس کشمیر کے حالات کے متعلق مختلف خبریں لائے۔ ان لوگوں کی گفتگو سے یہ بات بالکل عیاں تھی کہ وہ برطانوی ہند کے مسلمانوں کو کشمیری مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا چاہتے تھے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسا کیوں کیا گیا۔ اس چال کے پس پشت کوئی بھی ہو میں اس واقعہ کے متعلق متنبہ کرنا اپنا فرض خیال کرتا ہوں کہ کشمیر کمیٹی کے ارکان اتنے بے وقوف نہیں کہ وہ

اس دام میں پھنس جائیں جوان کے لئے بچھائے جارہے ہیں۔

آخر میں میں مسلمانان کشمیر سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ ان تحریکوں سے خبردار رہیں جو ان کے خلاف کام کررہی ہیں اور اپنے درمیان اتفاق اور اتحاد پیدا کریں۔ کشمیر میں ابھی بیک وقت دو یا تین اسلامی سیاسی جماعتوں کے کام کرنے کا وقت نہیں۔ وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ریاست میں مسلمانوں کی نمائندہ صرف ایک ہی جماعت ہو۔ کشمیر کو جب تک ایک سیاسی خیال پر متفقہ جماعت حاصل نہ ہوگی ریاست کے لوگوں کے مفاد کی ترقی کے لئے لیڈروں کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوسکتی۔

آل انڈیا کشمیر کی صدارت سے مستعفی ہونے کے متعلق بیان

جو۲۰ رجون ۱۹۳۳ءکو شائع ہوا۔

کشمیر کمیٹی میں میری صدارت محض عارضی تھی۔ یادرہے کہ کمیٹی کی تشکیل کشمیر میں غیرمتوقع واقعات کے اچانک رونما ہونے پر صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے ہوئی تھی اور اس وقت یہ خیال تھا کہ اس قسم کی کمیٹی کی ضرورت بہت جلد ختم ہوجائے گی۔ اس لئے کمیٹی کا کوئی نظام مرتب نہیں کیا تھا اور صدر کو آمرانہ اختیارات دے دیئے گئے تھے۔

یہ خیال کہ کشمیر کمیٹی کی ایک مستقل ادارہ کی حیثیت سے ضرورت نہ ہوگی۔ ریاست میں پیدا ہونے والے واقعات نے غلط ثابت کردیا۔ بہت سے ممبران نے اس لئے یہ سوچا کہ کمیٹی کا ایک باقاعدہ نظام ہونا چاہئے اور عہدیداروں کا نیا انتخاب ہونا چاہئے۔ کمیٹی کے ارکان اور اس کے طریق کار کے متعلق کچھ لوگوں کے اختلاف نے جس کے اسباب کا یہاں ذکر کرنا مناسب نہ ہوگا۔ اس خیال کی مزید تائید کی۔ چنانچہ کمیٹی کا ایک اجلاس طلب کیا گیا۔ جس میں کمیٹی کے صدر نے اپنا استعفاء پیش کیا اور وہ منظور ہوگیا۔

پچھلے ہفتہ کے آخری دنوں میں کمیٹی کا ایک اور جلسہ ہوا اس میں ممبران کے سامنے نظام کا مسودہ پیش کیا گیا۔ جس کی غرض وغایت یہ تھی کہ کمیٹی کی حیثیت ایک نمائندہ جماعت کی سی ہو۔ لیکن کچھ ممبران نے اس سے اختلاف ظاہر کیا۔ بعد کے بحث ومباحثہ اور گفتگو سے مجھے یہ پتہ لگا کہ یہ لوگ دراصل کمیٹی کو دو ایسے حصوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں جن میں اتحاد صرف برائے نام ہی ہوگا۔ چنانچہ میں نے اپنا استعفیٰ پیش کرنے سے پہلے ممبران کو اپنی اس رائے سے اچھی طرح آگاہ کردیا تھا۔

بدقسمتی سے کمیٹی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے مذہبی فرقے کے امیر کے سوا کسی دوسرے کا اتباع کرنا سرے سے گناہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ احمدی وکلاء میں سے ایک صاحب نے جو میرپور کے مقدمات کی پیروی کررہے تھے۔ حال ہی میں اپنے ایک بیان میں واضح طور پر اس خیال کا اظہار کردیا۔ انہوں نے صاف طور پر کہا کہ وہ کسی کشمیر کمیٹی کو نہیں مانتے اور جو کچھ انہوں نے یا ان کے ساتھیوں نے اس ضمن میں کیا وہ ان کے امیر کے حکم کی تعمیل تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے ان کے اس بیان سے اندازہ لگایا کہ تمام احمدی حضرات کا یہی خیال ہوگا اور اس طرح میرے نزدیک کشمیر کمیٹی کا مستقبل مشکوک ہوگیا۔

میں کسی صاحب پر انگشت نمائی نہیں کرنا چاہتا۔ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے دل ودماغ سے کام لے اور جو راستہ پسند ہو اسے اختیار کرے۔ حقیقت میں مجھے ایسے شخص سے ہمدردی ہے جو کسی روحانی سہارے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کسی مقبرہ کا مجاور یا کسی زندہ نام نہاد پیر کا مرید بن جائے۔

جہاں تک مجھے علم ہے کشمیر کمیٹی کی عام پالیسی کے متعلق ممبران میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ پالیسی سے اختلاف کی بناء پر کسی نئی پارٹی کی تشکیل پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ لیکن جہاں تک میں نے حالات کا جائزہ لیا ہے کشمیر کمیٹی کے چند ارکان کو جو اختلافات ہیں وہ بالکل بے تکے ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر مجھے اس امر کا یقین ہے کہ کمیٹی میں اب ہم آہنگی کے ساتھ کام نہیں ہوسکتا اور ہم سب کا مفاد اسی میں ہے کہ موجودہ کشمیر کمیٹی کو ختم کردیا جائے۔

ساتھ ہی ساتھ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مسلمانان کشمیر کی رہنمائی اور مدد کے لئے برطانوی ہند میں ایک کشمیر کمیٹی ضرور ہونی چاہئے۔ اس لئے اگر برطانوی ہند کے مسلمان اپنے کشمیری بھائیوں کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو وہ مجاز ہیں کہ ایک کھلے عام اجلاس میں ایک نئی کشمیر کمیٹی کی تشکیل کرلیں۔ موجودہ حالات کے پیش نظر مجھے صرف یہی ایک راستہ دکھائی دیتا ہے۔

میں نے اپنے ان احساسات کو آپ کے سامنے کھلے الفاظ میں پیش کردیا ہے۔ جنہوں نے مجھے استعفیٰ دینے پر مجبور کیا۔ مجھے امید ہے کہ میری یہ صاف گوئی کسی شخص کو ناگوار نہ گزرے گی۔ کیونکہ میرا مقصد نہ کسی کی برائی کرنا ہے اور نہ کسی پر انگلی اٹھانا۔

''تحریک کشمیر'' کی صدارت کی پیشکش نامنظور کرنے کے متعلق بیان

جو ۲؍اکتوبر ۱۹۳۳ء کو دیا گیا۔

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا صدر ہوتے ہوئے میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ میں کمیٹی کے ممبران کو اس پر رائے زنی کا موقعہ دیئے بغیر اس خط کا جواب دے دوں جس میں مجھے صدارت پیش کی گئی تھی۔ میں نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کو بھی اس امر سے مطلع کر دیا تھا۔ میرے خط سے اخبارات کے بعض اہل قلم اصحاب نے جو اغلباً قادیانی ہیں یہ غلط مطلب اخذ کیا ہے کہ اصولی طور پر مجھے پیش کردہ صدارت کے قبول کرنے میں کوئی اعتراض نہیں۔ لہٰذا میں جلد از جلد یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مجھے صرف صدارت کے قبول کرنے ہی سے اصولی اختلاف نہیں بلکہ میں تو ایسی پیشکش کے متعلق سوچنا ہی غلط سمجھتا ہوں اور میرے اس رویہ کی وجوہات وہی ہیں جن کی بناء پر میں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی نئی تشکیل ہونی چاہئے۔

یہ پیشکش جو مجھے کی گئی ہے یقیناً ایک فریب ہے اور اس کا مقصد لوگوں کو اس امر کے متعلق یقین دلانا ہے کہ سابقہ کشمیر کمیٹی حقیقت میں ختم نہیں ہوئی بلکہ نئی کمیٹی کے پہلو بہ پہلو ایک جماعت کی حیثیت سے موجود ہے اور یہ کہ وہ لوگ جنہیں نئی کمیٹی سے نکال دیا گیا ہے وہ اب اس شخص کی رہنمائی میں کام کرنے کے لئے تیار ہیں جو کمیٹی کی نئی تشکیل کا سب سے بڑا محرک تھا۔

لیکن ان کی یہ چال کہ وہ اسباب جن کی بناء پر میں نے کشمیر کمیٹی کی از سر نو تشکیل کرائی اب ختم ہوگئے ہیں نہ تو مجھے قائل کر سکتی ہے اور نہ مسلم عوام کو۔ قادیانی ہیڈکوارٹرز سے ابھی اس مقصد کا کوئی واضح بیان شائع نہیں ہوا کہ قادیانیوں کے کسی مسلم ادارہ میں شریک ہونے کی صورت میں ان کی اطاعت دوطرفہ نہ ہوگی بلکہ واقعات سے تو یہ امر بالکل واضح ہوگیا ہے کہ وہ ادارہ جس کو قادیانی اخبارات تحریک کشمیر کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور جس میں بقول قادیانی اخبار ''الفضل'' مسلمانوں کو صرف رسمی طور پر شرکت کی اجازت دی گئی تھی۔ اغراض ومقاصد کے لحاظ سے آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے بالکل مختلف ہے۔ قادیانی جماعت کے امیر کی جانب سے کئی چٹھیاں جو انہوں نے اپنے کشمیری بھائیوں کے نام لکھی ہیں (غیر قادیانی کشمیری ہونے کی وجہ سے انہیں مسلمان کی بجائے بھائی کہا گیا ہے) اس قادیانی تحریک کشمیر کے چند پوشیدہ اغراض کا انکشاف کرتی ہیں۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حالات کے پیش نظر ایک مسلمان کس طرح ایک ایسی تحریک میں شامل ہوسکتا ہے جس کا اصل مقصد غیر فرقہ واری کی ہلکی سی آڑ میں کسی مخصوص جماعت کا پروپیگنڈا کرنا ہے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

قادیانیوں کی درندگی

یعنی

سانحہ مسجد منزل گاہ سکھر سندھ کی حقیقت حال

مجلس تحفظ ختم نبوت، ٹنڈو آدم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قادیانیت ملک وملت کے لئے ایک خطرناک ناسور ہے۔ اس ناسور سے نجات حاصل کرنے کے لئے مسلمانان پاکستان نے کئی دفعہ زبردست تحریکیں چلائیں۔ بے پناہ تکالیف اٹھائیں اور قیمتی جانوں کا نذرانہ دے کر ختم نبوت کے مقدس باغ کو تروتازہ کیا۔ سب سے پہلے منظّم تحریک ۱۹۵۳ء میں چلائی گئی جس میں ہزاروں مجاہدین نے اپنے سروں پر کفن باندھ کر اپنی قیمتی جانیں اﷲ کی راہ میں قربان کر کے اس وقت کی حکومت کو قائل کیا کہ مرزائیت ہمارے ملک کے لئے سم قاتل ہے۔ چنانچہ مرزائیت کے سرخیل سرظفراﷲ خان کو وزارت خارجہ سے الگ کر دیا گیا اور پوری قوم اس خبیث گروہ کے ناپاک ارادوں سے واقف ہوئی۔ اس کے بعد ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ (چناب نگر) ریلوے اسٹیشن پر ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت قادیانیوں کے موجودہ امیر مرزاطاہر احمد نے اپنی سرپرستی میں نشتر میڈیکل کالج کے نہتے مسلمان طلباء کو بے دردی سے پٹوایا۔ بالآخر پاکستان کے غیور مسلمان اس بات پر مجبور ہوگئے کہ اب صرف قراردادوں سے اس ناپاک گروہ کا تدارک نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ خیبر سے کراچی تک مسلمانوں کے تمام مکاتیب فکر نے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم قیادت میں اور محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی امارت میں ایک منظّم تحریک چلائی اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے فقید المثال جرأت کا مظاہرہ کیا اور اسمبلی کے تمام ممبران نے اتفاق رائے سے قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اس عظیم فیصلے کے نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام پر خاطرخواہ اثرات مرتب ہوئے اور تمام اسلامی ممالک نے فرداً فرداً قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دے دیا۔ معقولیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ قادیانی ٹولہ جمہور عالم اسلام کے اس فیصلہ کو بسروچشم تسلیم کر لیتا اور اپنے ناپاک

عقائدونظریات سے تائب ہوکر خلوص نیت سے سرکاردوعالم ﷺ کی ختم نبوت پر غیر مشروط ایمان لے آتا۔ اگر ایسا ان کی قسمت میں نہیں ہے تو دیگر غیر مسلم اقلیتوں کی طرح نظریۂ پاکستان اور دستور پاکستان کو تسلیم کر کے اپنے دائرے میں رہ کر اور امت مسلمہ سے جداگانہ عقائد کی بناء پر اسلامی اصطلاحات استعمال کرنا بند کر دیتا۔ مگر اس ناپاک اور مرتد گروہ نے جو کہ حقیقت میں ایک سیاسی ٹولہ ہے پاکستان کے دستور، عدلیہ کے فیصلہ جات اور عالم اسلام کی رائے کو یکسر مسترد کر دیا ہے اور پاکستان کے دستور اور علماء کرام کے خلاف منظّم سازشیں شروع کر دی ہیں:

۱...... سب سے پہلے قادیانیوں نے اپنے امیر مرزاطاہر احمد کی ہدایت پر سیالکوٹ کے مولانا محمد اسلم قریشی کو اغوا کرایا اور اغوا کے فوری بعد جب حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ مرزاطاہر احمد کو شامل تفتیش کیا جائے۔ مرزاطاہر مردود پر جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اب اس سازش کا راز فاش ہو جائے گا تو یہ مکار درندہ صفت ملک سے فرار ہو کر لندن جا بیٹھا اور اپنے سابقہ آقاؤں کی خوشنودی حاصل کر کے مختلف بیانات اور کانفرنسوں کے ذریعہ پاکستان کے غیور علماء وصلحاء اور مسلمانوں کے خلاف جس قدر وہ زہر اگل رہا ہے ان کے ناپاک ارادوں سے پاکستان کا ہر ذی شعور طبقہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ یہ قادیانی ٹولہ یہودیوں کا ایک حصہ ہے۔

۲...... مرزاطاہر احمد کی ہدایت پر عرصہ سے علماء کرام پر قادیانی درندے حملہ کر رہے ہیں۔ جس طرح مولانا اللہ یار ارشد کو اغوا کر کے انہیں دردناک اذیتیں پہنچائیں اور ان کے پاؤں میں سوئیاں چبھوئیں۔

۳...... میرپور خاص میں ایک مسلمان جان محمد زرداری کو جبراً مرتد بنانے کی کوشش کی۔ جب

ناکامی ہوئی تو تین مرزائیوں نے لوہے کی سلاخوں سے مار مار کر شہید کر دیا۔

۴...... اس طرح ساہیوال کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ رشیدیہ کے استاد اور کالج کے ایک طالب علم پر منظّم حملہ کیا اور دونوں کو بے دردی سے شہید کر دیا۔

۵...... یہ کہ مولانا اشرف علی ہاشمی کو قادیانیوں نے اغوا کیا اور تاحال ان کی زندگی وشہادت کا کوئی علم نہیں۔

۶...... اسی طرح مرزا طاہر احمد کے منظّم غنڈوں اور الفرقان بٹالین کے تقریباً اسی سے زیادہ قادیانیوں نے کنری میں بخاری مسجد کا گھیراؤ کیا۔ نمازیوں کو زدوکوب کیا۔ ان میں سے ایک نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا طفیل ارشد کی طرف پستول تان لیا۔

۷...... اس طرح پاکستان کے ہر شہر میں ایک منظّم اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت جس طرح دیگر صوبوں میں مشائخ اور علماء کرام پر مظالم ڈھائے جارہے ہیں اسی طرح سندھ کے مشائخ اور علماء کرام کے خلاف بھی ان قادیانیوں کی سرگرمیوں اور سازشوں کی جو مصدقہ اطلاعات ملی ہیں اور جن علماء کرام کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا ہے ان میں صوبہ سندھ کی سرفہرست شخصیت اور ختم نبوت کے عظیم مبلغ، پیر طریقت حضرت مولانا عبدالکریم قریشی سجادہ نشین بیر شریف اور جامعہ حمادیہ منزل گاہ سکھر کے مہتمم وشیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مراد صاحب بھی سرفہرست ہیں۔ چنانچہ قادیانیوں نے حضرت مولانا محمد مراد صاحب شیخ الحدیث جامعہ حمادیہ پر قاتلانہ حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور غنڈوں کا گروہ تیار کیا۔ جنہوں نے ۲؍رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ، مطابق ۲۲؍مئی ۱۹۸۵ء عین صبح کی باجماعت نماز کے دوران تاریخی مسجد منزل گاہ میں مولانا محمد مراد صاحب اور مسجد کی

جماعت پر جو کہ روزہ کی حالت میں التحیات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دو عدد بم پھینکے جس سے مسجد کا صحن خون سے لہولہان ہوگیا اور جامعہ حمادیہ منزل گاہ کا ایک معصوم طالب علم منظور احمد ابڑو اور محلّہ کا ایک نمازی ملک نور محمد بجلی والے شہید ہوگئے اور مولانا محمد مراد، قاری عبدالحلیم، جناب محمد ابراہیم، جناب اسلام احمد، محمد کامل، حافظ محمد اقبال نابینا، محمد انور، صوفی نذر محمد، غلام قادر، لعل محمد، نذر محمد، میر بحر وغیرہ شدید زخمی ہوگئے۔ جن میں مدرسہ کے دو کم سن طالب علم بھی شامل ہیں۔ دھماکہ اس قدر شدید تھا کہ پورا شہر سکھر لرز اٹھا۔ شہر کے ہزاروں لوگ اور قومی حکام فوراً موقع پر پہنچے۔

یہ دردناک منظر قیامت سے کچھ کم نہ تھا۔ زخمی زخموں کی شدید اذیت سے تڑپ رہے تھے۔ جن لوگوں نے بھی جائے واردات کا معائنہ کیا ان کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری تھے۔ زخمیوں کو تو فوراً سول ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ اس سانحہ سے پورا شہر سکھر سراپا احتجاج بن گیا۔ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور اہل تشیع، حزب اختلاف، حزب اقتدار سبھی متفق ہوکر صدائے احتجاج بلند کررہے تھے۔ لوگوں نے گروہ درگروہ اس شدید گرمی کے موسم میں اور روزہ کی حالت میں منظّم جلوس نکالے اور تین روز تک سکھر شہر میں کہرام مچا رہا۔ جامع مسجد سکھر میں بعد نماز تراویح ملک نور محمد شہید کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور ان کی تدفین کے موقع پر انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر نے شرکت کی۔ سکھر شہر میں ایسی مکمل پہیہ جام ہڑتال کی گئی کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ انتظامیہ حرکت میں آگئی اور مجرموں کو گرفتار کرنے کے لئے اپنی کوششیں تیز تر کردیں۔ ایف.آئی.آر میں عینی گواہوں کی شہادت پر دو قادیانیوں مرزا ناصر احمد اور مرزا رفیع احمد کو جنہیں یقینی طور پر نام سے بھی شناخت کرلیا گیا تھا فوراً گرفتار کرلیا اور باقی پانچ چھ افراد کی

دیکھنے پر شناخت لکھائی گئی تھی۔اس قاتلانہ حملہ سے کچھ دن پہلے سکھر کے متعدد قادیانی گھر چھوڑ کر بھاگ گئے۔کئی ملازموں نے ملازمت سے چھٹی لے لی۔

قادیانی عورتوں کو سیمنٹ فیکٹری میں حکومت کی نگرانی میں رکھا گیا۔واردات کرنے کے بعد کچھ قادیانی غنڈے پنجاب اور کچھ کراچی بھاگ گئے۔پولیس پارٹیاں ان کے تعاقب میں روانہ ہوئیں۔سکھر اور روہڑی میں پولیس نے چھاپے مارے۔بالآخر اصل مجرم گرفتار ہوئے۔عینی گواہوں نے مجسٹریٹ کے روبرو تیس پینتیس لوگوں میں مجرموں کو شناخت کر کے باہر نکالا۔ابھی تک تمام شدید زخمی ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ایک شدید زخمی جناب محمد ابراہیم جو کہ یو. بی. ایل میں کیشئر ہیں، پرخطر حالات میں کراچی لے جایا گیا۔اس اندوہناک واقعہ کی خبر ملک کے کونے کونے میں پھیل گئی۔قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں تحریکیں پیش ہوئیں۔قادیانیوں کی اس گھناؤنی حرکت سے ان کے عزائم عیاں ہوگئے۔

اب علماء کرام پر یہ بات لازمی ہوگئی ہے کہ پھر متحد ہوکر اٹھیں۔ایک زبردست تحریک چلاکر اس ناسور کا مکمل خاتمہ کردیں۔اس ناسور کا واحد علاج یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کو قانونی شکل دے دی جائے۔’’من ارتد فاقتلوہ‘‘

۱۹۵۳ء میں قادیانیوں کی جڑیں کھودی گئیں۔۱۹۷۴ء میں ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔۱۹۸۴ء میں صدارتی آرڈیننس کے ذریعے ان پر اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے کی ممانعت کردی گئی اور ۱۹۸۵ء کا تقاضہ ہے کہ:’’غیر مسلم مرتدوں کے لئے نبوی سزا کو قانونی اور عملی جامہ پہنانے کے لئے پوری جدوجہد کی جائے۔‘‘

۞ ...... ☆ ...... ۞

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

پرانے شکاری
نیا جال

جناب سید عبدالحفیظ شاہ، ڈاکٹر سید راشد علی شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خوشخبری

کینیڈا میں مقیم یا مہاجرین ختم نبوت پر ایمان رکھنے والے احمدی (لاہوری گروپ) خواتین و حضرات کے لیے خوشخبری کا کینیڈا میں (لاہوری گروپ) احمدی احباب کی روحانی دینوی دنیاوی حاجات کی خاطر ادارہ قائم ہوئے ایک عرصہ ہو چکا ہے۔

ہر وہ شخص جو محمد مصطفیٰ ختم انبیاء کو آخری نبی مانتا ہے اور ان کے بعد کسی شخص کو نبوت رسالت کے کسی مفہوم و مطلب کے لحاظ سے نبی یا رسول نہیں مانتا۔ دل کی گہرائیوں سے رسالت آب محمد مصطفیٰ کی نبوت اور رسالت کا قائل ہے۔ وہ دینی دنیاوی حاجات سے متعلق ہم سے رابطہ قائم کرے۔

مہاجرین جو کینیڈا میں مستقل رہائش کی جستجو میں پریشان سرگرداں ہیں روحانی طور پر سیراب نہیں ہو پاتے دنیاوی دینوی حاجات حاصل کرنے کے آرزو مند ہیں مرکز کی طرف رجوع کریں۔ ہم انشاء اللہ ان کی حاجات کی برآری کی۔ ہر ممکن کوشش کرینگے۔ ممبرشپ اور معلومات کے لئے لکھیں۔ اپنا نام پتہ فون نمبر لکھنا ضروری ہے

7205 Goreway Dr Box # 59070, Malton.Ont L4T 4l1
Phone: Mirza Khalid (416) 673-8929 or
Mohd. Khan (416) 162-9217

PAKEEZA INTERNATIONAL PAGE 6, APR. 22. 1992 TO MAY 5, 1992.

قارئین کرام! اوپر دیئے ہوئے اشتہار کو آپ نے ملاحظہ فرمایا جو کینیڈا سے شائع ہونے والے اخبار سہ روزہ پاکیزہ انٹرنیشنل کے ۲۲/اپریل ۱۹۹۲ء کی اشاعت میں شائع کیا گیا۔ آیئے اس اشتہار کا تھوڑا سا پوسٹ مارٹم کریں۔ چند باتیں جو بہت ہی واضح ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱...... المشتہر یعنی مرزا خالد اور محمد خان صاحبان کا تعلق جماعت احمدیہ کے لاہوری گروپ سے ہے۔

۲...... ان صاحبان نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہوئے عقیدۂ ختم نبوت پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کیا ہے اور حضور پرنور حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء ﷺ کو آخری نبی مانا ہے۔

۳...... حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی شخص کو نبوت اور رسالت کے کسی مفہوم اور مطلب کے لحاظ سے (مثلاً ظلی یا بروزی) نبی یا رسول نہیں ماننے کا، ان حضرات نے واضح الفاظ میں اس اشتہار میں اعلان کیا ہے۔ گویا کہ اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو یہ حضرات اس کو جھوٹا تسلیم کریں گے۔

۴...... یہ احمد یہ حضرات لوگوں کی (جن میں تمام مسلمان جن کا مذکورہ بالا نمبر۳ عقیدۂ ختم نبوت پر ایمان ہے وہ بھی شامل ہیں) دنیاوی حاجات مثلاً کینڈا میں مستقل رہائش وغیرہ جیسے مسائل کو حل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

۵...... یہ احمدی ادارہ اس بات کا بھی اہل ہے کہ لوگوں کی دنیوی حاجات مثلاً قرآن پاک کی ناظرہ تعلیم کے ساتھ ساتھ لوگوں کی روحانی ضرورتوں کو بھی پورا کرسکیں۔

۶...... مہاجرین کا لفظ بار بار استعمال کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ گویا ان احمدی حضرات میں اور حضور پاک ﷺ کے دور کے مہاجرین میں کوئی مماثلت یا مشابہت ہے۔ دل کو بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

کہاں وہ پاک ہستیاں اور کہاں یہ قادیانی نبی کے پیروکار۔ گویا کہ اس احمدی ادارہ سے تعلق رکھنے والے حضرات کے پاس اتنے وسائل ہیں اور وہ اتنے بارسوخ ہیں کہ دیگر دنیاوی حاجتوں کے علاوہ کینڈا میں مستقل رہائش جیسے مسائل کو ہی حل کرنے کے اہل ہیں۔ دینی حاجت براری کے ساتھ ساتھ ان احمدی حضرات میں وہ روحانی صلاحیتیں بھی ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ لوگوں کی روحانی تشنگی کو سیراب کرسکیں۔ گویا یہ ادارہ ایک طرح سے ''Ahmadiyya Spiritual And Religious Trading Corporation'' ہے۔ عام مسلمانوں کو اپنے دام فریب میں پھانسنے کے لئے چند باتیں جن کا اس اشتہار میں دانستہ طور پر ذکر

نہیں کیا گیا وہ یہ ہیں:

۱…… بانی جماعت احمدیہ مرزاغلام احمد قادیانی کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا۔

۲…… اس احمدی ادارہ کا مرزاغلام احمد قادیانی سے کیا تعلق ہے؟ اس پر بھی کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی۔

چنانچہ اس رسالے کے ذریعے ہم عوام کو ان حقائق سے باخبر کرنا چاہتے ہیں تاکہ لاعلمی میں کہیں قادیانیت کے پرفریب اور حسین جال میں نہ پھنس جائیں۔

جماعت احمدیہ عالمگیر کے دونوں گروہ قادیانی اور لاہوری، مرزاغلام احمد کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ لاہوری گروپ ان کو ایک مجدد اور مرشد مانتے ہیں اور قادیانی گروپ مسیح موعود اور نبی ہونے کے قائل ہیں۔ یہ بات عقل تسلیم نہیں کرپاتی کہ ایک شخص کے دعویٰ نبوت کو تسلیم نہ کریں۔ مگر پھر بھی مجدد اور مرشد مان کر اس کی تقلید کریں۔ شیطان فرشتوں کا استاد تھا۔ لیکن جب اس نے تکبر کیا تو راندۂ درگاہ ہوگیا۔ اب کوئی شیطان کو اپنا مرشد مان کر اس کی تقلید محض اس لئے کرے کہ وہ معلم الملکوت تھا تو یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ کچھ نہ کچھ دال میں کالا ضرور ہے۔

لاہوری احمدی حضرات مرزاغلام احمد قادیانی بانی جماعت احمدیہ کو اپنا روحانی پیشوا، مجدد، مولوی اور عربی زبان کا بہت بڑا عالم تو تسلیم کرتے ہیں مگر ان کے دعویٰ مسیحیت، نبوت ورسالت، کو نہیں مانتے بالالفاظ دیگر وہ مرزاقادیانی کو ان دعاوی میں جھوٹا تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ مرزاغلام احمد نے کبھی اس قسم کا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ یہ محض مخالفین کا پراپیگنڈا ہے اور اگر بالفرض کیا بھی ہے تو ہم اس کے قائل نہیں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایک شخص کو آپ اپنا روحانی پیشوا اور مجدد تو تسلیم کریں مگر دوسرے دعوؤں میں اس کو جھوٹا تصور کریں۔ یہ کہاں کی منطق ہے۔ کیا گارنٹی ہے کہ اس کی پہلی حیثیت بھی جھوٹی نہیں ہے۔ اسلام اور مرزاغلام احمد قادیانی کے

عقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ محض اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کی خاطر مرزا قادیانی نے ایسے الہامات اختراع کئے جو نہ صرف خلاف شرع بلکہ خلاف عقل بھی تھے۔ ان ہی شیطانی الہامات کے نتیجہ میں مرزا قادیانی نے محدث، مجدد، مہدی، مسیح موعود حضرت آدم اور دیگر انبیاء کرام کے علاوہ حضرت محمد ﷺ کا ظلی اور بروزی نبی، لارڈ کرشنا اور جے سنگھ بہادر وغیرہ ہونے کے دعوے کئے۔

ملاحظہ فرمایئے چند حوالہ جات جو کہ مرزا قادیانی کی کتابوں میں سے ہیں:

۱...... ’’میں محدث ہوں۔‘‘ (حمامۃ البشریٰ ص۷۹، خزائن ج۷ ص۲۹۷)

۲...... ’’ترجمہ مجھے غیب سے خوشخبری ملی کہ میں وہ مرد ہوں کہ اس دین کا مجدد اور رہنما ہوں۔‘‘ (درثمین فارسی ص۱۲۲)

۳...... ’’میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ ص۱۳۳، خزائن ج۱۷ ص۳۲۳)

۴...... ’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔‘‘

(بدر اخبار ج۷ نمبر۹ مورخہ ۵/ مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷)

۵...... ’’میں مسیح زمان ہوں میں کلیم خدا یعنی موسیٰ ہوں، میں محمد ہوں، میں احمد مجتبیٰ ہوں۔‘‘

(تریاق القلوب ص۳، خزائن ج۱۵ ص۱۳۴)

۶...... ’’میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص ایضاً)

۷...... ’’براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۵۳۳، خزائن ج۳ ص۳۸۶)

اے احمدیو! کیا اب بھی کوئی کسر رہ گئی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت پر ایمان

رکھتے ہیں اور مرزا قادیانی فرماتے ہیں ۔

روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۳، خزائن ج۲۱ ص۱۴۴)

دیکھا آپ نے کتنی ڈھٹائی سے مرزا قادیانی نے ختم الانبیاء کا لیبل اپنے اوپر چسپاں کر لیا۔ نہ صرف یہ، بلکہ براہین احمدیہ کی شکل میں خدا کی ایک نئی کتاب بھی ساتھ لے آئے۔ اب سمجھ میں آیا کہ یہ احمدی حضرات کس کی ختم نبوت کے قائل ہیں۔

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

اب یا تو یہ احمدی حضرات اعلان کریں کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کے دعویٰ نبوت میں جھوٹا سمجھتے ہیں یا پھر ختم نبوت کے نام پر پردیس میں سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینا بند کر دیں۔ اب جب یہ طے ہوگیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی بانی جماعت احمدیہ اپنے دعویٰ نبوت میں جھوٹا ہے تو پھر اس کے دوسرے دعوؤں کی بھی کوئی حقیقت اور اہمیت نہیں رہ جاتی۔ ایسے شخص کے پیروکار لوگوں کی دنیاوی حاجتیں پوری کرنے کے اہل ضرور ہوسکتے ہیں۔ مسجدوں میں نماز اور بچوں کے لئے قرآنی تعلیم کا انتظام ضرور کر سکتے ہیں۔ لیکن لوگوں کی روحانی تشنگی کو کبھی بھی سیراب نہیں۔ ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ ان کے پاس وہ کیا میعار ہے جس پر وہ کسی کی روحانی تشنگی اور پھر اس کی سیرابی کو جانچتے ہیں؟ اور اس قسم کی روحانی تعلیم دینے والے احمدی/ قادیانی حضرات کی روحانی صلاحیتوں کو پرکھنے کے لئے ان کے پاس کیا پیمانہ ہے؟ ایسی صلاحیتوں کے دعویدار کو اپنے دعوؤں کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا۔ ہندوستان میں بہت سارے جوگی مختلف مشقیں کر کے بعض روحانی کمالات حاصل کر لیتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے مذاہب کے پیروکار بھی کسی نہ کسی عنوان سے روحانی مشقوں کے ذریعے اپنے اندر مافوق الفطرت صلاحیتیں پیدا کر لیتے ہیں۔ جب ان باطل مذاہب کا یہ حال ہے تو اسلام کے سچے پیروکار بدرجۂ اولیٰ ان کمالات کو حاصل کر سکتے ہیں۔

احمدی حضرات خواہ لاہوری گروپ سے تعلق رکھتے ہوں یا قادیانی جماعت سے، اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے باقی امت مسلمہ کو کافر قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اگر مرزاغلام احمد قادیانی اوران کے پیروکار سچے مذہب کے حامل ہیں تو ان میں بھی یقیناً یہ روحانی صلاحیتیں ہوں گی۔اب جس طرح ایک پہلوان کو اپنی طاقت اورقوت ثابت کرنے کے لئے اکھاڑے میں اتر کر مجمع عام کے سامنے اپنے مخالف کو پچھاڑنا پڑتا ہے۔ تب ہی لوگ اس کی برتری اور دعوے کے قائل ہوتے ہیں۔ بعینہٖ جماعت احمدیہ عالمگیر (قادیانی اور لاہوری گروپ) کو بھی اس روحانی اکھاڑے میں اتر کر اپنے اور اپنے بانی مرزاغلام احمد قادیانی کی سچائی اور روحانی طاقتوں کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا۔ ورنہ عوام الناس میں ان کے فراڈ اور جھوٹ کا پول کھل جائے گا۔

ہم سید عبدالحفیظ شاہ اور سید راشد علی، جماعت احمدیہ عالمگیر (قادیانی اور لاہوری) کے ایسے تمام حضرات کو جوان روحانی طاقتوں کے دعویدار ہیں۔ بمعہ مرزاطاہر احمد امیر جماعت احمدیہ کے اس روحانی مقابلہ کا چیلنج کرتے ہیں تاکہ جھوٹے اور سچے کی لوگوں کو پہچان ہو جائے۔

ہمارے خیال میں ان روحانی کمالات کے اظہار کے مندرجہ ذیل ذرائع ہو سکتے ہیں:

۱...... مراقبہ: دونوں فریق دس دن تک علیحدہ علیحدہ کمروں میں بیٹھ کر ذکر ومراقبہ کریں اور اس دوران صرف نمک کے پانی پر گزارا کریں گے۔ چنانچہ جب دس دن کے بعد کمرے سے باہر آئیں تو لوگ خود ان کے چہروں پر نظر ڈال کر سچ اور جھوٹ میں تمیز کر لیں گے۔

۲...... آگ میں ہاتھ ڈالنا: آگ جلا کر دونوں جانب کے حضرات اپنے اپنے ہاتھ اس آگ میں ڈالیں۔ جو سچا ہوگا آگ یقیناً اس کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔

۳...... پیش گوئی: مرزاغلام احمد نے پیش گوئیوں کو جھوٹ اور سچ کا سب سے بڑا معیار قرار دیا ہے یہ اور بات ہے کہ وہ خود اپنی کئی پیش گوئیوں میں جھوٹے ثابت ہوئے۔ اس

لئے دونوں فریقین ایک معینہ مدت کے اندر اندر کسی مخصوص واقع کے نمودار ہونے کی پیشگی اطلاع شائع کریں۔ پیشگی اطلاع کے الفاظ بالکل واضح اور عام فہم اور ہر قسم کے گھماؤ پھیراؤ سے پاک ہونے چاہئیں۔

۴...... مباہلہ: ہم تمام مسلمانوں کی طرف سے مرزا طاہر احمد امیر جماعت احمدیہ اور تمام جماعت احمدیہ عالمگیر (قادیانی اور لاہوری) کو چیلنج کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مرزا غلام احمد قادیانی کا اس کے دعویٰ نبوت، مسیحیت، مجددیت، مہدویت وغیرہ جھوٹا ہونے کے موضوع پر آمنے سامنے بیٹھ کر مباہلہ کرلیں۔ بالکل اسی طرح جیسا قرآن پاک نے ارشاد فرمایا اور جیسا حضرت محمد ﷺ نے کر کے بتایا نہ کہ اس طرح جیسے مرزا غلام احمد قادیانی کیا کرتے تھے کہ اخبار میں اشتہار دے دیا اور سمجھ لیا کہ مباہلہ ہوگیا۔

اگر احمدی حضرات کی نظر میں ان کے علاوہ بھی ان کے روحانی کمالات کے اظہار کے کچھ ذرائع ہوسکتے ہیں تو ہمیں مطلع کریں اور اگر ان ہی چار باتوں پر وہ راضی ہیں تو ہمیں تاریخ، وقت اور جگہ کا تعین کر کے ایک ماہ کے اندر اندر اطلاع دیں تاکہ ہم ان کے مقرر کردہ مقام اور تاریخ پر پہنچ کر اپنے سچے ہونے کا ثبوت فراہم کریں۔ اس رسالہ کے شائع ہونے کے بعد ایک ماہ کے اندر اندر اگر کوئی جواب موصول نہ ہو تو اسے جماعت احمدیہ کے فرار اور ان کے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے ہونے پر معمول کیا جائے گا۔

احمدیو! آگے بڑھو اور اپنے نبی یعنی مرزا غلام احمد پیشوا، مسیح موعود وغیرہ وغیرہ کو سچا ثابت کرو۔ آخر میں ہماری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ احمدی/ قادیانی حضرات کو فہم وبصیرت عطاء فرمائے تاکہ وہ جھوٹ اور سچ میں تمیز کرسکیں اور مرنے سے پہلے پہلے توبہ کر کے دوبارہ اسلام اور ایمان کی دولت سے مالا مال ہوسکیں۔ آمین!

وما علینا الا البلاغ

فقط: سید عبدالحفیظ شاہ/ ڈاکٹر سید راشد علی شاہ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

امام بے لگام

کے

منہ میں لگام

جناب سید عبدالحفیظ شاہ، ڈاکٹر سید راشد علی شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

قادیانیت/احمدیت عالم اسلام کے لئے ایک ایسا خطرہ ہے جو اس کی جڑوں کو اندر ہی اندر سے کھوکھلا کرنے میں مصروف ہے۔ انگریزوں کا یہ ’’خودکاشتہ پودا‘‘ آج پورا درخت بن چکا ہے۔ قادیانیت کیا ہے؟ مرزاغلام احمد قادیانی کون تھے؟ اس کے لئے ہمیں تاریخ کی راہوں پر ماضی میں سفر کرنا پڑے گا تاکہ تمام حقائق سے آگہی حاصل کر کے اصل مسئلہ کو سمجھ سکیں۔

مسلمان ہندوستان پر ہزار سال سے حکمرانی کر رہے تھے۔ انگریز تاجر بن کر آئے اور بالآخر ہندوستان کے مالک بن بیٹھے۔ جگہ جگہ ان کو مسلمانوں کی طرف سے جہاد کی صورت میں مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ جہاد کی اس روح کا خاتمہ کرنے کے لئے جو کمیشن انگلستان سے بھیجا گیا اس نے ۱۸۷۰ء میں اپنی رپورٹ ’’**The Arrival of British Empire in India**‘‘ میں برطانوی سرکار کو مشورہ دیا گیا کہ: ’’ہندوستان کے مسلمانوں کی ذہنیت ایسی ہے کہ جب کسی کو اپنا مذہبی رہنما تسلیم کر لیتے ہیں تو پھر آنکھ بند کر کے اس کی ہر بات کو مان لیتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا شخص تیار کیا جائے جو امتی نبی ہونے کا دعویٰ کردے تو ہمارا مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔‘‘

مرزاغلام احمد قادیانی کی بھرتی

چنانچہ تلاش وجستجو کے بعد مرزاغلام احمد قادیانی کو مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر اس کام کے لئے چنا گیا۔

۱...... وہ انگریزوں کے قدیمی خاندانی پکے نمک خوار اور سچے وفادار تھے۔

۲...... ایک ایسے رئیس خاندان کے چشم وچراغ تھے جس کی ساری ریاست تو چھن چکی تھی مگر جس میں پیسے اور جاہ ومنصب کی طلب اور نام ونمود کی خواہش بڑی شدت سے تھی۔ (گویا رسی تو جل چکی تھی پر بل نہیں گیا تھا)

۳...... جیسا کہ مرزاقادیانی نے خود اعتراف کیا ہے کہ وہ ایک ایسے ذہنی مریض تھے جو مالیخولیا، مراق اور پیرانائے جیسے امراض میں مبتلا تھا۔ ان امراض کی خاص نشانی خبط عظمت کے وسوسے (**Delusions of Grandeur**) ہیں۔

۴...... گھر سے سالانہ پنشن کے پیسے چرا کر بھاگے اور اس کو اپنی عیاشی کی نظر کر دیا۔ کچھ عرصے بعد جب کنگلے ہوگئے تو سیالکوٹ کی کچہری میں نوکری کر لی۔ مختاری کا امتحان دیا مگر ناکام رہے۔ سخت مایوسی کے اس دور نے مرزا قادیانی کو مذہب کی طرف دھکیلا اور پھر مذہب کو انہوں نے اپنی دبی ہوئی خواہشات (زن، زر، زمین اور نام ونمود) کے حصول کا ذریعہ بنالیا۔

۵...... مرزا قادیانی دیگر رئیسوں کی طرح شراب اور افیون کا استعمال کرتے تھے۔ بلکہ افیون کو نصف طب قرار دیتے تھے۔ حتیٰ کہ خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت تیار کردہ تریاق الٰہی نامی دوا کا ایک بڑا جزو افیون تھا۔ اس دوا کو مرزا قادیانی مختلف دوروں کے وقت وقتاً فوقتاً استعمال کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک تو ذہنی مریض اور سونے پر سہاگہ، افیون اور شراب جو کچھ نہ ہو جاتا کم تھا۔ (الفضل قادیان ج۱۷ نمبر۶ مورخہ ۱۹؍جولائی ۱۹۲۹ء)

غرضیکہ یہ وہ تمام اسباب ہیں جن کی وجہ سے امتی نبی کا کردار ادا کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی سے زیادہ موزوں کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔ انگریزوں نے باقاعدہ پروگرام کے تحت پہلے پہل مرزا قادیانی کو مسلمانوں کے درمیان مبلغ و مصلح کی حیثیت سے روشناس کرایا۔ عیسائی پادریوں اور ہندو پنڈتوں سے چند مناظروں اور مباحثوں کے بعد گاڑی چل پڑی۔ مسلمانوں میں کچھ واہ واہ ہونے لگی اور چند ''سرکاری مسلمان'' اور ان کی دیکھا دیکھی کچھ سادہ لوح مسلمان بھی ان کے اردگرد جمع ہوگئے۔ بس پھر کھیل شروع ہوگیا۔ مناظر اور خادم اسلام کی حیثیت سے منظر عام پر آئے اور سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے۔ مامور من اللہ سے مجدد بنے پھر مثیل مسیح اور بالآخر عیسیٰ ابن مریم بن بیٹھے۔ نبوت اور خدا کا بیٹا اگلی منزل تھی۔ آقائے دوجہاں ﷺ کی غلامی کا دھوکہ دے کر مسلمانوں کو گھیرا اور پھر غلامی سے آزاد ہوکر آقا کی برابری کے دعویدار بن بیٹھے۔ بدقسمتی دیکھئے کہ ان کے پیروکار ابھی بھی ان کو حضور ﷺ کا غلام سمجھتے ہیں۔ انگریزی سرکار نے واقعی ہندوستان کے مسلمانوں کی ذہنیت کا بہت ہی صحیح تجزیہ کیا تھا۔

الہامات مرزا

انگریز آقا برابر مرزا قادیانی کی ذہنی نشوونما میں مصروف تھے۔ کچھ ذہنی بیماری، کچھ افیون کی پینک، کچھ شراب کا نشہ اور کچھ سرکاری ہدایات۔ غرضیکہ مرزا قادیانی کے الہامات چوں چوں کا مربہ تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱...... ''ایک دفعہ کی حالت یاد آئی ہے کہ انگریزی میں یہ الہام ہوا: ''آئی لو یو'' یعنی میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ پھر یہ الہام ہوا: ''آئی ایم ود یو'' یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر الہام ہوا: ''آئی شل ہلپ یو'' یعنی میں تمہاری مدد کروں۔ پھر الہام ہوا: ''آئی کین ویٹ آئی ول ڈو'' یعنی میں کرسکتا ہوں جو چاہوں گا۔ پھر اس کے بعد بہت ہی زور سے جس سے بدن کانپ گیا۔ یہ الہام ہوا: ''دی کین ویٹ دی ول ڈو'' یعنی ہم کرسکتے ہیں جو چاہیں گے اور اس وقت ایک ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا ہوا بول رہا ہے۔'' (براہین احمدیہ ص۴۸۰، خزائن ج۱ ص۵۷۱)

قارئین! خود فیصلہ فرمالیں یہ (دواؤں کے زیر اثر) سرکاری الہامات تھے یا رحمانی۔ یہ براہین احمدیہ وہی کتاب ہے جس کو مرزا قادیانی نے خدا کی کتاب قرار دیا ہے۔ چنانچہ جگہ جگہ اپنی دیگر کتابوں میں تحریر کیا ہے: ''اور جیسا کہ خدا نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے۔''

۲...... ''اسی طرح ایک دفعہ کتاب ''نور الحق'' (روحانی خزائن ج۸) میں لعنت لکھنے بیٹھے تو افیون کی پینک میں ایک ہزار بار لعنت لعنت لعنت لکھتے رہے۔ (جیسے گراموفون کی سوئی اٹک جاتی ہے) وہ کس قسم کی ذہنیت کا انسان ہوسکتا ہے کہ کتاب کے ساڑھے چار صفحات کو باقاعدہ نمبر ڈال کر لعنت لعنت...... لعنت لعنت...... لعنت لعنت...... لعنت لعنت سیاہ کرتا رہے؟ اس پر طرفہ یہ کہ ان کے متعلقین اس افیون کی پینک کو بھی اللہ کی محبت میں ڈوبنے کی نشانی قرار دیتے ہیں۔ اسی سے قادیانی محبت اور معرفت کے معیار کا پتہ چلتا ہے۔''

۳...... بعض الہامات کے سر پیر کا مرزا قادیانی کو بھی پتہ نہیں تھا۔ مثلاً: ''۲۷، ۲، ۲۶، ۲، ۲۸، ۱، ۲۳، ۱۵، ۱۱، ۲۰۱، ۲۷، ۱۴، ۱۰، ۱، ۲۸، ۴۷، ۱۶، ۱۱، ۳۴، ۱۴، ۱۱، ۱۷، ۱، ۵، ۳۴، ۲۳، ۳۴، ۱۱، ۱۴، ۱۰، ۷، ۲۳، ۱۴، ۱، ۱۴، ۵، ۲۸، ۷، ۳۴، ۷، ۱، ۳۴، ۱۱، ۱۶، ۱۴، ۷، ۲، ۱، ۷، ۵، ۱، ۱۴، ۱، ۱۴، ۲، ۲۸، ۱۷۔'' (البشریٰ ج۲ ص۱۷، مجموعہ الہامات)

۴...... مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ تعالیٰ نے ۱۹/ جون ۱۹۰۶ء میں ان کے ایک عقیدت مند میاں منظور محمد کے اس بیٹے کے نام بذریعہ الہام بتائے جو بطور نشان پیدا ہوگا۔ وہ نام یہ تھے: (۱) کلمۃ العزیز۔ (۲) کلمۃ اللہ خان۔ (۳) وارڈ۔ (۴) بشیر الدولہ۔ (۵) شادی خان۔ (۶) عالم کباب۔ (۷) ناصر الدین۔ (۸) فاتح الدین۔ (۹) ہذا یوم مبارک۔ مگر اللہ تعالیٰ کو مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئی پوری کرنے سے کوئی

دلچسپی نہیں تھی۔ چنانچہ اس ’’بطور نشان لڑکے‘‘ کے بجائے لڑکی پیدا ہوئی جو کچھ ہی دنوں بعد مرگئی۔ یہی نہیں بلکہ کچھ عرصے بعد ان خاتون کا ہی انتقال ہوگیا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ (تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا ص۶۲۶،۶۲۷،۶۵۶، طبع چہارم)

مرزا قادیانی کو بڑا زعم تھا کہ ان پر تین لاکھ الہامات نازل ہوئے ہیں۔ جن میں سے آدھے پیسوں کی آمدورفت کے بارے میں تھے کہ کہاں سے کتنا روپیہ آئے گا۔ باقی الہامات میں سے اکثر اپنے مخالفین کو برا بھلا کہنے، ان کی ہلاکت وعذاب میں گرفتاری کی خبروں پر مشتمل تھے جو حقیقت حال جاننا چاہے وہ مرزا قادیانی کی کتابوں کا دیانتداری سے خود مطالعہ کرسکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کتابیں اسے میسر آسکیں۔ مرزا قادیانی کی کتب نایاب نہیں مگر ان کا حصول عام قادیانی کے لئے بھی دشوار ہے۔ قادیانی زعماء تو اپنے سادہ لوح پیروکاروں کو ان حقائق سے بے خبر ہی رکھنا چاہتے ہیں۔ جن سے مرزا قادیانی کی اصل شخصیت پر روشنی پڑسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانیت کے تبلیغی کتابچوں تک ہی ایک عام قادیانی کی معلومات محدود ہیں۔ مرزا قادیانی کی ایک تہائی کتب فارسی اور عربی میں ہیں اور باقی اردو میں لکھی گئی ہیں۔ محض عام لوگوں کو ان کتابوں سے دور رکھنے کے لئے ان کتابوں کے ترجمے نہیں کئے گئے۔ حالانکہ مرزا قادیانی کا فرمان ہے کہ جس قادیانی نے ان کی کتابوں کا کم ازکم تین بار مطالعہ نہیں کیا اس کا ایمان مشکوک ہے۔ اب اس ترازو میں ہر قادیانی اپنے آپ کو تول لے۔ اگر مرزا قادیانی واقعی اتنی متبرک ہستی ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے یا ان کے پیروکاران کو سمجھتے ہیں تو ان کی تمام کتابوں کا آج سے بہت پہلے مختلف زبانوں میں تراجم شائع ہو جانے چاہئے تھے۔ وہ جماعت جو اپنے خلیفاؤں کی کتابیں مختلف زبانوں میں چھاپ سکتی ہے جو ۱۲۰/زبانوں میں ہفت روزہ یا ماہانہ رسالے شائع کرسکتی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اپنے نبی کی کتابوں کو ایسی زبانوں میں نہیں شائع کرنا چاہتی کہ سب اس سے استفادہ کرسکیں؟ قادیانی زعماء اس بات سے سخت خائف ہیں کہ ان کی نئی نسل، جو زیادہ روشن خیال ہے اور اپنے باپ دادا کی طرح اندھی عقیدت کا شکار نہیں ہے، کہیں ان کی رسائی مرزا قادیانی کی کتابوں تک نہ ہوجائے۔ چنانچہ حال ہی میں جب ہم نے مرزا قادیانی کی کتابوں کو انگریزی میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کی اجازت طلب کی تاکہ موجودہ قادیانی نسل اس ’’روحانی خزانے‘‘ سے فائدہ اٹھاسکے تو جماعت احمدیہ کی طرف سے باقاعدہ تحریری طور پر ہمیں اس کام سے منع کردیا گیا۔ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

سرکاری خدمات

غرضیکہ مرزاغلام احمد قادیانی نے ذہنی بیماری، افیون اور شراب کے زیراثر اپنے مالکوں کے لئے وہ خدمات انجام دیں جو امت مسلمہ کے غداروں میں سے آج تک کسی نے انجام نہیں دیں۔ مرزا قادیانی کو خود بھی اپنی اس کارگزاری پر بہت ناز تھا۔

’’(میری کتابوں کا) نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلط خیالات چھوڑ دیئے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا۔‘‘ (ستارہ قیصریہ ص۳،۴، خزائن ج۱۵ ص۱۱۴)

مرزا قادیانی کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے جہاں انہوں نے اپنی ان خدمات کو نہ جتایا ہو۔ چنانچہ جشن تاج پوشی کے موقع پر ملکہ وکٹوریہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنی خدمت کا صلہ یوں طلب فرمایا: ’’سب سے پہلے یہ دعا ہے کہ خدائے قادر مطلق اس ہماری عالی جاہ قیصرہ ہند کی عافیت سے آنکھیں ٹھنڈی رکھے...... اس عاجز کو وہ اعلیٰ درجہ کا اخلاص اور محبت اور جوش اطاعت حضور ملکہ معظّمہ اور اس کے معزز افسروں کی نسبت حاصل ہے جو میں ایسے الفاظ نہیں پاتا۔ جن میں اس اخلاص کا اندازہ بیان کرسکوں۔ اسی سچی محبت اور اخلاص کی تحریک سے جشن شصت سالہ جوبلی کی تقریب پر میں نے ایک رسالہ حضرت قیصرہ ہند دام اقبالہا کے نام سے تالیف کر کے اور اس کا نام تحفہ قیصریہ رکھ کر جناب ممدوحہ کی خدمت میں بطور درویشانہ تحفہ کے ارسال کیا تھا اور مجھے قوی یقین تھا کہ اس کے جواب سے مجھے عزت دی جائے گی اور امید سے بڑھ کر میری سرفرازی کا موجب ہوگا۔ مگر مجھے سخت تعجب ہے کہ ایک کلمہ شاہانہ سے بھی میں ممنون نہیں کیا گیا۔ لہٰذا اس حسن ظن نے جو میں حضور ملکہ معظّمہ دام اقبالہا کی خدمت میں رکھتا ہوں دوبارہ مجھے مجبور کیا کہ میں اس تحفہ یعنی رسالہ تحفہ قیصریہ کی طرف جناب ممدوحہ کو توجہ دلاؤں اور شاہانہ منظوری کے چند الفاظ سے خوشی حاصل کروں...... اور میں اپنی جناب ملکہ معظّمہ کے اخلاق وسیعہ پر نظر رکھ کر ہر روز جواب کا امیدوار تھا اور اب بھی ہوں۔ میرے خیال میں یہ غیرممکن ہے کہ میرے جیسے دعاگو کا وہ عاجزانہ تحفہ جو بوجہ کمال اخلاص خون دل سے لکھا گیا تھا اگر وہ حضور ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کی خدمت میں پیش ہوتا تو اس کا جوب نہ آتا۔ بلکہ ضرور آتا ضرور آتا...... اس عریضہ کو نہ صرف میرے ہاتھوں سے لکھا بلکہ میرے دل نے یقین کا بھرا ہوا زور ڈال

کر ہاتھوں کو اس پر ارادت خط کے لکھنے کے لئے چلایا ہے…… میں مع اپنے تمام عزیزوں کے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہوں کہ یاالٰہی اس مبارکہ قیصرہ ہند دام ملکہا کو دیر گاہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے…… اے قیصرہ مبارکہ خدا تجھے سلامت رکھے اور تیری عمر اور اقبال اور کامرانی سے ہمارے دلوں کو خوشی پہنچاوے…… چونکہ یہ مسئلہ تحقیق شدہ ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتا ہے۔ اس لئے مجھے ضرورت نہیں کہ میں اپنی زبان کی لفاظی سے اس بات کو ظاہر کروں کہ میں آپ سے دلی محبت رکھتا ہوں اور میرے دل میں خاص طور پر آپ کی محبت اور عظمت ہے۔ ہماری دن رات کی دعائیں آپ کے لئے آب رواں کی طرح جاری ہیں…… گو میں جانتا ہوں کہ جس قدر میرے دل میں یہ جوش تھا کہ میں اپنے اخلاص اور اطاعت اور شکر گزاری کو حضور قیصرہ ہند دام ملکہا میں عرض کروں۔ پورے طور پر میں اس جوش کو ادا نہیں کر سکا۔''

(ستارہ قیصریہ ص۱ تا ۱۲، خزائن ج۱۵ ص۱۱۱ تا ۱۲۵)

سبحان اللہ! یہ ہیں مرزا قادیانی، ملکہ وکٹوریہ کے عاشق نامراد جو سرکار مدینہ ﷺ سے محبت کے دعویدار ہیں۔

نبوت کی بنیاد……توہین رسالت یا عشق رسول؟

''میرے دعوے کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں! تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ اگر حدیثوں کا دنیا میں وجود بھی نہ ہوتا تب بھی میرے اس دعوے کو کچھ حرج نہ پہنچتا تھا۔ ہاں! خدا نے میری وحی میں جابجا قرآن کریم کو پیش کیا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ کو اٹھا کر دیکھو گے کہ اس دعوے کے متعلق کوئی حدیث نہیں بیان کی گئی۔ جابجا میری وحی میں خدا تعالیٰ نے قرآن کو پیش کیا ہے۔''

(اعجاز احمدی ص۳۰،۳۱، خزائن ج۱۹ ص۱۴۰)

متوازی امت

سچ کہا مرزا قادیانی نے کہ انگریز سرکار کے اس ''خود کاشتہ پودے'' نے امت مسلمہ میں نفاق کا بیج بو کر وہ خدمات انجام دیں جو تاریخ میں بے نظیر ہیں۔ مرزا قادیانی کے ذریعے انگریزوں نے وہ کام کیا جس کی مثال اسلامی تاریخ میں نہیں ہے۔ وہ امت مسلمہ کے متوازی خطوط پر، مسلمانوں میں سے ہی ایک ایسی امت پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے جس نے اسلام

کے ہر شعار کو، ہر بنیادی عقیدے کو اپنی سازش کا نشانہ بنایا اور ہر سطح پر قادیانی امت نے ملت اسلامیہ کے حقوق پر نہایت ڈھٹائی سے ڈاکہ ڈالا ہے۔ مثلاً:

- ...... حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی جگہ مرزا قادیانی نے لے لی۔ چنانچہ وہ بزعم خود محمد، احمد، آدم، نوح، شیث، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، داؤد، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام سب کچھ ہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ نہ صرف ٹائٹل چرایا بلکہ ولدیت تک سرقہ کر لی۔ عیسیٰ تو بنے ہی تھے ابن مریم بھی بن بیٹھے۔ (مگر ابن یوسف نجار کہتے ہوئے شرم آئی)
- ...... مرزا قادیانی کے ساتھی صحابہ کرام، ان کی بیوی ام المؤمنین، ان کے خلیفہ خلفائے راشدین کہلاتے ہیں۔ (اخبار الفضل ج۵ نمبر۹۵، مورخہ ۲۸؍مئی ۱۹۱۸ء)
- ...... براہین احمدیہ خدا کا کلام ہوگیا۔ (خزائن ج۳ ص۳۶۵،۳۶۶)
- ...... جب کلمہ طیبہ پڑھا جائے گا تو اس میں مرزا قادیانی خود بخود شامل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بقول خلیفہ قادیان مرزا بشیر قادیانیوں کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں رہی۔

(کلمتہ الفصل مندرجہ رسالہ ریویو قادیان)

- ...... قادیان کی سرزمین ارض حرم کہلائی۔

(اخبار الفضل قادیان ج۳ نمبر۱۱، مورخہ ۱۸؍جولائی ۱۹۱۵ء)

- ...... مرزا قادیانی کی عبادت گاہ مسجد اقصیٰ کہلائی۔

(اشتہار برائے چندہ برائے تعمیر منارۃ المسیح مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۸۶)

- ...... مرزا غلام احمد قادیانی کا کمرہ ''بیت الفکر'' حرم کعبہ ہوگیا۔ ''ومن دخلہ کان آمنا''

(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۹۱)

- ...... قادیان جانا ظلی حج قرار پا گیا۔

(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان، مندرجہ اخبار الفضل قادیان ج۲۰ نمبر۶۶، مورخہ یکم؍دسمبر ۱۹۳۲ء)

- ...... قادیانی قبرستان بہشتی مقبرہ ہوگیا جس میں دفن ہونے کے لئے چندہ کے ذریعے بکنگ کرانی پڑتی ہے۔ (مکاشفات ص۲۳)
- ...... صرف مرزا قادیانی کی نبوت کو تسلیم کرنے والے مسلمان ہیں باقی تمام لوگ کافر، جہنمی، اللہ اور رسول کے نافرمان اور طوائفوں کی اولاد یعنی حرامی ہوگئے۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷،۵۴۸، خزائن ج۵ ص۵۴۷،۵۴۸، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۶۸)

ہمارے (مرزا قادیانی کے) دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔ (نجم الہدیٰ ص۵۱، خزائن ج۱۴ ص۵۳)

قادیانی محور

غرضیکہ قادیانیت/احمدیت کی صورت میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دی گئی ہے جس کی تمام تر توجہ کا محور حضور ﷺ سے ہٹ کر مرزا غلام احمد قادیانی کی ذات ہوگئی ہے۔ ہر قادیانی اس مرض میں گرفتار ہے۔ آپ اس سے مرزا قادیانی کی ذات کے بارے میں کوئی گفتگو کریں وہ سیدھا سرکار دوعالم ﷺ کی ذات پر لے جائے گا۔ انگریزوں کی سرپرستی وتحفظ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن وحدیث میں اپنی مرضی کے مطابق تحریف کر کے اپنے لئے نبوت کا دروازہ کھولا اور پھر اندر داخل ہوکر وہ دروازہ یہ کہہ کر بند کر لیا کہ: ''اللہ تعالیٰ کی بعض مصلحتوں کا تقاضا ہے کہ اب میرے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

اب جو ان کی نبوت پر ایمان نہ لائے کافر جہنمی اور طوائف کی اولاد۔

''ہم قرآن کریم کو خدا کا کلام اس لئے یقین کرتے ہیں کہ اس کے ذریعہ آپ (مرزا قادیانی) کی نبوت ثابت ہوتی ہے۔ ہم محمد ﷺ کی نبوت پر اس لئے ایمان لاتے ہیں کہ اس سے آپ کی نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔''

(تقریر میاں محمود احمد خلیفہ قادیان، مندرجہ اخبار الفضل قادیان ج۱۳ نمبر۳، مورخہ ۱۱؍جولائی ۱۹۲۵ء)

قادیانی اخلاق

یہ صرف عام مسلمان ہی نہیں بلکہ علماء تو علماء، بزرگان دین، حتیٰ کہ انبیائے کرام، صحابہ کرام تک مرزا قادیانی کی اس دریدہ ذہنی کا شکار ہو چکے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا اسلام کی ہر مقدس شخصیت کی تحقیر کرنے اور ان کی ہستی کو گرانے میں مرزا غلام احمد قادیانی کو ایک خاص قسم کی لذت محسوس ہوتی تھی۔ فہرست بڑی طویل ہے۔ یہاں پر صرف چند حوالوں پر اکتفاء کیا جارہا ہے۔

باوجود اس کے کہ مرزا قادیانی حضور ﷺ کی محبت کے دعویدار تھے۔ مگر ان کی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر ذی شعور اور دیانت دار شخص اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ مرزا قادیانی کی سب سے زیادہ رقابت جن دو ہستیوں سے تھی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفی ﷺ تھے۔ چنانچہ کہیں تو ان کے فضائل پر ڈاکہ مارنے کی سعی ناکام تھی تو کہیں ان کو ان کے مقام سے گرانے کی مذموم کوششیں۔

حضور ﷺ کی توہین

ہر وہ آیت جو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی شان میں نازل فرمائی وہ مرزا قادیانی کا ٹیچی ٹیچی فرشتہ ان کے حق میں لے کر نازل ہوا۔ مثلاً:

✿...... ’’محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم‘‘ کے الہام میں محمد رسول اللہ سے مراد میں ہی ہوں اور رسول اللہ، خدا نے مجھے کہا ہے۔
(ایک غلطی کا ازالہ ص، خزائن ج۱۸ ص۲۰۷)

✿...... ’’انا اعطینک الکوثر‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۰۲، خزائن ج۲۲ ص۱۰۵)

✿...... ’’انک لعلی خلق عظیم‘‘ (ملفوظات ج۱ ص۱۴۱)

✿...... ’’وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی‘‘
(اربعین نمبر۳ ص۳۶، خزائن ج۱۷ ص۴۲۶)

✿...... ’’وما ارسلنک الا رحمة للعالمین‘‘ (اربعین نمبر۳ ص۳۲، خزائن ج۱۷ ص۴۲۱)

✿...... ’’یٰس انک لمن المرسلین‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۰۷، خزائن ج۲۲ ص۱۱۰)

✿...... ’’سبحان الذی اسری بعبده لیلاً‘‘ (حقیقت الوحی ص۷۸، خزائن ج۲۲ ص۸۱)

✿...... ’’پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا ہے اور اس قدر آگے بڑھایا نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔‘‘
(کلمۃ الفصل مندرجہ رسالہ ریویو قادیان ج۱۴ ص۱۱۳)

✿...... ’’اس کے (یعنی نبی کریم) کے لئے چاند گرہن کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳)

(نوٹ: یہاں چاند گرہن سے مراد سرکار دوعالم ﷺ کا عظیم الشان معجزہ شق القمر ہے۔ دیکھا آپ نے کتنی صفائی سے مرزا قادیانی نے نہ صرف اس معجزہ کی عظمت سے انکار کیا بلکہ اس کے معجزہ ہونے کے ہی منکر ہیں۔ یہی نہیں بلکہ نہایت ڈھٹائی کے ساتھ اپنی ہستی کو سرکار سے زیادہ ظاہر کر رہے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک!

✿...... ’’اس جگہ اکثر گزشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیش گوئیاں موجود ہیں بلکہ بعض گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور پیش گوئیوں سے کچھ نسبت ہی نہیں اور نیز ان کی پیش گوئیوں اور معجزات اس وقت محض بطور قصوں اور کہانیوں کے ہیں۔ مگر یہ

معجزات (یعنی مرزا قادیانی کے نام نہاد معجزات) ہزار ہا لوگوں کے لئے واقعات چشم دید ہیں۔ قصے تو ہندوؤں کے پاس بھی کچھ کم نہیں۔ قصوں کو پیش کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک گوبر کا انبار مشک اور عنبر کے مقابل پر۔'' (نزول مسیح ص۸۲، خزائن ج۱۸ ص۴۶۰)

(لاحول ولاقوۃ الا باللہ! براہ کرم نوٹ فرمائیے کس توہین آمیز انداز میں قرآن پاک کے واقعات کا اپنے قصوں سے موازنہ کر رہا ہے)

۞...... ''دنیا میں کوئی نبی ہی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے۔ خداتعالیٰ نے تمام انبیاء کا مظہر ٹھہرایا اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں کہ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں عیسیٰ ہوں، میں ابن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں، یعنی بروزی طور لکھا گیا ہے۔''

(حقیقت الوحی ص۷۳، خزائن ج۲۲ ص۷۶ حاشیہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

۞...... ''مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیو، شرابی، نہ زاہد نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔'' (مکتوبات احمدیہ ج۳ ص۲۱،۲۲)

۞...... ''ہاں! آپ کو (عیسیٰ علیہ السلام کو) گالیاں دینے اور بدزبانی کرنے کی اکثر عادت تھی اور ادنیٰ باتوں میں اکثر غصہ آجاتا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۵، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹ حاشیہ)

دوسری فرار کی راہ

۞...... ''عیسائیوں نے بہت سے معجزات آپ کے لکھے ہیں مگر حق یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۶، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰ حاشیہ)

۞...... ''یہ معجزہ (پرندے بنا کر اڑانا جیسا کہ قرآن پاک میں لکھا ہے) صرف ایک کھیل کی میں سے تھا۔'' (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۳۲۲، خزائن ج۳ ص۲۶۳)

۞...... ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات عمل الترب یعنی مسمریزم کا نتیجہ تھے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے امید

قومی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۳۰۹، ۳۱۰، خزائن ج۳ ص۲۵۷، ۲۵۸)

……’’آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور محبت شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ

……’’پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو۔ اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو تم چھوڑتے ہو اور مردہ علی کو تلاش کرتے ہو۔‘‘

(اخبار الحکم قادیان بابت ماہ نومبر ۱۹۱۲ء، ملفوظات احمدیہ ج۱ ص۱۳۱)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ’’اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے۔ کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک (مرزا قادیانی) ہے کہ حسین سے بڑھ کر ہے۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

کربلائے است سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷، درثمین فارسی ص۲۸۷، مجموعہ کلام)

انسانیت کی تذلیل وتحقیر

……’’کنجریوں کی اولاد کے علاوہ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے، باقی سب میری نبوت پر ایمان لاچکے ہیں۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷، ۵۴۸، خزائن ج۵ ص۵۴۷، ۵۴۸)

……’’دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔‘‘

(نجم الہدیٰ ص۵۱، خزائن ج۱۴ ص۵۴)

ایک قوم کی توہین

……’’افغانی، پٹھان، کشمیری، قندھاری وغیرہ یہودی نسل سے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے باپ دادا سے سنتے آئے ہیں کہ وہ اسرائیلی ہیں۔‘‘

۞...... ’’افغانوں کی شکلیں بھی اسرائیلیوں سے بہت ملتی ہیں۔ اگر ایک جماعت کے لگیں گے۔‘‘

۞...... ’’ان کا لباس بھی یہودیوں سے ملتا جلتا ہے۔‘‘

۞...... ان کی رسومات بھی یہودیوں جیسی ہیں۔ ’’مثلاً ان کی عورتیں شادی سے پہلے اپنے منسوبوں کے ساتھ بلاتکلف ملتی جلتی اور باتیں کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ بعض اوقات اگر عورت حمل سے ہو جاتی ہے تو اس کو ہنسی مذاق میں اڑا دیا جاتا ہے۔ حضرت مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ گھومنا اس رسم پر پختہ شہادت ہے۔‘‘

۞...... ان کی اخلاقی حالت بھی یہودیوں سے ملتی ہے۔ ’’سرحدی پٹھانوں، افغانوں کی زودرنجی، تلون مزاجی، خودغرضی، گردن کشی، کج مزاجی، کج روی، دوسرے جذبات نفسانی، خونی خیالات، جاہل اور بے شعور ہونا...... یہ تمام صفات وہی ہیں جو توریت اور دوسرے صحیفوں میں اسرائیلی قوم کی لکھی گئی ہیں اور اگر قرآن شریف کھول کر سورۂ بقرہ سے بنی اسرائیل کی صفات اور عادات اور اخلاق اور افعال پڑھنا شروع کرو تو ایسا معلوم ہوگا کہ سرحدی افغانوں (پٹھانوں) کی اخلاقی حالتیں بیان ہو رہی ہیں۔‘‘

(ایام الصلح ص ۶۶، خزائن ج ۱۴ ص ۳۰۰)

یہ فہرست بڑی طویل ہے۔ مگر ان چند حوالہ جات سے قارئین کو مرزا غلام احمد قادیانی کی ذہنی پستی اور خباثت کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا۔

قادیانی معجز نمائیاں

مرزا قادیانی نے اعلان کیا کہ جو کوئی اسلام کی حقانیت کا نشان دیکھنا چاہے وہ ایک سال قادیان میں ان کے ساتھ قیام کرے۔ اس عرصے میں کچھ نہ کچھ دیکھ لے گا۔ اگر کوئی نشان ظاہر نہ ہوا تو ۱۰۰ روپے حرجانہ مرزا قادیانی ادا کریں گے۔ مگر اللہ کے فضل سے یہ نام نہاد مسیح موعود چونکہ خود کسی قسم کے معجزات دکھانے پر قادر نہ تھے۔ اس لئے ہر وہ ہتھکنڈہ و تاویل پیش کرتے تھے۔ جس سے ان کی جان چھوٹ جائے اور ان کو کسی قسم کا خارق عادت معجزہ نہ دکھلانا پڑے۔ مرزا قادیانی کی بدقسمتی سے آریہ سماج کے پنڈت دیانند صاحب تیار ہوگئے کہ ۱۰۰ روپے مرزا قادیانی کسی بینک میں جمع کرادیں۔ وہ ایک سال قادیان میں رکیں گے۔ جب مرزا قادیانی نے دیکھا کہ یہ بلا تو گلے ہی پڑ گئی ہے تو نت نئی اور غیر معقول شرائط عائد کرنا شروع کر دیں۔ مثلاً اس ایک سال میں پورے ہندوستان سے کوئی دوسرا آریہ ہندو مرزا قادیانی سے شرط کے مطابق

پیسوں کا مطالبہ نہیں کرے گا۔ دوسرے شرط یہ عائد کی کہ نشان دیکھنے کے بعد اگر مسلمان نہ ہوتو جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔ تیسری شرط یہ تھی کہ نشان دیکھنے کے بعد پنڈت صاحب کے تمام معتقدین اسلام کی حقانیت کا اقرار کریں۔ ورنہ جرمانہ ادا کریں۔ (رئیس قادیان ج۱ص۱۰۰)

''اگر حضور ملکہ معظّمہ میرے دعوے کے لئے مجھ سے نشان دیکھنا چاہیں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہو کہ وہ نشان ظاہر ہو جاوے...... لیکن اگر کوئی نشان ظاہر نہ ہو اور میں جھوٹا نکلوں تو میں اس سزا میں راضی ہوں کہ حضور ملکہ معظّمہ کے پایہ تخت کے سامنے پھانسی دیا جاؤں۔'' (تحفہ قیصریہ ص۲۴، خزائن ج۱۲ص۲۷۶ حاشیہ)

جماعت احمدیہ اور دیگر مسلمان

انگریزوں کی پشت پناہی اور کرم نوازیوں سے بالآخر مرزا قادیانی ایک نئی امت تیار کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ۱۸۹۱ء میں انہوں نے جماعت احمدیہ کے نام سے اپنی اس امت کو انگریز سرکار میں رجسٹر کرایا۔ صرف وہ اور ان کے پیروکار مسلمان قرار پائے باقی تمام جہنمی وحرامی قرار دیئے گئے۔ اسی طرح مرزا قادیانی کا حکم تھا کہ ان کے ماننے والے نہ تو کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھیں نہ ان سے شادی کریں اور نہ غیر احمدی کی نماز جنازہ میں شریک ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ قائداعظم محمد علی جناح کی نماز جنازہ میں اس وقت کے وزیر داخلہ ظفر اللہ خان قادیانی شریک نہیں ہوا۔ بلکہ غیر مسلم مندوبین کے ساتھ بیٹھا رہا۔ جب اخبار والوں نے وجہ پوچھی تو کہا:

''آپ چاہیں تو مجھے اسلامی ملک کا کافر وزیر سمجھ لیں یا کافر ملک کا مسلمان وزیر۔''

تھالی کے بیگن

غرضیکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ خودکشتہ پودا پروان چڑھتا رہا۔ مرزا قادیانی ایک کے بعد دوسری قلابازیاں کھاتے رہے۔ مجدد بنے، مسیح موعود بنے، مہدی بنے، نبی بنے، لارڈ کرشنا اور جے سنگھ بہادر بنے۔ کبھی خدا تو کبھی خدا کا بیٹا ہونے کے الہام ہونے لگے۔ الغرض کبھی بنتے کبھی بگڑتے رہے۔ کبھی مغل تو کبھی فارسی النسل، کبھی اسرائیلی تو کبھی چینی۔ جدھر جھکاؤ دیکھا تھالی کے بیگن کی طرح ادھر ہی لڑھک پڑے۔

موت کا شکنجہ

بالآخر مخالفین کی ہرزہ سرائیوں سے تنگ آکر مرزا قادیانی نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں

دعا کی کہ اگر جھوٹے مفتری ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ہیضہ اور طاعون سے موت دے دے۔ چنانچہ یہ دعا مقبول بارگاہ ایزدی ہوئی اور ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ مرزا قادیانی بصد حسرت و یاس اپنی منہ مانگی موت یعنی ہیضہ کا شکار ہوکر چل بسے۔ مرتے وقت کلمہ تک نصیب نہ ہوسکا۔ زبان سے جو آخری الفاظ نکلے وہ یہ تھے: ''میر صاحب (مرزا قادیانی کے خسر) مجھے وبائی ہیضہ ہوگیا ہے۔'' (حیات ناصر مرتبہ شیخ یعقوب علی قادیانی ص۱۴)

خلافت مرزائیہ

مرزا قادیانی کی موت کے بعد حکیم نورالدین پہلے خلیفہ بنے اور پھر مرزا بشیرالدین محمود ابن مرزا غلام احمد قادیانی دوسرے خلیفہ قادیان۔ یہ وہی خلیفہ قادیان تھے جن کی جنسی بے راہ روی کے چرچے زبان زد خاص و عام تھے اور ''تاریخ محمودیت'' کے نام سے یہ سارا مواد تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ اپنے ایک خطبہ جمعہ میں مرزا بشیرالدین، خلیفہ قادیان نے ایک خط پڑھ کر سنایا۔

''حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے اور ولی اللہ کبھی کبھی زنا کرلیا کرتے ہیں۔ اگر اس نے (مرزا صاحب) کبھی کبھار زنا کرلیا ہے تو اس میں کیا حرج ہے۔ ہمیں مسیح موعود پر و اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کریا کرتے تھے۔ ہمیں تو موجودہ خلیفہ (مرزا بشیرالدین) پر اعتراض ہے جو ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔''

پھر میاں محمود صاحب نے تبصرہ کیا کہ: ''یہ کسی پیغامی یعنی لاہوری جماعت والے کا خط ہے جو حضرت مسیح موعود کو بس ولی اللہ مانتے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ الفضل قادیان ج۲۶ نمبر۲۰۰ ص۶، مورخہ ۳۱/اگست ۱۹۳۸ء)

یہ وہی بشیرالدین محمود ہیں جو پاکستان بننے کے مخالف اور اکھنڈ بھارت کے حامی تھے۔ بشیرالدین محمود موجودہ خود ساختہ خلیفہ رابع مرزا طاہر احمد کے باپ تھے اور جن کے بارے میں محترم بشیر مصری کا حلفیہ بیان ہے کہ مرزا بشیرالدین اور ان کے خاندان کے دیگر بڑے بڑے معزز اہل خانہ نہ صرف نوعمر لڑکوں سے بدفعلی کرنے کے عادی ہیں بلکہ خاندان کی بہو بیٹیوں تک کو نہیں بخشتے۔

جتھے دی کھوتی......

موجودہ خود ساختہ خلیفہ رابع مرزا طاہر احمد قادیانی ہیں جو کہ مرزا بشیرالدین محمود کے چشم و چراغ ہیں۔ خود ساختہ اس لئے کہا ہے کہ جب تیسرے خلیفہ مرزا ناصر ابن مرزا بشیرالدین کا انتقال ہوا تو خلافت کے لئے رسہ کشی شروع ہوگئی۔ مرزا طاہر احمد کے غنڈے چھوٹے بھائی

مرزا رفیع احمد کے طرفداروں پر غالب آ گئے اور یوں مرزا طاہر احمد کی خلافت کا دور شروع ہوا۔ جب مملکت خداداد پاکستان میں محترم جنرل ضیاء الحق مرحوم نے قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کے خلاف قانون بنایا تو مرزا طاہر عدالتی کارروائیوں کے خوف سے فرار ہوکر لندن چلے گئے۔ یہ آج تک پاکستانی عدالت کے مفرور مجرم ہیں اور کئی مقدمات میں مطلوب ہیں۔ اب یہ مستقل طور پر لندن میں مقیم ہیں۔ قادیانیت کا نیا مرکز ''اسلام آباد'' کے نام سے لندن کے نواح میں قائم ہوچکا ہے۔ جہاں سے دنیا بھر کے اسلام دشمن قادیانی سرگرمیوں کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ گویا کہ جتھے دی کھوتی اتھےای آن کھلوتی۔

امت مسلمہ کا مؤقف

باوجود اپنے داخلی اختلافات اور فرقہ بندیوں کے امت مسلمہ کے عوام وخواص کا اور تمام فرقوں کے علمائے کرام کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے ماننے والے قادیانی/ احمدی/ لاہوری/ مرزائی مرتد، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ یہ اعزاز اسلامی جمہوریہ پاکستان کو حاصل ہے کہ دنیائے اسلام میں سب سے پہلے پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو قانونی طور پر کافر قرار دے کر غیرمسلم اقلیت میں شامل کر دیا۔

فالحمدللہ علیٰ ذالک!

اس کے فوراً بعد ہی تمام بلاد عرب نے بھی ان کو غیرمسلم قرار دے دیا۔ الحمدللہ! آج ساری دنیا کے مسلمان قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج تصور کرتے ہیں اور حرمین شریفین میں ان کے داخلے پر پابندی ہے۔ ہاں! جھوٹ بول کر داخل ہوجائیں تو دوسری بات ہے اور یہی اللہ کا عذاب ہے کہ وہ لاکھ اپنے آپ کو مسلمان باور کرانا چاہیں، امت مسلمہ نے تو ان کو دودھ میں مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا ہے۔ اب اگر ان کی دوستی ہے تو وہ کافروں سے۔ اگر ان کو پناہ ملتی ہے تو کافروں کی آغوش میں۔ اگر کہیں آسانی سے جاسکتے ہیں تو وہ ان کے کافر آقاؤں کے دیس میں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار!

جماعت احمدیہ کا موجودہ ہیڈکوارٹر لندن ہے۔ چونکہ امت مسلمہ قادیانیوں کو اسلام سے خارج کر چکی ہے اس لئے آج یہ قادیانی امت مسلمانوں سے اپنی اس ہزیمت کا انتقام لے رہی ہے۔

عصر حاضر اور جماعت احمدیہ کا کردار

کمیونزم کے خاتمے پر مغربی طاقتوں کو احساس ہوا کہ اسلام کی صورت میں کمیونزم سے

کہیں زیادہ مہیب خطرہ ان کے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ اسلام ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو روحانیت اور انسانی اقدار سے عاری مغربی معاشرے اور تہذیب کو ملیامیٹ کر سکتا ہے۔ مغربی معاشرے میں مقید، بے مقصد زندگی سے تنگ آ کر اپنے روحانی خلا کو پر کرنے، ایک بامقصد نظام حیات اور حق کی تلاش میں بڑی تیزی سے اسلام کی طرف کھینچ رہے ہیں۔ اسلام اس وقت مغربی دنیا میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔ چنانچہ ان حالات میں مغربی اقوام کا فکرمند ہونا ایک فطری امر ہے۔ اس خطرہ سے نمٹنے کے لئے جہاں اور بہت سے منصوبے کام کر رہے ہیں وہیں یہ ''خود کاشتہ پودا'' بھی بڑے جوش وخروش کے ساتھ اور انتہائی اعلیٰ پیمانے پر اپنی خدمات انجام دینے میں مصروف ہے۔ پچھلے چند سالوں میں جس انداز سے قادیانیت کو فروغ حاصل ہو رہا ہے اس کی یہی وجہ ہے۔

چونکہ امت مسلمہ قادیانیوں کو اسلام سے خارج کر چکی ہے۔ اس لئے قادیانی حضرات بڑے دل وجان کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف کافروں کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ ہمارے درمیان ہو پانچویں کالم کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے یہ حضرات مختلف اسلامی ممالک میں اپنے آقاؤں کے لئے جاسوسی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

احمدیہ مذہبی ٹریڈنگ کارپوریشن

جماعت احمدیہ ایک ایسی مذہبی تجارتی تحریک ہے جو بھولے بھالے مسلمانوں کو مختلف انداز سے لالچ دے کر ان کو ایمان کی دولت سے محروم کر رہی ہے۔ یہ تحریک اپنے آپ کو اسلام کا علمبردار قرار دے کر دنیا بھر کے مختلف علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں میں اپنے کافرانہ عقائد پھیلانے میں مصروف ہیں۔ ہر وہ علاقہ جہاں مسلمان مصائب میں گرفتار ہیں یا معاشی طور پر پسماندہ ہیں اور قادیانیت کی اصلیت سے بے خبر ہیں، وہاں قادیانیت اپنے قدم جمانے میں مصروف ہے۔ افریقہ، بوسنیا، روس اور مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمان بالخصوص ان کا ہدف ہیں۔ مثلاً آئیوری کوسٹ اور مالی مغربی افریقہ کے دو پسماندہ ممالک ہیں۔ یہاں محض اپنے پیسے کے بل بوتے پر اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے قادیانیوں نے مسلمانوں کو ایمان کی دولت سے محروم کر کے قادیانیت/احمدیت کے ارتداد میں دھکیل دیا ہے۔ اسی طرح پاکستان میں بالخصوص اور دنیا کے دیگر علاقوں میں بالعموم، یہ جماعت مسلمانوں کی معاشی پستی سے فائدہ اٹھا کر

لوگوں کو زن، زر، زمین اور مغربی ممالک کی شہریت کی لالچ دے کر اپنے دام میں پھنسانے میں مصروف ہے۔ان کی تبلیغ کا ہدف غیر مسلم نہیں ہیں۔ بلکہ غیر مسلم قوتیں تو ان کی امداد کر رہی ہیں۔

۞...... ۱۹۸۹ء میں ایتھوپیا میں کام کرنے والی عیسائی مشنریوں نے ۳۵ملین ڈالر کا قادیانی لٹریچر چھاپ کر مغربی افریقی ممالک میں مفت تقسیم کیا۔آخر کیوں؟

۞...... نیویارک کی تجارتی برادری کے یہودی صدر نے مرزا طاہر احمد کو جدید طرز کا پرنٹنگ پریس تحفتاً پیش کیا۔آخر کیوں؟

۞...... اسرائیل میں جہاں کہ مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے ہیں اور نت نئی پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ وہاں پر ۱۹۲۸ء سے کبابیر میں قادیانی مشن کو پرچار کرنے کی کھلی آزادی ہے۔ یہی نہیں بلکہ جب کسی ہنگاموں کی وجہ سے سخت جانچ پڑتال ہوتی ہے تو یہودی سپاہی کسی کے کاغذات پر جب کبابیر کا پتہ دیکھتا ہے تو اس کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ تم تو اپنے آدمی ہو۔آخر کیوں؟

حیفا میں کبابیر کے علاقے میں پچانوے فیصد قادیانی رہتے ہیں جو تقریباً سب ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔آج سے ۸۰سال پیشتر ایک بدنصیب شخص کسی ہندوستانی قادیانی مبلغ کے فریب میں آکر مرتد ہوگیا جس کے نتیجے میں اس کی موجودہ نسلیں قادیانی ہیں۔تمام عرب دنیا میں یہ واحد علاقہ ہے جہاں قادیانیت کے فریب میں لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ورنہ عرب مسلمانوں میں قادیانیت بری طرح ناکام رہی ہے۔مگر اللہ کے فضل وکرم سے اس علاقے میں ہدایت کی روشنی پہنچ چکی ہے۔اسی خاندان کے تین نامور سپوت مشرف بہ اسلام ہوچکے ہیں۔ان میں سے ایک جماعت احمدیہ سویڈن کے صدر تھے۔دوسرے جماعت احمدیہ کے صدر دفتر واقع لندن کے عربی شعبے کے صدر تھے اور تیسرے بھائی کبابیر میں مدرس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ جوں جوں ان حضرات کو مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں حقائق معلوم ہوتے جائیں گے، ہدایت کا سورج ان کی زندگیوں میں طلوع ہوتا جائے گا۔ان شاءاللہ!

۞...... ایسے وقت میں جب کہ مغربی ممالک میں مسلمانوں کے لئے امیگریشن حاصل کرنا ناممکن ہوچکا ہے، آئے دن قادیانی حضرات بڑے آرام سے پاکستان سے ہجرت کر رہے ہیں۔آخر کس طرح؟

۞...... قادیانی حضرات دعویٰ کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ نے ۱۲۰زبانوں میں قرآن کے تراجم شائع کئے ہیں۔صرف ایک ترجمہ کی حقیقت بیان کردیتا ہوں باقی تراجم کی

حیثیت خود بخود واضح ہو جائے گی۔ سویڈش زبان میں جن قادیانی خاتون نے قرآن پاک کا ترجمہ کرنے کا شرف حاصل کیا ہے ان کا نام قانتہ صادقہ خان ہے۔ موصوفہ عربی زبان سے قطعاً نابلد ہیں۔ انہوں نے یہ ترجمہ کس طرح سویڈش میں کیا یہ تو وہی بتاسکتی ہیں۔ مگر اس ترجمے کے بارے میں سویڈن کے اہل علم لوگوں کی رائے میں یہ ایک غیر معیاری ترجمہ ہے۔ مگر چونکہ جماعت احمدیہ کے نزدیک قرآن پاک کے تراجم شائع کرنے کا مقصد ایک تو پیسہ کمانا دوسرے اس کے معنوں میں اپنی مرضی کے مطابق ردوبدل کرنا اور دنیا کو یہ دکھانا ہے کہ اس جماعت نے قرآن کریم کے اتنے سارے تراجم کئے ہیں۔ اس لئے معیار کی کس کو پرواہ ہے۔

۞...... ۱۲۰ زبانوں میں ہفت روزہ یا ماہانہ مجلّے شائع ہوتے ہیں۔ آخر یہ پیسہ کون فراہم کر رہا ہے؟

۞...... ٹیلی ویژن احمدیہ کے نام سے لندن سے روزانہ دنیا بھر میں، چار مختلف سیٹلائٹوں کے ذریعے، ۴ سے ۱۳ زبانوں میں، کئی کئی گھنٹوں پر مشتمل پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔ اتنا مہنگا پروپیگنڈا تو بڑی بڑی حکومتیں بھی نہیں کرتیں۔ آخر ان تمام پروگراموں کے اخراجات کون برداشت کر رہا ہے؟ کوئی بہت ہی احمق ہوگا جو یہ سمجھتا ہوگا کہ یہ سب کام سالانہ چندہ، تحریک جدید وغیرہ سے پورے کئے جارہے ہیں۔

ہیروئن کی اسمگلنگ

عیسائیوں اور یہودیوں کی قادیانیت نوازی کا ثبوت آپ کے سامنے ہے۔ موجودہ دور میں اگر کوئی بہت سرعت سے امیر بننا چاہتا ہے تو وہ ہیروئن کی اسمگلنگ میں ہاتھ ڈال دیتا ہے۔ آیئے! اب اس تیسرے پہلو کا بھی جائزہ لیں کہ کیا ایسا ممکن ہے؟ ۱۴؍اپریل ۱۹۸۵ء کو پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن کے ایک جہاز کے کراچی سے دبئی پہنچنے پر ایک کنٹینر سے جس میں چاول لدا ہوا تھا ایک ٹن ہیروئن برآمد کی گئی۔ یہ چاول پاکستان رائس ایکسپورٹ کارپوریشن نے دبئی کی ایک کمپنی کو بھیجا تھا۔ اس کاروبار میں قادیانی ملوث تھے۔ کیونکہ چاول کی ترسیل سے متعلق شعبے کا انچارج حمزہ بن عبدالقادر پکا قادیانی تھا جو بارہ سال سے اس شعبہ سے منسلک تھا۔ اسی طرح رائس ایکسپورٹ کارپوریشن کے پروکیورمنٹ اور فنانس کے شعبوں سے سربراہان ایس کے ملک اور عبدالغنی بھی قادیانی تھے۔ ان بڑی مچھلیوں پر تو کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکا مگر چند چھوٹی مچھلیوں کو ضرور سزا بھگتنی پڑی۔

’’گزشتہ دنوں ربوہ کے چار قادیانیوں کو ابوظہبی میں ہیروئن اسمگل کر کے فروخت کرنے کے جرم میں تین تین سال کی قید بامشقت کی سزا سنائی گئی ہے۔‘‘

(روزنامہ جنگ کوئٹہ مورخہ ۲۷/مئی ۱۹۸۵ء)

اینٹی احمدیہ موومنٹ ان اسلام

۱۹۸۴ء کے بعد سے جماعت احمدیہ کا مورال بہت گرا ہوا تھا۔ چنانچہ ۱۹۸۹ء میں مرزا طاہر احمد، امام جماعت احمدیہ، خلیفہ رابع نے اپنے پیروکاروں میں تھوڑا جوش وخروش پیدا کرنے کے لئے تمام امت مسلمہ کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ جس میں تمام مسلمانوں کو مکفرین ومکذبین خطابات سے نوازا گیا تھا۔ مباہلہ ایک قرآنی طریقہ کا جس کے ذریعے حق اور باطل میں اللہ سے فیصلہ طلب کیا جاتا ہے۔ دونوں فریقین وقت اور مقام طے کر کے آمنے سامنے بیٹھ کر اللہ کے حضور میں دعا کرتے ہیں اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں۔ مرزا طاہر احمد کو اپنے پیش روؤں کی طرح مسلمانوں کے ساتھ بیٹھ کر مباہلہ کی ہمت نہ ہوئی۔ بلکہ قرآن اور سنت کے خلاف بلکہ اپنے نام نہاد مسیح موعود جو اس کے کہ وہ خود ساختہ خلیفہ ہیں ان کے طریقے کے برعکس یہ کہ کر جان چھڑائی کہ ہم اپنے گھر بیٹھ کر لعنت بھیجیں اور آپ اپنے گھر بیٹھ کر اور چونکہ خدا ہر جگہ ہے اس لئے وہ جھوٹے کو لعنت کا شکار بنادے گا۔ بہ الفاظ دیگر یہ مباہلہ تھا ہی نہیں۔ یہ تو دراصل ایک بہت گہری سازش تھی جس میں حسب معمول قادیانی جماعت نے دیگر پاکستان اور اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ مل کر سازش میں حصہ لیا اور جس کا نتیجہ بالآخر جنرل ضیاء الحق اور پاکستان کے دیگر اعلیٰ ترین فوجی افسران کی شہادت کی صورت میں نکلا۔ ان شاء اللہ! کسی نہ کسی وقت یہ حقائق عوام کے سامنے ضرور آئیں گے۔

سائیں سید عبدالحفیظ شاہ مدظلہ العالی سندھ میں معروف دینی شخصیت ہیں جو گزشتہ پینتیس سال سے اشاعت دین میں مصروف ہیں۔ جب مباہلے کے اس چیلنج کی کاپیاں رات کی تاریکی میں لوگوں کے گھروں میں ڈالی گئیں تو اس کے سرورق پر امت مسلمہ کے لئے ’’مکفرین مکذبین‘‘ وغیرہ جیسے القاب دیکھ کر ان کا خون کھول اٹھا کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

انہوں نے اس چیلنج کا نہ صرف جواب دیا بلکہ جماعت احمدیہ کے صدر دفتر واقع لندن میں مرزا طاہر احمد امام وخلیفہ رابع کے رابطہ قائم کرنے کی کوششیں شروع کیں۔ گزشتہ کئی سال کی تگ ودو کے باوجود ہنوز مرزا طاہر سے قائم نہیں ہوسکا۔ البتہ ان کے پریس سیکرٹری رشید چوہدری

صاحب کے ساتھ خط وکتابت شروع ہوگئی۔ اب یا تو مرزا طاہر احمد بہت مغرور آدمی ہیں کہ چھوٹے لوگوں سے بات کرنا پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ لندن جاکر بھی ان سے ملاقات میں ناکامی ہی ہوئی۔ ان کے سیکرٹری صاحب فرماتے ہیں کہ وہ صرف اعلیٰ عہدیداران کو ہی شرف ملاقات بخشتے ہیں۔ اگر آپ پاکستان کے وزیر یا صدر ہوتے تو ضرور ملاقات ہوجاتی۔ یا پھر مرزا طاہر احمد انتہائی بزدل آدمی ہیں کہ وہ صرف اپنے معتقدین یا اپنے آقاؤں کی گود میں ہی اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں۔

بہرحال سائیں عبدالحفیظ شاہ نے خط وکتابت کے ذریعے قادیانیوں پر امت مسلمہ کا موقف واضح کیا اور ان کا موقف سمجھنے کی کوشش کی۔ مگر اس تمام جدوجہد کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کی جو اصل شکل سامنے آئی وہ نہ صرف نہایت مکروہ تھی بلکہ جماعت احمدیہ کی شکل میں جو مہیب خطرہ پاکستانی قوم کے سر پر بالخصوص اور مسلمانان عالم کے سروں پر بالعموم منڈلا رہا اس نے لرزہ کر رکھ دیا۔ چنانچہ فوری طور پر ''اینٹی احمدیہ مومنٹ ان اسلام'' کے نام پر ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارہ کا مشن یہ ہے:

۱...... مسلمانان عالم کو مرزا غلام احمد قادیانی کی اصلیت سے باخبر کیا جائے تاکہ نادانستگی میں کہیں وہ اس دھوکہ کا شکار نہ ہوجائیں۔

۲...... امت مسلمہ کو جماعت احمدیہ کی اسلام دشمن سرگرمیوں سے مطلع کیا جائے اور اس خطرہ کا سدباب کرنے کے لئے عالمی سطح پر ایک ایسا مربوط نظام تشکیل دیا جائے کہ دنیا بھر میں کہیں بھی اسلام کے خلاف کسی بھی قادیانی سازش کی بیخ کنی کی جاسکے۔

۳...... قادیانیوں کو مرزا قادیانی کی اصل شخصیت اور ان کے غیراسلامی عقائد سے روشناس کرایا جائے۔ احمدیہ جماعت میں تین طرح کے لوگ ہیں۔ ایک تو ٹاپ کے لوگ ہیں جیسے مرزا طاہر اور قادیانی ''شاہی'' خاندان کے دیگر افراد اور ان کا قریبی حلقہ۔ یہ وہ لوگ جو اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ قادیانیت فراڈ ہے اور اس کے ذریعے بھولے بھالے لوگوں کو لوٹ رہے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس فراڈ سے واقف تو ہیں مگر کسی نہ کسی معاشی، معاشرتی، سماجی بندھنوں کی وجہ سے اٹکے ہوئے ہیں اور اپنے اندر اتنی ہمت نہیں رکھتے کہ وہ ان بندھنوں کو توڑ کر کوئی عملی قدم اٹھاسکیں۔ تیسرا اقلیتی طبقہ ان بدقسمت قادیانیوں کا ہے جو حقائق سے بےخبر نہایت دیانت داری سے

یہ سمجھتے ہیں کہ قادیانیت ہی اصل اسلام ہے۔ کوئیں کے مینڈک کی طرح سے باہر کی دنیا کی ان کو خبر ہی نہیں ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جونہی ان کو حقیقت پتہ چلتی ہے وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ چاہے ان کو سب کچھ چھوڑنا پڑے۔ اس کی زندہ مثال احمد عودہ، حسن عودہ اور صالح عودہ تین فلسطینی بھائی ہیں جنہوں نے سارے سماجی، معاشرتی اور معاشی بندھنوں سے بے پرواہ ہوکر اسلام قبول کرلیا۔

الحمدللہ! ثم الحمدللہ!! اینٹی احمدیہ مووومنٹ کو قائم ہوکر چار سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ہر قسم کے حکومتی، سیاسی اور مذہبی وابستگیوں اور تعصّبات سے بالاتر ہوکر یہ ادارہ بغیر کسی مالی امداد کے، محض اللہ کے فضل وکرم اور سرکار دوعالم ﷺ کی عنایتوں کے بل بوتے پر، قادیانیوں کے خلاف نہایت موثر کارروائیوں میں مصروف ہے۔ ہمارا مقصد صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور خوشنودی ہے۔ نہ ہم کسی سے چندہ لیتے ہیں اور نہ اور کسی قسم کی مالی منفعت ہمارا نصب العین ہے۔ ہمارا لٹریچر مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔

اس ادارے کے زیراہتمام الفتویٰ کے نام سے ایک سہ ماہی رسالہ اردو، انگریزی اور عربی زبانوں میں شائع کیا جاتا ہے جو دنیا بھر میں تقسیم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرا مواد ہے جو فرانسیسی، صومالی، بوسنین اور روسی زبانوں میں شائع ہو چکا ہے اور ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ مختلف علاقوں میں بسنے والے مسلمان ان سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا کر اپنا ایمان محفوظ کررہے ہیں۔ یہ ہماری چھوٹی سی ذاتی کوشش ہے۔ اللہ پاک اس کو قبول فرمائیں اور قادیانیت کے فتنے سے مسلمانوں کو نجات عطاء فرمائیں۔ آمین ثم آمین!

ہماری ان کاوشوں کے قادیانیوں پر کیا اثرات مرتب ہورہے ہیں؟ چند مثالیں درج کر دیتا ہوں:

۞…… قادیانی حضرات کی طرف سے ان کے نبی کی سنت کا اعادہ کیا جاتا ہے یعنی گالیوں سے نوازا جاتا ہے…… تحریراً بھی، ٹیلی فون پر بھی۔ کوئی صاحب دلچسپی رکھتے ہوں تو اس ادارے سے آڈیوکیسٹ اور فوٹو کاپیاں دستیاب ہیں۔

۞…… دھمکیاں، موت کی پیشین گوئیاں، دردناک انجام کی خوشخبریاں دی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں جناب ذوالفقار علی بھٹو اور محترم جنرل ضیاء الحق صاحب کے انجام کا حوالہ خاص طور پر دیا جاتا ہے۔

۞ ...... حال ہی میں قادیانی سربراہ مرزاطاہراحمد کی طرف سے اس ناچیز کو اس گولڈ میڈل سے نوازا گیا۔

’’ایک بدبخت ایک شیخ ڈوم کے علاقے سے مختلف دنیا کے علاقوں میں احمدیوں کی مسلسل دل آزاری کررہا تھا۔ حضرت مسیح موعود کے خلاف نہایت ہی حیثانہ اشتہار ایک رسالہ بنا کر چھوٹا سا جس کا نام اس نے الفتویٰ رکھا ہوا ہے، وہ احمدیوں کو دل آزاری کے لئے پہنچاتا تھا۔ کبھی فون کر کے آدھی رات کو جگا کر مسیح موعود کے خلاف گستاخیاں کرتا تھا۔ اس کو میں نے نعیم عثمان صاحب کے سپرد کیا کہ وہ اس سے نمٹیں اور وہ اللہ کے فضل سے دفاعی حملوں کے لئے بہت استعدادیں رکھتے ہیں۔ ان کو میں نے عموماً سمجھا دیا ہے۔‘‘

(تقریر مرزاطاہراحمد امام جماعت احمدیہ مورخہ ۳۰؍جولائی ۱۹۹۴ء، جلسہ سالانہ لندن)

موجودہ کتابچہ میں مرزاغلام احمد قادیانی اور جماعت احمدیہ کے ایک اور بہت بڑے فراڈ سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ مرزاغلام احمد قادیانی کا مہدی معہود ہونا ہر قادیانی کے نزدیک ایک مسلمہ امر ہے اور قادیانیت کی اس عمارت میں درمیانی ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ حسب معمول یہ دعویٰ بھی دجل وفریب کا شاہکار ہے۔ تمام قادیانی امت کو اس انداز سے ’’**Brain Wash**‘‘ کیا گیا ہے کہ ہر قادیانی کا ایمان ہے کہ قرآن وحدیث کے عین مطابق مرزا قادیانی مہدی کے منصب پر فائز ہوئے ہیں۔ مرزاغلام احمد قادیانی کی کتب سے تمام حقائق اخذ کر کے اس کتابچہ میں درج کر دیئے گئے ہیں۔ قادیانی حضرات سے میری صرف اتنی گزارش ہے کہ کتاب کو ردی کی ٹوکری کی نظر کرنے سے پہلے ان حوالہ جات کی تصدیق ضرور کرلیں۔ تمام حوالے صحیح ہیں۔ نہ ان کو سیاق وسباق سے ہٹ کر پیش کیا گیا ہے اور نہ ان کو توڑا مروڑا گیا ہے۔

آخر میں اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ قادیانیوں کو دین کا صحیح فہم عطاء فرمائے اور حق کو حق کی شکل میں دکھا کر اس کی پیروی کی توفیق دے اور باطل کے شکنجے سے نکل کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت عطاء فرمائے۔ مرزاغلام احمد قادیانی کی غلامی سے نکال کر سرکار مدینہ ﷺ کے دامن سے وابستہ کردے۔ آمین ثم آمین بجاہ نبیک الکریم ﷺ!

ڈاکٹر سید راشد علی، الامارات العربیہ المتحدہ

مورخہ یکم؍رمضان ۱۴۱۵ھ، مطابق ۳۱؍جنوری ۱۹۹۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام بے لگام کے منہ میں لگام

’’میرے پاس خدا کی ایک گواہی ہے۔‘‘ (مرزاغلام احمد قادیانی)

ایسے خبیثوں سے اللہ بچائے سب کو دام ہمرنگ میں زمیں میں صیاد پھنسا لیتے ہیں

بخدمت جناب مرزا طاہر احمد قادیانی، امیر جماعت احمدیہ وخود ساختہ خلیفہ رابع، ۱۶،۱۸اگریسن ہال روڈ،لندن۔

پچھلے کچھ عرصے سے آپ کی جماعت کے مختلف لوگوں کی طرف سے مجھے خطوط کے ذریعہ قائل کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں کہ مرزاغلام احمد قادیانی ہی دراصل وہ مہدی ہیں جس کا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے وعدہ کیا تھا۔اسی سلسلہ میں پتہ چلا کہ دنیا کے مختلف ممالک میں آپ کے’’احمدیہ ٹی.وی‘‘اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے زور شور کے ساتھ پراپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ مرزاغلام احمد قادیانی، بانی جماعت احمدیہ ونام نہاد مسیح موعود، کے امام مہدی ہونے کی گواہی آج سے ٹھیک سوسال پہلے ۱۸۹۴ء میں رمضان میں چاند اور سورج گرہن کی صورت میں آسمان نے دی تھی اور یہ’’ایک عظیم الشان گواہی تھی۔‘‘

چنانچہ کینیڈا سے جناب عیسیٰ جان قادیانی صاحب رقمطراز ہیں کہ:’’اگر آپ سے کوئی غیرمسلم یہ پوچھے کہ اپ کے رسول نے پیش گوئی کی تھی کہ چودھویں صدی کے سر پر امام مہدی یا مسیح موعود ظاہر ہوں گے اور اب تو پندرھویں صدی شروع ہوگئی ہے مگر امام مہدی کا کچھ پتہ نہیں؟ اسی طرح اگر وہ پوچھے کہ تمہارے رسول نے پیش گوئی کی ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے وقت رمضان کے مہینے میں چاند کو گرہن کی تاریخوں میں پہلی تاریخ میں اور سورج کو درمیانی تاریخ میں گرہن لگے گا اور یہ دونوں گرہن ۱۸۹۴ء رمضان کے میں ظاہر ہوئے مگر امام مہدی کا نام ونشان نہیں؟ تو آپ کے پاس سوائے خاموشی یا شرمندگی کے کیا جواب ہوسکتا ہے؟ مگر ہم احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے فاتحانہ انداز میں کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی تمام پیشین گوئیاں اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئیں۔‘‘

جناب مرزا طاہر صاحب!

آپ یقیناً تسلیم کریں گے کہ مندرجہ بالا تحریر تمام جماعت احمدیہ کے عقائد کی عکاسی کرتی ہے۔اس عقیدے کی بنیاد آپ کے دادا، نام نہاد مسیح موعود نبی، مرزاغلام احمد قادیانی نے ڈالی ہے جس پر ان کی تحریریں گواہ ہیں۔مرزا قادیانی کی کتابوں سے چند اقتباسات قارئین کے استفادے کے لئے درج ذیل ہیں:''میرے پاس خاص خدا کی طرف سے گواہی ہے......مہدی معہود کے لئے قرآن شریف اور حدیث دار قطنی میں بطور نشان مندرج تھا۔(خسوف وکسوف)''

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۷،خزائن ج۱۷ص ۶۳)

''دارقطنی کی ایک حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مہدی معہود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا۔وہ حدیث یہ ہے کہ''ان لمھدینا ایتین ''ترجمہ تمام حدیث کا یہ ہے کہ ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں جب سے زمین وآسمان کی بنیاد ڈالی گئی وہ نشان کسی معمور اور مرسل اور نبی کے لئے ظہور میں نہیں آئے اور وہ نشان یہ ہیں کہ چاند کا اپنی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات میں اور سورج کا اپنے مقررہ دنوں میں سے بیچ کے دن میں رمضان کے مہینہ میں گرہن ہوگا۔اس حدیث سے صاف طور پر چودھویں صدی متعین ہوتی ہے۔''

(تحفہ گولڑویہ ص ۲۸،خزائن ج۱۷ص ۱۳۲)

''یہ کبھی نہیں ہوا اور ہرگز نہیں ہوا کہ بجز ہمارے زمانے کی دنیا کی ابتداء سے آج تک کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان کے مہینے میں ایسے طور پر اکٹھے ہوگئے ہوں کہ اس وقت کوئی مدعی رسالت یا نبوت یا محدثیت بھی موجود ہو۔'' (انوارالاسلام ص ۵۰،خزائن ج۹ص ۵۰)

گویا مرزاغلام احمد قادیانی کے قول کے مطابق قرآن وحدیث پاک کی روشنی میں:

۱...... مرزا قادیانی ہی وہ مہدی معہود ہیں جن کے لئے اجتماع خسوف وکسوف ہونے کی پیشین گوئی تھی۔

۲...... ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک رمضان میں خسوف وکسوف کا ایسا اجتماع کبھی نہیں ہوا جس میں کوئی مدعی بھی موجود ہو۔

۳...... چودھویں صدی میں امام مہدی کی آمد کی متوقع تھی۔

جناب مرزا طاہر احمد قادیانی صاحب!

آپ کے دادا، مرزاغلام احمد قادیانی، بانی جماعت احمدیہ نے ۱۸۹۴ء میں اس وقت مہدی ہونے کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کیا جس وقت کہ رمضان میں اس ''عظیم الشان نشان'' یعنی

خسوف وکسوف کا اجتماع ہوا۔ آج اس واقعہ کو تقریباً سوسال گزر چکے ہیں۔ آیئے! ہم مرزاغلام احمد قادیانی کے اس عظیم الشان فراڈ سے پردہ اٹھائیں۔ جس نے گزشتہ سوسالوں سے ہزاروں بے وقوفوں کو اپنے طلسم میں گرفتار کر رکھا ہے۔

پیشتر اس کے کہ ہم مرزاغلام احمد قادیانی کا پوسٹ مارٹم کریں۔ چند ناقابل تردید حقائق بیان کرتا چلوں۔ اس امید میں کہ آپ یا آپ کی جماعت میں کوئی تو اتنا دیانتدار ہوگا جو حقیقت معلوم ہونے پر باطل کو خیرباد کہہ کر صراط مستقیم پر آجائے۔

چودھویں صدی کا چاند

میں تمام قادیانیوں کو چیلنج کرتا ہوں وہ حدیث کی کسی کتاب میں حضورﷺ کی کوئی ایسی حدیث دکھادیں کہ جس میں چودھویں صدی کا ذکر ہو۔ یہ سرکاردوعالمﷺ پر مرزاقادیانی اور جماعت احمدیہ کا بدترین بہتان وافتراء ہے۔

البتہ مرزاقادیانی نے ایک قوی دلیل دی ہے جوکہ بڑی قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ: ’’چودھویں صدی وہی صدی ہے جس کے لئے عورتیں تک کہتی تھیں کہ چودھویں صدی خیروبرکت کی آئے گی...... مگرافسوس کہ وہ دن آیا اور چودھویں کا چاند نکلا تو اس کو دکاندار خودغرض کہا گیا۔‘‘ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ، دیکھا آپ نے یہ ہیں مرزاصاحب)

(مرزاقادیانی کا ارشاد مندرجہ ملفوظات احمدیہ ج۱ ص۸۳)

چاندگرہن اور سورج گرہن

آیئے! دیکھیں سرکاردوعالمﷺ اس بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں: ’’**کسفت الشمس علی عہد رسول اللہ ﷺ یوم مات ابراہیم فقال رسول اللہ ﷺ ان الشمس والقمر لا یکسفان لموت احد ولا لحیاتہ فاذا رایتم فعلوا فادعوا اللہ**‘‘ (صحیح بخاری باب الکسوف)

ترجمہ: ’’عہد رسالت مآبﷺ میں جس دن ابراہیم علیہ السلام (فرزند رسول) کا انتقال ہوا سورج کو گہن لگ گیا۔ لوگوں نے کہا یہ ابراہیم علیہ السلام کے انتقال کی وجہ سے ہے تو رسول اللہﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے نہیں گہناتے۔ جب تم اسے دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو۔‘‘

صحیح بخاری شریف، جس کو مرزا قادیانی اصح الکتاب بعد القرآن تسلیم کرتے ہیں۔ اس میں کم از کم دس احادیث اور ہیں جن کا مفہوم یہی ہے کہ چانداور سورج گرہن کا کسی کی زندگی اور موت سے کوئی تعلق نہیں۔ جب گرہن کو دیکھو تو اللہ کو یاد کرو، صدقہ خیرات کرو، غلام آزاد کرو۔

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب غلام تو خیر کیا آزاد کرتے بدبختی سے خود ہی ''حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ'' کی غلامی سے آزاد ہو گئے۔ **فالحمدللہ علیٰ ذالک!**

حدیث کے معنوں میں تحریف

مرزا قادیانی حدیث کی کتاب دارقطنی سے نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''امام محمد باقر فرماتے ہیں: **ان لمھدینا ایتین ام تکونا منه خلق السمٰوت والارض ینکسف القمر لا قل لیلته من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منه**''

(حقیقت الوحی ص۱۹۴، خزائن ج۲۲ ص۲۰۲)

ترجمہ: ''ہمارا مہدی کے لئے دو نشان ہیں اور جب سے کہ زمین وآسمان خدا نے پیدا کیا یہ دو نشان کسی اور مامور اور مرسل اور رسول کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے اور وہ نشان یہ ہیں کہ چاند کا اپنی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات میں اور سورج کا اپنے مقررہ دنوں میں سے بیچ کے دن میں رمضان کے مہینہ میں گرہن ہوگا۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۲۷، خزائن ج۱۷ ص۱۳۲)

اصل حدیث اور اس کا ترجمہ: ''**عن عمرو بن شمر عن جابر عن محمد بن علی قال ان لمھدینا**'' عمرو بن شمر نے جابر سے روایت کی ہے کہ محمد بن علی (یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں۔ جب سے زمین وآسمان پیدا ہوئے کبھی ان کا ظہور نہیں ہوا۔ وہ دو نشانیاں یہ ہیں کہ رمضان کی پہلی رات میں چاند گرہن ہوگا اور سورج گرہن رمضان کے نصف میں ہوگا۔ (دارقطنی ج۱ ص۱۸۸)

پتہ چلا کہ دارقطنی کی جس روایت کو مرزا قادیانی نے اپنی مہدویت کی بنیاد بنایا وہ سرے سے حضور ﷺ کی حدیث ہی نہیں ہے۔ دوسرے بڑی چالاکی سے مرزا قادیانی دو راویوں (عمرو اور جابر) کے نام ہضم کر گئے جن کے بارے میں زمانہ قدیم سے امام ابوحنیفہ اور دیگر علمائے کرام کا فیصلہ تھا کہ وہ جھوٹے اور رافضی غالی ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرزا قادیانی ان حقائق سے بے خبر تھے؟ مرزا قادیانی کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا قادیانی اس حقیقت سے نہ صرف بخوبی واقف تھے

بلکہ ۱۸۹۱ء تک مرزا قادیانی کا فیصلہ تھا کہ: ’’محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۴۵۷، خزائن ج۳ ص ۳۴۴)

دوسرا سوال جو بہت اہم ہے کہ آخر مرزا قادیانی کو حدیث کے ترجمے میں تحریف کی ضرورت کیوں پڑی؟ ان سوالوں کے جوابات کے لئے ہمیں مرزا غلام احمد قادیانی آسمانی جھوٹ کے انبار پر ذرا تفصیلی نظر ڈالنا پڑے گی۔

آسمانی جھوٹ...... مرزا غلام احمد قادیانی کی قلابازیاں

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں ۱۸۹۱ء تک تو مرزا قادیانی کا فیصلہ تھا کہ امام مہدی کا آنا مشکوک ہے۔ لیکن جب ۱۸۹۴ء کے رمضان میں چاند اور سورج گرہن کا اجتماع ہوگیا تو مرزا قادیانی کے اندر ہلچل مچ گئی۔ آج تک تو مرزا قادیانی تذبذب کا شکار تھے۔ کبھی تو مالیخولیا کے ہاتھوں مجبور ہوکر مہدی بن بیٹھے اور کبھی اپنے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نہ صرف مہدویت کا انکار کردیتے بلکہ ان احادیث کی صحت کے بھی منکر ہوجاتے جو حضرت امام مہدی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ لیکن خسوف وکسوف کے اس اجتماع نے مرزا قادیانی کے صبر کے پیمانہ کو لبریز کردیا۔ بالکل بھول گئے کہ پہلے کیا لکھتے رہے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ جھوٹے کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔

پہلی قلابازی

’’یہ کبھی نہیں ہوا اور ہرگز نہیں ہوا کہ بجز ہمارے زمانے کے دنیا کی ابتداء سے آج تک کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان کے مہینہ میں ایسے طور پر اکٹھے ہوگئے ہوں کہ اس وقت کوئی مدعی رسالت یا نبوت یا محدثیت بھی موجود ہو۔‘‘ (انوار اسلام ص ۴۸، خزائن ج۹ ص ۵۰)

’’سو پیش گوئی کا مفہوم یہی ہے کہ یہ نشان کسی دوسرے مدعی کو نہیں دیا گیا۔ خواہ صادق ہو یا کاذب۔ صرف مہدی موعود کو دیا گیا ہے۔ اگر یہ ظالم مولوی اس قسم کا خسوف وکسوف کسی اور مدعی کے زمانے میں پیش کر سکتے ہیں تو پیش کریں۔ اس سے بے شک میں جھوٹا ہو جاؤں گا۔‘‘

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم ص ۴۸، خزائن ج۱۱ ص ۳۳۲)

’’جب ہندوستان میں یہ نشان ظاہر ہوا تو مکہ معظّمہ کی گلی اور کوچہ میں اس کا تذکرہ تھا کہ مہدی موعود پیدا ہوگیا...... وہ سب خوشی سے اچھلنے لگے کہ اب اسلام کی ترقی کا وقت آ گیا اور مہدی پیدا ہوگیا۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص ۴۰، خزائن ج۱۷ ص ۱۵۴)

’’کبھی کسی رسول یا نبی یا محدث کے وقت میں خسوف وکسوف کا اجتماع رمضان میں نہیں ہوا اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے کسی مدعی رسالت یا نبوت یا محدثیت کے وقت میں کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن اکٹھے نہیں ہوئے۔ خسوف اور کسوف اور مہدی کا رمضان میں ہونا خارق عادت ہے...... پیشین گوئی سچ نکلی تو پھر بھی اس میں شک کرنا صریح بے ایمانی ہے۔‘‘

(انوار اسلام ص۴۷، خزائن ج۹ ص۴۸)

سبحان اللہ! مرزا قادیانی نے آخر خود ہی اعتراف کر لیا کہ رسول/ نبی/ محدث ہونا الگ بات ہے اور مدعی رسالت/ نبوت/ محدثیت ہونا الگ بات۔ دونوں میں واضح فرق ہے۔ مدعی ہر حال میں جھوٹا ہی ہوگا۔

دوسری قلابازی...... مرزا قادیانی کی بوکھلاہٹ

مہدی سوڈانی کے ہاتھوں انگریز سرکار کو سوڈان میں بڑی شرمناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ مرزا قادیانی کے ایک مخالف نے انگریزی حکومت کی توجہ ان کے دعویٰ مہدویت کی طرف دلا کر یہ الزام عائد کیا کہ وہ بھی مہدی سوڈانی کی طرح جہاد فی سبیل اللہ کریں گے۔ اب تو مرزا قادیانی کی بوکھلاہٹ قابل دید تھی۔ فوراً ’’حقیقت المہدی‘‘ کے نام سے ایک کتاب لکھ ماری۔ اس کتاب میں پھر بھول گئے کہ پچھلی کتابوں میں کیا لکھتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ لکھا کہ: ’’اس قسم کی تمام حدیثیں جو مہدی کے آنے کے بارے میں ہیں ہرگز قابل وثوق اور قابل اعتبار نہیں ہیں۔‘‘ (حقیقت المہدی ص الف، خزائن ج۱۴ ص۴۲۹)

مزید آگے چل کر تحریر کیا کہ: ’’اور میں اس وقت اپنی محسن گورنمنٹ کو اطلاع دیتا ہوں کہ وہ مسیح موعود خدا سے ہدایت یافتہ اور مسیح علیہ السلام کے اخلاق پر چلنے والا میں ہی ہوں...... اور اس امر سے قطعاً منکر ہوں کہ آسمان سے اسلامی لڑائیوں کے لئے مسیح نازل ہوگا اور کوئی شخص مہدی کے نام سے، جو بنی فاطمہ سے ہوگا۔ بادشاہ وقت ہوگا اور دونوں مل کر خونریزیاں شروع کر دیں گے۔ خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ یہ باتیں ہرگز صحیح نہیں ہیں...... محمد حسین بٹالوی کا مجھے مہدی سوڈانی سے مشابہت دینا کس قدر گورنمنٹ کو دھوکہ دینا ہے۔ ظاہر ہے کہ نہ میں جہاد کا قائل اور نہ ایسے مہدی کو ماننے والا اور نہ ایسے کسی مسیح کے آنے کا انتظار رکھتا ہوں جس کا کام جہاد اور خونریزی ہو تو پھر سوڈانی کو مجھ سے کیا مشابہت اور مجھ سے کیا مناسبت...... گورنمنٹ عالیہ خوب دانا ہے وہ کسی کا دھوکا کھا نہیں سکتی۔ لیکن چونکہ محمد حسین نے بارہا میرے پر یہ الزام لگایا ہے کہ گویا

مہدی سوڈانی سے میرے حالات مشابہ بلکہ اس سے زیادہ خطرناک ہیں۔ اس لئے ضرور تھا کہ اس افتراء کا میں جواب دیتا۔ خدائے تعالیٰ کا شکر ہے کہ منافقانہ کارروائیوں سے اس نے مجھے محفوظ رکھا ہے۔'' (حقیقت المہدی ص ج تا۴، خزائن ج۱۴ ص۴۳۲ تا۴۳۷)

تیسری قلابازی

کچھ عرصہ کے بعد (ذہنی بیماری کی وجہ سے یا ٹیچی ٹیچی کے ہاتھوں مجبور ہو کر) مہدویت کا بھوت پھر سوار ہوگیا۔ چنانچہ ۱۶/اکتوبر ۱۹۰۳ء کو تذکرۃ الشہادتین میں لکھا: ''وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانے میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم ﷺ نے دی تھی وہ میں ہوں۔'' (تذکرۃ الشہادتین ص۲، خزائن ج۲۰ ص۳،۴)

اب یہاں ہمارے سامنے تین چیزیں ہیں جن کا جائزہ لینا پڑے گا۔

۱...... مرزا قادیانی کی متضاد تحریریں اور اس کے اسباب۔
۲...... رمضان میں خسوف وکسوف کا اجتماع کیا خارق عادت ہے...... ایک سائنسی جائزہ۔
۳...... مدعی مہدویت اور خسوف وکسوف کا اجتماع۔

متضاد اقوال، مہدی اور انگریزی سرکار

اٹھارویں صدی کے اوائل سے یورپی اقوام میں نوآبادیاں قائم کرنے کی وبا چلی تو اکثر بلاد اسلامیہ بالخصوص اس کی زد میں آ گیا۔ جس کے نتیجے میں یورپی اقوام مملکت اسلامیہ کے مختلف حصوں پر قابض ہوگئے۔ ان علاقوں میں ان یورپی اقوام کے قدم جمانے میں بہت کچھ مددان غداران قوم اور مفاد پرست، نام نہاد، مسلمان رئیسوں نے دی جن کا دین وایمان دنیاوی دولت وحشمت تھا۔ انگریزی سرکار بھی ایشیاء اور افریقہ کے ایک بہت بڑے حصے پر قابض ہوگئے۔ جس میں ہندوستان، بلاد عرب، سوڈان وغیرہ شامل تھے۔ ان علاقوں پر سینکڑوں سالوں سے مسلمان حکومت کررہے تھے۔ چنانچہ جب غیرمسلم قوم ان پر قابض ہوگئی تو مسلمانوں کی غیرت وحمیت جاگ اٹھی اور جگہ جگہ جہاد کی تحریکیں ظہور پذیر ہونے لگیں۔ جس نے انگریزوں کے چھکے چھڑادیئے۔ ہندوستان میں بالخصوص حضرت سید احمد شہید کی تحریک اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی قابل ذکر ہیں۔ کیونکہ اس میں انگریزوں کے قدم ہندوستان سے تقریباً اکھڑ گئے تھے۔ مگر غداران قوم ہر جگہ تھے جو غاصب حکمران کی مدد کررہے تھے۔ ایسے ہی ایک غدار مرزا غلام احمد قادیانی کے

والد مرزا غلام مرتضیٰ قادیانی تھے جن کی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزدی میں انگریزوں سے وفاداری کا ذکر کرتے ہوئے مرزا قادیانی فخریہ تحریر کرتے ہیں کہ: ’’میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار خیر خواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی...... ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔‘‘ (کتاب البریہ ص۴، خزائن ج۱۳ ص۴)

دوسرے مرزا قادیانی کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر تھے جن کی غداری کی بناء پر حضرت سید احمد شہید کے ساتھی مجاہدین اور مولانا اسماعیل احمد شہید ہوئے: ’’پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا۔ جب تموں کے گزر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔ پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں۔‘‘

(کتاب البریہ ص۶، خزائن ج۱۳ ص۶)

جہاد کی ان تحریکوں کے حل کے لئے بالآخر ۱۸۶۸ء انگریز حکمرانوں نے لندن سے ایک کمیشن بھیجا جس نے ۱۸۷۰ء میں ’’برطانوی سلطنت کی ہندوستان میں آمد‘‘ کے نام سے اپنی رپورٹ میں یہ تجویز پیش کی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی ذہنیت کچھ اس قسم کی ہے کہ جب کسی کو اپنا مذہبی لیڈر تسلیم کر لیتے ہیں تو پھر آنکھ بند کر کے اس کی ہر بات پر آمنا وصدقنا کرتے ہیں۔ اگر ہم ایک ایسا شخص تیار کر لیں جو نبوت کا دعویٰ کر دے تو یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ تلاش وجستجو کے بعد اپنے قدیمی نمک خوار قادیانی خاندان کے چشم وچراغ کو اس مقصد کے لئے چنا گیا۔ مرزا قادیانی نے خود اس امر کا اقرار کیا کہ: ’’اس خود ساختہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے۔‘‘ (کتاب البریہ ص۱۳، خزائن ج۱۳ ص۳۵۰)

’’میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول رہا ہوں کہ تا مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کی دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کا دور کروں۔‘‘ (کتاب البریہ ص۳، خزائن ج۱۳ ص۳۳۹)

’’مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ پچاس ہزار کے قریب

کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دیگر بلاد اسلامیہ...... میں تقسیم کئے...... جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے غلط خیالات چھوڑ دیئے۔‘‘

(ستارہ قیصریہ ص۳، خزائن ج۱۵ ص۱۱۴)

مہدی سوڈانی

اس کے برعکس دوسری طرف سوڈان میں محمد احمد نامی ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا جس کے نتیجے میں بے شمار مسلمان اس کے ساتھ ہو کر انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف ہوگئے۔ مہدی سوڈانی نے انگریزوں کا جینا دوبھر کر دیا۔ کئی بڑے بڑے انگریز فوج جرنیلوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ انگریزی فوج تتر بتر ہوگئی اور بالآخر انگریزوں کو سوڈان چھوڑنا پڑا۔ ایک مہدی کے ہاتھوں انگریزوں کو جو اتنی ہزیمت اٹھانی پڑی تو فوراً ان کو خیال ہوا کہ کہیں ہندوستان میں بھی اس قسم کا کوئی مہدی نہ کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے فوراً اپنے پودے (خود کاشتہ پودے) کو آگے بڑھایا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے لوگوں کے ذہنوں سے امام مہدی کا طلسم توڑنے کے لئے شروع شروع میں تو مہدی سے متعلق احادیث کا ہی انکار کر دیا۔ مگر مرزا قادیانی نے دیکھا کہ مہدی کے معاملہ میں یہ منصوبہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ امام مہدی علیہ السلام سے لوگوں کو جذباتی لگاؤ ہے۔

انہی دنوں رمضان میں چاند گرہن وسورج گرہن بھی ہوگیا۔ بس پھر کیا تھا مرزا قادیانی کی تو چاندی ہوگئی۔ وہی احادیث جن کی صحت سے وہ انکار کر چکے تھے ان کو اپنے مطلب کے مطابق ڈھال کر اپنی مہدویت کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا۔ مگر ساتھ اپنے انگریز آقاؤں کی خوشنودی کا بھی خیال تھا۔ چنانچہ اس بات پر بھی زور تھا کہ میں مہدی ہونے کا مدعی تو ہوں مگر خونی مہدی نہیں ہوں۔ حسب معمول مرزا قادیانی نے دارقطنی کی روایت کو اپنے مطلب پر پورا اتارنے کے لئے اس میں تحریف کی۔

چنانچہ اصل روایت کے الفاظ یہ ہیں: ’’ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں جب سے زمین وآسمان پیدا ہوئے کبھی ان کا ظہور نہیں ہوا۔ وہ دو نشانیاں یہ ہیں کہ رمضان کی پہلی رات کو چاند گہن اور سورج گہن رمضان کے نصف میں ہوگا۔‘‘ (دارقطنی ج۱ ص۱۹۹)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ چاند گرہن ہمیشہ پورے چاند کو اور سورج گرہن چاند کی آخری یا شروع کی تاریخ میں لگتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں اس میں کوئی

شک نہیں۔ رمضان کی پہلی کو چاند گرہن کا ہونا اور اس کے نصف میں سورج گرہن لگنا ابتدائے آفرینش سے آج تک نہیں ہوا۔

مگر حدیث کے الفاظ کے برعکس: ''چاند کو رمضان کی تیرھویں رات اور سورج کو اٹھائیسویں رات کو گہن لگا تھا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۰، خزائن ج۱۱ ص۳۳۴)

مرزا قادیانی نے فوراً اپنی سخن طرازی سے کام لے کر حدیث کے معنوں میں تحریف شروع کر دی۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''ترجمہ (دارقطنی کی حدیث کا) ہمارے مہدی کے لئے دونشان ہیں...... ایک یہ ہے کہ مہدی معہود کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں چاند کا گرہن اس کی اوّل رات میں ہوگا یعنی تیرھویں تاریخ میں اور سورج کا گرہن اس کے دنوں میں سے بیچ کے دن میں ہوگا۔ یعنی اسی رمضان کے مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو۔''

(حقیقت الوحی ص۱۹۴، خزائن ج۲۲ ص۲۰۲)

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ جب لوگوں نے ان کی اس بددیانتی کو تنقید کا نشانہ بنایا تو اس ''قادیانی مجسمہ اخلاق'' نے ان الفاظ میں گل افشانی فرمائی: ''اے بذات خبیث، دشمن اللہ اور رسول کے تو نے یہ یہودیانہ تحریف اس لئے کی تا کہ یہ عظیم الشان معجزہ پیغمبر خدا ﷺ کا دنیا پر مخفی رہے...... تیرا جھوٹ اے نابکار پکڑا گیا...... احمقوں نے یہ معنی کس لفظ سے سمجھ لیا۔ اے نادانو! آنکھوں کے اندھو! مولویت کو بدنام کرنے والو! خاص کر رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی اور اس کا تمام گروہ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ۔ اے پلید دجال پیشین گوئی تو پوری ہوگئی مگر تعصب نے تجھے اندھا کر دیا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶، خزائن ج۱۱ ص۳۳۰)

سبحان اللہ! کیا پھول جھڑے ہیں مرزا قادیانی کے قلم۔

مرزا قادیانی کا اضطراب

مرزا قادیانی اگرچہ دعویٰ مہدویت تو کر بیٹھے تھے مگر ان کے لئے یہ خیال بڑا سوہان روح تھا کہ حضور ﷺ کی بیان کردہ معیار امام مہدی کی تو ان کو ہوا تک نہیں لگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی تو ان احادیث کا ہی انکار کر دیتے یا پھر کبھی فرماتے: ''میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق من ولد فاطمۃ ومن عترتی وغیرہ ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۶، خزائن ج۲۱ ص۳۵۶)

مگر پھر کھل کر یہ اقرار کرلیا کہ: ’’ہمیں اس بات کا اقرار ہے کہ پہلے بھی کئی مہدی آئے ہوں اور ممکن ہے کہ آئندہ بھی آویں اور ممکن ہے کہ امام محمد کے نام پر بھی کوئی مہدی ظاہر ہو۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص۵۲۰، خزائن ج۳ ص۳۷۹)

اسی سے ملتا جلتا مسیح موعود کے بارے میں مرزا قادیانی کے اقرار کا تذکرہ قارئین کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

’’ممکن ہے کہ مستقبل میں کوئی مسیح آئے۔ ممکن ہے دس ہزار اور مسیح آجائیں اور ان میں سے ایک دمشق میں نازل ہو جائے۔ ممکن ہے اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانے میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۲۰۰، خزائن ج۳ ص۱۹۷)

لیجئے صاحب! مسئلہ ہی حل ہوگیا۔ مرزا قادیانی کے ذہن کے کسی نہ کسی تاریک گوشہ میں یہ حقیقت محفوظ تھی کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ رہیں گے جھوٹے کے جھوٹے/ مدعی کے مدعی۔

مدعی مسیحیت، مدعی مہدویت، مدعی نبوت

تضاد بیانی...... قادیانی فتویٰ

’’جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۱۱، خزائن ج۲۱ ص۲۷۵)

’’کسی سچے اور عقلمند اور صاف دل انسان کی کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا۔ ہاں! اگر کوئی پاگل اور مجنوں یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو۔ اس کا کلام بے شک متناقض ہو جاتا ہے۔‘‘ (ست بچن ص۳۱، خزائن ج۱۰ ص۱۴۲)

’’کوئی دانشمند اور قائم الحواس آدمی ایسے دو متضاد اعتقاد ہرگز نہیں رکھ سکتا۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۲۴۰، خزائن ج۳ ص۲۲۰)

قادیانی امت کے لئے لمحہ فکریہ

ان تمام حقائق کے باوجود قادیانی امت بڑے شدومد کے ساتھ مرزا قادیانی کو امام مہدی تسلیم کرتی ہے اور اس کے لئے سب سے بڑی دلیل رمضان میں چاند اور سورج گرہن کا

اجتماع ہے جوکہ مرزا قادیانی کے بقول: ’’یہ نشان کسی دوسرے مدعی کو نہیں دیا گیا۔ خواہ صادق ہو یا کاذب صرف مہدی موعود کو دیا گیا ہے۔ اگر یہ ظالم مولوی اس قسم کا خسوف اور کسوف کسی اور مدعی کے زمانے میں پیش کر سکتے ہیں تو پیش کریں اس سے بے شک میں جھوٹا ہو جاؤں گا۔ ورنہ میری عداوت کے لئے اس قدر عظیم الشان معجزہ سے انکار نہ کریں۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۳۹، خزائن ج۱۱ ص۳۳۲)

چلئے فرض کر لیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا تحریف شدہ ترجمہ صحیح ہے۔ اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ رمضان میں خسوف وکسوف کا اجتماع کسی اور مدعی کے زمانے میں بھی ہوا ہے۔ خواہ وہ کاذب ہی کیوں نہ ہو، تو مرزا قادیانی اپنے بیان کے مطابق جھوٹے ثابت ہو جائیں گے۔ آیئے! دیکھتے ہیں کہ اس بارے میں تحقیق کیا کہتی ہے؟

رمضان میں خسوف وکسوف ...... ایک سائنسی تحقیق

از: ڈاکٹر ڈیوڈ مکنائن

ڈاکٹر ڈیوڈ مکنائن شمالی افریقہ سے تعلق رکھنے والے ایک مشہور ومعروف عیسائی منجم (......) ہیں جو کہ حکومت دبئ کے موسمیات کے شعبے سے منسلک ہیں۔ رمضان میں خسوف وکسوف کے اجتماع کے موضوع پر انہوں نے ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے۔ ان کی تحقیقات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

چاند گرہن: یہ اس وقت ہوتا ہے جب زمین چاند اور سورج کے بیچ میں حائل ہو جاتی ہے۔ چاند کو گرہن صرف پورے چاند پر ہی لگ سکتا ہے۔

سورج گرہن: سورج کو گرہن اس وقت لگتا ہے چاند زمین اور سورج کے درمیان آجائے اور یہ صرف اور صرف نئے چاند پر ہی ہو سکتا ہے۔ ان دونوں قسم کے گہنوں کے لئے ضروری ہے تینوں اجسام ایک ہی سیدھ میں ہوں۔ چاند کا زمین کے گرد اپنا مدار ہے۔ اسی طرح زمین کا سورج کے گرد اپنا ایک الگ مدار ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ ہر قمری ماہ کی پہلی اور ۱۵ کو تینوں اس طرح ایک لائن میں ہوں۔ سورج اور چاند گرہن ہوئے۔ البتہ سال میں کم از کم دو...... گرہن کے موسم ہوتے ہیں۔ جن میں یہ تینوں اجسام فلکی ایک لائن میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ سورج اور چاند گرہن تقریباً ساڑھے پانچ ماہ بعد لگ سکتا ہے۔

ڈاکٹر مکنائن سے سوال کیا گیا کہ پچھلے ۱۴۰۰ سالوں میں رمضان میں چاند اور سورج گرہن کا اجتماع کتنی مرتبہ ہوا ہے؟

ڈاکٹر ڈیوڈ مکنائن فرماتے ہیں: ’’اسٹرانامی کی مختلف کتب اور کمپیوٹر کے پروگراموں کی مدد سے میں نے جو تحقیق کی تو پتہ چلا کسی بھی خاص قمری مہینے میں سورج اور چاند گرہن ہر بائیس سال کے بعد گھوم کر انہی تاریخوں میں واقع ہوتا ہے۔ چنانچہ جب میں نے دنیا کے مختلف حصوں میں ہونے والے سورج اور چاند کے جزوی اور کامل گرہنوں کے رمضان میں اجتماع کے بارے میں تحقیق کی تو پتہ چلا کہ ہر بائیس سال کے بعد باقاعدگی سے کم ازکم ایک بار اور کبھی کبھی دوبار سورج اور چاند کے گرہنوں کا رمضان میں اجتماع ہوتا چلا آیا ہے۔ البتہ رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن اور درمیانی تاریخ کو سورج گرہن کا ہونا جیسا کہ آپ نے دارقطنی نامی کتاب کے حوالے سے تذکرہ کیا ہے، یہ سائنسی نقطہ نگاہ سے ناممکنات میں سے ہے۔ کائنات کی تخلیق سے لے کر آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا۔‘‘

لیجئے صاحب! مرزا قادیانی اپنے ایک دعوے میں تو جھوٹے ثابت ہوگئے گویا کہ مہدویت کی آدھی عمارت تو گرگئی۔

ماضی کے چند مدعیان نبوت، مہدویت، مسیحیت

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ کیا ایسا اجتماع جیسا کہ مرزا قادیانی کے دور میں ہوا، کسی اور مدعی نبوت، مہدویت، محدثیت کے دور میں بھی ہوا ہے؟

جب یہ ثابت ہوگیا اور جیسا کہ اسٹرانامی کی بے شمار کتب شاہد ہیں کہ رمضان میں خسوف وکسوف کا اجتماع ۱ ہجری سے ہر ۲۲ سال بعد پابندی سے ہوتا آیا ہے۔ ان ۱۴۰۰ سالوں میں لاتعداد مدعیان نبوت ومہدویت ومسیحیت گزرے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند حوالے پیش خدمت ہیں۔ مرزا قادیانی کی ہی کی حیات مندرجہ ذیل مدعیان مسیحیت ومہدویت موجود تھے۔

۱...... امریکہ میں الیگزینڈر ڈوئی۔

۲...... سوڈان میں مہدی سوڈانی۔

۳...... ایران میں مرزا علی باب نے ۱۲۶۰ھ میں مہدی کا دعویٰ کیا۔ اس کے دور میں ۱۸۵۱ء میں اجتماع خسوف وکسوف ہوا۔

۴...... مرزا علی باب کے جانشین صبح ازل اور

۵...... بہاء اللہ (۱۲۵۰، ۱۲۷۰) دونوں مہدویت کے دعویدار ہوئے۔

۶...... صالح بن طریف برغواطی نے ۱۲۵ھ میں مہدی موعود اور نبوت کا دعویٰ کیا اور ۴۷ سال تک دعوائے نبوت کے ساتھ اپنی قوم کا حاکم رہ کر ۱۷۴ھ میں تخت و تاج اپنے بیٹے کو سونپ گیا۔ اس کے دور میں بھی رمضان میں خسوف و کسوف کا اجتماع ہوا۔

(الاستقصاء لاخباء دول المغرب الاقصیٰ مطبوعہ جلد اوّل ص۵۱، منقول آئمہ تلبیس ج۱ ص۱۹۲)

۷...... ابو منصور عیسیٰ نے ۳۴۱ھ میں دعویٰ مہدویت و نبوت کیا اور ۳۶۹ھ (اگلے ۲۸ سال) تک اپنی قوم پر حکمرانی کرتا رہا۔ اس کے زمانے میں بھی انہی تاریخوں میں گہنوں کا اجتماع ہوا۔

۸...... ابو غفیر محمد بن معاذ ۲۶۸ھ میں دعویٰ کیا اور ۲۹۷ھ (۲۹ سال) تک اپنی قوم پر حکمرانی کرتا رہا۔ (آئمہ تلبیس ج۱ ص۱۹۴)

صرف چند مثالوں پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ وگرنہ فہرست بہت لمبی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح ان تمام مدعیان مہدویت و نبوت کے زمانے میں رمضان کے مہینے میں خسوف و کسوف کا اجتماع ہوتا رہا۔ مرزا قادیانی کے اپنے فتویٰ کے مطابق وہ جھوٹے ثابت ہوگئے کہ: ’’یہ نشان کسی دوسرے مدعی کو نہیں دیا گیا۔ خواہ صادق ہو یا کاذب...... اگر اس قسم کا خسوف اور کسوف کسی اور مدعی کے زمانے میں پیش کر سکتے ہیں تو کریں اس سے بے شک میں جھوٹا ہو جاؤں گا۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۸، خزائن ج۱۱ ص۳۳۲)

دوسری طرف اگر مرزا قادیانی کے پیروکار اس اجتماع خسوف و کسوف کی بناء پر ان کو سچا تسلیم کرتے ہیں تو دیانتداری کا تقاضا ہے کہ ان کو گزشتہ تمام مدعیان نبوت، مسیحیت، مہدویت کو بھی سچا تسلیم کر لینا چاہئے۔ واضح ہو کہ ان میں وہ بھی ہیں جو اپنے دعوے کے بعد بھی ۲۸ تا ۴۷ سال اپنی قوم پر حکومت بھی کرتے رہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے اس فریب کا بھی پردہ چاک کرتا ہے کہ ان کے سچے ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اپنے دعوے کے بعد وہ ۲۳ سال سے زیادہ زندہ رہے ہیں جو کہ حضور ﷺ کے مدت نبوت سے زیادہ ہے۔

’’اگر ہمارا سلسلہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ نہیں ہے تو کسی قوم کی تاریخ سے ہم کو پتہ دو کہ خدائے تعالیٰ پر کسی نے افتراء کیا ہو اور پھر اسے مہلت دی گئی ہو۔ ہمارے لئے تو یہ معیار صرف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ۲۳ سال تک کا ایک دراز زمانہ ہے۔ اس صادق اور

کامل نبی کے زمانہ سے قریباً ملتا ہوا زمانہ اللہ تعالیٰ نے اب تک ہم کو دیا۔‘‘

(فرمان مرزا از ملفوظات ج۱ ص۳۰۱، مطبوعہ لندن)

اوپر دیئے گئے حقائق نے مرزا قادیانی کے تمام پر فریب دعوؤں کا پردہ چاک کر دیا جس نے پچھلے سو سالوں میں نامعلوم کتنے بھولے بھالے مسلمانوں کو دولت ایمان سے محروم کر دیا ہے اور آج بھی جدید ذرائع ابلاغ سے کام لے کر جماعت احمدیہ آئے دن دنیا کے کسی نہ کسی گوشے میں کسی نہ کسی کا ایمان غارت کر رہے ہیں۔ چنانچہ میری تمام قادیانی امت سے گزارش ہے کہ یا تو وہ ان تمام مدعیان پر ایمان لا کر اپنے مسیح مغضوب کو سچا ثابت کریں یا پھر ایک جھوٹے، زندیق، کافر اور مرتد پر لعنت بھیج کر اپنے آپ کو دامن مصطفیٰ سے وابستہ کر لیں۔

دعا

آخر میں اللہ رب العزت سے میری دعا ہے کہ وہ تمام قادیانیوں کو حق اور باطل میں تمیز کی توفیق عطاء فرمائے اور راہ ہدایت پر لے آئے اور ان تمام قادیانیوں کو جو کسی نہ کسی مجبوری کی وجہ سے قادیانیت کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہمت وتوفیق عطاء فرمائے تاکہ وہ کفر وارتداد سے نکل کر دائرہ اسلام میں داخل ہوسکیں۔ **آمین ثم آمین! بجاہ نبیک الکریم یا رب!**

وما علینا الا البلاغ

خیراندیش

سید عبدالحفیظ شاہ

ابلیس کا نوٹس

اعلیٰ حضرت ظل شیطانی مرزا طاہر قادیانی

بعد بہت سارے لاحول ولا قوۃ پھٹکار اور خدا کی مار کے، اس عاجز بندہ ناچیز حقیر فقیر کے ذریعے بصد حسرت ویاس تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ میری اجازت اور حکم کی سرتابی کرتے ہوئے تم نے عوام الناس جو کہ میرا عزیز سرمایہ ہے۔ مشن کی خدمت یعنی جہنمی بنانے میں اس قدر کوتاہی اور غفلت برتنا شروع کر دی ہے کہ ملاقات پر پابندیاں، انکوائریاں اور تلاشیاں لینے کے بعد ہی کوئی پہنچ سکتا ہے جو میرے مشن کی سراسر خلاف ورزی ہے۔ میرے تم پر اور تمہارے خاندان

پر وہ احسانات ہیں کہ جب ہم سب دوزخ میں اکٹھے ہوں گے تو تم پر میرے گرانقدر انعامات آشکار ہوں گے۔ میں چاہتا تھا کہ جس طرح تمہارے دادا نے میرے مشن کی تائید وتبلیغ میں سر دھڑ کی بازی لگادی۔ کھلے میدانوں اور صحراؤں میں میرا نام بلند کیا اور پھر آخرکار میری ہی آغوش میں پناہ گزیں ہیں۔ وہ عوام الناس میں گھس کر چوکھی ساری زندگی لڑتا رہا اور تم جو ہوسات پردوں میں پردہ نشین۔ شراب وکباب، غنا اور حسن پرستی میں مشغول، دین شیطانی کی خدمت سے انحراف کئے بیٹھے ہو تم یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ دولت وثروت، جاہ وحشم سب میری طرف سے تمہارے باپ دادا کی کارکردگی کے صلہ میں بطور پنشن مل رہے ہیں۔ اب یہ سلسلہ ختم کرنے والا ہوں۔ بطور تاکید وتنبیہ ایک خبیث کے ہاتھ سے لکھوا رہا ہوں تاکہ تم سدھر جاؤ۔ ورنہ اس تحریر کو اس سال کا نوٹس سمجھو۔ لوگوں سے ملو، شیطانی کام کو بڑھاؤ تاکہ تمہاری مراعات میں اور زندگی بڑھانے میں مدد کروں۔ ورنہ یقین جانو تمہارا وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ چونکہ میرے مشن میں تمہارے طرزعمل (عوام سے دوری اور ان کے سامنے پرہیزگاری کا لبادہ) سے رکاوٹ پڑ رہی ہے۔ اس لئے تمہیں وارننگ دیتا ہوں کہ مجھ سے کسی قسم کی توقع نہ رکھنا۔ پھر کہتا ہوں کہ چپکے چپکے میری پیروی کی بجائے کھلے عام میرے مشن کی تبلیغ کرو۔ اگر تم نے میری اس تحریر پر توجہ اور دل جمعی سے عمل نہ کیا تو نشانی کے طور پر پہلے میں تمہیں لقوہ کا شکار بناؤں گا۔ بعد تمہارے اعصاب ناکارہ ہو جائیں گے اور اس میں کچھ دیر نہیں لگے گی۔

یہ تحریر بطور سند پاس رکھنا تاکہ میری حکم عدولی کی سزا سے تمہارے بعد آنے والے میری خلیفہ خامس باخبر رہ کر احتیاط سے کام لیں۔ فقط!

بتاریخ ۱۰؍فروری ۱۹۹۲ء ابلیس، بقلم ایک خبیث

مرزا طاہر احمد امیر جماعت احمدیہ کے نام ایک کھلا خط

۱۵؍ستمبر ۱۹۹۴ء

بخدمت جناب مرزا طاہر احمد قادیانی صاحب

امیر جماعت احمدیہ، لندن

حالیہ جلسہ سالانہ کے دوسرے دن کی تقریباً میں اپنی تقریر میں آپ نے اس ناچیز کو مندرجہ ذیل انداز میں یاد فرمایا: ’’ایک بدبخت ایک (Sheikhdom) کے علاقے سے مختلف دنیا کے علاقوں میں احمدیوں کی مسلسل دل آزاری کر رہا تھا۔ حضرت مسیح موعود کے خلاف نہایت

ہی حیثیا نہ اشتہار ایک رسالہ بنا کر چھوٹا سا جس کا نام اس نے الفتویٰ رکھا ہوا ہے۔ وہ احمدیوں کو دل آزاری کے لئے پہنچاتا تھا۔ کبھی فون کر کے آدھی رات کو جگا کر مسیح موعود کے خلاف گستاخیاں کرتا تھا۔ اس کو میں نے نعیم عثمان صاحب کے سپرد کیا کہ وہ اس سے نمٹیں اور وہ اللہ کے فضل سے دفاعی حملوں کے لئے بہت استعدادیں رکھتے ہیں۔ ان کو میں نے عموماً سمجھا دیا اور انہوں نے وہ کتاب اب شائع کر دی ہے۔ اس وقت تیار ہے ہمارے پاس۔ جس طرح اس نے حضرت مسیح موعود کے تصویر بنائی تھی۔ اس منحوس، اس منحوس کی تصویر تم ہم نے نہیں بنائی۔ مگر شیطان کا جو تصور یہاں یورپ میں پایا جاتا ہے،۔ اس کی تصویر بنائی ہوئی ہے۔ کیونکہ ایک موقع پر احمدیوں کو لکھنا شروع کیا تھا کہ ابلیس نازل ہوا ہے۔ مجھ پر اور اس نے ایک سال کے اندر اندر مرزا طاہر احمد کے ہلاکت کی خبر دی ہے،۔ کہا ہے کہ میں ہی اترا کرتا تھا۔ اس پر اور میں ہی بتا رہا ہوں کہ وہ ایک سال کے اندر ہلاک ہو جائے گا۔ تو جس شخص پر ابلیس نازل ہوتا ہو وہ اسلام کی خدمت کیسے کر رہا ہے۔ وہ بھی جھوٹا اس کا ابلیس بھی جھوٹا نکلا۔ یہ تین چار سال پہلے کی بات ہے۔ اس نے ٹو.ان.ون لکھی تھی۔ یہ تھری.ان.ون کے نام سے ہمارے نعیم عثمان صاحب نے جوابی کتاب لکھی ہے۔''

جناب مرزا طاہر صاحب! آپ کی اس ذرہ نوازی کا میں تہہ دل سے مشکور ہوں۔

اخلاقی طور پر آپ پر واجب ہے کہ اس کتاب تھری.ان.ون کا ایک نسخہ مجھے بھی روانہ کریں۔ بعینہٖ جس طرح ہم آپ کو اپنی تمام کتب ورسائل روانہ کرتے رہتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ اس اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کریں گے۔ یا پھر شاید آپ خائف ہوں گے کہ کہیں ہم اس کتاب کا رد لکھ کر شائع نہ کر دیں۔ ویسے اطلاعاً عرض ہے کہ جس طرح آپ چوتھے خلیفہ ہیں۔ اس طرح فور.ان.ون کی تالیف شروع ہو چکی ہے۔ جونہی طبع ہوگی اس کا ایک نسخہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔

چند باتیں آپ کی اس تقریر کے حوالے سے عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

خبیث، منحوس، بد بخت جیسے الفاظ نے آپ کے دادا کی یاد تازہ کر دی۔ جیسا دادا ویسا پوتا۔ ویسے آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کے دادا کی سب سے زیادہ پسندیدہ گالی کنجری کا بیٹا تھی۔ مجمع عام میں اس طرح کے الفاظ کا استعمال کرنا آپ جیسے پڑھے لکھے کو زیب نہیں دیتا۔ مگر غالباً آپ مجبور ہیں کیونکہ یہ موروثی مرض ہے۔

اپنی تقریر میں آپ نے جس منحوس کارٹون کا ذکر کیا ہے وہ آپ کے دادا (مرزا غلام

احمد قادیانی) کا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا آپ سے یہ بے ادبی کیسے سرزد ہوگئی۔ کسی نے صحیح کہا کہ غصے میں عقل خبط ہو جاتی ہے۔ براہ کرم غصے سے پرہیز کریں۔ کیونکہ یہ آپ کے بلڈ پریشر کے لئے نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ اگر یہ منحوس کا لفظ میری طرف منسوب ہے تو مرحبا! میں یقیناً آپ کے باپ دادا، آپ کی جماعت اور آپ کے حق میں بے حد منحوس ثابت ہو رہا ہوں۔ اگر یہ نحوست کارٹون بنانے کے عمل کے بارے میں ہے تو پھر آپ نے تھری.ان.ون پر شیطان کا کارٹون کیوں بنوایا؟

اب آیئے ابلیس والی بات کی طرف

جناب مرزا طاہر صاحب! مجھے آپ سے اس قدر جاہلانہ استدلال کی توقع نہ تھی۔ غالباً یہ تجاہل خلیفانہ ہے۔ ارے صاحب! ابلیس تو ہر انسان کے پاس آتا ہے اور دل میں خیالات ڈالتا ہے۔ شاید آپ بھول گئے۔ حج کے موقع پر جو جمرات کو کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ اس واقعہ کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے ہے۔ جب شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکایا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ابلیس کے فریب سے محفوظ رکھا۔ پتہ چلا کہ ابلیس تو انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس بھی آتا تھا۔ مگر حج کے بارے میں آپ کیا جانیں۔ آپ تو اس ظلی وبروزی حج کے قائل ہیں جو قادیان میں ہوتا ہے،۔ اصل سے آپ کو کیا واسطہ۔ مگر آپ کے قادیان میں جہاں ظلی وبروزی نبی پیدا ہوسکتا ہے۔ ظلی وبروزی حج ہوسکتا ہے۔ آخر وہاں ظلی وبروزی شیطان کیوں نہیں ہوسکتا؟ خیر جانے دیں۔ اس شیطان والی بات پر تو مرزا غلام احمد قادیانی بھی شاہد ہیں۔ شاید آپ کی نظر سے اپنے دادا کی وہ تحریر نہیں گزری جس میں الہام شیطانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ آخر آپ کے دادا کے پاس بھی تو ٹیچی ٹیچی، ایل اور پتہ نہیں کس کس نام سے ابلیس آتا تھا۔ اب یہ تو میری دیانت، شرافت اور سچائی ہے کہ میں نے صاف صاف لکھ دیا کہ ابلیس نے کہا ہے۔ لیکن ہر آدمی اتنا شریف نہیں ہوتا۔ بہت سے تو بزرگی کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں اور شیطان کے دھوکے میں آکر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ودعا سلام کے دعویدار بن جاتے ہیں۔

بہرحال ابلیس کا تو کام ہی جھوٹ بولنا ہے۔ میرے ذریعے سے جو ابلیس نے آپ کو نوٹس دیا تھا اس میں صاف لکھا ہے کہ اگر آپ یعنی مرزا طاہر احمد نے سچے دل سے ابلیس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش نہ کی اور ابلیسی مذہب کی تبلیغ نہ کی تو فلاں تاریخ تک موت کا شکار ہو جائیں گے۔ اب الحمدللہ! اگر آپ اس موت کا شکار نہیں ہوئے تو آپ فرماتے ہیں کہ ابلیس جھوٹا نکلا۔

جناب مرزا طاہر آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ابلیس کا تو کام ہی جھوٹ بولنا ہے۔ اس کے جھوٹ بولنے اور اس کی ایک پیشین گوئی کے پوری نہ ہونے پر آپ اس قدر بغلیں بجا رہے ہیں۔ لیکن آپ کے دادا کی جو اتنی پیشین گوئیاں جھوٹی نکلیں ان پر آپ نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔ شیطان کے جھوٹ بولنے پر تو اعتراض ہے مگر اپنے جھوٹے نبی اور نام نہاد مسیح موعود کے سفید درسفید جھوٹ بولنے پر کوئی اعتراض نہیں۔ بلکہ ان کی جھوٹی پیشین گوئیوں کو طرح طرح کی تاویلات و استعارات سے توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ابلیس کا جواب

اب آپ ابلیس کا جواب بھی سن لیجئے۔

میں نے اس سے پوچھا کہ یہ پیشین گوئی (مرزا طاہر احمد کی موت والی) کیسے جھوٹی نکلی؟

ابلیس کہنے لگا: ''پیشین گوئی حرف بحرف سچی ثابت ہوئی ہے۔ یہ پیشین گوئی مشروط تھی۔ اگر مرزا طاہر احمد میرے نقش قدم پر نہ چلا اور میرے دین کی تبلیغ نہ کی تو موت کا شکار ہوگا۔ چنانچہ تنبیہ کے طور پر پہلے اس کی بیوی کی موت آ گئی۔ جس کی وجہ سے مرزا طاہر احمد خائف ہوگیا اور اس نے رجوع کرلیا۔ اس وجہ سے اس کی موت کو فی الحال ٹال دیا گیا ہے۔ اگر وہ میرے راستے سے ہٹا تو پھر اس کی شامت ہے۔''

دیکھا آپ نے مرزا طاہر! یہ فرماتا ہے شیطان آپ کے بارے میں۔

امید ہے کہ میرا پچھلا خط بمع مباہلہ کے چیلنج مل گیا ہوگا۔ جواب کا شدت سے انتظار ہے۔ براہ مہربانی مباہلہ سے فرار ہونے کی کوشش نہ کیجئے گا۔ فقط!

والسلام

ڈاکٹر سید راشد علی شاہ

نوٹ: ابھی ابھی پتہ چلا کہ سویڈن میں آپ کی کتاب (تھری.ان.ون) تقریباً ۲۵۰ روپے میں فروخت ہورہی ہے۔ گویا ہمارا کہنا صحیح ہے کہ آپ کی جماعت دراصل ایک مذہبی تجارتی ادارہ یعنی (Religious Trading Corporation) ہے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

سانحہ

چک سکندر نمبر ۳۰ ضلع گجرات

جناب چوہدری خلیل احمد قادری صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سانحہ چک سکندر نمبر۳۰ کے حالات کس نے بگاڑے

مرزا طاہر احمد قادیانی نے پاکستان سے بھاگ کر لندن میں پناہ لی اور وہاں بیٹھ کر ایک کتابچہ مباہلہ کا چیلنج کے نام سے شائع کیا۔ جس میں تمام دنیا کے مسلمانوں کو مکفرین اور مکذبین لکھ کر دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی۔ حالانکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے تین دعویٰ ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان تحریروں سے مرزا غلام احمد قادیانی خود کافر ہے۔ کیونکہ ان کے تینوں دعوؤں کی تردید ان ہی کی کتابوں سے ثابت ہے۔ مگر مرزا طاہر احمد قادیانی کو کیا یہ علم نہ تھا کہ آج کل کا گیا گزرا مسلمان بھی اتنا بے غیرت نہیں ہے جتنے مرزائی ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ مسلمانوں کے روحانی باپ ہیں۔ وہ کسی اور کو اپنا باپ نہیں بنا سکتے۔ یہ صرف قادیانیوں کا ہی حصہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی جس کا کردار اس کی اپنی کتابوں میں سے ملتا ہے، ایسے شخص کو اپنا باپ مانتے ہیں۔

اس کردار کو چھپانے کے لئے مباہلہ کا ڈھونگ رچایا مگر اس میں قادیانی کامیاب نہ ہو سکے۔ اس مباہلہ کے چیلنج کا راقم الحروف چوہدری محمد خلیل قادری نے ’’چیلنج کا منہ توڑ جواب‘‘ کے نام سے بنام مرزا طاہر احمد قادیانی لندن کے پتہ پر رجسٹری کرا کے بھیجا۔ جس کا جواب اس کے سیکرٹری نے لندن سے دیا کہ ٹھیک ہے ہم نے آپ کو فریق ثانی مان لیا ہے۔ پھر اس کا جواب بندہ نے لندن میں بھیجا کہ تم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تیسرا پارہ رکوع نمبر۱۴ آیت نمبر۶۱ پر عمل کرتے ہوئے بندہ چوہدری محمد خلیل راشدی سے مباہلہ کی تاریخ جگہ اور وقت مقرر کر کے لکھو، بندہ وہاں پر تم سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ مگر جواب تک نہیں دیا۔

بندہ تمہارے جواب کا انتظار کر رہا ہے۔ اگر تم نے جواب نہ دیا تو سمجھ لیا جائے گا تم مباہلہ کے چیلنج سے بھاگ گئے ہو اور تم قیامت تک مباہلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مباہلہ کا حشر آپ نے دیکھ لیا ہوا ہے۔ وہی حشر تمہارا ہوگا جو کہ اپریل ۱۹۰۷ء میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری سے کر کے دیکھ لیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء میں ہیضہ کی وبائی مرض سے مر گیا۔ اب اس کے پوتے بھی ایسا مباہلہ نہیں کر سکتے۔ آج تقریباً تین سال ہو گئے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مباہلہ کرنے کے لئے آج تک تیار نہیں ہو سکے اور نہ ہی مباہلہ کر سکتے ہیں۔

مرزا طاہر احمد قادیانی کے ماننے والوں نے ۱۳؍جولائی ۱۹۸۸ء کو چک سکندر نمبر۳۰ میں مباہلہ نامی پمفلٹ گھر گھر تقسیم کر کے مسلمانوں کو اشتعال دلایا۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی طرف سے جوابی کارروائی ہوئی۔

مرزائیوں نے اپنے نمائندہ ربوہ (چناب نگر) کی طرف سے یہ بھی اعلان کرادیا جو کہ جنگ اخبار کی ۱۴؍ستمبر ۱۹۸۸ء کی اشاعت میں ص ۷ کالم ۴ میں شائع ہوا کہ وقت جگہ اور تاریخ کا تعین کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ پھر اتنی بڑی رقم کا خرچ کرنا کیسا تھا؟ دھوکا نہیں تھا تو اور کیا تھا۔ یہ بیان میدان مباہلہ سے بھاگنے کی کوشش ہے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری کے مصداق ہے۔ جب پمفلٹ چک سکندر نمبر۳۰ میں تقسیم ہوا تو مسلمانوں کو خیال گزرا کہ اس کا جواب دینا ہمارے لئے ضروری تھا۔

تو چک سکندر نمبر۳۰ کے مسلمانوں نے مولانا محمد امیر صاحب کی قیادت میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع گجرات کے امیر حضرت مولانا قاری محمد اختر صاحب آف پنجن کسانہ تحصیل کھاریاں سے رابطہ قائم کیا۔ جس پر جماعت نے چوہدری محمد خلیل قادری ناظم اعلیٰ مجلس کے ذمہ یہ فرض تفویض کیا کہ چک سکندر نمبر۳۰ جا کر حالات کا جائزہ لیں۔ اگر کسی قسم کی قادیانیوں سے بات یا جوابی کارروائی کرنے کی ضرورت محسوس کریں تو ضرور کریں۔ لہٰذا اس سلسلہ میں دو دفعہ قادیانیوں سے بات چیت دھوریہ میں بیٹھ کر ہوئی۔ تھوڑے دنوں کے بعد پھر قادیانیوں نے تخریبی کام شروع کر دیا۔ جس سے مسلمان تنگ ہوگئے۔

اس پر ڈی.سی گجرات کو درخواست دی۔ انہوں نے اے.سی کھاریاں کی طرف ارسال کی جس کے نتیجہ میں دو مسجدیں جو مسلمانوں کی تھیں۔ (جن پر قبضہ قادیانیوں نے کیا ہوا تھا) واپس مسلمانوں کو مل گئیں۔ ایک کا نام الفتح مسجد اور دوسری کا نام الفلاح ہے۔ تقریباً تین ماہ بعد پھر قادیانیوں نے تخریبی کارروائی شروع کر دی۔ مثلاً مسجدوں کے ساتھ کچھ جگہ کھلی پڑی ہوئی تھی۔ اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ کہنے لگے کہ یہ ہماری جگہیں ہیں۔ اس پر پھر اے.سی صاحب سے فیصلہ کے لئے رجوع کیا گیا۔ ان جگہوں سے بھی مرزائیوں کو سختی سے منع کیا گیا۔ اس پر کچھ دیر خاموشی رہی۔ اس میں ہمارے ساتھ چک سکندر نمبر۳۰ کے حضرت مولانا محمد امیر صاحب اور ان کے ساتھی تعاون کرتے رہے ہیں۔

۲۰؍مئی ۱۹۸۹ء کو مرزائیوں کے مربی حمید احمد اور اس کے ساتھ مقامی آدمی تھا، مسلمان

بھائیوں کو راستہ میں روک کر ناجائز اسلحہ سے قاتلانہ حملہ کر دیا۔ مگر مسلمان مجاہدین نے گولی چلنے سے پہلے ہی جھپٹ کر مرزائیوں سے اسلحہ چھین لیا۔ ان دونوں کو بہت مارا پیٹا۔ جس پر مسلمانوں کے خلاف دفعہ ۳۲۵ کے تحت مقدمہ درج ہوگیا۔

اس پر میاں محمد امیر صاحب آف چک سکندر نمبر۱۳۰ احتجاج کے لئے اے.سی کھاریاں کے پاس گئے۔ جس پر اے.سی صاحب کھاریاں نے مرزا اکرم الٰہی صاحب مجسٹریٹ کو تفتیش کے لئے مقرر کیا۔ جس پر مجسٹریٹ صاحب نے یقین دہانی کرائی کہ مرزائیوں کے خلاف بھی زیر دفعہ ۳۰۷ مقدمہ درج کیا جائے گا۔ لہٰذا مقدمہ ۳۰۷ ان کے خلاف بھی درج ہوا۔ اس کے بعد مرزا اکرم الٰہی صاحب نے مولانا محمد امیر صاحب کے ساتھیوں اور مرزائیوں کے مابین صلح کرادی۔ مسلمانوں کی طرف سے شرائط پیش کی گئیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

شرائط صلح

قادیانی مبلغ (مربی) کو گاؤں سے نکال دو اور کوئی مربی آئندہ گاؤں میں نہ آئے۔

مرزائیوں نے یہ شرط ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر مسلمانوں کی طرف سے احتجاج جاری رہا اور ایس.ایچ.او کھاریاں راجہ ریاض احمد صاحب اور ڈی.ایس.پی راجہ محمد فاروق صاحب اور اے.سی کھاریاں قاضی جاوید احمد صاحب نے ان کو بلا کر کہا کہ قادیانی مربی کو یہاں سے فوراً نکال دیا جائے اور آئندہ باہر سے کوئی مربی نہیں آسکتا۔ جس پر عمل کرتے ہوئے قادیانیوں نے اپنے مربی حمید احمد کو نکال دیا۔ اس پر گاؤں میں دونوں طرف سے گولیوں کا تبادلہ بھی ہوتا رہا۔ مگر نہ ہی کوئی زخمی ہوا اور نہ ہی کوئی جانی نقصان ہوا۔ اس پر مجبور ہو کر گاؤں کے نزدیک دھوریہ پنچائیت مرزائیوں نے بلائی۔ پنچائیت کے سامنے مسلمانوں کی طرف سے مندرجہ ذیل شرائط صلح پیش کی گئیں۔

۱...... کلمہ شریف کا بیج کندھے پر کسی دیوار یا دروازے پر نہ لگایا جائے جو قادیانیوں نے لگائے ہوئے ہیں۔ ان کو اتار دیا جائے۔

۲...... مسلمانوں کی کسی مسجد یا ادارہ میں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع ہوگا۔

۳...... مرزائیوں کی عبادت گاہ کی شکل مسجد جیسی تعمیر نہ کی جائے گی اور عبادت گاہ میں بنائے گئے مینار محراب و منبر و گنبد کا گرادینا اور آئندہ تعمیر نہ کرنا۔

۴...... مرزائیوں کی عبادت گاہ میں کبھی بھی اذان سپیکر پر یا بغیر سپیکر کسی صورت میں بھی نہ دینا ہوگی اور کسی بھی قسم کی تبلیغ آواز بلند نہ ہوگی۔

۵...... قادیانیوں کو کسی قسم کا لٹریچر تقسیم نہ کرنا ہوگا۔

۶...... مسلمانوں کی کسی جائیداد میں جو کہ مقبوضہ اہل اسلام ہے کسی طور پر بھی دخل اندازی نہ کرنا ہوگی۔

۷...... گاؤں کے موجودہ قبرستان میں آئندہ کوئی قادیانی مردہ دفن نہ کرنا اور اس کو اہل اسلام کی ملکیت مانتے ہوئے کسی قسم کا دخل نہ کرنا۔

۸...... دونوں طرف سے فوجداری و دیوانی مقدمات کا واپس لے لینا جو کہ تقریباً دونوں طرف سے تین تین مقدمات تھے۔

۹...... قادیانی جماعت کا امتناع قادیانیت آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ء پر مکمل عمل کرنا ہوگا۔ اس کے بعد کسی شرارت کی پہل نہ کرنا ہوگی۔

۱۰...... قادیانی جماعت کے لوگ اگر اپنے آپ کو اقلیت سمجھیں تو بطور اقلیت پر امن زندگی گزار سکتے ہیں اور ہم مذہب اسلام کے اصول کے مطابق ان کی ہر قسم کی حفاظت کریں گے۔

۱۱...... مسلمانوں کو سنت اور شریعت کے مطابق تبلیغ کا حق حاصل ہوگا۔ اس پر قادیانیوں نے رضامندی کا اظہار کیا اور معاہدہ اے۔سی صاحب کھاریاں قاضی جاوید احمد لودھی کے روبرو پیش کیا جس پر دستخط ہونے باقی تھے۔

یہ تھی مختصر اور مکمل روئیداد جو کہ ابھی سلسلہ جاری تھا کہ اس دوران ۲۶ آدمیوں کا چالیس روز کے اندر مرزائیت سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل مقامی مسلمانوں کی کامیابی کا بین ثبوت ہے جس کی مثال پورے ملک میں نہیں ملتی۔ اس تحریک میں شامل مجاہدین ختم نبوت کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ جن کی رہنمائی مرزائیت سے آج سے پندرہ سال پہلے تائب ہونے والے ایک مجاہد ختم نبوت اور سرپرست اعلیٰ میاں محمد امیر صاحب چک سکندر نمبر ۳۰ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات خطیب جامع مسجد الفتح نے کی۔

مجاہدین ختم نبوت کے نام: (۱)محمد زمان صاحب۔ (۲)محمد عارف مہر صاحب۔ (۳)چوہدری حاکم علی نمبردار۔ (۴)جناب نادر خاں صاحب۔ (۵)جناب فتح علی صاحب۔ (۶)جناب مولوی نشاط احمد صاحب۔ (۷)جناب طارق محمود صاحب۔ (۸)جناب شیر محمد صاحب۔ (۹)جناب نثار احمد صاحب۔ (۱۰)جناب محمد اصغر صاحب۔ (۱۱)جناب محمد وارث صاحب۔ (۱۲)جناب ضیاء اللہ صاحب۔ (۱۳)جناب محمد اشرف صاحب۔ (۱۴)جناب غلام سرور صاحب آف بھیرا۔ (۱۵)صوبیدار احمد خاں صاحب آف دھوریہ۔ (۱۶)واجد علی صاحب زرگر آف دھوریہ۔ (۱۷)جناب رحم داد صاحب۔ (۱۸)صوبیدار عبدالغفور صاحب۔ (۱۹)صوفی محمد شریف صاحب۔ (۲۰)بشارت احمد صاحب۔ (۲۱)حاجی محمد امین صاحب۔ (۲۲)صوفی محمد امین صاحب گولڑوی۔ (۲۳)جناب رحم داد صاحب آف دھوریہ۔ (۲۴)جناب قاری محمد اعظم صاحب آف بانسریاں۔ (۲۵)جناب مولانا غلام ربانی صاحب چشتی۔ (۲۶)جناب راجہ محمد اعظم شاکر صاحب آف گجرا۔ (۲۷)جناب حافظ کرم الٰہی صاحب آف کھاریاں۔ (۲۸)صوفی بشارت احمد صاحب آف کھاریاں۔ (۲۹)جناب عدالت خاں صاحب شوق آف دھنی۔ (۳۰)جناب صوفی عبدالمجید صاحب آف منڈھیر۔ (۳۱)جناب صوبیدار فتح محمد آف ڈمیاں۔ (۳۲)جناب محمد خاں صاحب آف طاہر۔ (۳۳)مفتی جلال الدین صاحب آف کھاریاں۔ (۳۴)جناب سرور صاحب آف کھاریاں۔ (۳۵)جناب محمد اعظم صاحب آف پوریا والی۔ (۳۶)جناب قاری شہزاد احمد صاحب آف پنڈی سلطان پور۔ (۳۷)جناب صوفی غلام رسول صاحب آف انم۔ (۳۸)جناب مولانا غلام رسول صاحب آف دھوریہ۔ (۳۹)جناب قاری محمد اختر صاحب آف پنجن کسانہ، امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع گجرات۔ (۴۰)جناب مولانا چوہدری محمد خلیل صاحب آف گجرات۔ (۴۱)مرزا احمد دین صاحب آف کھاریاں۔ (۴۲)صوفی محمد حیات صاحب آف گجرات۔ (۴۳)لالہ محمد عظیم صاحب آف گجرات۔ (۴۴)حضرت مولانا حافظ محمد ثاقب صاحب آف گوجرانوالہ۔ (۴۵)لالہ محمد عظیم صاحب آف گجرات۔ (۴۶)حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب آف ملتان۔ (۴۷)جناب چوہدری غلام نبی صاحب آف گوجرانوالہ۔ (۴۸)جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب آف گوجرانوالہ۔ (۴۹)جناب مولانا صوفی غلام محمد صاحب، خطیب جامع مسجد الفلاح چک سکندر نمبر۳۰۔

راضی نامہ...... مابین اہل اسلام اور قادیانی حضرات ۱۹۸۹ء

اہل اسلام...... فریق اوّل	قادیانی جماعت...... فریق دوم
(۱) محمد امیر صاحب ولد لال خاں قوم گجر ساکن چک سکندر نمبر۳۰	(۱) ماسٹر بہاول بخش ولد جلال خاں
(۲) حاکم علی ولد سردار خاں قوم گجر ساکن چک سکندر نمبر۳۰	(۲) بشیر احمد ولد محمد حیات

شرائط برائے سمجھوتہ بین الفریقین

۱...... یہ کہ اگر قادیانی جماعت کے لوگ امتناع قادیانیت آرڈیننس ۱۹۸۴ء پر مکمل عمل کریں تو ہم انہیں بالکل کچھ نہ کہیں گے اور ہم اپنے تمام مقدمات واپس لے لیں گے۔

۲...... قادیانی جماعت کے لوگ اگر اپنے آپ کو اقلیت سمجھیں اور بطور اقلیت پرامن زندگی گزاریں تو ہماری طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہوگی بلکہ ان کی حفاظت کریں گے۔

اس کے بعد ۱۶؍جولائی ۱۹۸۹ء کو قادیانیوں نے پروگرام بنا کر عیدالاضحیٰ کے دوسرے دن ۱۱بجے سے لے کر ۴بجے تک فائرنگ کی۔ جس سے چوہدری احمد خاں شہید اور محمد اصغر زخمی ہوگئے تو ان کے ساتھی ان کو بغرض طبی امداد ہسپتال کھاریاں لے گئے۔ ان کی غیر موجودگی میں مرزائیوں نے مسلمانوں کے مکانوں کو آگ لگادی۔

جن مسلمانوں کے مکانوں کو مرزائیوں نے آگ لگائی ان کے نام یہ ہیں:

۱...... خادم حسین (مسلمان) آف چک سکندر نمبر۳۰...... ۱۶؍جولائی ۱۹۸۹ء

۲...... صوبیدار عبدالغفور (مسلمان) آف چک سکندر نمبر۳۰...... ۱۶؍جولائی ۱۹۸۹ء

۳...... عدالت خاں (مسلمان) آف چک سکندر نمبر۳۰...... ۱۶؍جولائی ۱۹۸۹ء

مسلمانوں کے مکانوں کو آگ لگنے کے بعد باہر کے دیہاتوں سے آئے ہوئے مسلمانوں نے اشتعال میں آکر مرزائیوں پر حملہ بھی کیا اور قادیانیوں کے مکانوں کو آگ بھی لگائی۔ اس کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کے پاس ذرائع ابلاغ نہیں تھے۔ اس لئے پیچھے رہ گئے۔

اور مرزائی آگے نکل گئے جنہوں نے تمام دنیا میں یہ پروپیگنڈہ کیا کہ مسلمانوں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ حالانکہ پرامن ماحول کو گندہ کرنے کے لئے پہل قادیانیوں نے کی ہے۔ ظلم تو قادیانیوں نے کیا اور نام مسلمانوں کا لگایا گیا۔

مناظر اسلام چوہدری محمد خلیل قادری خادم ختم نبوت

ہیں کفر و باطل کی محفلوں میں چرچے جس کے مناظروں کے
وہ پاک باطن وہ نیک سیرت نشان باطل مٹا رہا ہے

میں اس مجاہد عظیم انسان کو حق کا داعی کہوں نہ کیوں کر
جو حق و باطل کی رزم گاہوں میں جان کی بازی لگا رہا ہے

ہے فخر گجرات کی زمین کو اس کی حق بیانیوں پر
وہی خلیل جو گمراہوں کو راہ ہدایت دکھا رہا ہے

مخالف اس کے ہیں دنیا میں وہ اپنے ہوں یا کہ ہوں پرائے
مگر یہ حق کا عظیم داعی جفا پہ بھی مسکرا رہا ہے

خادم ختم نبوت

زمانہ اپنی ہر کروٹ میں لاکھوں رنگ بدلتا ہے — مگر اس کو بھی حسرت ہے کہ ہو گرگٹ نہیں سکتا
یوں تو مہدی بھی ہو یحییٰ بھی ہو سلمان بھی ہو — تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تم مسلمان بھی ہو

مرزا غلام احمد قادیانی کی امت (لاہوری اور قادیانی) سے اپیل کی جاتی ہے کہ مرزا قادیانی کے ماننے والے ان الہامات اور دعوؤں کی روشنی میں مل کر مشورہ کر کے ایک مشترکہ اعلان کریں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کیا تھے تاکہ ان کا صحیح مقام متعین ہو سکے۔

۱...... <u>’’میں مجدد ہوں‘‘</u>

’’وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۹۴، خزائن ج۲۲ ص۲۰۱)

۲...... <u>’’میں محدث ہوں‘‘</u>

’’اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے۔‘‘ (توضیح المرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۶۰)

۳...... ’’میں آئینہ خدانمائی ہوں‘‘

’’خدانمائی کا آئینہ میں ہوں‘‘ (نزول المسیح ص۸۴، خزائن ج۱۸ ص۴۶۲)

۴...... ’’میں چینی الاصل ہوں‘‘

’’اس کشف کے مطابق میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب میں پہنچے۔‘‘

(حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص۲۵، خزائن ج۱۷ ص۱۲۷ حاشیہ، تذکرۃ الشہادتین ص۳۴، خزائن ج۲۰ ص۳۵)

۵...... ’’میں سید ہوں‘‘

’’میں اگرچہ علوی تو نہیں ہوں مگر بنی فاطمہ میں سے ہوں۔ میری بعض دادیاں مشہور اور صحیح النسبت سادات میں سے تھیں۔‘‘

(تریاق القلوب ص۱۵۸، خزائن ج۱۵ ص۲۷۳، نزول المسیح حاشیہ ص۴۸، ۴۹، خزائن ج۱۸ ص۴۸۶)

۶...... ’’میں معجون مرکب ہوں‘‘

’’میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک شاہی خاندان ہے اور بنی فاطمہ اور بنی فارس کے خون سے ایک معجون مرکب ہے۔‘‘ (تریاق القلوب ص۷۰، خزائن ج۱۵ ص۲۸۷)

۷...... ’’میں برلاس مغل ہوں‘‘

’’ہمارے خاندان کی قومیت ظاہر ہے اور وہ یہ ہے وہ قوم کے برلاس مغل ہیں۔‘‘

(تریاق القلوب حاشیہ ص۶۴، خزائن ج۱۵ ص۲۷۳)

۸...... ’’میں سلمان ہوں‘‘

’’چنانچہ وہ عزوجل ایک اپنی وحی میں جو حکایتاً من الرسول ہے۔ میرا نام سلمان رکھتا ہے۔‘‘ (نزول المسیح حاشیہ ص۴۹، خزائن ج۱۸ ص۴۲۶)

۹...... ’’یسوع کا ایلچی ہوں‘‘

’’خطیب مکہ معظّمہ کے حضور میں یسوع کی طرف سے ایلچی ہوکر باادب التماس کروں۔‘‘ (تحفہ قیصریہ ص۲۳، خزائن ج۱۲ ص۲۷۵)

۱۰...... ’’میں مسیح موعود ہوں‘‘

’’تواتر سے اس بارے میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔‘‘

(تریاق القلوب ص۱۵۵، خزائن ج۱۵ ص۲۸۳)

۱۱...... ’’میں مہدی ہوں‘‘

’’مجھے مسیح اور مہدی بنایا گیا۔‘‘ (نجم الہدیٰ حاشیہ ص۸۷، خزائن ج۱۴ ص۷۸)

نوٹ: یہ دعویٰ مرزا قادیانی کی اکثر کتب میں موجود ہے۔

۱۲...... ''میں شفیع ہوں''

''آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں۔''

(دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

۱۳...... ''میں مسیح موعود سے بہتر ہوں''

''خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔'' (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

۱۴...... ''میں مریم بھی ہوں اور عیسیٰ بھی ہوں''

''براہین احمدیہ میں اوّل خدا نے میرا نام مریم رکھا۔ پھر اسی میں صدق کا روح پھونکنے کے بعد اس کا نام عیسیٰ رکھا۔''

(حقیقت الوحی حاشیہ ص۳۳۷، ۳۳۹، خزائن ج۲۲ ص۳۵۰ تا ۳۵۲، کشتی نوح ص۴۶، خزائن ج۱۹ ص۵۰)

۱۵...... ''میں مسیح ابن مریم ہوں''

''میرا نام مسیح ابن مریم رکھا'' (انجام آتھم ص۷۵، خزائن ج۱۱ ص۷۵)

۱۶...... ''میں ابن مریم سے بہتر ہوں''

''ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے۔''

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰، درثمین اردو ص۴۹)

۱۷...... ''میں بیت اللہ ہوں''

''خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ رکھا۔''

(اربعین نمبر۴ ص۱۶، تذکرہ ص۲۸، طبع چہارم)

۱۸...... ''میں مظہر انبیاء ہوں''

''جیسا کہ براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے۔ خداتعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا۔'' (حقیقت الوحی حاشیہ ص۷۲، خزائن ج۲۲ ص۷۶)

''میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں، میں ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔'' (حقیقت الوحی حاشیہ ص۷۲، خزائن ج۲۲ ص۷۶)

"میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں مصطفیٰ ہوں، میں مجتبیٰ ہوں"

الف...... "خداتعالیٰ نے آج سے بیس برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا ہے۔"
(ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

ب...... "اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا میرا نام محمد اور احمد اور مجتبیٰ نہ رکھتا۔"
(نزول المسیح حاشیہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۳۸۱)

۱۹...... "میں صاحب شریعت نبی ہوں"

"ماسوائے اس کے کہ یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے۔ پس اس تعریف کی رو سے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔"
(اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

۲۰...... "میں آنحضرت ﷺ سے افضل ہوں"

"اس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا؟"
(اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳)

نیز (تحفہ گولڑویہ ص۴۰، خزائن ج۱۷ ص۱۵۳) پر آنحضرت ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار لکھی ہے اور (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶، خزائن ج۲۱ ص۷۲) پر مرزا اپنے معجزات کی تعداد دس لاکھ لکھتا ہے۔

۲۱...... "میں مظہر خدا ہوں"

"میرا آنا خدا کے کامل جلال کے ظہور کا وقت ہے۔ (آگے لکھتا ہے) انسانی مظہر کے ذریعہ اپنا جلال ظاہر کرے گا۔"
(حقیقت الوحی ص۱۵۴، خزائن ج۲۲ ص۱۵۸)

۲۲...... "میں خدا کا بیٹا ہوں"

الف...... "انت منی بمنزلة ولدی" (الاستفتاء ص۸۳، خزائن ج۲۲ ص۷۰۹)

ب...... "انت منی بمنزلة اولادی" (اربعین نمبر۴ ص۱۹، خزائن ج۱۷ ص۴۵۲ حاشیہ، حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹، دافع البلاء ص۶، خزائن ج۱۸ ص۲۲۷)

۲۳...... "میں خدا کا نطفہ ہوں"

"انت من مائنا وھی من فشل مرزا قادیانی کو الہام ہوا کہ تو ہمارے پانی سے ہے اور دوسرے لوگ فشل سے۔"
(اربعین نمبر۳ ص۳۴، خزائن ج۱۷ ص۴۲۳)

نوٹ: عربی لغت میں ماء سے مراد نطفہ ہے۔قرآن مجید میں ہے:

الف...... ’’ھو الذی خلق من الماء بشراً‘‘ اللہ وہ ذات ہے جس نے انسان کو پانی (نطفہ) سے پیدا کیا۔

۲۴...... ’’میں خدا کی بیوی ہوں‘‘

’’جناب مرزا صاحب بیان کرتے ہیں: میرا خدا سے ایک نہانی تعلق ہے جو ناقابل بیان ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۶۳، خزائن ج۲۱ ص۸۱)

۱...... اس ناقابل بیان حالت کو قاضی یار محمد صاحب بی.او.ایل صیڈر نے اپنے ٹریکٹ نمبر۳۴ موسومہ ’’اسلامی قربانی ص۱۲‘‘ پر بالفاظ مرزا اس طرح تحریر کیا۔

۲...... ’’حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا۔سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے۔‘‘

۲۵...... ’’میں صفت کن کا مالک ہوں‘‘

(الہام ہے)’’انما امرک اذا اردت شیئًا ان تقول له کن فیکون‘‘(اے مرزا) تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔

(حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ ص۱۰۸)

۲۶...... ’’میں نے ارادہ کیا کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنی تجھے پیدا کیا۔‘‘

(کتاب البریہ ص۸۴، خزائن ج۱۳ ص۱۰۲)

۲۷...... ’’میں خالق ہوں‘‘

’’میں نے پہلے تو آسمان وزمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہیں تھی۔پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں نے دیکھنا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔‘‘

(کتاب البریہ ص۸۹، خزائن ج۱۳ ص۱۰۵، آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۵، خزائن ج۵ ص۵۶۵)

۲۸...... ’’میں رودر گوپال ہوں‘‘

’’چنانچہ جو ملک ہند میں کرشن نبی گزرا ہے جس کو رودر گوپال بھی کہتے ہیں۔(یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص۸۵، خزائن ج۲۲ ص۵۲۱)

۲۹...... ’’میں کرشن ہوں‘‘

’’پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص۸۵، خزائن ج۲۲ ص۵۲۱)

۳۰...... ’’میں آریوں کا بادشاہ ہوں‘‘

’’یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خداتعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ۔‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص۸۵، خزائن ج۲۲ ص۵۲۲)

۳۱...... ’’میں آدم زاد نہیں ہوں‘‘

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۷، خزائن ج۲۱ ص۱۲۷)

۳۲...... ’’میں حسین سے بہتر ہوں‘‘

الف...... ’’میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے جو اس حسین سے بہتر ہے۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

ب...... کربلائے است سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

۳۳...... ’’میں خدا ہوں‘‘

’’مرزاغلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں (پھر لکھتے ہیں) اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہوئی۔‘‘

(کتاب البریہ ص۷۸، خزائن ج۱۳ ص۱۰۳، آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص۵۶۴)

مرزاغلام احمد قادیانی اپنی تحریر کی روشنی میں امام مہدی اور مسیح موعود ہونے سے خود انکاری ہے۔ (پندرھویں صدی نے بھی جھوٹا ثابت کردیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ‘‘ (سورۃ صف:۹)

مندرجہ بالا آیت کریمہ نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر خدائے پاک نے نازل فرمائی۔ پس اگر کوئی اور شخص یہ کہے کہ یہ آیت مجھ پر نازل ہوئی ہے تو وہ یقیناً لعنتی اور کذاب ہے۔ مندرجہ بالا آیت کریمہ کا ترجمہ اور مفہوم یہ ثابت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھایا اور قرب قیامت ان کا دوبارہ آسمان سے نزول ہوگا۔

مرزا آنجہانی قادیانی نے اپنی کتاب (براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ درحاشیہ ص۴۹۸، ۴۹۹، خزائن ج۱ ص۵۹۳) پر اسی آیت کو نوٹ کر کے لکھا ہے کہ: ''یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبۂ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔''

پھر مرزا غلام احمد قادیانی نے (ازالہ اوہام ص۲۰۱، خزائن ج۳ ص۱۹۸) پر صحیح بخاری کی حدیث نقل کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ''یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں ابن مریم نازل ہوگا اور تمہارے ہر ایک مسئلہ مختلف فیہ کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور خنزیروں کو مارے گا اور روز کے جھگڑوں کا خاتمہ کر دے گا۔ تمہارا اس دن کیا حال ہوگا جس دن ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ اما مکم منکم ہوگا۔''

مرزا غلام احمد قادیانی کا امام مہدی ہونے سے انکار

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۵، خزائن ج۲۱ ص۳۵۶) پر لکھا ہے۔ میرا یہ دعویٰ نہیں ہے۔ میں وہ مہدی نہیں ہوں جو مصداق ''من ولد فاطمہ ومن عترتی'' وغیرہ ہے بلکہ میرا دعویٰ تو مسیح موعود ہونے کا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۷، خزائن ج۲۱ ص۳۵۷) ہی میں لکھا ہے کہ تمام محدثین کہتے ہیں: میں بھی کہتا ہوں کہ مہدی موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی ان میں سے صحیح نہیں۔

امید ہے کہ ان حوالہ جات کے ہونے پر مرزائی اپنے جھوٹے مذہب کو چھوڑ کر محمد عربی ﷺ کو آخری نبی مان کر مرزائیت سے تائب ہو جائیں گے اور پورے پورے اسلام میں داخل ہو کر اپنی عاقبت سنوار لیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

منجانب: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، گجرات

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مصداق بشارت احمد

مع

کامل تفسیر سورۂ صف

جناب الحاج چوہدری محمد سرفراز خان صاحب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفصیلی فہرست

نعت	۱۱۵
دیباچہ	۱۱۵
مقدمہ	۱۲۱
اصول تفسیر کا خلاصہ	۱۲۹
اقسام باعتبار ظہور	۱۳۲
اقسام باعتبار خفا	۱۳۳
نقل خطوط متعلقہ بشارت اسمہ احمد مع تفسیر سورۂ صف	۱۴۵
تفسیر سورۂ صف	۲۲۵
تاریخ انصارؒ	۲۵۰
اظہار حق	۲۵۷
خاتمہ	۲۶۱
مصداق بشارۃ اسمہ احمد	۲۶۳
چیلنج اور ایک ہزار روپیہ انعام	۲۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعت

اے نشان حجت حق مظہر شان جلیل
تو نے کی تکمیل آئین مسیحا و خلیل
اولین برہاں تری فرزند آذر کی دعا
اور نوید ابن مریم دوسری تیری دلیل
ختم تجھ پر ہوگیا انسان کامل کا لقب
لا نہیں سکتے زمین و آسمان تیرا عدیل
حشر کے دن کو ملتا ساغر آب حمیم
تو نے پلوایا انہیں جام شراب سلسبیل

(ازمولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

’’بعد الحمد والصلوٰۃ ‘‘ یہ احقر العباد عرض پرداز ہے کہ میرے ایک معزز دوست (بابو فیروز الدین کشمیری ساکن موضع کالرہ کلاں ضلع گجرات فوج میں میجر ہوکر ریٹائر ہوئے) احمدی جو فوج میں ملازم تھے جب کبھی گھر تشریف لاتے تو آئے دن اپنی برادری اور گاؤں کے دوسرے ناخواندہ اصحاب میں احمدیت کی تبلیغ کرتے رہتے۔ ایک دفعہ عید کے موقع پر میں بھی گھر چھٹی پر تھا۔ بعد نماز عید کے مسجد میں اس بات کا تذکرہ ہوا تو میں نے انہیں وہیں بلوا بھیجا۔

پہلے میں نے ان کی اجازت سے مرزا قادیانی کی نبوت پر قرآن سے صریح آیت کا مطالبہ کیا جو مرزا قادیانی کی صحیح صحیح نشان دہی کر سکے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کی نبوت کا بیان انبیاء سابقین کے بیان سے امت کے لئے زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔ مگر وہ اس طرف ہرگز نہ آئے اور یہی درخواست کرتے چلے گئے کہ پہلے حیات وممات مسیح پر بحث ہونی ضروری ہے۔ میں نے کہا اگر آپ کو ممات مسیح مفید ہے تو چلئے میں اس بحث کو ختم کرنے کے لئے تھوڑی دیر تک مانے لیتا ہوں کہ حضرت مسیح وفات پاچکے ہیں۔ آپ اصل بحث کی طرف آیئے اور مدعی نبوت کا دعویٰ کسی صریح آیت قرآن سے ثابت کیجئے۔ مگر نہ تو وہ کوئی آیت ہی پیش کر سکے اور نہ اس صورت اور طرز آغاز بحث ہی کو تسلیم کیا اور بضد ہوکر مجھ سے حیات مسیح پر آیت قرآنی کے طالب ہوئے۔

اس پر میں نے حسب ذیل آیت پیش کی: ’’وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ

وکان اللہ عزیزًا حکیما'' ﴿ان (یہودیوں) نے انہیں یعنی مسیح (علیہ السلام) کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔ (جس سے ظاہر ہے کہ زندہ اٹھالیا)﴾

میرے دوست نے کہا کہ یہ ترجمہ غلط ہے۔ صحیح ترجمہ یوں ہے کہ: ''مسیح علیہ السلام کو انہوں نے قتل تو نہیں کیا مگر وہ اپنی طبعی موت سے مرگئے اور اللہ نے ان کی روح کو اٹھالیا۔ قرآن نے یہاں اٹھانا محاورہ کہا ہے۔ جیسے ہم کہا کرتے ہیں کہ فلاں آدمی اٹھ گیا۔''

اس پر میں نے کہا اگر اس آیت کا آخری جملہ ''وکان اللہ عزیزًا حکیما'' قرآن ہی کی آیت ہے تو میرا کیا ہوا ترجمہ درست ہے اور آپ کا غلط اور اگر آپ اسے قرآن کی آیت نہیں مانتے تو الگ بات ہے۔ پھر دلیری کیجئے اور اسے قرآن سے نکال ڈالئے۔

میرے دوست نے کہا اسے قرآن کی آیت ہی مانتا ہوں مگر یہ آپ کیسے کہتے ہیں کہ اس آیت کے ماننے سے بیان کردہ مفہوم غلط ہو جاتا ہے۔

میں نے کہا اس لئے آپ کا بیان کردہ مفہوم اور ترجمہ غلط ہو جاتا ہے کہ یہاں لفظ رفع، کو آپ کے نظریہ کے مطابق اگر عموم پر محمول کیا جائے تو آیت کا آخری حصہ بے سود ہو جاتا ہے۔ اگر فی الواقع یہی بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بھی درست ہوتی۔ تو آیت کو ''بل رفع اللہ الیہ'' پر ختم ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر یہاں تو اس کے آگے ارشاد ہوتا ہے: ''وکان اللہ عزیزًا حکیما'' اور اللہ غالب اور زبردست حکمت والا ہے۔ اگر دوسرے انسانوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صرف روح ہی اٹھائی گئی تھی تو اس میں حکمت کی کون سی بات رہ جاتی ہے؟

اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی عام انسانوں سے مختلف ہوئی ہے۔ اسی طرح ان کا رفع آسمانی بھی دوسرے انسانوں سے بالکل مختلف ہے۔ دوسرے لوگوں کی تو وفات کے بعد صرف روح ہی اٹھائی جاتی ہے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کا روح کے ساتھ جسم بھی اٹھایا گیا اور یہ اللہ کی قدرت کاملہ سے بعید نہیں۔ جس قادر مطلق نے حضرت یونس علیہ السلام کو کئی دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رکھا اور حضرت عزیر علیہ السلام کو کسی مصلحت کی بناء پر ایک سو سال مارے رکھا اور پھر زندہ کیا۔ ''فاماتہ اللہ مائۃ عامٍ ثم بعثہ'' نیز اصحاب کہف کو ایک مصلحت کے لئے تین سو نو برس بغیر کھائے پیئے اور حاجت بول و براز کے زندہ کیا۔ کیا عجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کسی خاص مصلحت پر کسی زیادہ مدت کے لئے ٹھہرائے رکھے اور پھر وقت معین پر آسمان سے نازل فرما کر اپنی قدرت کاملہ اور حکمت عالیہ کا ثبوت دے۔ لہٰذا اس

واقعہ میں ذات باری تعالیٰ نے زبردست حکمت سے کام لیا ہے اور وہ اس پر قادر ہے۔

اور اگر اس ترجمہ اور تشریح کو تسلیم نہ کیا جائے تو آپ کے ترجمہ اور مفہوم کی بناء پر آیت کا آخری جملہ ''وکان اللہ عزیزًا حکیما'' فضول اور فالتو اور بے معنی ٹھہرتا ہے اور قرآن کی نسبت یہ گمان کہ اس میں فضول فالتو اور بے معنی آیات بھی ہیں سخت گستاخی اور جسارت ہے۔ اس پر میرا دوست خاموش ہوگیا اور کوئی جواب نہ دے سکا اور بحث ختم ہوگئی۔

اس واقعہ کے کافی عرصہ بعد میرے دوست نے کہا کہ میں تو چونکہ عالم نہیں آپ سے بحث نہیں کرسکتا۔ البتہ آپ اپنے اعتراضات ہمارے حضرت صاحب کی خدمت میں تحریر کر کے جواب حاصل کریں۔ چنانچہ ان کی ہی وساطت سے میرے اور مرزابشیرالدین محمود صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان کے مابین خط وکتابت کا آغاز ہوا جو ایک عرصہ تک قائم رہی۔

اس دوران میں پہلے مسئلہ وراثت پر گفتگو ہوئی۔ میں نے پہلا شبہ اور اعتراض یہ پیش کیا کہ مرزاقادیانی کا مسلمان ہونا ثابت نہیں ہوتا جب انہوں نے قرآن کے احکام بموجب نہ اپنے والد ماجد کا ترکہ حاصل کیا اور نہ ان کا ترکہ ہی بمطابق شریعت محمدی تقسیم ہوا۔ چہ جائیکہ ان کے دعویٰ مجددیت اور مسیح موعودیت کی چھان بین کی جاوے۔

اس کے جواب میں مرزابشیرالدین محمود صاحب نے خود تسلیم کیا کہ مرزاقادیانی کو وراثت شرعی طور پر ملی تھی اور ان کی وفات ان کی اولاد ذکور واناث سب میں جائیداد بمطابق شریعت تقسیم ہوئی۔

(خط مرزابشیرالدین محمود صاحب خلیفۃ المسیح الثانی بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ر جولائی ۱۹۳۷ء)

اس کے تسلیم کر لینے کے بعد مرزاقادیانی کی نبوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا ہے: ''لا نورث ماترکناہ صدقۃ'' ﴿ہمارا (انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم وفات کے بعد (مال) چھوڑیں وہ صدقہ یعنی امت کا مال ہے۔﴾

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب باغ فدک حاصل کرنے کا دعویٰ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال کیا اور اس کے راوی خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے آخر انہیں دست بردار ہونا پڑا۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی وراثت دراصل علم ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ''العلم میراثی ومیراث الانبیاء من قبلی'' ﴿علم میری اور انبیاء سابقین کی (حقیقی) وراثت ہے۔﴾ (تجرید الاحادیث ص۲۱۷)

پھر یہاں تک فرمادیا: ’’ان الانبیاء لم یورثوا دینارًا ولا درھما وانما ورثوا العلم ‘‘ ﴿نبیوں کی وراثت دیناراور درہم نہیں بلکہ ان کی وراثت علم ہے۔﴾

اورفرمایا: ’’ما اوحی الی ان اجمع المال واکون مع التاجرین. ولکن اوحی الی ان سبح بحمد ربک وکن من الساجدین. واعبد ربک حتٰی یاتیک الیقین ‘‘ ﴿میرے پاس یہ وحی نہیں آئی کہ میں مال جمع کروں اور سوداگر بنوں البتہ یہ وحی ضرور آئی ہے کہ اپنے رب کی تسبیح کر اس کی حمد وثناء کر سجدہ کرنے والوں میں بن اور اپنے رب کی عبادت مرتے دم تک کرتا رہ۔﴾ (مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ حضورﷺ کو مال جمع کرنے کا حکم ہی نہیں ہوا۔ گویا مال جمع کرنا انبیاء کی شان سے بعید ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تبلیغ احکام خداوندی کے لئے مبعوث فرمایا اور انہیں صاف حکم دے دیا: ’’قل لا اسئلکم علیه اجرًا ‘‘عوام الناس سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ احکام پر کوئی اجر مزدوری روپیہ پیسہ نہیں مانگتا اور اس حکم میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ انبیاء اس سے اپنے یا اپنے وارثوں کے لئے مال جمع کرتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی غرض وغایت ہی صرف بلا اجرت تبلیغ احکام خداوندی ہے۔ روپیہ پیسہ جمع کرنا یا اپنے ورثاء کے لئے پیچھے چھوڑنا ہرگز منشاء نبوت نہیں۔ سورۂ یٰسین میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ایک قوم کے پاس تبلیغ احکام خداوندی کی غرض سے آتے ہیں اور قوم انہیں جھٹلاتی ہے۔ قوم میں سے اللہ کا ایک بندہ ایمان لاتا ہے اور قوم سے یوں خطاب کرتا ہے: ’’قال یٰقوم اتبعوا المرسلین اتبعوا من لا یسئلکم اجرًا وهم مهتدون ‘‘ کہنے لگا، اے میری قوم ان رسولوں کی پیروی کرو۔ ضرور ایسے لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگے اور خود راہ راست پر بھی ہیں۔

اس آیت میں قرآن نے ہمیں یہ اصول بتلایا کہ انبیاء صادقین تبلیغ احکام خداوندی کے عوض روپیہ پیسہ نہیں لیتے اور یہی ان کے راہ راست پر ہونے کی دلیل بھی ہے۔

مگر مرزا قادیانی کا تو آغاز ہی روپیہ پیسہ کمانے اور کسی حیلہ بہانہ سے مال جمع کرنے سے ہوتا ہے۔ چنانچہ جب مرزا قادیانی ضلع کچہری سیالکوٹ میں مبلغ پندرہ روپیہ ماہوار پر ملازم تھے تو مالی دشواریوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے مختاری کا امتحان دیا۔ مگر ناکام رہے۔ پھر اور سوچ بچار کے بعد تبلیغ اسلام کا چلتا ہوا دام پھیلا دیا۔ براہین احمدیہ کی اشاعت کا اشتہار دیا جس کا

مقصد حقانیت اسلام کا اظہار اور مذاہب باطلہ کا رد بدلائل وبراہین قاطعہ ظاہر کیا گیا۔ پھر کیا تھا مسلمانوں کی بھولی بھالی قوم ان کے دام تزویر میں پھنس گئی اور چاروں طرف سے روپیہ کی بارش ہونے گی۔ مگر جب مرزا قادیانی نے مسلمانوں کی توقع اوراپنے وعدہ کے خلاف براہین احمدیہ کے مضامین میں بجائے دلائل وحقائق اسلام اپنی بلند پردازیاں بھردیں اوراس کی اشاعت یہ لکھ کر بند کردی کہ: ’’اب براہین کی اشاعت خدانے اپنے ذمہ لے لی ہے۔‘‘ تولوگوں نے اپنے روپیہ کی واپسی کا مطالبہ کیا توانہیں کمینہ سفلہ وغیرہ کہہ کرٹال دیااور روپیہ ہضم کر گئے۔

(ایام الصلح ص۱۷۳، خزائن ج۱۴ ص۴۲۲)

اب تو مرزا قادیانی کوخوردونوش کی پریشانیوں سے نہ صرف نجات ہی ملی بلکہ ایک دولت مندومتمول رئیس بن گئے۔ چنانچہ خودتحریرفرماتے ہیں: ’’مجھے اپنی حالت پرخیال کر کے اس قدربھی امید نہ تھی کہ دس روپے ماہوار بھی آئیں گے۔ مگر خداتعالیٰ جوغریبوں کوخاک میں سے اٹھاتا اور متکبروں کوخاک میں ملاتا ہے۔ اس نے ایسی میری دستگیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۲۱۱، خزائن ج۲۲ ص۲۲۱)

مندرجہ بالا بیان سے انبیاء علیہم السلام کا استغناء اور بے غرضی ایک طرف اور مرزا قادیانی کا لالچ اورحرص وہوادوسری طرف عیاں ہے۔ اس سے ہرذی عقل بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کے اعمال کوانبیاء علیہم السلام کے اعمال سے کیاواسطہ ہے؟

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ہمیں یہاں مرزا قادیانی کے بلند پرواز دعوؤں اوران کی اصل غرض کوملحوظ رکھتے ہوئے اصغر حسین صاحب نظیر لدھیانوی کا ایک بہت پرانا شعر یاد آ گیا جو انہوں نے کسی وقت مرزا قادیانی کی شان میں کہا تھا ؎

کیسا نبی کیسا خدا؟ پیسہ نبی پیسہ خدا

بہرحال ایک عرصہ تک میرے اور جماعت احمدیہ کے مابین خط وکتابت جاری رہی۔ جس کا جماعت کما حقہ، جواب دینے سے قاصر رہی۔ آخر جماعت کے مبلغ چوہدری محمد شریف صاحب نے مورخہ ۱۱رجون ۱۹۳۸ء کے خط کے آخرتحریر کیا کہ:

’’بالآخر بہتر ہے کہ آپ دعوے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی طرف توجہ کریں۔ اگر اصولی طور پر آپ کی صداقت ازروئے قرآن شریف واحادیث صحیحہ وعقل صحیحہ

وفطرت سلیمہ وتائیدات سماویہ ثابت ہوجائے تو پھران فروعات کی جوظن کے مقام پر ہیں تحقیقات پر محنت شاقہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ فقط والسلام!''

اس خط کے جواب میں بندہ نے مورخہ ۱۲؍جولائی ۱۹۳۸ء کوایک خط لکھا۔ جس کے اوّل حصہ میں میرے پہلے شبہ پر جماعت احمدیہ کے چند اوہام کا ازالہ تھا۔ مگر مبلغ قادیان کی درخواست پر اپنے شبہ اور اعتراض اوّل کو قائم رکھتے ہوئے میں مرزاقادیانی کے دعویٰ نبوت کی طرف متوجہ ہوا۔ لہٰذا میری اس کتاب: ''مصداق بشارت احمد'' کا آغاز اسی خط کے دوسرے حصہ اور دوسرے شعبہ سے ہوتا ہے اور نقل خط بھی یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ میرے خط مذکورہ کے جواب میں جو مبلغ قادیان چوہدری محمد شریف کا خط ۳۱؍جولائی ۱۹۳۸ء موصول ہوا، جس کے حصہ اوّل کا جواب میں نے ۱۹؍ستمبر ۱۹۳۸ء کو دیا۔ مگراس کا کوئی جواب مجھے نہ ملا۔ آخر میں نے ان کے اعتراضات کو ساتھ نقل کرتے ہوئے دوسرے حصہ کا اپنے خط مورخہ ۱۶؍ستمبر ۱۹۳۸ء میں مفصل مدلل جواب دیا۔ اس لئے اختصار کے مدنظر میرے اس خط کی نقل ہی کافی ہوگی۔ کیونکہ ان کے اعتراضات سب اس میں آگئے ہیں۔ نیز انہوں نے خط کے آخر میں دس آیات قرآنیہ دے کر بزعم خود اجراء نبوت ثابت کرنے کی بے جا کوشش کی تھی۔ لہٰذا راقم الحروف نے ان میں سے ایک ایک آیت پر الگ بحث کرنا تجویز کیا اور سب سے اوّل ''اسمہ احمد'' والی آیت کو لیا۔ اس اثناء میں جماعت احمدیہ کی طرف سے مجھے ایک رسالہ اسمہ احمد مطالعہ کے لئے بھیجا گیا جس میں سورۂ صف کی بزعم خود تفسیر کی گئی تھی۔

اورآیت: ''**ومبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد**'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا میرے بعد جو ایک رسول احمد نامی آنے والا ہے، اس کی میں تمہیں بشارت دینے والا ہوں۔

کا مصداق مرزاقادیانی کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی اور رسالہ کے آخر میں ایک چیلنج دیا گیا تھا کہ کوئی ہے جو اسے غلط ثابت کرے۔

چنانچہ راقم الحروف نے رسالہ مذکور کا خلوص نیت سے مطالعہ شروع کیا کہ اگر یہ واقعی صحیح ثابت ہوگیا تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے حق کے قبول کرنے سے نہ روک سکے گی اور مطالعہ شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے بایں الفاظ دعا کی: ''**الھم ارنا الحق حقًا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ**''

مگر جب مطالعہ کیا تو رسالہ مذکور میں کیا تھا؟ کتب بزرگان دین کے حوالے درج

کرنے میں خیانت اور بددیانتی سے کام لیا گیا تھا یا تاویلات فاسدہ کا انبار تھا جس سے میرا دل اور متنفر ہوگیا اور میں نے چیلنج قبول کر لیا اور اس کے جواب میں یہاں تک لکھ دیا کہ اس رسالہ کی عبارت میں سے اگر ایک فقرہ بھی اصول تفسیر کے مدنظر قرآن کی تفسیر ثابت ہو جائے تو فی فقرہ سو روپیہ انعام دینے کو تیار ہوں۔ مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ ایک فقرہ بھی اس رسالہ کا قرآن کی تفسیر ثابت کر سکے۔ وہ تمام تفسیر بالرائے ہے جس کی سزا حضورﷺ نے جہنم قرار دی ہے۔ لہٰذا تفسیر بالرائے سے بچنے کے لئے ہم اس خط وکتابت کی پوری نقل بطور مقدمہ کتاب کے درج کرتے ہیں۔ جس کا مطالعہ ان شاءاللہ ہر خاص وعام کے لئے مفید ہوگا۔ کیونکہ اس میں اصول دین پر بحث ہے۔ جس کے سمجھ لینے سے قرآن کے ترجمہ اور تفسیر کی صحت اور عدم صحت کا پورا پورا اندازہ ہوسکتا ہے۔

پھر اس عاجز نے خود ''سورۂ صف'' کی پوری تفسیر اصول تفسیر کی پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیش کی اور پھر تین سوتیس (۳۳۰) دلائل وبراہین اور شہادت اور حوالہ جات سے ثابت کیا کہ اس بشارت کے مصداق فقط حضور پرنور، محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ سرور دوعالمﷺ ہیں اور کوئی نہیں۔ نیز ان ہی تین سوتیس دلائل وبراہین اور شہادات وحوالہ جات سے مرزا قادیانی کا کاذب ومفتری ہونا ایسا ''اظھر من الشمس'' ہوگیا کہ جس کا جواب آج تک خلیفہ قادیان اور ان کی جماعت سے نہیں بن پڑا اور شاید وہ قیامت تک بھی جواب سے قاصر وخاسر رہیں۔ یہ سب کچھ ناظرین آئندہ اوراق میں خود ملاحظہ فرمالیں گے۔ آخر میں ہماری دعا ہے کہ ہر مومن کو خدا محبت رسول عطاء فرمائے کہ وہ حضورﷺ ہی کو مصداق بشارت احمد جانیں اور حضورﷺ ہی سے اپنی نجات وابستہ مانیں۔

محمد از تو مے خواہم خدارا
خدایا از تو حب مصطفیٰ را

احقر العباد: چوہدری محمد سرفراز خان، موضع وڈاکخانہ کالرہ کلاں ضلع گجرات، پنجاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

حامداً ومصلیاً - امابعد! مقدمہ کے طور پر ہم اس خط وکتابت کی نقل پیش کرتے ہیں جو راقم الحروف اور مرزا بشیرالدین محمود کے مابین تحقیق احمدیت کے اوائل میں اصول تفسیر، اصول

حدیث اوراصول فقہ کے متعلق کچھ عرصہ تک جاری رہی۔ جس کے مطالعہ سے اوّل: ناظرین پر یہ واضح ہو جائے گا کہ راقم الحروف نے کس نیک نیتی سے تحقیق مسائل کا آغاز کیا۔ دوم: کس طرح مرزا قادیانی اوران کی جماعت میں باہم اصولی اختلاف ہے۔ سوم: کس نے اصول کی پابندی میں احکام خداوندی کو اخذ کیا اور کس نے محض اپنی جماعت کے خیالات کو اپنایا اور کتاب وسنت سے اعراض کیا؟ نیز کس طرح خداتعالیٰ نے راقم الحروف کے ایمان کو سلامت رکھا اور حق وباطل میں تمیز کی توفیق عطاء کی اور آخر میں ایسے محققانہ مضامین تحریر کرنے میں تائیدایزدی نے وہ کام کیا کہ ایک ہی آیت کی تفسیر میں بندہ نے (تین سوتیں) دلائل وشہادات اور حوالہ جات پیش کئے جس کا خلیفہ قادیان اوران کی جماعت سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ آئندہ اوراق میں انہی خطوط کی نقل درج کی جاتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

رجسٹری/مورخہ ۵راگست ۱۹۳۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم‘‘

دفتر ایگزیکٹو آفیسر صاحب، نوشہرہ چھاؤنی صوبہ سرحد

بخدمت اقدس جناب مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان، ضلع گورداسپور

السلام علیکم

جناب نے میرے خطوط نمبر۲،۳ کے جواب میں بانی سلسلہ اوراس کی اولاد کا جو وراثت تقسیم کرنا تسلیم کرلیا ہے اس کا شکریہ۔

اب میں آپ سے چندایک اور شکوک رفع کرانا چاہتا ہوں۔ مگر پیشتر ازیں کہ میں وہ شکوک پیش کروں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مہربانی فرما کر مرزا قادیانی کی کسی تصنیف سے اصول ومعیار تفسیر تحریر کریں جن سے ترجمہ کی صحت وعدم صحت کی تمیز کرسکوں۔ کیونکہ آج بے شمار مختلف تراجم قرآن مجید کے موجود بھی ہیں اوران میں آئے دن اضافہ بھی ہورہا ہے۔ اس کے بغیر اصول کی تعیین کے کسی نتیجہ پر پہنچنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے۔

اگر مرزا قادیانی کی تصانیف سے یہ امر ممکن نہ ہو تو آپ حضرات نے جو اصول مقرر کئے ہیں ان سے اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔ مگراس صورت میں وہ ایسے ہوں جنہیں عقل سلیم قبول کر سکے۔ فقط!

محمد سرفراز خاں عفی عنہ، دفتر ایگزیکٹو آفیسر نوشہرہ ضلع پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم''

مکرمی چوہدری محمد سرفراز خاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مکتوب مورخہ ۱۹راگست ۱۹۳۷ء حضرت امام جماعت احمدیہ قادیان کے ملاحظہ میں آیا۔ آپ کا خط مورخہ ۱۵راگست ۱۹۳۷ء بھی حضرت کی خدمت میں پہنچ گیا تھا۔ جواباً حضرت نے فرمایا ہے کہ اصول تفسیر قرآن تو بہت ہیں۔ مگر چند ذیل میں درج کرتا ہوں۔

۱...... دل کو پاک کرنا اور اپنے خیالات کو دل سے نکال کر خداتعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہوئے قرآن کریم کا مطالعہ کرنا قرآن کریم میں ہے۔ ''لا یمسه الا المطهرون''

۲...... عربی لغت ترجمہ اور مضمون کے لئے سب سے مقدم ہے۔ فرماتا ہے اسے قرآناً عربیاً اتارا ہے۔ پس بجائے اپنے پاس سے معنی نکالنے کے عربی لغت کو دیکھئے۔

۳...... دعا: قرآن کریم شروع میں فرماتا ہے: ''اهدنا الصراط المستقیم''

۴...... ایسے معنی نہ کرے جو دوسری آیات کے خلاف ہوں۔ فرماتا ہے: ''لو کان من عند غیر الله لوجدو فیه اختلافاً کثیراً''

۵...... سنت اللہ کے خلاف معنی نہ کرے فرماتا ہے: ''من تجد لسنت الله تبدیلاً''

۶...... ہر آیت پہلی اور پچھلی آیتوں سے مل کر معنی دیتی ہے۔ پس وہ معنی کرے جو قرآن کریم میں ترتیب سے ثابت ہوں۔ فرماتا ہے۔ بیان للناس ہے۔ یعنی خود اس کی آیات ایک دوسرے کی مفسر ہیں۔

۷...... وہ معنی جو اخلاق کے خلاف ہوں یا انسان کے لئے تباہی کا موجب ہوں، درست نہ ہوں گے۔ کیونکہ فرماتا ہے کہ قرآن کریم ''ذکرکم'' ہے۔ یعنی عزت اور شرف کی زیادتی کے لئے نازل ہوا ہے۔

۸...... معرفت کی زیادتی کے لئے فرمایا ہے قرآن کریم میں متشابہات بھی ہیں۔ یعنی پہلی کتاب سے ملتی جلتی ہوئی تعلیم اور محکمات بھی ہیں۔ یعنی وہ تعلیمات جو پہلی کتب سے زائد ہیں یا ان کی تعلیم کو ترقی دے کر کامل کر کے بتایا ہے۔ فرمایا: ''هن ام الکتاب'' یعنی باعث نزول قرآن وہی ہیں۔ پس ان کی جستجو ضروری ہے کہ وہی اسلام کی فوقیت

دوسرے ادیان پر ثابت کرتی ہیں۔ والسلام!

خاکسار: یوسف علی

پرائیویٹ سیکرٹری خلیفۃ المسیح ثانی قادیان پنجاب

دفتر ایگزیکٹو آفیسر نوشہرہ چھاونی ضلع پشاور مورخہ ۱۰ر ستمبر ۱۹۳۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم''

مکرمی جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب...... امیر جماعت احمدیہ قادیان

السلام علیکم! آپ کا مکتوب گرامی نمبر ۵۰۰۰ مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۳۷ء موصول ہوا۔ مزید براں اصل حدیث اور فقہ سے بھی جلد اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔

نیز کیا مرزا قادیانی کے تمام الہامات ایک جا جمع ہو چکے ہیں یا نہیں؟ اگر ایک کتاب کی صورت میں شائع ہو چکے ہوں تو مجھے وہ کتاب رعایتی قیمت پر بذریعہ وی. پی ارسال کرادی جاوے اور اگر تاہنوز جمع نہ ہوئے ہوں تو اس کام کو جلد از جلد ہاتھ میں لینا چاہئے۔ اس صورت میں مجھے کسی ایسی کتاب کا پتہ دیں جس میں الہامات کی کثرت ہو۔ کیونکہ الہامات ہی سب سے اوّل دیکھنے کی چیز ہیں۔ فقط: والسلام!

بندہ: محمد سرفراز خاں عفی عنہ

۶۳۹۱/ مورخہ ۱۵ر ستمبر ۱۹۳۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم''

مکرمی چوہدری محمد سرفراز خاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا خط مورخہ ۱۰ر ستمبر ۱۹۳۷ء حضرت (خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نصرہ العزیز) امام جماعت احمدیہ قادیان کے ملاحظہ میں آیا۔ جواباً حضرت نے فرمایا ہے کہ حدیث کے اصول یہ ہیں کہ وہ خلاف قرآن نہ ہو اور اگر اس کے اندر اپنی صداقت کا ثبوت موجود نہ ہو (یعنی ایسی پیش گوئیوں پر مشتمل نہ ہوں) تو پھر ایسے راویوں سے مروی ہو جو ثقہ ہوں۔ نیز خلاف عقل نہ ہو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو بداہت غلط ہو تو وہ جھوٹا ہے۔ مگر اس سے مراد عام عقل نہیں بلکہ سنت اللہ مراد ہے۔

فقہ کے لئے بھی یہی اصول ہے کہ مطابق قرآن پھر مطابق حدیث پھر مطابق فطرت انسانی ہو تو قبول ورنہ رد۔ حضرت مسیح موعود (مرزاقادیانی) کے الہام مرتب ہوکر شائع ہوچکے ہیں۔ ’’احمدیہ بک ڈپو قادیان‘‘ سے آپ وی. پی منگوا سکتے ہیں۔ میں نے ان کو اطلاع کردی ہے۔

والسلام!

خاکسار: یوسف علی

پرائیویٹ سیکرٹری خلیفۃ المسیح ثانی

۹۴۶۷/ مورخہ ۲۰ رستمبر ۱۹۳۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم‘‘

بخدمت جناب مرزابشیرالدین محمود احمد صاحب...... امیر جماعت احمدیہ قادیان

السلام علیکم!

آپ کا خط نمبر ۶۳۹۱، مورخہ ۱۵ رستمبر ۱۹۳۷ء موصول ہوا۔ شکریہ!

(تلخیص الصحاح ج۱ ص۳۱) پر ابن مسعودؓ سے روایت کہ جو شخص سیدھا راستہ چلتا ہے اس کو چاہئے کہ ان لوگوں کی پیروی اور اقتداء کرے جو قبل اس کے ہو چکے ہیں۔ اگر یہاں صحابہؓ مراد ہیں مگر میرا خیال ہے کہ سلف صالحین ہم سے بہتر مسلمان تھے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں۔ پھر میرے زمانہ کے بعد کے، اور پھر ان کے بعد کے اور اس کے بعد اختلاف پڑ جائے گا۔ لہٰذا صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ اس حدیث سے بھلائی کا زمانہ ثابت ہوا۔ آئمہ اربعہ اور محدثین متقدمین کا قریباً بہتر زمانہ شمار ہوتا ہے۔ اختلاف آکر کہیں متاخرین میں پڑا ہے۔ اس لئے سلف صالحین کی تصانیف میں سے:

۱...... عربی، فارسی اور اردو کی کون کون سی کتب تفاسیر، کتب احادیث اور کتب فقہ مل سکتی ہیں جن پر پورا پورا اعتماد ہو سکے۔ نام تحریر کریں تاکہ صرف انہیں کا مطالعہ اور ان ہی سے وابستگی اختیار کی جائے۔

۲...... کیا مرزاقادیانی کی تصانیف میں سے پورے قرآن کی تفسیر موجود ہے؟

۳...... کیا مرزاقادیانی نے کسی حدیث کی کتاب پر پوری شرح تحریر فرمائی ہے۔

۴...... سنا گیا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب، امیر جماعت احمدیہ لاہوریہ نے تفسیر؟ بیان القرآن تصنیف کی ہے۔ کیا وہ قابل اعتماد ہے؟ اور اس سے استفادہ جائز؟

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

۵...... اگر مرزا قادیانی کی کوئی کامل تفسیر یا شرح کتب احادیث موجود نہیں تو کیا آپ کی جماعت نے کوئی ایسی مکمل تفسیر کا کتب صحاح میں سے کسی ایک کی پوری شرح لکھی ہے۔ اگر ایسی کتابیں شائع ہوچکی ہوں تو ان کے نام اور ملنے کے پتہ سے اطلاع دے کر ممنون فرمایا جائے۔

جواب جلدی۔ فقط: والسلام!

محمد سرفراز خاں عفی عنہ

مورخہ ۱۰/۱۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم''

بخدمت شریف جناب مرزا بشیرالدین محمود احمد...... امیر جماعت احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور

السلام علیکم! یہ عریضہ میری چٹھی نمبر۹ مورخہ ۲۰ر ستمبر ۱۹۳۷ء کی یاددہانی میں ہے۔ آپ نے میرے کسی خط کا جواب بغیر مکرر یاددہانی کے نہیں دیا۔ جس کا مجھے افسوس ہے کیونکہ جواب کے جلدی نہ آنے سے منزل مقصود کو پہنچنے میں دیری ہورہی ہے۔ نیز یہ رکاوٹ اچھی نہیں۔

چار پانچ سال کا ذکر ہے کہ ایک مرتبہ مجھے سہارنپور جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک میرے دوست، مولوی اشرف علی صاحب کے مرید تھے جو مجھے تھانہ بھون مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں اپنے ہمراہ لے گئے۔ میں ان کا مرید نہیں ہوں۔ مگر میں نے انہیں اس قسم کی چٹھیوں کے جوابات فوراً تحریر کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ نظارہ میری آنکھ کے سامنے ہے۔ اب جو میں مقابلہ کرتا ہوں تو حیرانی ہوتی ہے کہ ایک وہ تھے جو چٹھی کھولتے ہی پڑھ کر جواب تحریر کر دیتے تھے اور ایک آپ ہیں جو بغیر یاددہانی کبھی کسی چٹھی کا جواب دینا بھی شاید عیب جانتے ہیں۔ گستاخی معاف یہ وہ واقعات ہیں جو میں عرض کر رہا ہوں۔ آئندہ مجھے جواب میں دیری نہ کی جائے۔ عین نوازش ہوگی۔ آپ کو کیا معلوم کہ میں کس جستجو میں ہوں۔ جواب جلدی نہ آنے سے اور پریشانی بڑھتی جاتی ہے۔ صرف ظن المومنین خیراً پر عمل پیرا ہوں اور ہر بار جواب میں دیری کر کے آپ بدگمانی کا موقعہ دیتے ہیں جو آپ کی شان کے ہرگز شایاں نہیں بلکہ کسی عالم کو بھی سزاوار نہیں۔

الغرض میری چٹھی نمبر۹ مورخہ ۲۰ر ستمبر ۱۹۳۷ء کا جواب جلد تحریر فرمادیں اور مندرجہ ذیل فقرے کا خط مذکور میں اضافہ سمجھ کر اس کا جواب بھی ساتھ ہی تحریر فرمادیں۔

۶...... آپ کے ہاں جو سلسلہ درس وتدریس ہے اس میں علم تفسیر وحدیث، فقہ اور عقائد میں کون کون سی کتاب داخل نصاب ہے؟

پھر تاکیداً عرض کرتا ہوں کہ جواب جلدی تحریر فرما کر ممنون فرمایا جاوے۔

خاکسار: محمد سرفراز خاں عفی عنہ

۱۸۳/۷ مورخہ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۳۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

’’نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم‘‘

مکرمی چوہدری محمد سرفراز خاں صاحب

السلام علیکم! آپ کا مکتوب نمبر ۱۰، مورخہ یکم ر اکتوبر ۱۹۳۷ء حضرت امام جماعت احمدیہ قادیان کی خدمت میں پہنچا۔ افسوس ہے کہ آپ کے خط نمبر ۹، مورخہ ۲۰ر ستمبر ۱۹۳۷ء کا جواب حضور جلد نہ دے سکے۔ وجہ یہ ہے کہ انوری صاحب کا کام صرف تدریس اور چند خطوں کا جواب تھا اور حضور کے پاس دو سو خط اور رقعہ آتا ہے اور ایک باقاعدہ نظام کو حضور نے چلانا ہوتا ہے۔ جس کی مثال صرف حکومتوں میں ملتی ہے اس کا اندازہ آپ وہاں بیٹھے نہیں کر سکتے۔

باقی آپ کے سوال کا جواب حضور نے یہ دیا ہے کہ حدیث میں بخاری پر زیادہ انحصار ہے۔ تفاسیر میں سے ہم کسی پر انحصار نہیں کرتے۔ ہاں! عربی زبان کے لحاظ سے اور احادیث کے رو سے ابن کثیر اور تفسیر ابن حبان کو میں ترجیح دیتا ہوں۔ باقی قرآن کریم خود اپنا مفسر ہے۔ عقائد کا انحصار قرآن کریم پر اور کتب حضرت مسیح موعود پر ہم رکھتے ہیں اور فقہ کا انحصار قرآن کریم اور حدیث پر کسی خاص کتاب پر نہیں۔ فائدہ سب سے اٹھاتے ہیں۔ خصوصاً فقہ حنفیہ سے۔

والسلام!

خاکسار محمد علی، پرائیویٹ سیکرٹری

۱۱۶۳۹/ مورخہ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۳۷ء کیمپ بمبئی ۲۵ر اکتوبر ۱۹۳۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

’’نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم‘‘

بخدمت مکرمی چوہدری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کا ملفوف مورخہ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۳۷ء سیدنا امیر المؤمنین

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے حضور پہنچا۔ بعد ملاحظہ حضرت نے مندرجہ ذیل سطور آپ کی خدمت میں لکھنے کے لئے مجھے ہدایت فرمائی ہے۔

’’آپ نے دنیوی حکومتوں کا مقابلہ اور رنگ میں کیا ہے۔ میں نے صرف یہ بتایا تھا کہ بہت سے دفاتر کی نگرانی مجھے کرنی پڑتی ہے۔ پھر آپ نے یہ غور نہ کیا کہ جو امید آپ مجھ سے کرتے ہیں وہی امید دنیوی بادشاہوں سے کی جاتی ہے۔ کیا وہ اس طرح جواب دیا کرتے ہیں۔ وہاں نہ تو اس طرح لمبے سوال کئے جاتے ہیں نہ وہ جواب دیتے ہیں۔ ان کو علم تک نہیں ہوتا۔ باقی رہا تفسیر کا سوال تو مجھے تو کوئی اختلاف نظر نہیں آتا۔ اگر غور سے کام لیتے تو آپ کو بھی نظر نہ آتا۔ میرے پاس جواب کی نقل نہیں۔ اگر اس کی نقل بھجوادیں تو میں مفصل جواب دے سکتا ہوں۔ باقی رہا مولوی محمد علی کی تفسیر کا سوال۔ مجھے کوئی عالم احمدی جماعت کا جو قادیان سے تعلق رکھتا ہو معلوم نہیں جو اسے پسند کرتا ہو۔ آپ نے لکھا ہے کہ دونوں جماعتوں میں وہ مقبول ہے۔ میرے نزدیک اس میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ مگر آپ پوچھیں گے کون کون سی۔ جس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہر شخص کی خط کے جواب میں ایک کتاب لکھا کروں، جو کام کوئی انسان نہیں کرسکتا۔‘‘

خاکسار: یوسف علی پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

۲۹ر نومبر ۱۹۳۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم‘‘

بخدمت جناب امیر جماعت احمدیہ قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

جناب کا مکتوب مورخہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۳۷ء کیمپ بمبئی کا موصول ہوا۔ اب میں جناب کی طرف سے دیری کی وجہ کے متعلق میں نے اپنی طرف سے دفاتر کا تذکرہ ہرگز نہیں چھیڑا بلکہ جناب ہی نے فرمایا تھا کہ: ’’ایک باقاعدہ نظام کو حضور نے چلانا ہوتا ہے۔ جس کی مثال صرف حکومتوں میں ملتی ہے۔‘‘ اس لئے میں نے اس قدر دیری کو برداشت ہی نہیں کرسکتا یا کم ازکم ناپسند ضرور کرتا ہوں۔ مگر میں اس فضول بحث کو موقوف کرنا چاہتا ہوں۔ اسے طول دے کر آپ کو ناراض کرنا ہرگز مقصود نہیں۔ آپ جب چاہیں جواب دیں۔ آپ کو اختیار ہے۔ مگر سائل کا شوق ضرور ملحوظ رہے اور جہاں تک ہوسکے جواب میں دیری نہ کی جائے۔ میں نے اس سے پہلے خط میں جواب کے

لئے ۱۵ دن کی میعاد تجویز کی تھی۔ بلکہ میں نے عرض کی تھی۔ اگر منظور ہو تو تصدیق کر کے تحریر فرمایا جائے۔

یاد رہے کہ پیشتر ازیں آپ نے سارے اعتراضات کے جواب تحریر نہیں کئے۔ آئندہ اس بات کا بھی خیال رہے۔

اصول تفسیر کے متعلق جو آپ نے تحریر فرمایا کہ: ''مجھے تو کوئی اختلاف نظر نہیں آتا۔ اگر غور سے کام لیتے تو آپ کو بھی نظر نہ آتا۔'' یہ پڑھ کر مجھے اور خوشی ہوئی۔ کیونکہ اس وسعت نظری سے کام لیتے ہوئے میرے خیال میں سلف صالحین کے موضوعہ اصول جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ یقیناً قابل قدر ہیں۔ دنیا میں تمام علوم کی صحت کے لئے جدا جدا قواعد مرتب ہیں۔ جیسے حساب، جیومیٹری، جغرافیہ، سائنس، صرف ونحو وغیرہ اور ہر ایک کا اپنی اپنی جگہ لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بھی اصول دین ہیں۔ یہ بھی ویسے ہی ضروری معلوم ہوتے ہیں۔ آپ ان کی تصدیق کریں تاکہ آئندہ ان سے فائدہ یا ان کے متعلق اپنی رائے ظاہر فرمائیں۔

اصول تفسیر کا خلاصہ

درجات تفسیر

۱...... تفسیر القرآن بالقرآن۔
۲...... تفسیر القرآن بالحدیث۔
۳...... تفسیر القرآن بالآثار۔
۴...... تفسیر القرآن بالاجماع۔
۵...... تفسیر القرآن باللغت۔

تفسیر: کسی آیت کا وہ بیان جو پہلے درجوں میں ہو۔ یعنی خدا اور رسول کے کلام سے ثابت ہو وہ تفسیر کہلاتی ہے۔

تاویل: کسی آیت کا وہ بیان جو آخری تین درجوں میں ہو یعنی آثار صحابہ۔ اجماع امت اور لغت عرب سے ثابت ہو وہ اس آیت کی تاویل کہلاتی ہے۔ بشرطیکہ تفسیر کے خلاف نہ ہو۔

تفسیر بالرائے: کسی آیت کا وہ بیان جو اوّل ودوم درجوں (یعنی تفسیر اور تاویل

سے) ثابت نہ ہو بلکہ ان کے خلاف ہو۔ تفسیر بالرائے ہے۔ جس کی سزا حضورﷺ نے جہنم قرار دی ہے۔[۱]

تقسیم آیات: تمام قرآن کریم میں دو قسم کی آیات ہیں: (۱) محکمات۔ (۲) متشابات۔

۱...... محکم: وہ آیت ہے جو سیاق سے ثابت اور لغت سے ظاہر ہو اور مراد متعین ہو۔ اس طرح کہ نہ تحقیق کا احتمال اور نہ تاویل کی گنجائش اور نہ منسوخی کا خوف ہو۔ جیسے لا الہ الا اللہ اور دین کا دارومدار انہیں محکمات پر ہی ہے۔ یعنی ’’ھن ام الکتاب‘‘

۲...... متشابہ: جس کے کئی معنی ہو سکیں۔ لیکن یقین ایک پر بھی نہ ہو۔ جیسے حروف مقطعات ’’الم – الر‘‘ وغیرہ ان کے معنی معلوم نہیں اور نہ مراد قطعی تعین۔ اگرچہ بعض نے معنی کئے ہیں۔ دوسرے آیات متشابہات جس کے لغوی معنی تو معلوم ہیں لیکن اس قدر احتمالات نکل سکتے ہیں کہ جن سے مراد متعین نہیں ہو سکتی۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی نسبت قرب وبعد، رنگ، ید۔ وجہ وغیرہ کیونکہ وہ بے مثل اور تمام عوارض سے منزہ ہے۔

محکمات کی تقسیم کا طریق اوّل

علمائے سلف کے نزدیک ایک طریقہ تقسیم آیات یہ ہے کہ بطور استدلال کے آیات کو چار قسموں میں تقسیم کیا جائے۔ یعنی (۱) عبارت النص۔ (۲) اشارت النص۔ (۳) دلالت النص۔ (۴) اقتضاء النص۔

۱...... عبارت النص وہ ہے جس کے لئے کلام جاری کیا گیا ہو اور سیاق سے ثابت ہو جیسے ’’قل انما اذا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ‘‘ چونکہ یہ آیت کفار کے باطل عقیدہ کی تردید میں نازل ہوئی جو اپنے گمان میں بشریت کو نبوت کے منفی سمجھتے تھے۔ لہٰذا یہ آیت حضورﷺ کی بشریت اور بشر کے نبی ہونے میں عبارت النص ہے اور جو آیت عبارت النص سے ثابت ہو اس کا صحیح ہونا یقینی ہے اور اس کے خلاف اشارۃ ودلالت باطل ہے۔ اس لئے اب کسی آیت یا حدیث سے حضور کی بشریت یا نبوت کے خلاف اشارہ یا دلالت باطل ہے۔

۲...... اشارت النص وہ ہے کہ وہ عبارت کے الفاظ سے مفہوم ہو اور کوئی لفظ زیادہ کرنے کی بھی ضرورت نہ ہو۔ مگر اس عبارت کے لانے کی یہ مراد نہ ہو۔ جیسے ’’اللہ الصمد‘‘ اشارت ہے کہ کوئی اس کا برابر نہیں۔ ورنہ احتیاج لازم آئے گی۔

[۱] یا بالفاظ دیگر تفسیر بالرائے وہ ہے جو اس لئے نہ کی جائے کہ خود قرآن کیا کہتا ہے بلکہ اس لئے کی جائے کہ ہماری کوئی ٹھہرائی ہوئی رائے کیا چاہتی ہے اور کس طرح قرآن کو کھینچ تان کر اس کے مطابق کر دیا جا سکتا ہے۔

۳...... دلالت النص وہ ہے جو لغوی ترجمہ سے اس طرح سمجھ میں آئے تو وہ عین ترجمہ تو نہ ہو، بلکہ ترجمہ سے بطریق اولیٰ سمجھ میں آ سکے۔ جیسے ''**لا تقل لهما اف ولا تنهرهما**'' یعنی نہ ماں باپ کو اف کہو اور نہ جھڑکو۔ اس سے ماں باپ کو اف کہنا حرام ہوا۔ پس دلالت النص سے ثابت ہوا کہ ماں باپ کو گالی دینا اور مارنا بدرجہ اولیٰ حرام ہے۔

۴...... اقتضاء النص۔ اگر ایسی بات کہی جائے جس کا صحیح ہونا عقلاً اور شرعاً ایک اور امر کے مان لینے پر موقوف ہو اسے اقتضاء النص کہتے ہیں۔ جیسے آقا نے غلام کو اعتکاف کا حکم دیا تو اجازت ہوگئی کہ وہ مسجد میں رہے اور اس سے باہر نہ نکلے یا مالک نے نوکر سے کہا کہ میرے صندوقچہ سے روپے نکال لو۔ اب قفل کھولنے کی اجازت خودبخود ہوگئی۔ اس لئے کہ بے کھولے کوئی شئے صندوقچہ سے نکالنا عقلاً محال ہے۔ ایسی اجازت اقتضاء النص سے ثابت ہوگئی۔

طریق دوم: تمام آیات کو آٹھ قسموں پر تقسیم کیا گیا ہے جن میں سے چار قسمیں باعتبار ظہور کے اور چار ہی باعتبار خفا کے ہیں۔ باعتبار ظہور کے یہ ہیں: (۱) ظاہر۔ (۲) نص۔ (۳) مفسر۔ (۴) محکم۔

اصطلاحات کلام: ان چار اقسام کے بیان کرنے سے پیشتر کلام کی مندرجہ ذیل اصطلاحات سے واقف ہونا بھی مفید ہے۔

مشترک: جو کلمہ دو یا دو سے زیادہ معنوں کے لئے استعمال ہو، اسے مشترک کہتے ہیں۔

مادل: اگر ان میں سے کوئی معنی کسی کے لئے خاص کئے جائیں اسے مادل کہتے ہیں۔

حقیقت: جس لفظ کو لغت میں کسی خاص معنی کے لئے بنایا گیا ہو۔ وہ اس لفظ کے حقیقی معنی ہیں۔ یعنی اسد بمعنی شیر، اسے حقیقت کہتے ہیں۔

مجاز: اگر وہی لفظ حقیقی معنی کے سوا استعمال ہو۔ یعنی اسد سے مرد شجاع مراد لیں تو یہ اس کے مجازی معنی ہوئے۔ اسے مجاز کہتے ہیں۔

صریح: وہ لفظ ہے کہ اس کے معنی اور جو اس سے مراد ہو وہ ظاہر ہو۔

کنایہ: جو کسی آدمی سے اشارتاً پایا جائے یا کلام کے متکلم کے ذہن میں ہو۔

استعارہ: جب کسی لفظ کو اس کے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کیا جائے کہ حقیقی اور مجازی معنوں کے درمیان مناسب اور اتصال قائم رہے تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔

نوٹ: ان اصطلاحات کا مقصد لغوی اور حقیقی معنوں کو تبدیل کرنا ہرگز نہیں۔ صرف بعض مواقع پر متکلم کی مراد کو پہنچنا ہے۔

اقسام باعتبار ظہور

اوّل: ظاہر: ظاہر اس کلام کا نام ہے جو بے تامل سنتے ہی سننے والے کو اس کلام کا مطلب معلوم ہو جائے۔

دوم: نص: جس کے واسطے کلام لایا گیا ہو۔ اس کو نص کہتے ہیں۔ مثلاً ''احل اللہ البیع وحرم الربوا '' اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ اس آیت میں دو امر موجود ہیں۔ ایک تو بیع اور ربوا کا فرق ظاہر کر دیا۔ کیونکہ کفار کہتے تھے: ''انما البیع مثل الربوا '' کہ بیع اور ربوا دونوں برابر ہیں۔ لہٰذا فرق بیان کرنے میں یہ آیت نص ہے اور اللہ نے بیع کی حلت اور ربوا کی حرمت ثابت کرنے میں ظاہر ہے۔

نوٹ: کبھی آیت یا حدیث کو نص کہہ دیتے ہیں جس سے یہ تقسیم مراد نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر آیت اور حدیث کو نص کہنا عام طور پر مروج ہے۔

سوم: مفسر: اسے کہتے ہیں جسے خود متکلم ہی اپنی کلام کی تشریح اور تفسیر کر دے کہ اس میں تاویل اور تخصیص کا احتمال ہی باقی نہ رہے۔ مثلاً فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''فسجدوا الملئکۃ کلھم اجمعون ''پس تمام فرشتوں نے سجدہ کیا اگر صیغہ جمع تمام فرشتوں کو شامل تھا۔ اگر تخصیص کا احتمال باقی تھا۔ ''کلھم '' کہا تو احتمال تخصیص باقی نہ رہا۔ پھر سجدہ میں تفرق احتمال باقی رہتا تھا کہ ایک ساتھ سجدہ کیا یا نہیں لہٰذا اجمعون فرما کر احتمال بھی اٹھا دیا۔

چہارم: محکم: محکم وہ ہے جو قوۃ میں مفسر سے بھی زیادہ ہو۔ اس کے خلاف کسی طرح ہو ہی نہیں سکتا۔ مثلاً ارشاد ہوتا ہے: ''ان اللہ بکلّ شئ علیم '' بلاشبہ ہر شئے کا جاننے والا ہے۔

توضیح: ظاہر وہ جس کی مراد نفس مسئلہ سے واضح ہو۔ یعنی اہل زبان بے تکلف سمجھ لیں۔ سیاق وقرائن کی حاجت نہ ہو۔ صرف یہ احتمال کا شاید مجاز مراد ہو باقی رہے۔

نص: اس ظہور کے ساتھ یہاں سیاق کلام بھی آ سکا معین ہو۔ مفسر وہ جس میں احتمال مجاز بھی نہ رہے۔ مگر احتمال باقی ہے۔

محکم وہ ہے کہ احتمال فسخ بھی نہ رہے۔

نوٹ: چاروں میں ظاہر، نص، مفسر اور محکم واجب العمل ہیں۔ البتہ ظاہر سے نص اور نص سے مفسر اور مفسر سے محکم قوی تر ہے۔

اقسام باعتبار خفا

ان چاروں کے مقابل چار دیگر اقسام باعتبار خفا ہیں۔

۱...... ظاہر: کے مقابل یعنی اس کی ضد (۱) خفی۔

۲...... نص: کے مقابل یعنی اس کی ضد (۲) مشکل۔

۳...... مفسر: کے مقابل یعنی اس کی ضد (۳) مجمل۔

۴...... محکم: کے مقابل یعنی اس کی ضد (۴) متشابہ۔

۱...... خفی: خفی وہ ہے جس کی مراد بوجہ کسی عارض کے مخفی ہو مگر صیغہ کے اعتبار سے خفا نہ ہو۔ مثلاً فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''السارق والسارقة فاقطعوا ایدهما ''یعنی اگر چور مرد ہو یا عورت ان کی سزا ہاتھ کا کاٹ ڈالنا ہے۔ اس آیت میں سارق کا حکم تو ظاہر ہے۔ مگر طرار (جیب کترا) اور کفن چور کا حکم مخفی ہے۔ کیونکہ ان پر سارق کا اطلاق نہیں ہوتا۔

۲...... مشکل: جس میں خفی سے زیادہ پوشیدگی ہو اور صیغہ کے لحاظ سے بھی اشکال واقعہ ہو، جیسے ''فاتوا حرثکم انّٰی شئتم ''میں کلمہ انّٰی جو بمعنی کیفیت اور مکان دونوں آیا ہے۔ یعنی جس طرح اور جس طرف چاہو مگر بحسب قرنیہ حرث دخول فی الدبر جائز نہ ہوا۔

۳...... مجمل: وہ ہے جو گو اپنے معنی میں ظاہر ہو۔ مگر جس اعتبار سے حکم کرنا ہے وہ ظاہر نہ ہو مگر متکلم سے انکشاف کی امید ہو۔ جیسے مسح اور وضو میں باعتبار مقدار مجمل ہے اور یہ مقدار حضور کے فعل سے ثابت ہوگئی کہ حضور نے مسح ناصیہ پر کفایت کی اور ناصیہ بمقدار چوتھائی سر کے ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ ادنیٰ درجہ ہے اس سے کم کافی نہیں۔

۴...... متشابہ: ہر ایسا مجمل جس کا بیان نہ ہوا ہو۔ نیز اس کے انکشاف کی بھی امید نہ رہے، متشابہ ہے۔ جیسے حروف مقطعات ''الم ۰ الرا'' وغیرہ آیات صفات۔

نوٹ: حکم مجمل اور متشابہ کا یہ ہے کہ ان کے حق اور منزل من اللہ ہونے کا عقیدہ رکھے اور اس بات کا منتظر رہے کہ جو شارع علیہ السلام کی طرف سے اس کے معنی ثابت ہو جائیں وہی حق ہیں۔ ورنہ خاموش رہے۔

توضیح: خفی وہ ہے جو باعتبار صیغہ کے تو ظاہر ہو مگر اس میں کوئی عارضی خفا پایا جائے۔

مجمل: وہ ہے جس کا مطلب متکلم کے بیان بغیر معلوم نہ ہو سکے۔ مگر متکلم کے بیان کی امید ہو۔

متشابہ: وہ ہے جس میں متکلم کے بیان کی بھی امید جاتی رہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس تقسیم کا مخزن ومنبع امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ عبدالرحمٰن نے بسند صحیح حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی، تفسیر چار طرح پر ہے۔ ایک: وہ کہ کوئی اس کے فہم میں معذور نہیں کیا جائے گا۔ یعنی سب سمجھ سکتے ہیں۔ دوم: وہ کہ لوگ اس کو اپنی زبان میں پہچانتے ہیں۔ محاورات وغیرہ۔ سوم: وہ کہ راسخین فی العلم اس کو جانتے ہیں اور چہارم: وہ کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا۔

اب جو غور سے دیکھا جائے تو قسم اوّل کی تعریف محکم پر صادق آتی ہے کہ اسے سب سمجھتے ہیں اور اس سے کوئی معذور نہیں رکھا جاتا۔ کیونکہ وہی اصل کتاب ہے اور اسی پر تعلیمات الٰہیہ کا دارومدار ہے۔ قسم دوم کی سلف صالحین نے وضاحت کے لئے تین قسمیں تو ظاہر نص اور مفسر قرار دیں۔ جو بعض آیات میں کسی قدر خفا کی وجہ سے دو اور قسمیں خفی ومشکل بنالیں۔

قسم سوم مجمل کی صحیح تعریف ہے اور چہارم سے متشابہ مراد ہے جس کی اصل حقیقت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ متشابہات کی بابت مقدمہ خلاصہ التفاسیر میں ہے کہ اس کی نسبت جو کچھ تفاسیر میں منقول ہے صرف طبع آزمائی ہے۔ نہ قابل حکم ان مرادوں کا انکار واقرار قرآن سے تعلق نہیں رکھتا۔

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ سورۃ فاتحہ دو ثلث قرآن کے برابر ہے اور سورۃ اخلاص ثواب میں ثلث قرآن کے برابر۔ گویا ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور اخلاص کا پڑھ لینا پورا قرآن پڑھنے کے مساوی ہے۔

اس قسم کی اور احادیث صحیح آیات قرآنیہ کے اقسام اور درجات پر دال ہیں۔

اس تحریر سے میرا مقصد صرف یہی ہے کہ آیات قرآنیہ کے اقسام ہیں اس لئے ترجمہ کرتے وقت یا ان کے بطور استدلال واستنباط یا مسائل کا اخراج کرنے میں آیات کے درجات کا لحاظ رکھنا ازبس ضروری ہے اور ان کی پروانہ کرنا سراسر صراط مستقیم سے بھٹکنا ہے۔

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاژند

(اقبال)

علم تفسیر پر ایک نظر

قرآن مجید جس طرح خدا نے نازل فرمایا: ’’بلّغ ما انزل الیک من ربک‘‘ کے ماتحت رسول خداﷺ نے اس کی تبلیغ فرمادی۔ نہ خود آنحضرتﷺ نے قرآن کی کومحتاج تفسیر سمجھا، نہ خلفائے اربعہ اور نہ صحابہؓ نے۔ اس لئے مدت مدید تک کوئی ضرورت محسوس نہ ہوئی جو تفسیر کی طرف مائل کرے۔ اللہ والے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ اس میں تدبر وفکر کرتے تھے۔ خدا کی راہ پاتے تھے۔ کہیں اختلاف ہوا اور اس موقع پر کسی نے کوئی مناسب آیت پڑھ دی تو مومنوں کے سر جھک گئے۔

’’اتل ما اوحی الیک‘‘ کے حکم سے قرآن مجید کی تلاوت پر قرون اولیٰ کا عمل بالخشوع تھا۔ افلا تدبرون القرآن کی تہدید ہر وقت ان کے نصب العین تھی۔ قرآن مجید ہی ہادی سمجھا جاتا تھا اور ایمان والے اسی کی روشنی میں اپنی رفتار قائم کئے ہوئے تھے۔ تازیست قرآن ہی ان کا دستور العمل رہا۔

لیکن زمانہ نے پلٹا کھایا اور نفسانیت نے اپنی ہوا باندھی۔ متعارض روایتوں اور مروجہ فلسفہ کے حملوں اور ملت ومشرب کی پاسداریوں نے مرادی معنوں کی اینٹوں اور تاویلوں کے مصالحہ سے تفسیر کی بنیاد قائم کی اور اس پر اپنے تجربہ کا قلعہ اٹھایا۔ رفتہ رفتہ تفسیر رگڑے جھگڑے اور طبع آزمائیوں کی رزمگاہ بن گئی۔

آخر اس سیل کے روکنے کو محققین کا ایک گروہ اٹھا جس نے اپنی ذہانت وقابلیت سے حق وباطل میں تمیز کی راہیں نکالیں۔ جن کا خلاصہ اس عاجز نے اوپر بیان کردیا۔ ہمیں ان کا ضرور شکرگزار ہونا چاہئے جوانہوں نے تحقیق لغات حل ومحاورات اور تسہل زبان میں مصیبتیں جھلیں اور ہم جیسے جاہلوں کے لئے قرآن سمجھنے کے ذرائع سہل کر گئے۔ خدا انہیں اس کا اجر عظیم دے اور چونکہ ان میں سے اکثر حضرات کے کارنامے مبنیٰ برحسن نیت تھے۔ اس لئے ’’حسن اولئک رفیقًا‘‘ میں ان کی قرارگاہ بنائے اور جو غلطیاں ان سے ازراہ نیک نیتی سرزد ہوئیں انہیں معاف کرے۔ انہیں میں اپنا محسن اور سرتاج سمجھتا ہوں اور شخصی رائے ضرور نہیں کہ لغزشوں سے پاک ہو۔ اس لئے میں ان کی لغزشوں سے متفق نہیں اور یہی خیال محققین مفسرین کا بھی تھا۔ لیکن بہرحال ہمیں ان کے مقررہ قواعد سے فائدہ اٹھانا لازم ہے۔ ورنہ ہم بھی ٹھوکر کھائے بغیر نہ رہیں گے۔

اصول حدیث پر ایک نظر

آنحضرت ﷺ کے زمانۂ پیغمبری میں جو اہل حضور تھے وہ خوش نصیب تھے۔ خوش زیست تھے۔ تذکروں کے محتاج نہ تھے۔ دل تڑپا اور پہنچے۔ آنکھیں بھی سینک لیں۔ دل بھی ٹھنڈا کیا۔ بعد کے دور والے جو بچھڑے ہوئے تھے ان کے دل محبوب کے تذکروں ہی میں بستے تھے۔ کیونکہ ان کے لئے پانے کی راہ نہ دیکھنے کا راستہ۔ اس طرح آپ ﷺ کے تذکرے اور آپ ﷺ کی حدیثیں یہاں وہاں شائع ہوتی رہتی تھیں تو جیسا تذکروں کا دستور ہے کہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ اس پر مبالغہ، جدت، رنگ آمیزیاں حسب دستور زمانہ لازم۔ یہ باعث ہوا موضوعی حدیثوں کے انبار کا محبت کی آنکھ ردوقدح کرتی ہی نہیں۔ کیونکہ جوش محبت میں نہ درایت کی گنجائش ہوتی ہے نہ ترازو کے تحقیق پر تولنے کی ضرورت۔ محبت کا متوالہ بات کے تسلیم کرنے کو تیار ہونا چاہئے۔ یوں غلط روایتوں نے فتح یابی حاصل کی۔ مگر ہاں جو شراب محبت پیتے بھی گئے اور بدمست نہ ہوئے۔ جنہوں نے آفتاب سے نظارہ بازی کی۔ مگر بجائے چکاچوند میں پڑنے کے ان کی آنکھیں بھی روشن ہوگئیں۔ وہ حقیقت کی تجلیوں سے فیض یاب ہوئے۔

ان کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سی ہے کہ حضور سرور دوعالم ﷺ نے انتقال فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول ﷺ کی محبت کے متوالے تلوار کھینچ کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ جس نے حضور ﷺ کے انتقال کا نام لیا اس کا سرتن سے جدا ہوگا۔ مگر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور سیدھے اندر چلے گئے۔ حضور ﷺ کو وصال یافتہ فرمایا تو بے اختیار ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' پکار اٹھے اور باہر تشریف لاکر خطبہ فرمایا۔ **''ایھا الناس من کان یعبد محمدًا فان محمدًا قد مات ومن کان یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ لا یموت ثم تلاو ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل''** یعنی اے لوگو! جو شخص محمد ﷺ کی پرستش کرتا تھا تو محمد ﷺ فوت ہوگئے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا، تو بے شک اللہ زندہ ہے جو نہیں مرے گا۔ جو قرآن کی یہ آیت پڑھی۔ محمد ﷺ کیا تھے۔ اللہ کے رسول تھے۔ ان کے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔ آخر تک ''**وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل**'' اس پر سب صحابہ رضی اللہ عنہم کی پریشانی دور ہوگئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی سمجھ گئے کہ حضور ﷺ کا انتقال یقینی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ محبت کے جوش میں انسان غلطی بھی کرتا ہے اور کسی کی سنتا بھی نہیں۔ مگر بہتر محبت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حق بین محبت ہے۔

تذکروں کا زمانہ جب غبار آلود ہوا اور رطب ویابس کے انبار لگے تو حق بینوں کی آنکھیں کھلیں۔ پھر جب منظر سامنے آیا ان سے ان کا ایمان کانپ اٹھا اور دل لرز گیا کہ یا اللہ یہ تو بڑی بنی۔ وہ چھان بین میں لگے اور حدیث کے جانچنے کے شرائط مقرر کئے اور ان شرائط پر جانچنا شروع کیا۔ ان کی یہ غرض نہ تھی کہ نیا دین قائم کریں۔ دین میں قرآن مجید سے فاضل کسی کتاب کا اضافہ کریں۔ یا اسلام میں فرقہ بندی کی بنیاد ڈالیں۔ بلکہ ان کی غرض خالصتاً یہ تھی کہ حدیثوں میں تمیز پیدا ہو۔ موضوعی حدیثیں جہاں تک امکان کے اندر ہے چھٹ جائیں اور آئندہ وضع حدیث کا دروازہ بند ہو جو کوششیں انہوں نے اس کے متعلق کیں اس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں مل سکتی۔ ان کی کوششیں تمام تر مشکور ہوئیں اور بوجہ خلوص نیت جس طرح عنداللہ ماجور ہوئے۔ عندالخلائق بھی ویسے ہی محمود و مقبول تھے کہ اس جانچ پڑتال کے متعلق حدیث کی اصطلاحات مقرر کی گئیں۔

<u>من حیث روایت:</u> مرفوع (مرفوع، قولی، فعلی وتقریری) موقوف (با آثار صحابہ رضی اللہ عنہم) مرسل، معطل، مدرج، موضوع۔

<u>من حیث سند:</u> مسند، متصل اور منقطع۔

<u>من حیث راوی:</u> صحیح، حسن، ضعیف، غریب، مضطرب، منکر، معلق، شاذ۔

<u>من حیث درجہ:</u> متواتر، مشہور اور خبر احاد وغیرہ۔

علمائے متقدمین نے یہ کوششیں خالصاً لوجہ اللہ کی تھیں، اس لئے وہ مقبول ہوئیں۔ مگر پھر بھی اختلافات احادیث کا جھگڑا نہ چکا تو آخر میں علمائے متاخرین نے اپنی ذہانت وقابلیت سے تطابق احادیث کی راہیں نکالیں اور کسی قدر کامیابی بھی حاصل کی۔ ان کی یہ کوششیں بھی لوجہ اللہ تھیں اور خلوص نیت کا اجراء ضائع نہیں جاتا تاہم کو علی قدر مراتب دونوں کا شکر گزار اور احسان مند ہونا چاہئے جو دونوں کا حق ہے۔ بالآخر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دور آیا تو انہوں نے کتب احادیث کے پانچ طبقات قائم کئے۔

طبقہ اولیٰ! میں موطا امام مالک، بخاری، مسلم۔

طبقہ ثانیہ! میں ابوداؤد، ترمذی اور نسائی کو تجویز فرمایا۔ صرف ان کتب کو صحاح ستہ قرار دیا اور فرمایا کہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان صحیح احادیث کو جامع الاصول میں خاص اہتمام سے درج کیا ہے جنہوں نے ابن ماجہ جیسی عمدہ کتاب میں صرف ایک حدیث موضوع پاکر اسے کتب صحاح سے خارج کر دیا اور اپنی جامع میں اس کی ایک صحیح حدیث بھی نقل نہ فرمائی۔

شاہ صاحب موصوف نے باقی تیسرا، چوتھا اور پانچواں طبقہ کی کتب احادیث کے متعلق

فرمایا کہ ان میں ہر قسم کی احادیث یعنی ضعیف۔ موضوع وغیرہ کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اگر انہیں تسلیم کیا جائے تو ادنیٰ سی توجہ سے متبدعین کے گروہ رافضی ومعتزلہ وغیرہ کا مذہب اپنے اپنے شواہد پیش کرسکتا ہے۔ اس لئے محققین نے کبھی ان کی پرواہ نہ کی بلکہ طبقہ اولیٰ وثانیہ کی احادیث سے ہی ہمیشہ ان کی وابستگی رہی ہے۔

اب کسی حدیث کا درجہ معلوم کرنے کے لئے ہمیں صرف کتاب کا نام جان لینا کافی ہے۔ جس میں وہ حدیث درج ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان نے ہمیں اصول حدیث کی پیچیدگیوں سے بے نیاز کر دیا اور اصطلاحات احادیث کی بھول بھلیوں میں پڑنے سے بھی نجات دلا دی تو اس عظیم الشان احسان کو ہم کیسے بھول سکتے ہیں۔ خدا انہیں اس بے نظیر کام کا اجر جزیل عطاء فرمائے اور ہمیں اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے[1]۔

اصول فقہ پر ایک نظر

جب اسلام پھیل گیا تو ملکی قانون کی ضرورت پڑی کہ جس کی رو سے مقدمات فیصل کئے جائیں۔ علماء اسلام نے کمال درجہ کوششیں کیں کہ ملکی فیصلے کہیں دین کے خلاف نہ ہو جائیں۔ بلکہ قرآن اور حدیث ہی کی نسبت کے ساتھ طے پائیں۔ اس نے اجماع وقیاس کی راہ کھولی اور ایسی وسعت پیدا کی کہ چھوٹے بڑے سب کام اس میں سما گئے۔ ان مقدس حضرات نے کمال درجہ تک کامیابی حاصل کی اور استخراج مسائل کے اصول قائم کئے۔ جسے اصول فقہ کہا جاتا ہے۔ گویا جو احکام قرآن وحدیث سے مل سکیں وہ تو نصوص ہیں۔ اس سے فاضل جو احکام دینے پڑے تو انہیں اجماع، قیاس کے ترازو پر تول کر اور قواعد منطق کی پابندیوں اور فلسفہ کی باریک بینیوں کے ساتھ فقہ کو اس طرح مرتب کیا جس کی مثال بھی ڈھونڈے سے نہیں ملنے کی۔ جن بزرگوں نے یہ خدمت انجام دی وہ امام کہلائے۔

اصول فقہ کی مکمل بحث کے لئے تو ایک کتاب درکار ہے۔ مگر یہاں اختصار کے لئے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ سے ذیل میں چند سطور درج کرتا ہوں جو فی الحقیقت اصول فقہ کا خلاصہ ہے۔

---

[1] اس سے صاف ظاہر ہے کہ طبقہ اولیٰ وثانیہ کی کتب احادیث یعنی صحاح ستہ پر ہی دین کی صحت کا انحصار ہے۔ کیونکہ ان کی ضعیف روایات پر نقید وترجیح ہو چکی ہے۔ فی الامکان دوسری کتب احادیث کی روایات سے بچے تاکہ دین محفوظ رہے۔ یقیناً شاہ والی اللہ کی ہدایت پر عمل کرنا گویا اپنا دین محفوظ کرنا ہے اور یہی اس پر آشوب زمانہ میں صراط مستقیم ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اصول ہے کہ فقہ چار اصل سے ماخوذ ہوتا ہے۔ پہلی اصل کتاب اللہ یعنی قرآن شریف، دوسری اصل سنت رسول اللہ محمد ﷺ یعنی حدیث شریف۔ تیسری اصل ایک وقت کے مجتہدین کا اجماع۔ چوتھی اصل قیاس نظری۔ اس مسئلہ میں جس میں نص نہ ہو اور جو حکم کتاب وسنت سے ثابت ہو وہ کتاب اور سنت کے سوا دوسری چیز سے منسوخ نہیں ہوسکتا اور وہ اجماع اور قیاس باطل ہے۔ جو کتاب یعنی قرآن شریف اور سنت کے خلاف ہو اور پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں جو حکم ثابت ہوا آنحضرت ﷺ کے بعد منسوخ نہیں ہوسکتا اور مجتہد سے کبھی خطا ہوتی ہے اور کبھی اس کا حکم صحیح ہوتا ہے اور جب مجتہد کی خطا کسی مسئلہ میں ظاہر ہو جائے تو اس مسئلہ میں اس مجتہد کی تقلید حرام ہے۔ (فتاویٰ ج۱ ص۲،۳)

فقہاء ومجتہدین جنہوں نے تفقہ کی راہ کھولی اور دین میں ظاہراً وباطناً سمجھ پیدا کی اور قوم کی رہنمائی کی انہوں نے ہدایت ربانی کی تعمیل کی۔ ’’**فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة یستفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلم یحذرون** ‘‘ کیوں نہ نکلا ان کے ہر فرقہ میں سے اک طائفہ کہ دین میں سمجھ پیدا کرتا اور وہ قوم کو ڈراتا۔ جب ادھر متوجہ ہوتا تاکہ لوگ برائیوں سے بچتے۔ ان حضرات نے دین سمجھ پیدا کی اور لوگوں کو سمجھایا۔ ذیلی اور ملکی احکام بتائے۔ وہ قرآن نہ سمجھنے والوں کے لئے ہدایت اور حصول دین کے لئے سہولت کا باعث ہوئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جو مسلمان حنیف اور خدا کی طرف یک سو تھے۔ ان میں بھی اکثر فقیہ تھے۔ جنہوں نے مندرجہ بالا آیت کے ماتحت اس تبلیغ کی خدمت کو ادا کیا جو بارآور ہوئی اور وہ فائز المرام ہوئے۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ ’’**فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه** ‘‘ ہمارے ایسے بندوں کو بشارت دو جو بات کو سن لیتے ہیں۔ پھر ان میں سے اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ (زمر:۳۰)

اس اصول پر حدیث سے، اقوال بزرگان سے، اقوال حکماء سے، ناصحوں ہو یا واعظوں سے، یا کسی نے جو اچھی بات سن پائی، اس پر عمل کریں۔ یہ ہمارے لئے کامیابی اور بشارت خداوندی کا موجب ہوگا۔ یہ ایک اصل خداوندی ہے جو مبنی ہے حکمت اور عقل پر، انسانی کلام نے اسی کو یوں ادا کیا ہے۔

کسی فقیہ یا امام نے نیا دین قائم نہیں کیا۔ ان کے ماننے والوں نے بعد میں ان کی طرف بہت کچھ منسوب کر کے اور ان کی برگزیدہ صفات میں غلو سے تفرقہ پیدا کیا۔ مگر وہ اس سے

بری ہیں۔ کسی فقیہ نے یہ نہ کہا کہ میری رائے وحی الٰہی یا الہام والقائے ربانی ہے اور داخل فی الدین ہے۔ بلکہ سب نے یہی کہا کہ میری باتوں کو اس وقت تک نہ مانو جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ ہم نے کہاں سے لیا ہے اور اس کی اہمیت اور سند کیا ہے۔ بعض لوگوں نے کسی ایک حکم کی مختلف صورتوں سے جو سہولت امت اور مصلحت وقت پر مبنی تھیں بے خبر ہو کر آپس میں فساد ڈال دیا۔ یہ ان کے اپنے فہم کی غلطی ہے۔ یہاں پر مجھے ایک اپنا واقعہ یاد آیا جو دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ میں اسے ذیل میں بیان کرتا ہوں۔

سات آٹھ سال کا ذکر ہے کہ ایک روز مسجد میں صبح کی نماز کی جماعت کے بعد سنت پڑھنے کے متعلق دریافت کیا گیا۔ بدقسمتی سے امام مسجد موجود نہ تھے۔ میں نے حضورﷺ کے ارشاد سے اجازت بتلائی۔ پھر کیا تھا ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ کوئی کہتا یہ اہل حدیث کا مسئلہ ہے جو دشمن رسول ہیں۔ یہ سنتیں نہایت ضروری ہیں ذرا پیچھے ہٹ کر جلدی سے پڑھ کر امام سے مل جانا چاہئے۔ آخر دوسرے دن جو امام مسجد تشریف لائے تو لگے وہ بھی عوام کی ہاں میں ہاں ملانے۔ کیونکہ وہ عوام کے دست نگر جو ہوئے۔ بھلا ان کے خلاف فیصلہ کیونکر دیں۔ بالآخر فیصلہ جو دیا تو رسول خداﷺ فداہ ابی وامی کے ارشاد کے خلاف۔ یہ ہے ہمارا دین، یہ ہے اسلام، ایسی حالت میں تو خدا ہی حافظ ہے۔ مولانا حالی ایسے حالات کے ماتحت ہی فرما گئے ہیں کہ ؎

سب اس میں گرفتار چھوٹے بڑے ہیں سمجھ پر ہماری یہ پتھر پڑے ہیں

حالانکہ فجر کی سنتوں کے بارے میں احادیث صحیحہ کا حسب ذیل فیصلہ نہایت صاف ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جس کی فجر کی سنتیں جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے رہ جائیں، وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے۔ مگر ایک شخص کو جماعت کے بعد فوراً پڑھ لینے کی اجازت بھی دی۔

اس حکم کی مختلف صورتوں میں درحقیقت ہماری سہولت ملحوظ تھی۔ مگر ہم نے اس سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ایک دوسرے کے جانی دشمن بن بیٹھے۔ اس میں مصلحت تو یہ تھی کہ مثلاً ایک کاریگر دن بھر کی محنت سے تھکا ماندہ صبح کو ذرا دیر سے اٹھا۔ مسجد میں جو گیا تو جماعت کو کھڑی پایا۔ اب فرض نماز کے لئے سنت کو چھوڑنا حضورﷺ کے ارشاد مطابق لازمی تھا۔ وہ جماعت میں مل گیا۔ وہ ایک ملازم شخص ہے اور جس کارخانہ میں وہ کام کرتا ہے اس کے کھلنے کا وقت قریب ہے۔ اب اگر وہ سورج نکلنے پر سنت پڑھنے کا انتظار کرتا ہے تو وہ اپنے کام سے غیر حاضر ہو کر اس دن کی تنخواہ نہ ملنے کے علاوہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوتا ہے یا ملازمت ہی سے برطرف کر دیئے جانے کا اندیشہ

ہے۔ تو ایسا شخص رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد پر جس میں آپ نے ایک شخص کو صبح کی جماعت کے بعد سنت پڑھ لینے کی اجازت دی ہے۔ کیوں نہ عمل کرے۔

دوسرا میری طرح کا ایک شخص ہے جس نے دفتر میں کہیں دس بجے پہنچنا ہے۔ اس سے اگر اتفاقاً سنتیں جماعت میں ملنے کی وجہ سے رہ جائیں تو وہ سورج نکلنے تک انتظار کرے اور وہ کر سکتا ہے۔ پھر اس طرح خدا کی یاد سے اور فائدہ اٹھائے اور اس انتظار سے سبق حاصل کر کے آئندہ جماعت میں جلد پہنچنے کی عادت ڈالے یا اپنے کام میں لگ جائے اور سورج نکلنے کے بعد اگر موقعہ ملے تو پڑھ لے۔ اس طرح بھی جائز ہے۔

مسائل میں ایسی صورتیں تو دین کے آسان ہونے پر دال ہیں۔ کیا خدا نے بیمار آدمی کے لئے وضو کے بجائے تعلیم کا حکم نہیں دیا اور مسافر اور مریض کے لئے رمضان کے روزے بعد میں قضا کر لینے کی اجازت نہیں؟ پھر اگر رسول خدا ﷺ نے حاجت مند شخص کے لئے جماعت کے بعد فوراً فجر کی سنتیں پڑھ لینے کی اجازت جو دی تو کیا برا ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ کیوں برا سمجھا جائے۔

شریعت کے احکام تھے وہ گوارا ۔۔۔ کہ شیدا تھے ان پر یہود اور نصاریٰ
گواہ ان کی نرمی کا قرآں ہے سارا ۔۔۔ خود الدین یسر نبی نے پکارا
مگر یہاں کیا ایسا دشوار ان کو ۔۔۔ کہ مومن سمجھنے لگے بار ان کو

جو لوگ ان مختلف صورتوں کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے وہ ان میں اپنی کم فہمی سے اختلاف بنا کر برسر پیکار ہو جاتے ہیں اور دین کی بے شمار سہولتوں اور خوبیوں کو کھو بیٹھتے ہیں۔ افسوس یہ لوگ حقیقت ومجاز کے مفہوم سے ناآشنا ہوتے ہیں اور نہیں جانتے کہ حقیقت میں تو کہیں اختلاف ہی نہیں اور مجاز میں اختلاف حامل وحی کے عمل سے عیاں ہے۔ پھر اس پر جھگڑا کس لئے۔ وہ تو ہمارے اپنے لئے مفید ہے اور انسان اس میں مختار ہے کہ مصلحت وقت کے مطابق عمل پیرا ہو۔ جہاں پر خداوند عالم نے مجاز کہا ہے وہاں پر سرور عالم نے بھی کئی طرح پر عمل کر کے دکھا دیا ہے کہ اس میں انسان مجاز کیا گیا ہے۔ مثلاً خدا نے قیام کو فرمایا اور یہ نہ فرمایا کہ کیونکر کرو۔ تو یہ مجازی صورت ہوئی کہ قیام تو کرو مگر کیسے کرو۔ حضور ﷺ نے خود قیام کیا تو ہاتھ باندھا بھی اور نہ بھی باندھا۔ سینہ پر باندھا اور زیرناف بھی باندھا۔ علی ہذا آمین زور سے بھی کہی اور آہستہ بھی۔ ’’رفع یدین‘‘ کیا بھی اور نہ بھی کیا۔ صبح کی نماز میں دعا قنوت پڑھی بھی اور نہ بھی پڑھی۔ یہ دعا بھی اور، اور دعائیں بھی اور تحیت بھی پڑھی اور التحیات بھی۔ تسبیح کا حکم ہوا تو سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی

الاعلیٰ بھی پڑھیں اور دوسری تسبیحیں بھی تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ مجاز کی صورتیں ہیں۔ ان کو مجاز سمجھنا اور اس طرح بصورت مجاز عمل کرنا تفقہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت کرنی ہے نہ ان کو فرض کی طرح ادا کر کے فرائض پر اضافہ کرنا جس مختلف طرح پر ہمارے رسول ﷺ نے کیا اسی مختلف طرح پر فرقے ہو کر قوم بھی کرتی چلی آرہی ہے۔ یہ عمل متواتر ہے۔ جس کی شہادت تاریخ اسلام دے رہی ہے۔ ہاں! مختلف طرح پر عمل کرنے والے بجائے اس کے کہ سب طرز عمل کو مجاز جان کر جائز سمجھتے فرقے ہو ہو گئے۔ دین میں پھوٹ ڈالی۔ جس کو خدا نے منع کیا تھا اور بعض اپنی نادانی سے منکر حدیث بن بیٹھے۔

حضور ﷺ کے مختلف اعمال دین مجاز من اللہ کی مختلف صورتیں ہیں۔ مختلف ادیان نہیں ہیں۔ یہ تدبیر وتفقہ رسول معصوم ﷺ ہے جو مورد وحی تھے۔ شیطان کا گزر آپ تک نہ تھا۔ آپ کا تدبر وتفقہ اگر ثابت ہو جائے تو اس کو ہم آلودہ گناہ کے کسی خیال سے بہتر سمجھنا تو کسر شان رسالت ہے۔ سارے اولیاء وصلحاء سارے پیشوا اور اماموں کے تدبر وتفقہ سے بلند تر رفیع تر اور مطابق رضائے مولا کہنا زیبا ہے۔ چنانچہ حضرت امام اعظم فرماتے ہیں: ''اذ صحیح الحدیث فھو مذھبی'' یعنی جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ مگر یاد رہے کہ تدبیر وتفقہ رسول معصوم ﷺ بھی وحی منزل کے درجہ میں نہیں ہے۔ دین قرآن مجید میں کامل ہو چکا۔ جس کا منکر کافر ہے اور تفقہ ہے مجاز میں۔ مجاز کو کسی ایک صورت میں منحصر کرنا چاہئے۔ وہ اعلیٰ وارفع ہی صورت کیوں نہ ہو۔ خدا کے مجاز کئے ہوئے کو محکوم علیہ بنا دیتا ہے۔ تفقہ رسول معصوم ﷺ کی دوسری صورت الہام ربانی ہے۔ مگر الہام کوئی نیا دین قائم نہیں کرتا۔ نہ کلام ربانی کے مخالف ہو سکتا اور نہ حدود اللہ کو کم وبیش کر سکتا ہے۔ الہام اس القائے ربانی کا نام ہے جو روحانیت قرآن اور اسرار فطرت کو منکشف کرے اور بوقت ضرورت اسی راہ کی رہنمائی کرے جو خطرات سے محفوظ ہو اور تفقہ مجاز میں ہے۔ چاہے تفقہ شریعت میں ہو یا طریقت میں۔ اس کا غیر معمل کافر ہے نہ مستحق جہنم۔ اس لئے تفقہ رسول معصوم ﷺ سے ہر چند ہم سو طرح کے فوائد سے فیضیاب بھی ہوں مگر وہ دین منزل کے درجہ میں نہ ہو جائے گا۔ فرق مراتب ضرور ہے۔ اللہ اللہ ہے اور رسول۔ رسول نہ پیر ومرشد کو رسول بناؤ۔ نہ رسول کو خدا، نہ معقولات صوفیہ کو حدیث، نہ حدیث کو کلام اللہ، دین کو ساری آمیزش سے پاک اور خالص رکھو۔ ''الا للہ الدین الخالص'' ہوشیار کہ خدا کے لئے دین خالص ہے۔

افسوس میں کہاں سے کہاں چلا گیا اور قلم بھی میرے اختیار سے نکل گیا۔ جس کا باعث

آج زمانہ کے حوادث اور قوم کی حالت زار کا ہر وقت پیش نظر ہونا ہے۔ جس پر رونا آتا ہے۔ میں اسے تحریر میں نہیں لانا چاہتا تھا۔ مگر حقیقت کے اظہار کو ضبط بھی نہ کر سکا اور یہی وجہ ہوئی جس نے مجھے حق کی جستجو پر آمادہ کیا ہے۔ مولانا حالی اپنے وقت میں قوم کی صحیح حالت کا حسب ذیل خاکہ کھینچ کر اس کی حالت زار پر خوب روئے۔ اگر آج قوم اس سے کہیں آگے نکل گئی ہے اور اس کی حالت زبوں تر ہو چکی ہے۔

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے — حدیثوں پر چلنے میں دین کا خلل ہے
فتاوؤں پر بالکل مراد عمل ہے — ہر ایک رائے قرآن کا نعم البدل ہے
کتاب اور سنت کا ہے نام باقی — خدا اور نبی سے نہیں کام باقی
سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے — حدیثوں پر چلنے میں دین کا خلل ہے
فتاویٰ پہ بالکل مدار عمل ہے — ہر اک رد گرداں کا علم البدل ہے
کتاب اور حدیث کا ہے نام باقی — خدا اور اس سے نہیں کام باقی
کرے جو گر بت کی پوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کہے آگ کو اپنا خدا تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں — عبادت کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے — نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

میں حضور ﷺ کے کلام غیر منزل کا ذکر کر رہا تھا۔ جس کی کئی قسمیں ہیں۔ کچھ تو آپ کا تفقہ ہے اور کچھ الہام جو وقتی مصلحت کے لحاظ کے ساتھ حسب اقتضائے ضرورت زمانہ ہے اور کچھ روزمرہ کی باتیں ہیں اور انسانی اقوال وہ ہمیں کامل انسان ہونے کے سبب کامل تر اور فلسفہ اور اخلاق کی جان ہیں۔

اس تمام تر بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ اصول فقہ کتاب وسنت اور اجماع وقیاس بالترتیب مسائل کے استخراج واستنباط کا نام ہے اور جن بزرگوں نے یہ اصول مرتب کئے اور قرآن نہ سمجھنے والوں کے لئے ہدایت اور حصول دین کے لئے سہولت کا باعث ہوئے۔ وہ فقہا اپنی خلوص خدمت کے سبب سے خدائے ذوالجلال کے ہاں ماجور ہیں اور ان کی سعی مشکور ہے ہم کو ان کا شکر گزار ہونا چاہئے جو ان کی منزلت کے سزاوار ہیں اور ان کی تعظیم وتوقیر کرنی چاہئے جو ان کی شان کے شایان

ہے اور ہمیں ان اصول کی پیروی کرنی چاہئے۔ ورنہ ہم صراط مستقیم سے دور ہٹ جائیں گے۔

اب جناب کی خدمت میں عرض ہے کہ ان اصول کے متعلق اپنی رائے کے اظہار سے ممنون فرمائیں اور آئندہ سہولت کے لئے میرا اصلی خط بھی جواب کے ساتھ ہی واپس کر دیا کریں اور اگر میرے مضمون کو محفوظ رکھنے کی ضرورت محسوس ہو تو اپنے سیکرٹری صاحب کو ہدایت فرمادیں کہ وہ میرے خطوط کی نقل نقول لکھ کر واپس کریں۔ جیسا کہ عام مفتیوں کا دستور ہے۔ میں نے ۱۹۲۳ء میں دارالعلوم دیوبند ایک استفتاء ارسال کیا تھا۔ جواب خط ہذا ہے۔ اسے آپ ملاحظہ فرما کر واپس کر سکتے ہیں۔ میرا اسے بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کوئی اندیشہ نہ فرمائیں اور اندیشہ سے محفوظ ہونے کے لئے دارالعلوم کی طرح میرے اور اپنے خطوط کے ہر ورق کی پشت پر مہر لگا کر واپس کر دیا کریں۔ فقط والسلام! محمد سرفراز خاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم‘‘

مکرمی چوہدری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آپ کا طویل خط امیر المؤمنین سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (مرزا محمود قادیانی) کے حضور پہنچا۔ حضور نے فرمایا کہ چوہدری صاحب کے خط کا جواب لکھ کر انہیں بھیج دیا جائے۔ امتثالاً لامر الجناب آپ کے خط کا جواب مرقوم ومرسل ہے۔

آپ کے طویل خط کا مضمون جو پچیس صفحہ تک چلا گیا ہے۔ اصول تفسیر اور اصول حدیث اور اصول فقہ کی تشریح پر مشتمل ہے۔ آپ نے مضمون کے آخری سطور میں اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ آپ کے مرقومہ مضمون کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا جائے۔ سو اس کے متعلق واضح ہو کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہے سلف صالحین کے اصول موضوعہ کی رو سے تشریح ہے۔ جس کے متعلق آپ نے صفحہ پر خود لکھ دیا ہے کہ سلف صالحین کے موضوعہ اصول جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ یقیناً قابل قدر ہے۔ پھر آپ نے ص۱۱ پر یہ بھی لکھ رہے ہیں: ’’ہمیں ان کا ضرور شکر گزار ہونا چاہئے جو انہوں نے تحقیق لغات، حل محاورات اور تسہیل زبان میں مصیبتیں جھلیں اور ہم جیسے جاہلوں کے لئے قرآن سمجھنے کے لئے ذرائع سہل کر گئے۔ خدا انہیں اس کا اجر عظیم دے اور چونکہ ان میں سے اکثر حضرات کے کارنامے مبنی بر حسن نیت ہے۔ اس لئے ’’حسن اولئک رفیقا‘‘

میں ان کی قرار گاہ بنائے اور جو غلطیاں ان سے ازراہ نیک نیتی سرزد ہوئیں۔ انہیں معاف کرے۔ انہیں میں اپنا محسن اور سرتاج سمجھتا ہوں۔ لیکن ساتھ اس کے انسان سمجھتا ہوں جس سے غلطیاں ہوسکتی ہے اور ہوتی رہتی ہیں۔ میں پیغمبر اور مورد وحی نہیں سمجھتا جو معصوم ہوں اور ان کی رائے کو شخصی رائے ضرور سمجھتا ہوں اور شخصی رائے ضرور نہیں کہ لغزشوں سے پاک ہو اس لئے میں ان لغزشوں سے متفق نہیں اور یہی خیال محققین مفسرین کا بھی تھا۔ لیکن بہرحال ہمیں ان کے موضوعہ قواعد سے فائدہ اٹھانا لازم ہے۔

اور آپ کا صفحہ۲ کے پہلے پیرے کے آخری فقرات میں یہ لکھنا کہ یہ ہی اصول دین ہیں۔ یہ بھی ویسے ہی ضروری معلوم ہوتے ہیں۔ آپ ان کی تصدیق کریں تاکہ آئندہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے یا ان کے متعلق اپنی رائے ظاہر فرمادیں۔ سو تصدیق اور اظہار رائے کے لئے آپ کے صفحہ۱۱ والی عبارت سے ہمیں اتفاق ہے اور جواب کے لئے بھی ہماری طرف سے وہی کافی ہے۔

بقلم خاکسار: غلام رسول راجیکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت مکرمی چوہدری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم!

آپ کے مکتوب مورخہ ۲۹ رنومبر ۱۹۳۷ء کا جواب ارسال خدمت ہے۔ اس لئے بھی آپ کو مکتوب مورخہ ملا تھا۔ حضرت امیرالمؤمنین العزیز خود اتنی طویل خطوط بوجہ عدیم الغرض جواب تحریر نہیں فرماسکتے۔

ملک صلاح الدین

۲۷ رمارچ ۱۹۳۸ء

__نوٹ:__ مقدمہ کتاب اور اصول دین کی بحث ختم ہوئی۔ اس سے آگے نقل خطوط متعلقہ بشارت اسمہ احمد شروع ہوتی ہے۔

نقل خطوط متعلقہ بشارت اسمہ احمد مع تفسیر سورۂ صف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم‘‘

بخدمت شریف جناب مرزابشیرالدین محمود احمد صاحب...... امیر جماعت قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مجھے چوہدری محمد شریف صاحب مولوی فاضل مبلغ قادیان کے وراثت کے مضمون پر دو مکتوبات موصول ہوئے جن میں کا آخری خط آپ کے پرائیویٹ سیکرٹری کی تصدیق کے بغیر مجھے ملا ہے۔ اس لئے میں اب پھر جناب ہی کی خدمت میں ان دونوں کا جواب تحریر کرتا ہوں۔ جس سے میرا مقصد یہ ہے کہ آپ میری خط وکتابت سے آگاہ رہیں۔ آئندہ جو چٹھی آپ کی یا آپ کے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی تصدیق کے بغیر آئے گی۔ اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اگر یہ چٹھیاں آپ کی تصدیق سے آئیں تو شاید ان میں اس قدر غلط بیانی نہ ہوتی۔ جس کا برا اثر پڑے بغیر نہیں رہ سکتا۔

یہاں پر میرے پہلے شعبہ ''مسئلہ میراث انبیاء'' پر جماعت احمدیہ کے چند اوہام کا ازالہ ہے۔ مگر جب مرزا بشیرالدین صاحب خلیفہ قادیان نے خود تسلیم کر لیا کہ مرزا قادیانی نے اپنے والد ماجد سے وراثت پائی اور مرزا قادیانی کا ترکہ بھی ان کی اولاد میں تقسیم ہوا۔ تو مرزا قادیانی کی نبوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب کہ حضورﷺ نے خاص طور پر مختلف الفاظ میں اور کئی ایک پیرایہ میں واضح کر دیا ہے کہ ہم انبیاء کا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ امت پر صدقہ ہوتا ہے۔ میری اور انبیاء کی میراث روپیہ پیسہ یا دینار و درہم ہرگز نہیں بلکہ علم اور صرف علم ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی انبیاء کرام کو حکم صادر فرما دیا کہ خبردار تبلیغ خداوندی میں تمہیں روپیہ پیسہ بٹورنے اور جمع کرنے کی اجازت نہیں اور ان کی زبانی مخلوق خدا میں اعلان فرما دیا: ''**قل لا اسئلکم علیه اجرًا**'' اس لئے اس حصہ خط کی نقل کی یہاں ضرورت نہیں۔ نہ اسے بشارت احمد سے کچھ تعلق ہے۔ البتہ اگر ضرورت پڑ گئی تو ان شاء اللہ اسے الگ شائع کیا جائے گا۔

اب ذیل میں شبہ دوم سے خط کی نقل شروع ہوتی ہے۔

بندہ ایک متلاشی حق کی حیثیت سے اپنے شبہ نمبر۱ کو بعینہٖ قائم چھوڑ کر مبلغ قادیان کی خواہش کے مطابق مرزا قادیانی کے دعویٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فی الحال ظنیات سے قطع نظر صرف دلائل قطعیہ میں آیات بنیات قرآنیہ پر ہی اکتفاء کرتا ہے۔ ''**وما توفیقی الا باللّٰہ**''

شبہ نمبر:۲ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب کہ:

۱...... قرآن کریم آخری الہامی کتاب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ''**فبای حدیث بعده یؤمنون**'' یعنی قرآن کے بعد تم کون سی بات پر ایمان لاؤ گے۔ جس سے ثابت ہوا کہ قرآن کے بعد کوئی کتاب سماوی نہیں۔ جو قابل ایمان یا عمل ہو لہٰذا اس کی تعلیم کے

بعد تعلیم کا دعویٰ باطل ہے۔

۲...... رسولوں کا یکے بعد دیگرے مبعوث ہونا اوران کی انتہاء آنحضرت ﷺ ہیں۔

الف...... ’’انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنّبیین من بعدہ واوتینا الیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وعیسیٰ وایوب ویونس وھٰرون وسلیمان واٰتینا داؤد زبورا‘‘ ﴿بے شک ہم نے آپ ﷺ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوح کے پاس بھیجی تھی اوران کے بعد اور پیغمبروں کے پاس اورہم نے ابراہیم اوراسماعیل اوراسحٰق اوریعقوب اوراولاد یعقوب اورعیسیٰ اورایوب اور یونس اور ہارون علیہم السلام کے پاس وحی بھیجی تھی اورہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔﴾

ب...... ’’لقد اٰتینا موسیٰ الکتب وقفینا من بعدہ بالرسل واٰتینا عیسیٰ ابن مریم البینٰت وایدینٰہ بروح القدس‘‘ ﴿اورہم نے موسیٰ علیہ السلام کوکتاب (تورات) دی اور پھران کے بعد یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجتے رہے اور پھرہم نے عیسیٰ بن مریم کو(نبوت کے) واضح دلائل عطاء فرمائے اور پھرہم نے ان کی روح القدس سے تائید کی۔﴾

ج...... ’’واذ قال عیسیٰ ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقًا لما بین یدی من التورات ومبشرًا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد فلما جاء ھم بالبینٰت قالوا ھٰذا سحر مبین‘‘ ﴿اورجب عیسیٰ بن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل کہ میں تمہارے پاس اللہ کا رسول ہوکر آیا ہوں مجھ سے پہلے جوتورات آئی ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اورمیرے بعد جوایک رسول احمد نامی آنے والا ہے۔ میں اس کی بشارت دینے والا ہوں۔ پھر جب وہ لوگوں کے پاس دلائل لائے تو وہ لوگ انہیں صریح جادو کہنے لگے۔﴾

اس مضمون پر متعدد آیات سے صرف ان تین کے بیان پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ پھران میں سے پہلی آیت میں حضرت نوح اوران کے بعد انبیاء کی بعثت کا ذکر ہے کہ ان کی جانب وحی کی گئی۔ دوسری آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد پے درپے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بے شمار انبیاء کی آمد کا تذکرہ ہے۔ مگر تیسری آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد صرف ایک ہی نبی کی تشریف آوری کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام نامی احمد ہے اور جس آیت میں حضرت

موسیٰ علیہ السلام کے بعد مذکور ہے اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں: ’’**وقفینا من بعدہ بالرسل**‘‘ اور ہم ان کے بعد پے در پے رسول بھیجتے رہے۔ رسل یہاں صیغہ جمع استعمال ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بعد بہت سے نبی تشریف لائے مگر عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے الفاظ قابل غور ہیں۔ ’’**ومبشراً برسول**‘‘ فرمایا کہ میں صرف ایک ہی رسول کی بشارت دینے والا ہوں۔ پھر اس ایک رسول کی بھی تخصیص اس حسن وخوبی سے کر کے فرمایا: ’’**یاتی من بعدی اسمہ احمد**‘‘ میرے بعد تشریف لانے والے کا اسم گرامی احمد ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ’’**فلما جاء ھم بالبینات قالوا ھٰذا سحر مبین**‘‘ فرما کر اپنی شہادت کی مہر ثبت کر دی کہ جب آپ ﷺ ایک نبوت کے واضح دلائل کے ساتھ تشریف لائے تو لوگ پکار اٹھے کہ یہ صریح جادو ہے۔ جب اس آیت کا نزول حضور ﷺ پر بلا اختلاف مسلم ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کے نزول سے پیشتر احمد مجتبیٰ (ﷺ) تشریف لا چکے تھے۔ لہٰذا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف ایک ہی نبی کی بشارت تھی تو آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پوری ہو چکی تو پھر یقیناً حضور ﷺ کے بعد کسی دوسرے کا دعویٰ نبوت باطل ہے۔

۳...... حضور ﷺ تمام مخلوق کے لئے رسول ہیں۔

الف...... ’’**قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا**‘‘ ﴿آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔﴾

ب...... ’’**وما ارسلناک الا کافۃ الناس بشیراً ونذیراً**‘‘ ﴿ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کی طرف مبشر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔﴾

ان دونوں آیتوں میں اعلان فرمادیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے رسول ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۲۵۳) میں آیت نمبر۱ کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا موصوف فرماتے ہیں: ’’**وھٰذا من شرافۃ ﷺ خاتم النّبیین وانہ مبعوث الی الخلق کافۃ**‘‘ ﴿اور آنحضرت ﷺ کی فضیلت اور شرافت میں سے ہے کہ آپ خاتم النّبیین ہیں اور آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں۔﴾

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان انسانوں سے صرف وہ انسان مراد ہیں جو آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں تھے یا آئندہ آنے والی نسلیں بھی ان میں شامل ہیں۔ پہلی صورت میں تو لازم آجائے کہ آپ ﷺ صرف صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کے رسول ہوں اور بس اور آپ ﷺ کی رسالت ونبوت صرف صحابہ رضی اللہ عنہم پر ختم ہوگئی تو یہ ایک لغو اور گستاخانہ کلمہ ہے کہ کوئی مسلمان اسے گوارا نہیں کر

سکتا اور دوسری صورت کہ تمام انسانوں سے حضرات صحابہ ؓ کے ساتھ بعد میں آنے والی نسلیں بھی مراد نہیں تو آیت میں لفظ ’’جمیعًا‘‘ اور ’’کافۃ‘‘ میں اشارہ ہے اور یہی معنی درست صحیح اور درست ہیں اور جب آپ ﷺ کی رسالت قیامت تک عام انسانوں کے لئے تمام اور ان کو شامل ہے تو پھر کیا معاذ اللہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت میں نقصان آ گیا کہ اب وہ ان کی ہدایت کے لئے کافی نہ رہی اور کسی دوسرے نبی کے پیدا ہونے کی ضرورت پڑ گئی۔

الغرض آنحضرت ﷺ کی بعثت تمام اقوام عالم کی طرف ہے۔ خواہ وہ موجود ہوں یا آئندہ قیامت تک پیدا ہونے والے ہوں۔ بخلاف انبیاء السابقین کے کہ ان کی بعثت خاص خاص قوموں کی طرف اور شہروں کے اندر محدود ہوتی تھی۔ مگر یہ صرف حضور ﷺ کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔ ’’وما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین ‘‘ ہم نے آپ ﷺ کو تمام مخلوق کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ جس طرح کہ باتفاق ’’الحمد للہ رب العلمین ‘‘ میں عالمین سے تمام عالم بلا کسی تخصیص کے مراد ہیں۔ اسی طرح اس جگہ بھی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔ پس آیت کا حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ تمام مخلوق کے لئے رحمت ہیں اور یہ جبھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت عام ہو اور آپ ﷺ کے بعد کسی اور نبی کے پیدا ہونے کی ضرورت نہ ہو۔ ورنہ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعث ہو تو اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ پر پختہ ایمان لانے والا تو اس پر ایمان نہ لایا تو اس کی ساری کوشش اکارت اور سارے اعمال ضبط ہوں گے جو آنحضرت ﷺ کے ’’رحمۃ اللعالمین ‘‘ ہونے کے منافی ہے بلکہ اس صورت میں آپ ﷺ کی ذات مبارک اور آپ ﷺ کا اتباع صرف انہیں لوگوں کے لئے رحمت ہوگا جو دوسرے نبی کے مبعوث ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تمام عالم کے لئے رحمت ہونا ثابت نہ ہوگا۔

اور جب آنحضرت ﷺ کی بعثت سے کوئی قوم کوئی انسان کسی زمانہ اور کسی قرن میں پیدا ہونے والا مستثنیٰ اور خارج نہیں بلکہ قیامت تک دنیا میں پیدا ہونے والے سارے انسان آپ ﷺ ہی کی امت ہیں تو اب دو حال سے خالی نہیں یا تو آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو اور یا اگر کوئی اور نبی بھی پیدا ہو۔ اوّل صورت تو صحیح ہے اور دوسری قطعاً باطل۔ کیونکہ یہ صورت سید الانبیاء فخر الاولین والآخرین کی شان کے شایان نہیں۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ سید الانبیاء کے ہوتے ہوئے کوئی اور نبی آ کر ان کی امت کو اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دے اور سید الانبیاء پر ایمان اور ان کے احکام و سنن وغیرہ کا پورا اتباع بے سود ٹھہرے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ کی حکومت میں کسی دوسرے کا دعویٰ نبوت سرکشی اور بغاوت ہے۔ اس لئے سراسر باطل ہے۔

۴...... صرف آنحضرت ﷺ اور انبیاء سابقین پر ایمان لانا کافی ہے۔

’’وقالوا کونوا ھودًا او نصاریٰ تھتدوا قل بل ملۃ ابراھیم حنیفًا وما کان من المشرکین وقولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ‘‘ ﴿یہودی اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ تم بھی یہودی اور نصاریٰ ہو جاؤ صحیح راہ پر آؤ گے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہم تو سنت ابراہیم پر ہیں جو راہ راست پر تھے اور مشرک نہ تھے (مسلمانو) کیونکہ ہم ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ پر اور اس کے حکم پر جو ہماری طرف بھیجا گیا اور اس پر بھی جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور موسیٰ اور عیسیٰ اور دیگر انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے عطاء کیا گیا اور ہم تو ان میں تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔﴾

’’فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فقد اھتدوا وان تولوا فانما ھم فی شقاق ‘‘ ﴿سو اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں۔ جس طرح سے تم (اہل اسلام) ایمان لائے تو تب وہ بھی ہدایت یاب ہوں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو وہ لوگ مخالفت ہی پر ہیں۔﴾

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل کتاب کے اس خیال کی کہ ہدایت صرف یہودی اور نصاریٰ ہونے کی صورت میں ہوسکتی ہے۔ تردید فرمادی کہ یہ بات غلط ہے۔ بلکہ صحیح طور پر ہدایت اس پر موقوف ہے کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اس وحی پر جو مسلمانوں اور ان انبیاء سابقین کی طرف نازل ہوئی ہے۔ ایمان لایا جائے۔ اس میں نہ بعد ازاں نزول احکام کا ذکر ہے نہ کسی رسول یا نبی کا جس پر ایمان لانا ویسے ہی مشروط ہو۔ لہٰذا صرف آنحضرت ﷺ اور انبیاء سابقین اور ان کی جانب نازل شدہ وحی پر ایمان لانا ہدایت کے لئے کافی ہے۔ جدید نبی یا وحی کا خیال تعلیم قرآن کے خلاف ہے۔

۵...... اللہ کے نزدیک اسلام ہی صحیح دین ہے اور اس کی تکمیل ہوچکی ہے۔

الف...... ’’ان الدین عند اللہ الاسلام ‘‘ ﴿اللہ کے نزدیک (صحیح) دین (کہلانے کا مستحق) صرف اسلام ہے۔﴾

ب...... ’’الیوم اکملت لکم دینکم اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ‘‘ ﴿آج میں نے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور

تمہارے لئے دین اسلام ہی پسند کیا۔﴾

آیت (الف) تو محتاج بیان نہیں میرے اور آپ کے درمیان مسلمہ ہے کہ صحیح دین صرف اسلام ہی ہے۔

آیت (ب) اس امت مرحومہ کی ایک بہت بڑی مخصوص فضیلت اور شرافت کا اعلان کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک یہودی نے حضرت فاروق اعظمؓ سے ایک مرتبہ کہا کہ اے امیرالمؤمنین! تمہارے قرآن میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو۔ اگر وہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ آپ نے فرمایا وہ کون سی آیت ہے۔ یہودی نے کہا: ’’**الیوم اکملت لکم دینکم**‘‘ فاروق اعظمؓ نے جواب میں فرمایا: ’’**قد عرفنا ذالک الیوم المکان الذی نزلت فیه علی النبی ﷺ وھو قائم بعرفة یوم الحجة**‘‘ ﴿ہم اس دن اور اس جگہ کو خوب جانتے ہیں۔ جس میں آیت نازل ہوئی۔ یہ ایک آیت نبی کریم ﷺ پر جمعہ کے دن اس وقت نازل ہوئی جب کہ آپ عرفہ میں کھڑے ہوئے تھے۔﴾ مطلب یہ تھا کہ اس دن ہمارے لئے دو عیدیں تھیں۔ یوم عرفہ اور جمعہ ہمیں خود عید بنانے یا منانے کی ضرورت نہ رہی۔

غرض یہ آیت کریم اس امت کی اس عظیم الشان خصوصی فضیلت کو بیان کر رہی ہے جو باقرار اہل کتاب اس امت سے پہلے کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ یعنی خداوند عالم نے اپنا دین مقبول اس امت کے لئے ایسا کامل فرمادیا کہ قیامت تک اس میں ترمیم کی ضرورت نہیں۔ عقائد اعمال اخلاق، آداب، حلال حرام، مکروہات ومستحبات کے قوانین اور قیادت کسی نئے دین یا نئے نبی کی راہبری کی محتاج نہیں۔ یہاں تک کہ اس خیرالامم کے پیشوا، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ سید الاولین والآخرین ﷺ اس وقت تک اس عالم ظاہری سے رخصت ہوئے جب وہ اپنی امت کے لئے ایک سیدھی اور روشن شاہراہ تیار کر چکے کہ جس پر چلنے والے کو دن رات میں کوئی خطرہ نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا: ’’**ترکتکم علی شریعة بیضاء لیلھا ونھارھا سواء**‘‘ یعنی میں نے تمہیں ایک ایسی صاف روشن راہ مستقیم پر چھوڑا ہے کہ جس کا دن رات برابر یہاں تک کہ یہ امت کسی دوسرے دین اور دوسری نبوت کی محتاج نہیں رہی۔

بالجملہ یہ آیت حکم کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے دین کو بہمہ وجوہ کامل فرمادیا۔ اس کو آنحضرت ﷺ کے بعد نہ کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کی ضرورت ہے اور نہ کسی نئے دین کی اس کی تائید میں ارشاد ہوتا ہے: ’’**ومن یبتغ غیرالاسلام دینًا فلن یقبل منه وھو فی الاخرة من الخسرین**‘‘ ﴿اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے

گا۔ وہ اس سے ہرگز مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں سے ہوگا۔﴾
لہٰذا اس کے بعد کوئی دین اور آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی تا قیامت ہرگز پیدا نہ ہوگا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کے بعد دعوے نبوت باطل ہے۔

۶...... آخر سبیل المؤمنین کو ہی اللہ نے تا قیامت صراط مستقیم قرار دیا ہے۔

الف...... ''والذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وامنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم کفّر عنھم سیأتھم واصلح بالھم'' ﴿اور ایمان والے جنہوں نے عمل صالح کئے اور ایمان لائے۔ اس وحی پر جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے اور وہی حق ہے ان کے لئے سب کی طرف سے تو اللہ ان کے گناہ معاف کرے گا اور ان کا حال درست فرمائے گا۔﴾
اس آیت شریفہ میں آنحضرت ﷺ کی وحی پر ایمان لانے والوں کے لئے کفارہ سئیات اور اصلاح حال کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی پیدا نہ ہو۔ کیونکہ کسی جدید نبی کے پیدا ہونے کے بعد صرف پہلے انبیاء پر ایمان لانا اور ان کی وحی کا اتباع کرنا نجات کے لئے کافی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ پھر امت کی نجات اس جدید نبی پر ایمان لانے اور اس کی پیروی پر موقوف ہو جاتی ہے۔

پس جو شخص قرآن کریم کو ابدی قانون اور قیامت تک نسل انسانی کے لئے کافی سمجھتا ہے اور پھر اس میں اس قسم کی بے شمار آیات تلاوت کرتا ہے۔ جن میں صرف آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی وحی پر ایمان لانے کو تمام عالم کی نجات کے لئے کافی قرار دے کر اس پر جنت ومغفرت کے دعوے ہیں تو اس کو اقتضاء النص کے طور پر بھی یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی جدید نبی (جس پر امت محمدیہ پہلے ایمان نہ لائی ہو) اس امت میں مبعوث نہیں ہوسکتا۔ ورنہ معاذ اللہ قرآن کے یہ سب دعوے منسوخ یا غلط ہو جائیں گے۔ کیونکہ جدید نبی پیدا ہونے کی صورت میں صرف آنحضرت ﷺ اور آپ کی وحی پر ایمان لانا۔ (نعوذ باللہ) وعدہ مغفرت کو پورا نہیں کرا سکتا۔ جب تک اس جدید نبی پر ایمان نہ لائیں۔ لہٰذا حضور ﷺ کے بعد کسی جدید نبی کا پیدا ہونا، خلاف عقل ونقل ہے۔

ب...... ''ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولیٰ نصلہ جھنم وساء ت مصیرا'' ﴿اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا اور مسلمانوں کا راہ چھوڑ کر دوسرے راہ ہولیا۔ متوجہ

کریں گے ہم جدھر وہ متوجہ ہوا۔ (یعنی جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے) (بالآخر) اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ جانے کی بری جگہ ہے۔﴾

اب اس آیت کا حکم نہایت قابل غور ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ بمقتضائے آیت مذکورہ طریق مؤمنین کا اتباع کرے گا۔ یا بمقتضائے نبوت لوگوں کو اپنے اتباع کی دعوت دے گا۔

پہلی صورت میں تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خدا کے نبی دنیا میں اس لئے آتے ہیں کہ لوگوں کو اپنے اتباع کی طرف بلائیں نہ یہ کہ لوگوں کا اتباع کرنے لگیں۔ دیکھیں قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

''وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ'' ﴿اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر صرف اسی لئے کہ اس کا اتباع کیا جائے۔﴾

اور دوسری صورت میں نبی کا وجود محض بے فائدہ اور اس کی بعثت محض بے کار رہ جاتی ہے۔ کیونکہ بعثت کی ضرورت جب ہوتی ہے کہ خدا کے بندے اس کی صراط مستقیم کو چھوڑ دیں تاکہ یہ نبی ان کو سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرے۔

اور جب سبیل مؤمنین ایک ایسی مستقیم راستہ ہے کہ خداوند عالم تمام اہل ایمان کو قیامت تک اس پر چلنے کی ہدایت فرماتے ہیں تو اور اس سے ہٹنے پر سخت ترین وعید کرتے ہیں تو پھر فرمائیے۔ اب کسی نبی جدید کے پیدا ہونے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

عقلاً بھی یہ قابل تسلیم ہے کیونکہ اسلام کا پودا جب آدم علیہ السلام کے ہاتھ سے لگایا گیا تو اس کی پرورش اور حفاظت کے لئے ہر وقت باغبان (نبی) کا ہونا لازمی تھا۔ موقعہ بموقعہ تشریف لاتے رہے۔ اب جب کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ گیا اور اس کا تنا مضبوط اور جڑیں سخت ہو کر خوراک حاصل کرنے کے قابل ہوگئیں تو آئندہ اس کے پھلنے پھولنے کو کوئی خطرہ رہا۔ نہ پرورش اور حفاظت کی ضرورت باقی رہی یا ایک مکان کی تعمیر کے لئے بہت مزدور اور معمار درکار ہیں۔ مگر جب اس کی عمارت مکمل ہوگئی تو اب مالک مکان کو معمار اور مزدور کی حاجت باقی نہ رہی یا ایک شخص کو رات کی تاریکی میں جب چراغ ستاروں اور چاند سے راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر جب آفتاب عالم نکل آیا تو تاریکی دور ہوگئی۔ چاند ستارے سب ماند پڑ گئے اور ان کی روشنی تمام جہان کے لئے کافی ہے۔ کسی شاعر نے حضور ﷺ کی شان میں کیا خوب کہا ہے:

روشنی رشد و ہدایت کی عرب سے پائی ہم نے خورشید کو مغرب سے نکلتے دیکھا

ہم میں اے مہر رسالت ہو نبی کیوں پیدا دن کے ہوتے نہ شمع کو جلتے دیکھا
تیرے آنے سے ہوئی سب کی شریعت منسوخ نہ دم صبح شمع کو جلتے دیکھا

الحاصل انبیاء ورسل کی بعثت کی جو غرض وغایت تھی وہ آنحضرتﷺ کی تشریف آوری سے اپنے کمال کو پہنچ کر پوری ہوگئی اور جب غرض پوری ہو چکی تو اب کسی نبی کے آنے کی حاجت باقی نہ رہی۔ جب کوئی جگہ ہی باقی نہیں تو امیدوار کس لئے؟ ختم نبوت سے یہ مراد نہیں کہ ایک نعمت جو بنی نوع انسان کو ملتی چلی آئی ہے۔ وہ اب بند کر دی گئی۔ بلکہ مراد دراصل یہ ہے کہ وہ نعمت اپنے پورے کمال کے ساتھ لوگوں کو پہنچا دی گئی۔ ’’لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ‘‘ میں اسی طرف اشارہ ہے اور ’’لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر‘‘ میں اس کی تاکید ہے۔ یعنی جو اللہ (سے ملاقات) اور آخرت (میں کامیابی) کی امید رکھتا ہے اس کے لئے ہر کام میں حضورﷺ کا وجود باوجود اسوۂ حسنہ ہو کر مشعل راہ ہے اور کون ہے جو اللہ اور آخرت کی امید نہیں رکھتا۔ اس لئے آپﷺ تمام نسل انسانی کی راہنمائی کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔ جس طرح قرآن کریم کل مؤمنوں کے لئے ہدایت ہے: ’’ھدی للناس‘‘ گویا قرآن کریم کی تعلیم الفاظ سے ہے اور حضورﷺ کی ذات اقدس کا اسی تعلیم کا عملی نمونہ ہے۔ اس اسوۂ حسنہ کی موجودگی میں ہمیں کسی دوسرے اسوہ کی جانب نظر اٹھانے کی بھی حاجت نہیں۔

اگر قرآن کریم کا بنظر غور مطالعہ کیا جائے تو کم وبیش ایسی سو آیات قرآنیہ مل سکتی ہیں جو آنحضرتﷺ کے بعد ہر قسم کی نبوت کا اختتام بوضاحت ثابت کرتی ہیں۔ جن میں سے بعض اس مقصد میں بالکل صریح اور عبارت النص ہیں اور بعض اشارۃ النص یا دلالت النص اور اقتضاء النص کے طور پر ہیں اور یہ چاروں طریق باتفاق علماء اصول واستدلال کے قطعی اور یقینی طریق ہیں اور بعض وہ آیات بھی ہیں جن سے بطریق استنباط ختم نبوت کا ثبوت نکلتا ہے۔

فقط والسلام! محمد سرفراز خاں

نوٹ: ۳۱؍جولائی ۱۹۳۸ء کو چوہدری محمد شریف صاحب نے خط لکھا جس کا اوّل حصہ بہت لمبا ’’وراثت انبیاء‘‘ کے متعلق تھا۔ جسے اس کتاب کے موضوع سے کچھ تعلق نہیں۔ لہٰذا اس کی نقل بے سود ہے۔ البتہ جو دوسرے حصہ میں اعتراضات کئے ہیں انہیں میں نے اپنے خط ۱۴؍دسمبر ۱۹۳۸ء میں درج کر کے جوابات تحریر کئے۔ لہٰذا اختصار کے مدنظر میرے مذکورہ خط کی نقل پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے اور ہم اپنے خطوط کی نقلیں شائع بھی اس لئے کر رہے ہیں کہ احمدی حضرات ان کا جواب دیں۔ اس لئے بھی ان کے اس خط کی پوری نقل لاحاصل ہے۔

الغرض قرآن کریم نے اس مسئلہ کے ہر پہلو پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالی ہے اور اس امر کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ حضورﷺ آخری نبی ہیں اور آپﷺ کے بعد قیامت تک کسی نئے نبی کی کوئی حاجت باقی نہیں۔ انسان کی انتہائی رہنمائی کے لئے خدا کی تعلیم پوری ہوچکی اور قرآن نے اس کے بیان میں خدا کی حجت اہل عالم پر تمام کردی۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی ختم نبوت پر ایمان نہ لائے تو اس کی قسمت ''فبای حدیث بعدہ یؤمنون'' (اس قرآن کے بعد وہ کون سی بات پر ایمان لائیں گے)

فقط والسلام! محمد سرفراز خاں

بخدمت شریف جناب چوہدری محمد شریف صاحب مولوی فاضل معرفت

پرائیویٹ سیکرٹری صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان بذریعہ بابو فیروزالدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ نے میرے خط نمبر۱۳ مورخہ ۱۹؍ستمبر ۱۹۳۸ء کا تاہنوز کوئی جواب نہیں دیا۔ جس کی یاددہانی بھی بذریعہ بابو فیروزالدین صاحب کراچکا ہوں۔ یہ خط آپ کے مکتوب گرامی مورخہ ۳۱؍جولائی ۱۹۳۸ء جو مجھے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی چٹھی نمبر۵۴۲۱ مورخہ یکم؍ستمبر ۱۹۳۸ء کے ساتھ موصول ہوا کے حصہ اوّل کے جواب میں تھا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ آپ کے جواب کا انتظار کیا جاتا۔ مگر اب چونکہ دیر بہت ہوچکی ہے۔ اس لئے خط کے دوسرے حصہ کے متعلق بھی کچھ مختصراً عرض کرتا ہوں۔ دونوں کا ایک ساتھ ہی جواب تحریر کر کے ممنون فرمایا جائے۔ خط کے دوسرے حصہ میں جو آپ نے چند آیات قرآنیہ کی تفسیر کی ہے جس سے اجراء نبوت بعد آنحضرتﷺ اور نبوت مرزاقادیانی کے ثابت کرنے میں کوشش کی گئی ہے۔ اگر میں صرف اسی قدر ان آیات کے جواب میں لکھ دوں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی آپ کے دعوے کی مؤید نہیں تو کوئی بے جانہ ہوگا۔ کیونکہ ان سب سے مسلمہ اصول تفسیر بلکہ مرزاقادیانی کے اصول تفسیر کے بالکل مخالف استدلال کیا گیا ہے۔ ذیل میں صرف دو نمبروں کو لیتا ہوں۔ اگر آپ ان کا جواب اصولاً باصواب دے سکے تو بسروچشم ورنہ قصہ ختم۔ آپ نے میرے سوال، مرزاقادیانی کا دعویٰ نبوت کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ جب کہ:

۱...... قرآن کریم آخری الہامی کتاب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ''فبای حدیث بعدہ یؤمنون'' یعنی قرآن کے بعد تم کون سی بات پر ایمان لاؤ گے۔ جس سے ثابت ہوا کہ قرآن کے بعد کوئی کتاب سماوی نہیں جو قابل ایمان یا عمل ہو۔ لہٰذا اس کی تعلیم کے بعد الہامی تعلیم کا دعویٰ باطل ہے کے جواب میں جو تحریر کیا ہے: ''واضح رہے کہ ہمارا

ایمان ہے کہ قرآن شریف آخری الہامی کتاب ہے۔اب اس سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ اب کوئی نئی الہامی کتاب دنیا میں نہیں آسکتی۔مگر یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ اب کوئی نبی دنیا میں نہیں آسکتا۔‘‘

بندہ اس کے جواب میں عرض پرداز ہے کہ مرزا قادیانی اپنی کتاب ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ کی نسبت اشتہار دیتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:’’میں اس بات سے شرمندہ ہوں کہ میں نے یہ کہا کہ میں نے اس کو لکھا ہے۔کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اوّل سے آخر تک اس کے لکھنے میں آپ مجھ کو عجیب وغریب مددیں دی ہیں اور وہ عجیب لطائف ونکات اس میں بھر دیئے ہیں جو انسان کی معمولی طاقتوں سے بہت بڑھ کر ہیں۔وغیرہ وغیرہ!‘‘

آخر میں یہ بات بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت مجھ کو ہوئی اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر کی اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کتاب کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے:’’**ھذا کتاب مبارک فقوموا الاجلال والاکرام** ‘‘یعنی یہ کتاب مبارک ہے۔اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ (اشتہار کتاب آئینہ کمالات اسلام ص۴، خزائن ج۵ ص۶۵۲)

اس مقبول ومبارک کتاب آئینہ کمالات کے ص۳۴۴ پر نبی کی تعریف میں حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں:’’جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا۔اس دعویٰ میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ وحی سنا دے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہے۔‘‘

اب میں کہوں گا کہ جب آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ اب کوئی نئی الہامی کتاب دنیا میں نہیں آسکتی اور نہ مرزا قادیانی ہی کوئی نئی کتاب لے کر دنیا میں آئے ہیں تو مرزا قادیانی کی مندرجہ بالا نبی کی تعریف کی رو سے کوئی نبی بھی دنیا میں نہیں آسکتا۔کیونکہ اس کے دعوے میں ضرور ہے کہ اس کے لئے کتاب ہو اور اس کی امت اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو۔جب تک مرزا قادیانی کے لئے کوئی نئی کتاب تجویز نہ کریں اس وقت تک ان کی اپنی تحریر بموجب مرزا قادیانی کا نبی ثابت کرنا محال ہے۔

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ:’’یہ تو ثابت ہوگیا کہ اب کوئی نئی الہامی کتاب دنیا میں نہیں آسکتی۔مگر یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ اب کوئی نبی دنیا میں نہیں آسکتا۔‘‘ جناب من! یہ مرزا قادیانی

کی خودکردہ مندرجہ بالا نبی کی تعریف سے ثابت ہوا کہ اب کوئی نبی دنیا میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ نبی کے لئے ضرور ہے کہ الہامی کتاب لائے اور آپ خود تسلیم کر چکے ہیں کہ قرآن آخری الہامی کتاب ہے اور مرزاقادیانی کوئی نئی الہامی کتاب لے کر دنیا میں نہیں آئے۔ اس لئے آیت ’’فبای حدیث بعدہ یؤمنون‘‘ سے میرا استدلال کہ قرآن کی تعلیم کے ہوتے ہوئے جو آخری تعلیم ہے اور قیامت تک رہے گی اور نہ کوئی دوسری الہام کتاب ہے اور نہ کوئی اور نبی صحیح ہے اور آپ کا خیال باطل جو نہ صرف مفہوم قرآن ہی کے خلاف ہے۔ بلکہ مرزاقادیانی کی مندرجہ بالا تعلیم کے بھی برعکس ہے۔

دوسرے نمبر پر میں نے تین آیات نقل کر کے ان سے ایک نتیجہ نکالا تھا جو ہر منصف شخص کو ماننا پڑے گا کہ صحیح ہے۔ مگر اوّل آپ نے ان آیات کو الگ الگ لے لیا اور پھر جو علیحدہ علیحدہ ان کا مطلب بیان کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں۔

میں تو بحمد اللہ خالی الذہن ہوں۔ مجھے موجودہ فرقہ بندیوں سے آزاد سمجھیں جن سے میں ازحد متنفر ہوں۔ مجھے محض ایک سادہ مسلمان تصور کریں۔ ان پارٹی بازیوں نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ اس لئے خالی الذہن ہوکر قرآن وحدیث کی عبارت کا سادہ ترجمہ مسلمہ اصول کے مطابق جو کچھ سمجھ میں آئے وہی اس کا صحیح مفہوم ہے اور جو پہلے سے ہی اپنے دل میں ایک ٹھہرائی ہوئی مراد کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کی آیت یا کسی حدیث کے سادہ مفہوم کو موڑ توڑ کر اس کے مطابق بنایا جائے تو یہ تفسیر بالرائے ہوگی۔ جس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے اور اس کی سزا جہنم قرار دی ہے۔ مرزاقادیانی نے بھی تفسیر بالرائے سے منع کیا ہے۔

(برکات الدعاء ص۱۴،۱۵، خزائن ج۶ ص۱۷،۱۸)

اب اس بات کو معلوم کرنے کے لئے کہ میرے اور آپ کے بیان کردہ مفہوم میں سے کون سا صحیح ہے کون سا غلط۔ مجھے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ آپ بھی تھوڑی دیر کے لئے اپنی جماعت کے موضوعہ خیالات سے میری طرح الگ ہوکر مندرجہ ذیل عبارت پر غور فرمائیں اور پھر بتلائیں کہ حق کس جانب ہے۔ پھر اگر کہیں سے میرا بیان قرآن وحدیث کے صاف سادہ مفہوم یا عقل سلیم کے خلاف پائیں تو متنبہ فرما کر ممنون فرمائیں۔

پیشتر اس کے کہ میں کچھ عرض کروں۔ ابھی تک آپ نے چونکہ میرے خط نمبر۲۱ مورخہ ۱۹؍ستمبر ۱۹۳۸ء کا کوئی جواب نہیں دیا اور سوالات کے ایک یہ بھی دریافت کیا گیا تھا کہ کیا اگر ایک بات قرآن میں نہ ہو تو اسے حدیث سے بھی نہ مانیں۔ اس لئے فی الحال فرض کر لیتا ہوں کہ

آپ قرآن اور حدیث صحیح کے عقل سلیم کے مطابق سادہ مفہوم کو ضرور مانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا ہے کہ نمبر۲ کی آیت (الف) یہ بات ظاہر کر رہی ہے کہ جس طرح حضرت نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق وغیرہ انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی ہوتی رہی اور اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنایا اسی طرح حضور ﷺ کی طرف بھی وحی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنایا۔ پس اس آیت سے کس طرح ظاہر ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے۔

اب آیت کو لیجئے ارشاد ہوتا ہے: ’’انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح‘‘ ﴿بے شک ہم نے (اے محمد ﷺ) آپ کے پاس وحی بھیجی جس طرح ہم نے نوح علیہ السلام ودیگر انبیاء کے پاس بھیجی تھی۔﴾

کیا اس آیت کے سادہ مفہوم سے یہ نہیں پایا جاتا ہے کہ وحی جیسے پہلے انبیاء علیہم السلام پر بھیجی جاتی رہی مگر آنحضرت ﷺ کے بعد آئندہ وحی کا اس آیت میں کہیں ذکر نہیں اور چونکہ قرآن آخری الہامی کتاب ہے اس لئے اگر حضور ﷺ کے بعد وحی کا آنا لازم قرار دیا جاتا کہ آپ کے بعد کے متعلق کہا وحی بھیجی جائے گی۔ جیسے پہلے انبیاء کو بھیجی گئی اور ان میں سے مثلاً حضرت ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام بھی ایسی گیا۔ ورنہ قرآن کی تعلیم ناقص ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ نبی کے ماننے نہ ماننے میں اسلام وکفر کا سوال ہے اور یہ عقلاً محال ہے کہ آخری الہامی کتاب جسے مکمل اکمال کا بھی دعویٰ ہو۔ ایسی اہم بات کے بیان کرنے سے بالکل خاموش رہے اور اپنے ماننے والوں کو کفر واسلام میں تمیز کرنے کی تعلیمات ایسی اہم بات چاہتی ہے کہ اس کے لئے قرآن میں عبارت النص ہو۔ ورنہ قرآن پر حرف آتا ہے اور عبارت النص آپ قیامت تک پیش نہیں کر سکتے جیسے پہلے انبیاء علیہم السلام میں سے چند برگزیدہ حضرات کا نام لے کر ان پر وحی کے نزول کا اظہار کیا گیا۔ اسی طرح اگر کوئی بعد میں انبیاء آنے والے ہوں ان میں سے بھی چند ایک کے اسماء گرامی پر وحی کے نزول کا اعلان ضروری بلکہ زیادہ ضروری تھا۔ تاکہ امت گمراہی سے محفوظ رہے اور جب ایسا کچھ نہیں تو آخری نبی محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ بھی باطل ہے۔

نیز یہ آیت بطور دلالت النص کے ثابت کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ بالکل منقطع ہوگیا۔ اگرچہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے احادیث بے شمار ہیں جو میں بیان کر سکتا ہوں۔ مگر میں اپنے اس بیان کی تائید میں مرزا قادیانی کے مندرجہ ذیل قول پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ آپ کے لئے حجت ہے۔ ’’وھو ھذا ما کان اللہ ان یرسل نبیا بعد

نبیا خاتم النّبیین وما کان ان یحدث سلسله النبوة ثانیاً بعد انقطاعها وینسخ بعض احکام القرآن ویزید علیها ویخلف وعده وینسرا کماله الفرقان ویحدث الفتن فی الدین المتین'' (آئینہ کمالات اسلام ص۳۷۷، خزائن ج۵ ص۳۷۷)

ترجمہ فارسی از مرزا قادیانی: ''چگونز است می آید کہ خداوند تعالیٰ نبی ارسال کند بعد از آنکہ نبی ما را علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات خاتم النّبیین کردہ۔ ہرگز ہرگز نشود کہ باسلسلہ نبوت را بعد از انقطاع آن احداث فرماند و از نسخ بعضے از حکام قرآن و زیادت برآں روادار د و اخلاف وعدہ کند در اکمال قرآن زا فراموش ساز د و در دین متین فتنہ ہا را نبیاء گزارد۔''

(کتاب مذکور ص۳۷۹، ۳۸۰، خزائن ج۵ ص۳۷۹، ۳۸۰)

ترجمہ اردو از راقم الحروف: ''یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے شایاں نہیں کہ وہ ہمارے نبی خاتم النّبیین (ﷺ) کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو۔ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ وہ نبوت کے سلسلہ کو منقطع کر دینے کے بعد پھر جاری کرے اور قرآن کے بعض احکام کو تنسیخ کرے۔ جس سے قرآن پر زیادتی لازم آئے اور (یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ ایسا کرنے سے) اپنے وعدہ اکمال قرآن کو بھول جائے اور اس دین متین میں خود فتنہ و فساد کی بنیاد ڈالے۔''

برادرم محترم جناب چوہدری صاحب! کیا اب بھی یقین ہوا ہے یا نہیں کہ اس آیت سے اس طرح ظاہر ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے اور مرزا قادیانی کی مندرجہ بالاتحریر بموجب تو آپ کے خیالات سے جن میں حضور ﷺ کے بعد نبوت کو جاری رکھا ہے۔ قرآن کے بعض احکام کی تنسیخ، قرآن پر زیادتی اور اللہ کی اکمال قرآن میں وعدہ خلافی ٹھہرتی ہے۔ یہی نہیں اس سے بھی بڑھ کر دین متین میں فتنہ و فساد برپا ہونا لازم آتا ہے۔ جس کے آپ مجرم ٹھہرتے ہیں۔ اس لئے آپ کو چاہئے کہ اپنے موجودہ خیالات سے توبہ کریں اور مرزا قادیانی کی مندرجہ بالاتحریر یقین کرتے ہوئے حضور پرنور ﷺ پر وحی منقطع ہونے اور آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہونے پر ایمان لائیں۔ ورنہ آپ لوگ جان بوجھ کر مرزا قادیانی کو بدنام کر رہے ہیں۔ میں نے خیال کیا تھا کہ قرآن و حدیث کے آپ متبع نہیں۔ بلکہ قرآن و حدیث کو اپنے خیال کا تابع بنانا چاہتے ہیں اور ان کے معنی اپنے خیال کے مطابق گھڑ لیتے ہیں۔ لیکن یہ بات قرآن و حدیث تک ہی محدود نہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں کو مرزا قادیانی کے قول پر بھی اعتبار نہیں۔ اچھا بتلایئے! آپ مرزا قادیانی کی مندرجہ بالا عبارت کے کیا معنی وضع کرتے ہیں؟ میں نے مانا کہ آپ قرآن و حدیث کے سیدھے سادھے اور اصل مفہوم کو نہیں

مانتے۔ جس میں ختم نبوت کا جابجا اعلان ہے اور اس میں اپنے من گھڑت خیالات اور تاویلات کے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ مگر کیا مرزاقادیانی کو بھی نہیں مانتے اور ان کی کلام میں بھی وہی بے جا تاویلات کا سلسلہ جاری ہے تو پھر آپ نے کس کو مانا؟

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم　　نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے تم

آیت نمبر(ب) کی آپ نے کوئی تفسیر نہیں کی۔ صرف حسب ذیل تحریر پر اکتفاء کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: آیت (ب) میں اس بات کا ذکر ہے کہ جس طرح پہلے نبی ہوتے رہے۔ ایسے ہی آنحضرت ﷺ نبی ہیں۔

اس عبارت میں چونکہ آپ نے حضور ﷺ کو نبی تسلیم کیا ہے۔ اس لئے میں اس پر فی الحال مزید تحریر کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن اگر اس مضمون پر بحث چھڑ گئی اور خدا نے توفیق دی تو پھر بتلادوں گا کہ...... ’’جس طرح پہلے نبی ہوتے رہے ایسے ہی آنحضرت ﷺ بھی ہیں۔‘‘ یا کچھ فرق ہے۔ ہاں! اتنا فرق بنادینا اب بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم کے لئے نبی تھے اور آنحضرت ﷺ بعثت سے لے کر قیامت تک اللہ کی تمام مخلوق کی طرف واحد نبی ہوکر تشریف لائے جو ایک نمایاں فرق ہے اور جس کا اعلان خدا اور رسول نے قرآن وحدیث میں جابجا کیا ہے۔ لیکن اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو اس سے حضور کی شان میں سرمو فرق نہیں آتا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

آپ نے خط کے آخری حصہ میں اپنے زعم میں دس آیات اجراء نبوت بعد آنحضرت ﷺ کے ثبوت میں پیش کر کے تحریر فرمایا ہے: ’’**فتلک عشرۃ کاملۃ**‘‘ مگر مرزاقادیانی آنحضرت ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت کو جاری کرنے والے اور مدعی نبوت کو کافر، کاذب، بے ایمان، دائرہ، اسلام سے باہر، بدبخت، مفتری، لعنتی، دجال، قرآن کا منکر اور امت محمدیہ سے خارج قرار دیتے ہیں۔ کیا یہ ’’عشرہ کاملہ‘‘ نہیں جو آپ سے بڑھ کر ہے۔

برادر من! اب جو شخص مرزاقادیانی کی نبوت ثابت کرتا ہے۔ حقیقت میں وہ مرزاقادیانی کا دشمن اور ان کو اس عشرہ کاملہ کا مستحق بناتا ہے اور خود بھی مفتری، کاذب، لعنتی اور دجال ٹھہرا ہے۔

مرزاقادیانی کے اس مجموعہ الفتاویٰ کی موجودگی میں ہمیں تو حوصلہ نہیں پڑتا کہ مرزاقادیانی کو نبی مانیں۔ بلکہ ہم تو یہی کہیں گے جو مرزاقادیانی حضور ﷺ کی شان میں فرما گئے ہیں۔

ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را بر و شد اختتام

بشارت اسمہ احمد

ا...... آیت (ج) کے متعلق آپ نے حسب ذیل تحریر فرمایا ہے۔

آیت (ج) سے جس نکتہ کا آپ نے استنباط کیا ہے۔ وہ بھی بالکل اچھوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو انبیاء بنی اسرائیل میں سب سے آخر میں نبی ہوئے۔ انہوں نے صرف ایک ہی نبی احمد کی پیش گوئی کی ہے۔ اس لئے اب کوئی دوسرا نبی نہیں آ سکتا۔ یہ بھی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اگر بفرض محال اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ ’’**مبشراً برسول یاتی من بعد اسمہ احمد** ‘‘ سے مراد آنحضرت ﷺ ہی ہیں۔ حالانکہ آپ کا نام نامی واسم گرامی محمد ہے۔ ’’**والذین اٰمنوا بما نزل علی محمد** ‘‘ محمد رسول اللہ، تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب کوئی نبی دنیا میں نہیں آئے گا۔ (کیا عدم ذکر سے عدم شئے لازم آجاتا ہے) اس لحاظ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جس قدر نبی آئے۔ (نعوذ باللہ سب غیر صادق ثابت ہوں گے۔ کیونکہ ان کی دعا صرف ایک نبی کے لئے تھی۔ ’’**وابعث فیھم رسولا منھم**‘‘)

اس آیت میں چونکہ بشارت احمد کا ذکر ہے اور اس میں ہمارا اور آپ کا نزاع اس بات پر ہے کہ یہاں احمد سے کون صاحب مراد ہیں۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ احمد سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی موضع قادیان ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ بشارت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ مکی مدنی ﷺ کی آمد سے پوری ہوچکی ہے۔ اس لئے پہلے ان آیات کا صحیح مفہوم عرض کرنا ضروری ہے۔ جن سے یا تو آپ کو مغالطہ ہوا ہے یا آپ دوسروں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں کہ ان آیات کو اپنے زعم میں اپنے دعوے کی مؤید خیال کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں اپنے خط میں حضور ﷺ کے خلاف ثابت کرنے کی بے جا کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ’’کیا عدم ذکر سے عدم شئے لازم آجاتا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جس قدر نبی آئے وہ نعوذ باللہ سب غیر صادق ثابت ہوں گے۔ کیونکہ ان کی دعا صرف ایک نبی کے لئے تھی۔ **وابعث فیھم رسولاً منھم**‘‘

مجھے آپ کی قرآن فہمی اور تاریخ دانی پر افسوس آتا ہے۔ مگر یہ سچ ہے کہ پہلے سے ایک مراد اپنے دل میں ٹھہرا کر قرآن پر غور کرنا لاحاصل ہے۔ حالانکہ آپ مولوی فاضل ہیں اور ضرور ہے کہ اسلامی تاریخ سے بھی واقف ہوں گے۔ مگر یہ بات ایسی تحریر کی ہے کہ گویا لکھنے والا فہم قرآن اور تاریخ اسلام سے نابلد محض ہے۔

قرآن کے پہلے ہی پارہ کا پندرھواں رکوع ملاحظہ ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا: ''انی جاعلک للناس اماما'' ﴿میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔﴾ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ میری اولاد سے بھی امام بنانا پھر جب حضرت ابراہیم واسماعیل علیہم السلام خانہ کعبہ کی دیواریں تعمیر فرمارہے تھے تو یوں دعا کی ''ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتٰب والحکمة ویزکیھم'' ﴿اے ہمارے پروردگار ان (ہماری اولاد اہل مکہ) میں ایک رسول بھیج جو ان کے سامنے تیرے احکام پڑھے اور ان کو کتاب وحکمت سکھائے اور ان کی اصلاح کرے۔﴾ اور حضور ﷺ نے فرمایا: ''انا دعوۃ ابی ابراھیم'' ﴿میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔﴾ اور سورۃ جمعہ میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے اس دعا کا مقبول ہونا یوں ظاہر فرماتا ہے: ''ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمة'' وہی ذات پاک ہے جس نے انہی امیوں میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو اس کی آیتیں پڑھ کر انہیں سناتا ہے اور انہیں برائیوں سے پاک صاف کرتا ہے۔ یعنی ان کی اصلاح کرتا ہے اور کتاب وحکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔

یہ تو آپ کو بھی تسلیم ہے کہ جس نبی کی آمد کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی وہ ذات اقدس آنحضرت ﷺ ہی کی ہے۔

اب یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا کی تھی وہ محض اپنی اولاد پھر خصوصاً بیت اللہ میں بسنے والوں کے حق میں تھی۔ مزید برآں حضرت اسماعیل علیہ السلام خود بھی اس دعا میں شریک تھے اور اس بات پر تمام محقق مفسرین اور مورخین شاہد ومتفق ہیں کہ حضرت اسماعیل کے بعد ان کی اولاد میں صرف حضور ﷺ ہی نبی ہوئے ہیں اور کوئی نبی نہیں ہوا پھر آپ کا فرمانا کہ: ''اس لحاظ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جس قدر نبی آئے ہیں۔ نعوذ باللہ غیر صادق ثابت ہوں گے۔'' کیسے صحیح ہوسکتا ہے اور وہ کیسے غیر صادق ثابت ہوں گے جب کہ دعا ہی خاص بنی اسماعیل کے لئے تھی اور وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس میں تو بنی اسماعیل کے علاوہ غیر نسل یا غیر ملک میں نبی مبعوث ہونے کی کوئی قید نہ تھی۔ اس لئے حضور ﷺ سے پہلے اور ابراہیم علیہ السلام کے بعد بنی اسماعیل کے علاوہ جس قدر پیغمبر ہوئے وہ سب صادق تھے۔ فتدبر!

ہاں! حضور ﷺ کے بعد نبی آنے کے متعلق جو آپ نے فرمایا ہے کہ اگر بفرض محال اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ بشارت احمد سے مراد آنحضرت ﷺ ہی ہیں۔ تب بھی اس سے

لازم نہیں آتا کہ اب کوئی نبی دنیا میں نہیں آئے گا تو اس کے جواب میں مجھے چنداں بحث کی ضرورت نہیں۔ مرزاقادیانی کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کا صفحہ ۳۷۷ ملاحظہ ہو۔ جس کا حوالہ پیشتر ازیں اس خط میں نقل کر چکا ہوں۔ البتہ تحقیقی جواب اگر خدا نے توفیق دی تو بعد میں عرض کروں گا۔ لیکن آپ کے لئے مرزاقادیانی کا کلام کافی اور حجت ہے۔ یاد رکھئے کم ازکم آپ کو تو ان کی مخالفت درست نہیں۔ فافہم!

پھر آپ فرماتے ہیں: دوسرے یہ بھی تو قابل غور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد بھی صرف ایک رسول کی پیش گوئی کی تھی۔ جیسا کہ ’’**شہد شاہد من بنی اسرائیل علیٰ مثلہ**‘‘ سے ظاہر ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی آمد سے قبل بہت سے نبی ہوئے تو کیا وہ نعوذ باللہ سب کے سب جھوٹے تھے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف ایک ہی نبی کی جو آپ کا مثیل ہوگا آمد کی اطلاع دی تھی۔

برادر من! یہاں بھی جماعت کے خیالات کی پابندی کی روسے آپ کو مغالطہ ہوا ہے۔ جس نے آپ جیسے عالم کو فہم قرآن سے دور پھینک دیا۔ سچ ہے ’’**حبک الشئ یعمٰی ولیصم**‘‘ کسی شئے سے محبت انسان کو اندھا و بہرا کر دیتی ہے۔ ورنہ آیت بالکل صاف ہے۔ آپ نے خود تحریر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو صرف ایک نبی کی جو آپ کا مثل ہوگا آمد کی اطلاع دی تھی۔

ہم کب کہتے ہیں کہ مثل موسیٰ بہت ہوئے۔ ہاں! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی تو بہت ہوئے جن کی کوئی بندش نہ تھی۔ مثل موسیٰ صرف ایک کی پیش گوئی تھی اور وہ ایک آنحضرت ﷺ تھے جس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں حسب ذیل آیت سے کر دی ہے۔ ’’**انا ارسلنا الیکم رسولاً شاہدًا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا**‘‘ ﴿ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جو تمہارے اوپر گواہ ہوگا جیسے کہ فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔﴾

اب بتلایئے! کیا صاف بات ہے اس میں کیا اشکال ہے اور کون سی الجھن ہے۔ جس سے آپ پس و پیش ہوتے ہیں۔ پہلے نبی اس آیت سے آپ کے یا کسی کے خیال میں کیسے جھٹلائے جاسکتے ہیں ؎

برہاں قوی بائد و معنوی نہ رگہائے گردن بجحت قوی

۳…… پھر آپ فرماتے ہیں: ہمارے خیال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ پیش گوئی حضرت

محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق نہیں بلکہ یہ تو احمد رسول کے متعلق ہے اور آنخضرت ﷺ کا نام تو احمد نہیں تھا بلکہ محمد تھا۔ جیسا کہ خود آنخضرت ﷺ نے فرمایا: ’’ان اهلی سمانی محمد‘‘ کہ میرے ماں باپ نے میرا نام محمد رکھا۔

برادر محترم! جناب کے خیال میں کسی چیز کا ہونا نہ ہونا نہ کوئی اصل ہے نہ دین۔ کیسے اعتبار ہو۔ مگر آپ کے خیال میں بت کو سجدہ روا ہو تو کیا دوسرے لوگ بھی اندھے ہیں کہ بلاسوچ سمجھے آپ کی تقلید شروع کر دیں اور خواہ مخواہ مشرک ہو جائیں۔ لہٰذا تفسیر میں خیال کو کوئی دخل نہیں۔ چنانچہ شارع علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تفسیر بالرائے سے انسان جہنمی اور بعض اوقات کافر ہو جاتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اس سے منع فرمایا ہے۔

آپ نے تحریر کیا ہے کہ آنخضرت ﷺ کا نام تو احمد نہیں تھا بلکہ محمد تھا اور اس کی اصل جو یہ پیش کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے ماں باپ نے میرا نام محمد رکھا۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کے باپ کہاں تھے؟ جب نام رکھا گیا، حضور ﷺ کے والد ماجد تو پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ انہوں نے نام کیسے رکھا؟

مانا کہ آپ کا نام نامی اور اسم گرامی محمد بھی رکھا گیا اور احمد بھی۔ جیسا کہ میں ان شاء اللہ ابھی ثابت کروں گا۔ لیکن اس حدیث سے یا دیگر احادیث سے یا ان آیات سے جو آپ نے حضور ﷺ کے اسم گرامی محمد کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا نام نامی محمد تھا۔ یہ تو ثابت نہ ہوا کہ احمد نہ تھا۔ آپ نے آنخضرت ﷺ کے اسم گرامی کو کتب احادیث میں صرف محمد پایا ہے۔ حلفیہ بیان کریں کہ کیا آپ کو ان تمام کتب احادیث میں جو آپ کے مطالعہ سے گزری ہیں کوئی ایک حدیث بھی نہیں ملی جہاں حضور ﷺ کا نام نامی احمد بھی مذکور ہو۔

اگر آپ کو فی الواقعہ کہیں نہیں ملا تو مضائقہ نہیں۔ لیجئے! میں بتلاتا ہوں اور اس قدر ثبوت اور شہادتیں پیش کرتا ہوں کہ جن کا انکار محال ہے۔

۴...... اوّل قرآن: ’’واذ قال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل...... یاتی من بعدی اسمه احمد‘‘ اور اے پیغمبر لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا فرستادہ رسول ہوں۔ تصدیق کرتا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آ چکی ہے اور بشارت دیتا ہوں اس ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام نامی احمد ہے۔

پیشتر اس کے کہ اس آیت کی تفسیر کی جائے۔ تفسیر کے حق و باطل ہونے میں تمیز کے لئے مرزا قادیانی کا معیار تفسیر سامنے رکھ لینا ضروری ہے تاکہ آپ کو سمجھنے میں آسانی ہووے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (برکات الدعاص ۱۵، خزائن ج۶ ص ۱۸) پر اصول تفسیر تحریر فرمائے ہیں: ''دوسرا معیار رسول اللہ ﷺ کی تفسیر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سب سے زیادہ قرآن کریم کے سمجھنے والے ہمارے پیارے اور بزرگ نبی حضرت رسول اللہ ﷺ تھے۔ پس اگر آنحضرت ﷺ سے کوئی تفسیر ثابت ہو جائے تو مسلمان کا فرض ہے کہ بلاتوقف اور بلادغدغہ قبول کرے۔ نہیں تو اسی میں الحاد اور فلسفیت کی رگ ہوگی۔''

۵...... دوم حدیث یعنی رسول اللہ ﷺ کی خود کردہ تفسیر: ''**وعن عرباض بن سارية عن رسول ﷺ انه قال عند الله مكتوب خاتم النّبيين وان اٰدم لمنجدل في طينته وسافركم باول امرى دعوة ابراهيم وبشاره عيسىٰ (مشكوٰة، شرح سنه، احمد)**'' ﴿حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے رسول خدا ﷺ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کے پاس تو اسی وقت کا خاتم النّبیین لکھا ہوا ہوں جب کہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام اپنی گوندھی ہوئی مٹی میں تھے اور اب میں تجھے بتلاتا ہوں اپنی نسبت اوّل امر سو وہ یہ ہے کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت یعنی اسمہ احمد کی بشارت کا مصداق میں ہوں۔﴾

اب جب کہ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور وہ دعا قرآن میں ''**ربنا وابعث فيهم رسولاً منهم**'' ہے جو آپ ﷺ کی آمد سے پوری ہوئی اور جناب نے اس حصہ حدیث کو پہلے تسلیم کیا ہے اور حدیث کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت بھی میں ہوں اور اس کا ذکر قران میں آیت ''**ياتى من بعدى اسمه احمد**'' میں ہے۔

اس آیت کی تفسیر چونکہ خود آنحضرت ﷺ سے ثابت ہو چکی ہے اس لئے مرزا قادیانی کے فرمان بموجب ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اسے بلاتوقف و بلادغدغہ قبول کرے نہیں تو اس میں الحاد اور فلسفہ کی رگ ہوگی۔

۶...... مرزا قادیانی کی تفسیر: تم سن چکے ہو کہ ہمارے نبی ﷺ کے دو نام ہیں:

(۱) ایک محمد ﷺ اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے جو ایک آتشی شریعت ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے محمد رسول اللہ'' **والذين معه اشداء على الكفار رحماء**

بینھم...... ذالک مثلھم فی التورات‘‘

(۲)دوسرا نام احمد ہے ﷺ اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔’’ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد ‘‘اور ہمارے نبی ﷺ جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔ مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی جلالی رنگ میں۔ (اربعین نمبر۴ ص۱۳، خزائن ج۱۷ ص۴۴۳)

اب تو آپ کو حضور ﷺ کی حدیث کا دوسرا حصہ بھی مان لینا چاہئے جس میں حضور ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت احمد کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کی تحریر بھی اس کی مؤید ہے۔

اب اگرچہ مزید تحقیق کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا قول تو آپ کو ماننا لازم ہے۔ لیکن میں آپ کی تسلی کے لئے ان کتابوں کا حوالہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ جو اس تفسیر کی صحت پر متفق اور شاہد ہیں۔

۷...... اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ فارسی ج۴ ص۴۹۹

۸...... مظاہر حق شرح مشکوٰۃ اردو ج۴ ص۴۳۳

۹...... فتح الباری شرح صحیح البخاری پارہ۱۴ ص۳۲۵

۱۰...... فیض الباری شرح صحیح البخاری پارہ۱۴ ص۳۲۴

۱۱...... مسند احمد ج۴ ص۱۲۷، ۱۲۸ ج۵ ص۲۶۲

۱۲...... تفسیر ابن جریر جلد اوّل ص۴۱۴

۱۳...... تفسیر ابن کثیر ج۹ ص۴۴۹

۱۴...... تفسیر مدارک بحوالہ مجموعۃ التفاسیر جلد اوّل ص۲۰۰

۱۵...... تفسیر درمنثور جلد اوّل ص۱۳۹، ج۶ ص۳۱۳، ۳۱۴

۱۶...... تفسیر ترجمان القرآن جلد اوّل ص۱۶۱، ۱۶۸، ۱۶۹، ج۱۵ ص۳۹۶

۱۷...... تفسیر مواہب الرحمٰن جلد اوّل ص۳۲۲، ج۲۲ ص۴۴، ج۲۸ ص۳۷۳

۱۸...... بیان القرآن مؤلفہ مولوی محمد علی لاہوری ج۳ ص۱۸۴۴

۱۹...... تفسیر حقانی ج۲ ص۲۱۹

۲۰...... نسیم الریاض ج۲ ص۲۱۶، ۲۱۷

۲۱...... مشکوٰۃ مترجم ج۴ ص۳۳۲، ۳۳۳

۲۲...... مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۵ ص ۳۶۷
۲۳...... کتاب الشفاء ج ۱ ص ۱۰۲، ۱۰۳
۲۴...... شرح شفاء ج ۱ ص ۳۷۱، ۳۷۳
۲۵...... مواہب الدنیہ ج ۱ ص ۲۰، ۲۲
۲۶...... خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۴، ۹، ۴۵، ۴۶
۲۷...... زرقانی شرح مواہب الدنیہ ج ۶ ص ۱۶۷
۲۸...... ایک عیسائی بادشاہ کا حضور ﷺ کو عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا مصداق جاننا اور ایمان لانا مع ایک جماعت علماء نصاری کے امام احمد نے عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت کیا ہے کہ جب مکہ میں کافروں نے زیادہ سر اٹھایا اور ازل سے نجاشی بادشاہ وایک جماعت علماء نصاریٰ کے واسطے سعادت ابدی لکھی تھی تو یہ صورت پیدا ہوئی کہ کفار مکہ مانند ابوجہل وغیرہ کے اصحاب رسول ﷺ کو تکلیف دینی شروع کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں کو نجاشی بادشاہ حبشہ کی سلطنت میں روانہ کیا اور ہم لوگ قریب اسی آدمیوں کے تھے۔ ان میں عبداللہ بن مسعود ؓ اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ رواحہ، عثمان بن مضعون وابوموسیٰ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ یہ سب نجاشی کی کی مملکت میں پہنچ گئے اور قریش نے مشورہ کر کے عمرو بن عاص اور عمارہ بن الوحید کو تحائف وہدیے کے ساتھ نجاشی کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب یہ دونوں نجاشی کے دربار میں لائے گئے تو انہوں نے بادشاہ کو سجدہ کیا اور ہاتھ باندھ کر دائیں بائیں کھڑے ہوگئے اور بادشاہ کو دعا میں عرض کرنے لگے کہ ہمارے نبی وامام سے کچھ لوگ حضور کے ملک میں آ کر اترے ہیں اور ہم لوگوں سے مخالفت کر کے منہ موڑ لیا ہے اور ملت کو چھوڑ دیا۔ اگر حضور ان کو بلائیں تو حال ظاہر ہو جائے کہ ان سے کس قدر فساد کا خوف ہے۔ پس نجاشی نے آدمی بھیج کر ان کو بلوایا۔ جب ہم لوگ چلے تو ہم سے جعفر بن ابی طالب ؓ نے فرمایا آج میں تمہاری طرف سے خطیب ہوں۔ صحابہ ؓ نے اس کو منظور کیا۔ جب نجاشی کے دربار میں گئے تو سلام کیا (اس وقت جائز تھا) اور نجاشی کو سجدہ نہیں کیا۔ دربار کے امراء نے کہا کہ اے شخص تجھے کیا ہوا ہے کہ بادشاہ کو سجدہ نہیں کرتا ہے۔ جعفر طیار ؓ نے فرمایا کہ ہم لوگ سوائے اللہ عزوجل کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے ہیں۔ نجاشی نے کہا یہ کیا بات ہے (یعنی ابھی دو ایلچیوں نے قریش

کے معمول تعظیم سے سجدہ کیا تھا) جعفرؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول مبعوث فرمایا ہے۔ اس نے ہم کو حکم دیا کہ ہم لوگ سوائے اللہ عزوجل کے کسی کو سجدہ نہ کریں اور ہم کو نماز وزکوٰۃ کا حکم دیا۔ عمرو بن عاصؓ نے کہا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بادشاہ سے مخالفت کرتے ہیں۔ نجاشی نے کہا کہ تم لوگ عیسیٰ بن مریم وان کی ماں کے بارہ میں کیا کہتے ہو۔ جعفرؓ نے کہا کہ ہم وہ کہتے ہیں جو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ وہ کلمۃ اللہ وروح اللہ ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے کنواری کی طرف القا فرمایا۔ جس کو کسی بشر نے نہیں چھواء اور نہ اس بچے کا کوئی باپ تھا۔ یہ سن کر نجاشی نے زمین سے ایک لکڑی اٹھائی۔ (تنکا اٹھایا) اور کہا کہ اے گروہ حبشہ وقیس ورہبان تم معلوم کرو کہ ہم جو کچھ اس کے بارے میں کہتے ہیں اس سے واللہ یہ لوگ اس لکڑی (تنکے) برابر زیادہ نہیں کرتے ہیں۔ پھر صحابہؓ کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ مرحبا تم کو اس بزرگ کو جس کے پاس سے تم آئے ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ہیں اور یہ وہی ہیں جن کی خوشخبری ہم کو عیسیٰ بن مریم نے سنائی تھی۔ تم میری مملکت میں جہاں چاہو شوق سے رہو۔ واللہ اگر میں اس بادشاہت کے جھگڑے میں نہ ہوتا تو میں خود ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور میں ہی یہ خدمت کرتا کہ ان کی جوتیاں اٹھا کر سامنے کرتا اور ان کو وضو کرایا کرتا...... نجاشی معہ ایک گروہ علماء کے مسلمان ہوگئے تھے۔ اس حدیث کو امام احمد نے باسناد صحیح روایت کیا ہے۔

(مواہب الرحمٰن ج۲۸ ص۳۷۳،۳۷۴)

نجاشی کی نوتیدگی پر حضور ﷺ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ (صحیحین)

اس واقعہ میں ایک جماعت صحابہؓ کا اس بشارت کو پیش کرنا اور ایک گروہ علماء نصاریٰ کا اس کی تصدیق کرنا اور ایمان لانا ثابت ہے اور اس واقعہ کی تصدیق کے لئے آپ مندرجہ ذیل کتب بھی ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

۲۹...... مسند امام احمد ج۱ ص۴۶۱

۳۰...... تفسیر ترجمان القرآن ج۱۵ ص۳۹۶،۳۹۷

۳۱...... تفسیر ابن کثیر ج۹ ص۴۵۰

اب میں حضور ﷺ کے نام نامی واسم گرامی احمد بھی ہونے پر ذیل میں دلائل اور شہادتیں پیش کرتا ہوں۔

۳۲...... سب سے پہلے حضورﷺ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ’’عن جبیر بن مطعم قال سمعت النبیﷺ یقول ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا ماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب (بخاری ج۱ ص۵۰۱) والعاقب الذی لیس بعدہ نبی (مسند امام احمد ج۴ ص۸۰،۸۴)‘‘ حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بیشک میرے نام ہیں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ جس سے اللہ کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں کہ جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جائیں گے۔ یعنی لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا اور میں عاقب ہو۔ (جس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا)

اس حدیث کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے کہ اوّل دونام جن کی تشریح نہیں کی گئی۔ وہ حضورﷺ کے اسمائے علم ہیں اور جن کی تشریح کی گئی ہے۔ وہ صفاتی نام ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ احمد حضورﷺ کا صفاتی نام ہے۔ وہ غلطی پر ہیں اور اس کا یہ مزید ثبوت کہ آپ کا نام احمد بھی اور محمد بھی رکھا گیا آگے آئے گا۔

اس حدیث کی صحت میں مندرجہ ذیل کتب کی شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

۳۳...... عمدۃ القاری ج۷ ص۵۰۹
۳۴...... فتح الباری پارہ۱۴ ص۳۱۲
۳۵...... فیض الباری پارہ۱۴ ص۵۳
۳۶...... ارشاد الساری ج۶ ص۲۱

(یہ سب صحیح بخاری کی شرحیں ہیں)

۳۷...... صحیح مسلم ج۲ ص۲۶۱
۳۸...... مواہب الرحمٰن ج۲۸ ص۲۷۲
۳۹...... مشکوٰۃ مترجم ج۴ ص۲۳۹
۴۰...... اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ فارسی ج۴ ص۵۰۶
۴۱...... مظاہر حق ج۴ ص۴۴۰
۴۲...... ابن کثیر ج۸ ص۸۱، ج۹ ص۴۴۹
۴۳...... کتاب الشفاء ج۱ ص۴۸۵،۴۸۶
۴۴...... ترجمان القرآن ج۵ ص۳۹۳

۴۵...... درمنثور ج۶ ص۲۱۴

۴۶...... کشف الغطا شرح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ص۶۲۰

۴۷...... مصفےٰ شرح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فارسی ج۲ ص۲۴۷

۴۸...... نسیم الریاض ج۲ ص۳۸۱

اب میں الفاظ حدیث اور کتب تاریخ سے ذیل میں ثابت کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کا نام احمد بھی رکھا گیا۔

۴۹...... تفسیر درمنثور کی ج۶ ص۲۱۴ پر ایک مرفوع حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ’’وسمیت احمد‘‘ اور میرا نام احمد رکھا گیا۔

۵۰...... مواہب الدنیہ کے ص۱۹۴ پر ایک مرفوع حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔’’اسمی فی القرآن محمد وفی الانجیل احمد‘‘ میرا نام قرآن میں محمد ہے اور انجیل میں احمد۔ یہ حدیث بشارت احمد کی طرف اشارہ کرتی ہے اور اس کی تصدیق حسب ذیل کتب سے ہوتی ہے۔

۵۱...... خصائص الکبریٰ ج۱ ص۷۰

۵۲...... ترجمان القرآن ج۱۵ ص۳۹۴

۵۳...... شرح الشفاج۱ ص۴۸۹

۵۴...... کتب تاریخ ترجمہ تاریخ ابن خلدون ج۳ ص۸ پر لکھا ہے:’’عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد رکھا اور بی بی آمنہ نے احمد کے نام سے موسوم کیا۔ کیونکہ بی بی آمنہ نے خواب میں ایک فرشتہ کو دیکھا تھا جس نے کہا تھا کہ آپ کا نام احمد رکھنا۔‘‘

۵۵...... تاریخ اسلام از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی (قادیانی) ج۱ ص۸۲ پر حسب ذیل شہادت موجود ہے۔’’ماں نے ایام حمل ہی میں خواب دیکھا تھا کہ فرشتہ نے ان سے آکر کہا کہ جو بچہ تیرے پیٹ میں ہے اس کا نام احمد ہے۔ اس لئے ماں نے آپ کا نام احمد رکھا۔ عبدالمطلب نے اس پوتے کا نام محمد رکھا۔‘‘

۵۶...... سیرت خیر البشر کا ص۱۴۱ ملاحظہ ہو۔

’’دادا نے آپ کا نام محمد ﷺ اور والدہ نے احمد نام رکھا اور یہ دونوں نام رؤیا کی بناء پر تھے۔ دونوں کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ دونوں نام آپ کے صحیح احادیث میں آپ کی زبان مبارک سے ثابت ہیں۔’’انا محمد وانا احمد‘‘ آپ کے دونوں نام اشعار میں بھی آئے ہیں۔

صلی الالہ ومن یحف بعرشہ والطیبون علی المبارک احمد

رحمۃ اللعالمین ج۱ص۴۱ بیان القرآن نمبر۱۸۴۳

سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی ہمارے نبی ہیں۔ دادا نے آنحضرت ﷺ کا نام محمد اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پاکر احمد رکھا تھا۔

۵۸...... شاہنامہ اسلام ج۱ص۱۴۸،۱۴۹ ملاحظہ ہو۔

بشارت کے مطابق آمنہ نے نام بتلایا فرشتوں نے بتایا تھا کہ احمد ہے تیرا جایا
کہا دادا نے اے بھئی میرا پوتا محمد ہے کہ دنیا بھر کے انسانوں سے اعلیٰ اور امجد ہے

۵۹...... غیر مسلم ایک ہندو بزرگ کی تصدیق وشہادت۔

آنحضرت ﷺ کا اسم علم محمد واحمد ہونا کوئی ایسی بات نہیں جو دنیا سے پوشیدہ ہو، غیر مسلم اقوام بھی اس سے ناآشنا نہیں۔ غرضیکہ ان روایات اسلامیہ کو جن میں حضور ﷺ کا اسم گرامی محمد واحمد رکھا جانا مذکور ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے۔ آپ نہ جانیں تو کیا ہوا۔ چنانچہ پرکاش دیو جی اپنی تصنیف سوانح عمری حضرت محمد صاحب ﷺ کے ص۱۷ پر حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔

’’جب بچہ سات دن کا ہوا تو دستور ملک کے مطابق عبدالمطلب نے اپنے کل قبیلہ کی دعوت کی اور بڑی خوشی سے جشن منایا اور سب کے سامنے بچہ کا نام محمد رکھا۔ مسلمانوں کی بعض روایتوں میں یوں بھی لکھا ہے کہ آمنہ نے اپنے بچے کا نام احمد رکھا تھا۔ کیونکہ فرشتے نے ان کو خواب میں یہ کہا تھا کہ تیرے لڑکا پیدا ہوگا اور خدا فرماتا ہے کہ تو اس کا نام احمد رکھیو۔ چنانچہ انہی دوناموں سے پکارے جاتے ہیں۔‘‘

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

غیر تو مانیں اور تصدیق کریں۔ مگر آپ باوجود دعویٰ غلامی کے صریح انکار کریں۔ ایں چہ بوالعجبی است اب میں مرزا قادیانی کے اقوال پیش کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ ان کی آپ کے ہاں کیا وقعت یا کیا قدر ہے؟

۶۰...... اقوال مرزا قادیانی۔

مرزا قادیانی اپنے مندرجہ ذیل اقوال میں خود تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی محمد بھی ہے اور احمد بھی۔ چنانچہ (سراج منیر ص۲۷، خزائن ج۱۲ص۸۲) پر تحریر فرماتے ہیں:

’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جواں مرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔ وہی نبیوں کا سردار اور رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ اور احمد مجتبیٰ ﷺ ہے۔‘‘

۶۱...... زندگی بخش جام احمد ہے
کیا پیارا یہ نام احمد ہے

۶۲...... لاکھ ہوں دیگر انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقام احمد ہے

۶۳...... باغ احمد سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستان کلام احمد ہے

۶۴...... ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(رسالہ دافع البلاء ص۳۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

۶۵...... تم سن چکے ہو کہ ہمارے نبی ﷺ کے دو نام ہیں:
(۱) ایک محمد ﷺ اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے۔
(۲) دوسرا نام احمد ہے ﷺ اور یہ نام انجیل میں ہے۔ (مکمل حوالہ اوپر گزر چکا ہے)

۶۶...... حضرت رسول کریم ﷺ کا نام احمد وہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیح نے کیا۔ ’’**یأتی من بعدی اسمہ احمد**‘‘ (ملفوظات احمدیہ حصہ اوّل ص۴،۵، مرتبہ شیخ عبدالحمید)

۶۷...... ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی اس دین محمد سا نہ پایا ہم نے
تیرے منہ ہی کی قسم پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۲۴،۲۲۵، خزائن ج۵ ص۲۲۴،۲۲۵)

۶۸...... مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے۔ ’’**مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد**‘‘ یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا احمد ہوگا۔ پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گزر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ بھی اس عالم میں

تشریف فرمانہیں ہوئے۔ کیونکہ نص اپنے کھلے کھلے الفاظ سے بتلا رہی ہے کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جائے گا تب آنحضرت ﷺ اس عالم جسمانی میں تشریف لائیں گے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۴۲، خزائن ج۵ ص ایضاً)

نوٹ: ان مندرجہ بالا اقوال میں مرزا قادیانی نے تسلیم کیا ہے کہ جب وہ انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو سلسلہ نبوت میں محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ ﷺ کا رتبہ بہت بلند پاتے ہیں اور اشعار میں اسی احمد کی جو حقیقی احمد ہے تعریف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو احمد کا غلام کہنا فخر جانتے ہیں اور اسی احمد کو بشارت احمد کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ اب میں ذیل میں یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کا نام احمد نہیں تھا بلکہ غلام احمد تھا اور وہ خود تحریر کر گئے ہیں۔

۶۹...... ''میں جس کا نام غلام احمد اور باپ کا نام مرزا غلام مرتضیٰ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب کا رہنے والا ایک مشہور فرقہ کا پیشوا ہوں۔'' (رسالہ کشف الغطاء ص۱، خزائن ج۱۴ ص۱۷۹)

۷۰...... ''میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا صاحب کا نام عطاء محمد اور پڑدادا کا نام گل محمد تھا۔'' (کتاب البریہ ص۱۳۴ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۱۶۲)

۷۱...... سنا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی کی تصانیف کم وبیش ۸۰،۸۴ ہیں اور ان سب پر مصنفہ مؤلفہ یا از مرزا غلام احمد قادیانی لکھا ہوا ہے۔ گویا یہ کھلی ۸۰ شہادتیں موجود ہیں کہ مرزا قادیانی کا نام احمد نہیں بلکہ غلام احمد ہے۔ ورنہ تصانیف پر غلط نام تحریر کرنا شرعاً واخلاقاً اور قانوناً جرم ہے۔

ایک عقلی دلیل اور اس کا جواب باصواب

ایک کم علم مسلمان اور احمدی عالم کے درمیان کچھ مذہبی گفتگو ہوئی۔ دوران گفتگو میں مسلمان نے دریافت کیا کہ مرزا قادیانی کی پیدائش پر مرزا قادیانی کے والد ماجد نے کس احمد کا غلام بنام فخر جانا جو ان کا نام غلام احمد رکھا۔ اس پر جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ احمدی عالم سے درحقیقت کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آخر یہ کیا کہ بھائی حضور ﷺ کا اسم گرامی بھی احمد تھا اور مرزا قادیانی کا بھی احمد ہی نام تھا۔ اب اس بشارت احمد کا حامل کون ہے کہ فرض کرلو۔ دو شخصوں کا نام عبداللہ ہے اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے یا عبداللہ تو دونوں چلے جاتے ہیں۔ اب پکارنے والا ایک سے یوں کہتا ہے کہ یہاں میں نے آپ کو نہیں بلایا۔ بلکہ اس دوسرے کو بلایا ہے۔ ٹھیک اس

طرح اس پیش گوئی سے مراد احمد ساکن قادیان ہے نہ کہ احمد مجتبٰے مکی مدنی ﷺ اس پر وہ بے علم مسلمان خاموش ہو رہا تو احمدی عالم نے خوشی سے کہا کہ دیکھئے ہمارے خلیفہ صاحب نے کیا عقلی ثبوت دیا ہے۔ کسی کتاب کا نام بھی لیا جو وہ مسلمان یاد نہ رکھ سکا۔

جب یہ بات مجھ تک پہنچی تو مجھے اس پر ہنسی آئی کہ بھلا یہ بھی کوئی دلیل ہے۔ اگر فی الواقعہ یہ دلیل آپ کی کسی کتاب میں مذکور ہے تو اس کا جواب عرض کئے دیتا ہوں خدارا غور کریں۔

عبداللہ دو الفاظ سے عبد اور اللہ کا مرکب ہے۔ اس طرح غلام احمد بھی دو الفاظ غلام اور احمد کا مرکب ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کا پکارا جائے تو عبداللہ جواب دے یا آقا کو بلایا جائے تو غلام آحاضر ہو۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ہے۔ لہٰذا یہ کیسے مانا جاسکتا ہے کہ پکارا تو جائے۔ آقا احمد کو اور حاضر ہو غلام۔ اگر اللہ اور عبداللہ میں کوئی فرق نہیں تو احمد اور غلام احمد میں بھی فرق نہ سہی اور اگر اللہ سے مراد عبداللہ ہوسکتا ہے تو بے شک خوشی سے احمد سے مراد غلام احمد لے لیجئے۔ لیکن ایں خیال است ومحال است وجنوں۔

یہاں تک میں نے دلائل اور شہادتوں کو ۱۵۲ تک نمبر دیا ہے۔ مگر نمبر ۲۸ پر جو نجاشی بادشاہ کی شہادت ہے۔ اسے صرف ایک شہادت شمار کیا ہے۔ حالانکہ بادشاہ اور عیسائی علماء کے ایک گروہ کے علاوہ ۸۰ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت اس واقعہ کی شاہد ہے تو اس مضمون کا سرسری خاکہ کھینچنے یا تخمیناً اندازہ کرنے کے لئے ۱۵۲ میں کم ازکم اسّی شہادتیں جمع کر لینی ضروری ہیں۔ اس لئے ہمارے دلائل اور شہادتوں کی تعداد اب ۱۵۲+۸۰=۲۳۲ ہوئی۔

اب جب کہ اس قدر دلائل اور شہادتوں کی قوت سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اسم علم احمد ہے اور آیت بھی عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت احمد کے مصداق ہیں تو سورۂ صف کی چند وہ آیات جن سے آپ کو محض اپنے خیال کی بناء پر مغالطہ ہوا ہے۔ ان کی تشریح کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے میں اگر اسی مختصر تحریر پر اکتفاء کروں تو بھی یہ بالکل کافی ہے۔ لیکن شاید اس سے آپ یہ گمان نہ کرلیں کہ جن الفاظ کو آپ نے آیت کی تفسیر سمجھ کر لکھا ہے یا وہی دلائل ہی ہیں۔ جن سے پھر آپ کو بار بار مغالطہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے میں ذیل میں ان کا جواب بھی عرض کئے دیتا ہوں تاکہ حضور ﷺ سے دانستہ یا نادانستہ پوشیدہ اور خفیہ دشمنی کے روڑے جس قدر راہ میں اٹکائے گئے ہیں وہ دور ہو جائیں اور آنحضرت ﷺ کی بشارت احمد کا صحیح مصداق ماننے کا راستہ بالکل صاف نظر آئے۔'' **وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب''**

بشارت احمد کے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ

(۲۳۳) میں لکھا تھا کہ ’’فلما جاء ھم‘‘ ماضی کا صیغہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے نزول کے وقت وہ رسول جس کی شہادت تھی آچکا تھا۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ ہی اس بشارت کے مصداق ہوئے۔

اس بات پر آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ ماضی کے صیغہ سے یہ بات ہرگز مراد نہیں ہوسکتی کہ وہ اس آیت کے نزول کے وقت آہی چکا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں یقینی الوقوع واقعات کو جو آئندہ زمانہ میں ہونے والے ہوں۔ ماضی کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قیامت کے جملہ واقعات ماضی کے رنگ میں بیان کئے گئے ہیں۔ لہٰذا آپ کا استدلال بھی قائم نہ رہ سکا۔

اس کے جواب میں بندہ عرض پرداز ہے کہ اوّل یہ بشارت کوئی قیامت کے واقعات میں سے تھی نہیں جو ماضی کے رنگ میں بیان کی جاتی۔ دوسرے قرآن شریف میں جو یقینی الوقوع واقعات کو ماضی میں ذکر کیا گیا ہے تو وہاں قرینہ صارفہ موجود ہے اور اس میں کون سا قرینہ ہے کہ ہم اصل معنوں کو چھوڑ کر قرینہ کے پیچھے جائیں۔ جب کہ حضور ﷺ خود اپنے آپ کو اس بشارت کا مصداق ٹھہرائیں اور مرزاقادیانی بھی اس کی تصدیق کریں۔ ۲۳۲ قرآئن تو میں پیشتر ازیں حضور کے موافق بیان کر چکا ہوں۔ کیا یہ کم ہیں؟

پھر اس آیت کے دوسرے حصہ پر غور کریں۔ ارشاد ہوتا ہے: ’’فلما جاء ھم بالبینات قالوا ھٰذا سحر لمبین‘‘ یعنی جب وہ نبی جس کی بشارت تھی آ گیا اور ظاہراً معجزات دکھائے تو لوگ کہہ اٹھے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ یہ بات ’’اظھر من الشمس‘‘ ہے کہ لوگ آنحضرت ﷺ کو ہی جادوگر کہتے تھے۔ جس کا قرآن بھی شاہد ہے۔ ’’قال الذین کفروا للحق لما جاء ھم ان ھذا الا سحر مبین‘‘ جب حق ان کے پاس آ گیا تو کافروں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

کلام حق کو سن کر کوئی کہتا تھا شاعر ہے ۔۔۔ کوئی کہتا تھا کاہن ہے کوئی کہتا تھا ساحر ہے

(شاہنامہ اسلام)

مگر مرزاقادیانی کو تو کسی نے جادوگر نہیں کہا اور نہ ان کی تعلیم ہی کو کبھی جادو سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر مرزاقادیانی پر اس آیت کو کیسے چسپاں کیا جاسکتا ہے۔

(۲۳۴)اس کے بعد آپ نے تحریر فرمایا ہے اور پھر ساتھ ہی جب یہ بھی مذکور ہے کہ: ’’**وھو یدعیٰ الی الاسلام**‘‘ کہ لوگ اس احمد کو کہیں گے کہ تو اسلام میں داخل ہو جا۔ گویا لوگ اسے خارج از اسلام قرار دیں گے اور کہیں گے کہ تو اسلام میں داخل ہو جا اور کفر کو چھوڑ دے۔ اب محمد رسول اللہ تو خود لوگوں کو دعوت اسلام دیتے تھے نہ کہ آپ کو لوگ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیتے تھے۔

برادر من! اس سے پہلی آیت کے دوسرے حصہ کو آپ نے نظر انداز کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا ہوئے ہیں۔ ورنہ غور کرتے تو بات بالکل صاف تھی جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ اب آپ نے اس آیت کے دوسرے حصہ کو لے کر اس پر استدلال شروع کر دیا ہے اور آیت کے پہلے ٹکڑے کی جانب توجہ ہی نہیں فرمائی۔ ورنہ یہ نتیجہ نہ نکالتے۔

ساری آیت یوں ہے۔’’**ومن اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب وھو یدعٰی الاسلام**‘‘ اور واقعی اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ حالانکہ وہ (کافر) اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اس آیت کو پہلی آیت سے ملا کر پڑھنے سے معاملہ اور واضح ہو جاتا ہے جس کا ترجمہ ہوگا کہ جیسا وہ رسول (جس کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی) روشن دلائل اور معجزات لے کر آ گیا۔ تو (کافر) کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ (ایسی صورت میں) اس (کافر) سے (اس حق کی طرف بلانے والے رسول سے انکار کرتا ہے) کون زیادہ ظالم ہوگا۔ جو (ایسا کہنے سے) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ حالانکہ وہ (کافر) اسلام (سلامتی ہی سلامتی) کی طرف بلایا جاتا ہے۔ (مگر وہ سمجھتا نہیں)

آیت میں احمد تو بلانے والا ہے اور جسے بلایا جا رہا ہے وہ فی الحقیقت کافر ہے اور اس تفسیر میں کوئی اشکال نہیں۔

اس سے پہلے آیت کا دوسرا حصہ چھوڑنے اور اس آیت کا پہلا جز ترک کرنے سے آپ نے اپنے آپ کو یونہی مصیبت میں ڈال لیا ہے۔

برادر محترم! کسی آیت کے ایک حصہ کو لینا اور دوسرے کو بلاوجہ ترک کرنا خواہ مخواہ صراط مستقیم سے بھٹکنا ہے اور جو انسان ایسا کرتا ہے وہ ٹھوکر کھائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مثال کے طور عرض خدمت ہے کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:’’**یایھا الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ**‘‘ جس کا دراصل مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تک تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے نزدیک نہ جاؤ۔ اب ایک ایسا خوش فہم واعتقاد آتا ہے کہ وہ صرف ’’**لا تقربوا الصلوٰۃ**‘‘ کو

ہی لے لیتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ بھائی! میں تو پہلے اسی پر عمل کروں گا جس کا مطلب یہ ہوا کہ اے مسلمانو! نماز کے نزدیک تک بھی مت جاؤ۔ تو کیا یہ قرآن کا صحیح مفہوم ہوگا یا قرآن کے حکم کے بالکل خلاف؟ اس لئے کسی آیت کے ایک حصہ کو لینا جس کا مطلب تمام آیت کے خلاف نکلتا ہو۔ ہرگز درست نہیں۔

ایسے شخص کو آیت: ''**لاتلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون**'' سے خوف کرنا درکار ہے اور صحیح حدیث ''**من سئل عن علم فکتمه الجم بلجام من نار**'' (جس عالم سے مسئلہ دریافت کیا جائے اور وہ چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی) سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور ایسے فعل سے توبہ لازم ہے۔

مگر میں حیران ہوں کہ آپ کی سب تفسیر اسی قسم کی ہے اس میں شک نہیں کہ آپ ایسی تفسیر سے بی.اے اور ایم.اے کو ضرور دھوکا دے سکتے ہیں۔ مگر جسے خدا نے اصول دین سے کچھ واقفیت عطاء کی۔ وہ فوراً تاڑ جاتا ہے کہ یہ تو تفسیر بالرائے ہے۔ جس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ بلکہ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ جس شخص نے اپنی رائے سے تفسیر کی اور وہ غلط نکلی تو وہ بلاشبہ کافر ہو جائے گا۔ ''**ومن قال برائه فاخطار فقد کفر**'' مرزاقادیانی نے بھی تفسیر بالرائے کرنے والے کو ملحد بے دین قرار دیا ہے۔

(۲۳۵) اس کے بعد آپ فرماتے ہیں: ''پھر ''**یریدون لیطفؤا نور اللّٰہ بافواههم**'' کہ اس احمد رسول کا مونہوں سے تقاریر وغیرہ سے ہی صرف مقابلہ کیا جائے گا۔ مگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا تو تلوار سے مقابلہ کیا گیا۔''

یہاں بھی آیت کا دوسرا حصہ چھوڑ دیا گیا ہے جو یہ ہے: ''**واللّٰہ متم نوره ولو کره الکافرون**'' مطلب اس کا یہ ہے کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مونہوں کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ اگرچہ کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔ یعنی حضور ﷺ کو جادوگر وغیرہ کہنے اور اس قسم کا اپنے مونہوں سے بکواس کرنے سے ان کافروں کی اصل غرض یہ ہے کہ وہ اسی حرکت سے اللہ کے نور (اسلام) کو مٹانا چاہتے ہیں۔ چاند پر تھوکا منہ کو آتا ہے۔ بھلا اسی بکواس سے یہ کب ممکن ہوسکتا ہے کہ جب کہ اللہ اس کا حامی اور مددگار ہے۔ اسے پورا کامیاب بنا کے چھوڑے گا۔ اگرچہ کافروں کو یہ برا ہی کیوں نہ محسوس ہو اور حضور ﷺ کے صحابہ، خلفاء دین اور علمائے اسلام نے دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کو پہنچا کر اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کو پورا کر کے دکھا دیا ہے۔

ایک سمجھدار آدمی کے لئے یہ ترجمہ اور تفسیر نہایت صاف ہے۔ اس میں کوئی لپیٹ کی بات نہیں ہے۔ اب چونکہ منہ سے بکواس کرنے والے آیت میں کافر مذکور میں اگر اس سے مسلمان مراد لئے جائیں جیسا کہ آپ کا خیال تو روئے زمین کے مسلمان کافر ٹھہرتے ہیں۔ حالانکہ مرزاقادیانی کو آج تک کسی مسلمان نے آج تک جادوگر نہیں کہا جس کی طرف آیت میں اشارہ ہے اور پہلی آیت سے اس آیت کا یہی ربط ہے۔ ساحر تو حضور ﷺ کو کفار کہا کرتے تھے جو اوپر بیان کر آیا ہوں۔ مرزاقادیانی کو تو کسی مسلمان نے ایسا نہیں کہا۔ ہاں! جو کہا گیا ہے وہ الفاظ ''دجال، کذاب، مفتری علی اللہ'' وغیرہ ہیں نہ کہ جادوگر۔ اس لئے اس آیت کو مرزاقادیانی پر بلادلیل اور خواہ مخواہ چسپاں کرنا محض علم دین اور تاریخ سے لاعلمی پر مبنی ہے یا ہٹ دھرمی۔ ورنہ آیت اپنے بیان میں بالکل واضح ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حالات کے عین مطابق۔

پھر اگر آپ کے کہنے کے مطابق ''ھو یدعیٰ الیٰ الاسلام'' میں ضمیر ''ھو'' سے مراد مرزاقادیانی لئے جائیں تو اور زیادہ مصیبت کا سامنا ہوگا۔ کیونکہ ہو یعنی مرزاقادیانی کو اسلام کی طرف بلاتا جاتا ہے اور ہو (مرزاقادیانی) اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ اللہ تو جھوٹ بولتا نہیں۔ فرماتا ہے کہ وہ (کافر) اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور بلانے والے چونکہ اسلام کی طرف بلارہے ہیں۔ ان میں ضرور اسلام ہے۔ آپ کی یہ تاویل تو مرزاقادیانی کے لئے اور خرابی کا باعث ہے جو انہیں بالکل کافر ٹھہراتی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ نے اس آیت سے کیسے مرزاقادیانی مراد لئے ہیں اور اس کی نحوی ترکیب کیسے ہوگی۔ جب کہ ہو کی ضمیر من کے لئے لائی گئی ہے اور من کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے سے کون بڑا ظالم ہے۔ پھر اس بڑے ظالم کے لئے ہو کی ضمیر آئی ہے۔ جس سے اسی ظالم کی تشریح کی گئی ہے کہ وہ جاہل سمجھتا نہیں۔ اسے کوئی بری بات کی طرف تو بلایا نہیں جارہا۔ بلکہ جس طرف اسے بلایا جارہا ہے وہ تو اسلام ''سلامتی ہی سلامتی کی راہ'' ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر فی الحقیقت کون زیادہ ظالم ہوسکتا ہے کہ اس نعمت کو جادو کہہ کر ٹال دیتا ہے اور اس سے محروم رہ جاتا ہے۔

برادر من! یہ تاویل بھی مرزاقادیانی کے لئے ہرگز مفید نہیں۔ بلکہ انہیں مظالم اور کافر کی جگہ پر پہنچاتی ہے۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں۔

پھر آیت: ''ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ'' سے مسیح موعود مراد لیا جاتا ہے۔ جس کے زمانہ میں اظہار علی الدین ہوگا۔

یہ خوب کہی۔ اظہار علی الدین ہے کہ جب سے مرزاقادیانی تشریف لائے ہیں۔

اسلام دنیا میں بدنام ہو رہا ہے اور ہندوستان میں تو خصوصاً نہایت ذلیل ہے۔ اسلام کا بول بالا کرنا تو درکنار آپ لوگوں نے تو ایسی تحریروں سے تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر ٹھہرا دیا ہے اور خود بھی اسلام میں ایک فرقہ کے اضافہ اور اس میں تفرقہ کی بنیاد ڈالنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکے۔ حقانیت اسلام کو پیش کرنے سے غلبہ حاصل کرنا تو اعجاز محمدی ہے۔ اس میں مرزا قادیانی یا کسی دوسرے کا کیا کمال ہے؟ ہاں! کچھ اپنی ہمت دکھاتے تو مانتے۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ جہاں کہیں مرزا قادیانی یا آپ لوگوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تو سوائے ندامت اور رسوائی کے اور کیا حاصل ہوا۔ جس میدان میں نکلے، سوائے فرار اور شکست کے اور کچھ نصیب نہ ہوا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب سے مرزا قادیانی کا مقابلہ ہوا۔ اس کا حشر ساری دنیا جانتی ہے۔ اظہار علی الدین اگر محض علمی بحث کا نام ہے تو بھی جب مولوی صاحب موصوف کے مقابلہ میں کچھ نہ بنا تو ان کی موت کے لئے بددعا کی۔ جس میں سچے کی زندگی میں جھوٹے کی موت کا واقع ہو جانا شرط تھا۔ وہ بھی خوب قبول ہوئی کہ مرزا قادیانی سچے اور جھوٹے کا خود فیصلہ کرتے ہوئے چل بسے اور مولوی ثناء اللہ صاحب مرزا قادیانی کی وفات سے آج تیس برس بعد بھی زندہ ہیں۔

برادر من! اس آیت کی تفسیر یوں ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ خواہ مشرکوں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے اتمام اور اسلام کے غلبہ کی اس وقت خبر دی کہ ابھی اسلام کمزور تھا۔ مسلمان احد سے شکست کھا کر پھرے تھے اور بظاہر کوئی صورت غلبہ اسلام کی نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن یہ خبر خدا کی خبر تھی اور وعدہ تھا۔ اس لئے آخر پورا ہوا۔ اسلام سب دینوں پر غالب آیا۔ غالب ہے اور غالب رہے گا۔ دنیا میں وہ کون سا مذہب ہے جو اسلام کا سا مکمل قانون دنیا کے سامنے پیش کر سکتا ہے؟ اسلام کے سوا اور کون سا مذہب ہے جو بندے کو بندگی کی حد پر اور خدا کو خدا کے درجہ پر رکھتا ہے۔ کون سا مذہب ہے جو کہ اس کی توحید اسلام کی توحید کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ کوئی مذہب بجز اسلام، دنیا کے عقلمندوں کے نزدیک توہمات جاہلانہ سے پاک نہیں اور یوں بھی جہاں اس مذہب کے پاک اصول بیان کئے جائیں تو وہاں دوسرا اس کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ممالک افریقہ میں اور دنیا کے کئی مقامات پر بغیر کسی کوشش کے خود بخود اسلام پھیلتا جارہا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب تمام دنیا کا مذہب اسلام ہو جائے گا۔ یہی دین اور اسلام کا غلبہ ہے جو عہد نبوت سے لے کر آج بھی اسلام کو حاصل ہے اور جس قدر عقل انسانی ترقی کرتی جائے گی اسلام کی حقانیت اور اس کا غلبہ واضح تر ہوتا جائے گا۔ نہ عصر نبوت میں دشمنوں کی

سعی لاحاصل اس کا کچھ بگاڑ سکی اور نہ اب تک کسی مذہب کو اس کی مزاحمت کی تاب ہوئی۔

اب چونکہ تاریخ سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد نبوت اور حضور ﷺ کی حیات ہی میں اسلام کو دینی دنیوی ہر قسم کا غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ اس لئے اس آیت کو آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کے سوا مرزا قادیانی یا کسی دوسرے پر چسپاں کرنا سراسر واقعات کو پس پشت ڈالنا اور بالکل لاحاصل۔

(۲۳۷) اس کے بعد آپ فرماتے ہیں: ''پھر اس کی آمد کا زمانہ ترقی کا زمانہ بتلایا گیا ہے۔ یہ زمانہ بھر تجارت کا ہی زمانہ ہے۔ کما لا یخفی۔''

یہاں بھی تلبیس وتحریف اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ ورنہ آیت اپنے بیان میں نہایت واضح ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ''**یایها الذین اٰمنوا هل ادلکم علی تجارة تنجیکم من عذاب الیم تؤمنون باللّٰہ ورسوله وتجاهدون فی سبیل اللّٰہ باموالکم وانفسکم...... ذالک الفوز العظیم**'' اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتلادوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا سکے۔ (وہ یہ ہے) کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے راستہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور بہت بڑی کامیابی ہے۔

برادر من! خدا آپ پر رحم کرے۔ اس آیت میں موجودہ زمانہ کی تجارت کا کہاں ذکر ہے؟ جس میں دغا، فریب، جھوٹ سب شامل ہے۔ آیت میں تو اس تجارت کا ذکر ہے جس کے اختیار کرنے سے دردناک عذاب سے نجات ملتی ہے اور تجارت کی شرح بھی کردی گئی کہ اس تجارت سے مراد اللہ اور اس کے رسول پر سچے دل سے ایمان لانے اور اس کے راستہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرنا ہے۔

آیت میں ایمان والوں کو خطاب ہے اور جان ومال راہ خدا میں خرچ کرنے سے پہلے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا حکم دیا جاتا ہے اور جس سے معلوم ہوا کہ خطاب بالایمان کے لئے جزوی ایمان بھی کافی ہے۔ لیکن نجات کے لئے ایمان کامل وخاص کی ضرورت ہے۔ اسی لئے مسلمانوں کو حکم ہوا کہ تم اللہ اور رسول پر ایمان تو رکھتے ہو لیکن یہ ایمان ابھی کمزور ہے۔ اس لئے اخلاق اختیار کرو اور کامل ایمان حاصل کرو اور اس کی علامت یہ ہے کہ جان ومال راہ خدا میں بے دریغ خرچ کرنے لگو۔ جب تک یہ بات نہیں تمہارا ایمان بھی ناقص ہے۔

پھر اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر مخلصانہ ایمان لاؤ گے اور راہ خدا میں مال وجان سے

جہاد کروگے تو اللہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تمہیں ان باغوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ہمیشہ کے لئے اچھے مکانوں میں جو جنت عدن میں داخل کرے گا اور یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔

آپ ذرا انصاف سے بتلائیں کہ اس آیت پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کیا یا مرزا قادیانی اور ان کی جماعت نے؟ آنحضرت ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جان ومال دونوں سے جہاد کیا اور انہیں کامل ایمان نصیب ہوا۔ لہٰذا اس آیت کے مصداق بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذی شان جماعت تھی نہ کہ مرزا قادیانی اور ان کے مریدین جنہیں اپنی جانوں سے جہاد کرنا تو کبھی بھی نصیب نہ ہوگا۔

میں حیران ہوں کہ آپ ایک ایسے سمجھدار عالم ہوکر اس آیت کو مرزا قادیانی سے کیسے چسپاں کرتے ہیں جنہوں نے کبھی جہاد نہیں کیا اور نہ جہاد کی تعلیم دی۔ بلکہ جہاد بالنفس سے منع فرمایا اور آیت میں جان ومال دونوں سے جہاد کرنے کا حکم ہے۔ مرزا قادیانی کا عمل اور ان کی تعلیم دونوں آیت کے مخالف ہیں۔ پھر بھی مرزا قادیانی کو اس آیت سے مراد لینا مرزا قادیانی کے عشق میں حقیقت کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر آنحضرت ﷺ سے کھلی دشمنی کا اعلان نہیں تو اور کیا ہے؟ جب کہ ہر طرح اور ہر پہلو سے یہ آیت آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں بالکل واضح ہے اور ان کو ہی اس پر عمل کرنا نصیب ہوا۔

اگر آپ میں ایمان ہے تو جماعت بندی کے خیال کو ترک کردیں۔ یہی آیت کافی ہے جو آپ کو خالص ایمان کی طرف دعوت دیتی ہے۔ بلادریغ تاویلات بعیدہ سے توبہ کریں اور ایمان خالص وکامل حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(۲۳۸) اور جو آپ نے فرمایا ہے: ’’پھر اس احمد رسول کی انصار اللہ بننے کی دعوت دیا جانا مذکور ہے۔ حالانکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تو لوگوں کو ہجرت کی ترغیب دیا کرتے تھے نہ کہ انصار بننے کی تو انصار اللہ کے متعلق بھی یہ ہدایت کی گئی ہے کہ: ’’**کما قال عیسیٰ بن مریم للحوارین من انصاری الی اللہ**‘‘ کہ جو حواریوں کی طرح ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ہرگز ہرگز جنگ نہیں کی۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنگ میں حصہ لینے کی پرزور تلقین کی اور قرآن شریف میں ’’**حرّض المؤمنین علی القتال**‘‘ کے زبردست الفاظ موجود ہیں اور اسی حکم کی بناء پر انہوں نے جنگیں کیں تو پھر ان قرائن کے ہوتے ہوئے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر چسپاں نہیں ہوئے بلکہ احمد میں پائے جائیں گے۔ کسی طرح آپ کی بات صحیح مان لیا جائے کہ احمد کی بجائے محمد آئے گا۔‘‘

اس آیت سے بھی آپ کو دھوکا ہوا ہے یا آپ جان بوجھ کر دوسروں کو دھوکہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ ورنہ یہ آیت بھی اپنے بیان میں بالکل واضح ہے چونکہ حضورﷺ کی ذات اقدس جامع صفات وکمالات تھی اور دین اسلام بھی ایک کامل دین ہے۔ اس لئے حضورﷺ میں اگر ایک طرف آپ کی صفات حمیدہ میں شجاعت واستقلال بدرجہ کمال ہے تو دوسری جانب رحم وعفواور نرمی بھی اس سے کم نہیں۔ اگر آپ شجاعت میں موسیٰ ہیں۔ تو عفواور نرمی میں عیسیٰ سے کم نہیں۔

جب اہل طائف نے آپﷺ پر پتھروں کا مہینہ برسایا اور آپﷺ زخموں سے چور چور تھے تو بھی انہیں معاف کیا اور ان ظالموں کو بددعا دینے کی بجائے ان کے حق میں یہ دعا کی: ''**اللهم اهد قومی انهم لا یعلمون**'' اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے۔ بے شک یہ نہیں جانتے (کہ درحقیقت میں ان کا خیرخواہ ہوں)

دعا مانگی الٰہی قوم کو چشم بصیرت دے ۔۔۔ الٰہی رحم کر ان پر انہیں نور ہدایت دے

ساری دنیا جانتی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ اہل مکہ نے آنحضرتﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر وہ کون سے مظالم قوم نے اٹھا رکھے اور کس جرم میں۔

گلوئے پاک کوئی گھونٹتا تھا کس کے چادر میں ۔۔۔ کوئی دیوانہ پتھر مارتا تھا آپ کے سر میں

مگر وہ منبع علم و صفا خاموش رہتا تھا ۔۔۔ دعائے خیر کرتا تھا فعباد ظلم سہتا تھا

(شاہنامہ اسلام)

آخر ان مظالم کی وجہ سے اپنا پیارا وطن بھی چھوڑنا پڑا اور مدینہ میں ہجرت کر کے چلے گئے۔ وہاں بھی ان ظالموں نے چین سے نہ رہنے دیا اور مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ کیا ایسی صورت میں ایسے ناانصاف دشمنوں کا مقابلہ کر کے اپنے مال وجان کی حفاظت اور امن عامہ کرنے کے لئے حکم نہ دیا جاتا۔ لہٰذا ارشاد ہوا: ''**حرّض المؤمنین علی القتال**'' اپنے جن مومنوں کو (ایسی حالت میں) لڑائی کی ترغیب دیجئے۔ اہل مکہ مسلمانوں کے دشمن تھے اور ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتے تھے اور مسلمانوں کی تعداد کافروں سے بہت کم تھی۔ اس لئے اس آیت کے اگلے حصہ میں ان کی یوں حوصلہ افزائی فرمائی۔

''**ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مأتین وان یکن منکم مائة یغلبوا الفا من الذین کفروا بانهم قوم لا یفقهون**'' اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو کافروں کے دوسو پر غالب آجاؤ گے۔ اگر تم سو آدمی ہوں گے تو ان کے ہزار پر غالب آؤ گے۔ کیونکہ کافر بے سمجھ لوگ ہیں۔

ایسی صورت میں یہی حکم مناسب تھا۔ اگر مسلمان ایسا نہ کرتے تو نہ کافروں پر غالب ہی آسکتے تھے اور ان سے اپنی جان ہی بچاسکتے۔

آیت ’’حرّض المؤمنین علی القتال ‘‘ تو آپ کو خوب یاد ہے۔ مگر وہ واقعہ شاید بھول گئے کہ جب لاتعداد عقوبتیں اور مصیبتیں جھیلنے کے بعد حضورﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں پر فتح عطاء فرمائی تو فتح مکہ کے دن حضورﷺ نے اس قدر خطرناک دشمنوں کے حق میں کیا حکم صادر فرمایا۔ جب کہ بحیثیت فاتح ہونے کے آپ کا ایک اشارہ ان سب کی گردنیں اڑا کے رکھ دیتا۔ لیکن اس رحمۃ للعالمین کی زبان شیریں کلام سے یہی ارشاد ہوا۔ ’’لاتثریب علیکم الیوم ‘‘ تم پر آج کوئی الزام نہیں اور سب کو معاف فرمایا۔ کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ انتہائی عفو کی مثال آپ کے سوائے حضورﷺ کے اور کہاں ملے گی۔

حرّض المؤمنین علی القتال کے حکم کو آپ نے جھٹ لے لیا۔ جو فی الحقیقت مسلمانوں کو اپنی جان کے بچاؤ اور امن عامہ کے لئے نہایت ضروری تھا اور فوراً کہہ دیا کہ ’’آپ (مرزاقادیانی) ہی کے اصحاب ہیں جو انصار اللہ ہیں اور بلا جدال وقتال دعوت الیٰ الاسلام بلائے گئے ہیں۔‘‘ مگر یہ خیال نہ کیا کہ حضورﷺ کے صحابہؓ کی مقدس جماعت کے لئے اگر ایک طرف قتال کا حکم ہوا تو حضورﷺ کو قرآن میں تبلیغ کے لئے دوسرا حکم بھی موجود ہے۔

’’ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ‘‘ یعنی لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت سے بلایئے۔ آیت زیر بحث سورۂ صف میں ہے۔ معلوم ہونا چاہئے آپ نے سورۂ کے شروع حصہ پر غور نہیں فرمایا۔ جہاں ارشاد ہوتا: ’’ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص ‘‘ یعنی اللہ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کے راستہ میں صف باندھ کر جنگ کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ ایک مضبوط دیوار ہیں اور سورۂ کے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا تبلیغی کام بھی سرانجام دینے کا حکم صادر ہوا۔ گویا کہ ابتداء سورت میں اگر یہ بتایا تھا کہ مسلمان ہو کر ضرورت کے موقع پر اس کو سر کٹوانے کے لئے ہمہ تن تیار ہو تو سورت کے آخر میں یہ بھی بتلا دیا کہ دین کا مکمل غلبہ اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے کہ اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح بھی اکناف واطراف عالم میں پہنچاؤ۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دونوں حکموں کی تعمیل کی اور توحید کو لے کر تمام دنیا میں پھیل گئے۔ جیسے حضورﷺ جامع صفات تھے اور آپ کی تعلیم مکمل تھی۔ ویسے ہی آپ کے شاگرد وصحابہؓ کی جماعت بھی کامل تربیت

یافتہ تھی۔ اللہ تعالیٰ خود صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفت میں ارشاد فرماتا ہے: ’’**اشداء علی الکفار رحماء بینھم**‘‘ کفار کے مقابلہ میں سخت ترین اور آپس میں رحم دل ہیں۔

افسوس! اگر آپ تمام سورت صف پر غور کرتے تو اسے عین رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں پاتے اور ہرگز ایسی غلطی میں مبتلا نہ ہوتے۔ فتدبر!

(۲۳۹) پھر آپ فرماتے ہیں: ’’آنحضرت ﷺ کی بشارت تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کر چکے تھے۔ (جب کہ خداوند خدا تیرے لئے تیرے جیسا تیرے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کرے گا) اور ’’**شھد شاھد من بنی اسرائیل علیٰ مثلہ**‘‘ سے ظاہر ہے۔ پس اگر یہی پیش گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں تو یہ تو وہ بشارت ہے جو کوئی نئی بشارت نہیں۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہی بنی اسرائیل سن چکے تھے۔ پس اگر یہ نئی بشارت ہے تو پہلے بنی اسرائیل کو سنائی نہیں گئی تو وہ کسی ایسے نبی کے متعلق ہے جس کی بشارت پہلے سے موجود نہیں اور وہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد ایک مثیل کی پیش گوئی کی ہے اسی طرح یہ بھی ان (عیسیٰ علیہ السلام) کے ایک مثیل کے آنے کی پیش گوئی ہے جو بنی اسرائیل کے لئے بالکل نئی ہے۔ ورنہ ایک پرانی پیش گوئی کو کہنا کہ اے بنی اسرائیل یہ ایک ایسی بشارت ہے جسے تم نے کبھی نہیں سنا، بالکل غلط ہے۔ پس یہ پیش گوئی مثیل عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تو بشارت ہوگی۔ مگر مثیل موسیٰ کے لئے بشارت نہیں ہوسکتی۔‘‘

اب بندہ عرض پرداز ہے کہ یہ بھی نہایت بودا دلیل ہے جو محض وہم وگمان کا نتیجہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کی پیش گوئی موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی تو عیسیٰ علیہ السلام نہیں کر سکتے۔ حالانکہ آپ خود تسلیم کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہیں۔ جب لوگ ان کی دعا سے مطلع تھے تو پھر موسیٰ علیہ السلام نے کیوں اسی رسول کی پیش گوئی کی ہے؟ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ حضور ﷺ جامع صفات وکمالات تھے۔ اگر ایک پہلو سے وہ مثل موسیٰ تھے تو دوسرے پہلو سے مثل عیسیٰ بھی تھے اور یہ کوئی ناممکن بات نہیں عقل سلیم کو تسلیم ہے کہ اگر ایک شخص جو شجاع ودلاور ہے۔ مگر حلیم وبردبار نہیں اور دوسرا بہت نرم ورحم دل ہے۔ مگر سخت نہیں۔ لیکن بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص شجاع ودلاور بھی ہو اور حلیم ورحم دل بھی۔ نیز انبیاء کا بار بار بشارت دنیا پہلی بشارت کی تصدیق ہے اور زیادہ قوی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ’’**مثلھم فی التورات ومثلھم فی الانجیل** (فتح)‘‘ یعنی ان کی مثال تورات میں بھی ہے اور انجیل میں بھی ہے تو خدا کا انجیل

میں پھر بیان کرنا غلطی تھی یا پہلے بیان کی تصدیق اور زیادہ مضبوطی (اور قوی تر)

اسی طرح حضور ﷺ کے متعلق بھی ارشاد ہوتا ہے: ’’**یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل** ‘‘یعنی بنی اسرائیل (یہودونصاریٰ) رسول اللہ ﷺ کو تورات اور انجیل دونوں میں لکھا پاتے ہیں۔ ایسی صریح اور صاف آیت کے ہوتے ہوئے میں حیران ہوں کہ آپ کیوں پس وپیش کرتے ہیں۔ یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کی تائید میں تھی۔ اس کا ذکر تورات میں بھی تھا اور انجیل میں تصدیق کردی گئی۔

اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے: ’’کہ اے بنی اسرائیل یہ ایک ایسی بشارت ہے جسے تم نے کبھی نہیں سنا۔‘‘

کیا آپ انجیل یا قرآن سے شہادت پیش کر سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ یہ ایک ایسی بشارت ہے جسے تم نے کبھی نہیں سنا۔ یا یہ محض آپ کا افتراء اور ایک برگزیدہ نبی پر بہتان ہے۔

(۲۴۰) اب اگر بفرض محال آپ کے کہنے کو مان کر بشارت احمد کا مصداق مرزا قادیانی کو قرار دیا جائے تو محمد ﷺ کی نبوت ورسالت سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ’’**یاتی من بعدی اسمہ احمد** ‘‘یعنی میرے بعد آنے والا احمد ہے۔ یعنی میرے اور احمد کے درمیان اور کوئی نبی نہ ہوگا۔ جسے مرزا قادیانی نے خود تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے: ’’حضرت رسول کریم ﷺ کا نام احمد وہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیح نے کہا: ’’**یأتی من بعدی اسمہ احمد** ‘‘من بعدی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بلا فصل آئے گا۔ یعنی میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نبی نہ ہوگا۔‘‘

(کتاب ملفوظات احمد یعنی ڈائری ۱۹۰۱ء حصہ اوّل ص۴،۵، مرتبہ شیخ عبدالحمید)

اس مضمون پر قرآنی احکام کو جو آپ نے اپنے خیالات کے تابع بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس کا جواب باصواب عرض کر چکا ہوں۔ اب اگر آپ میری اس تحریر پر نظر ثانی کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو وہی قرآن کا مقصد اور صحیح مفہوم نظر آئے گا جو قرآن کی سادہ عبارت اور اس کے سادہ ترجمہ سے ظاہر ہے جس میں نہ کوئی لپیٹ ہے اور نہ کسی فرقہ بندی کا اثر۔ بلکہ صاف قرآن کی اتباع ہے جو اجنبی شخص قرآن کی آیات سے اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔ جو بندہ تحریر کر چکا ہے اور اسی کا نام اتباع قرآن ہے۔

خلاصہ بحث متعلق بشارت احمد

الحمدللہ! کہ اسی ذات پاک کی توفیق سے اس عاجز نے اس بحث کے ہر ممکن پہلو کو قرآن وحدیث کی سچی روشنی میں اور روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔ مزید برآں صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کے ارشادات سے بلکہ مرزاقادیانی کے خود اپنے اقوال کی تائید سے اس پر مہر تصدیق بھی ثبت کر دی ہے کہ:

الف...... (۱) آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی احمد ہے۔
(۲) آنحضرت ﷺ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہیں۔
(۳) آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت احمد کے مصداق ہیں۔
(۴) آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔
(۵) آنحضرت ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ ہوگا۔
(۶) مرزاقادیانی کا نام احمد نہیں بلکہ غلام احمد ہے۔

پس اب جب کہ یہ امر کامل ۲۴۰ دلائل اور شہادتوں کی قوت سے ثابت ہو چکا ہے جو سب کی سب ناقابل تردید ہیں۔ یا بالفاظ دیگر سب کا رد کرنا محال ہے تو پھر اگر آپ:

ب...... (۱) خدا۔
(۲) اس کے رسول۔
(۳) قرآن۔
(۴) حدیث۔
(۵) مرزاقادیانی کے اقوال۔

پر ایمان رکھتے ہیں تو اپنے خیالات سے توبہ کریں اور حضور ﷺ کو بشارت احمد کا مصداق ہونے پر صدق دل سے ایمان لائیں اور مندرجہ بالا چھ امور زیر (الف) کا اقرار کریں یا جیسے میں آپ کے اس مضمون پر سب بیان کو خلاف روایت ودرایت ثابت کر آیا ہوں۔ ہمت کریں اور مجھے بھی بتلائیں کہ میں نے کہاں سے مسلمہ اصول دین اور مرزاقادیانی کے معیار تفسیر کے خلاف استدلال کیا ہے یا ان کے اقوال تحریر کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے۔

مانا کہ قرآن وحدیث کا آپ پر کچھ اثر نہیں۔ لیکن:

ا...... کیا قرآن وحدیث کے احکام جن کی تائید مرزاقادیانی کے اپنے اقوال سے ہو وہ بھی آپ حضرات کے نزدیک قابل حجت نہیں۔

۲...... یا صاف صاف بتلائیں کہ اس قدر قرائن کی موجودگی میں حضور ﷺ کو بشارت احمد کا مصداق ماننے میں آپ کو کون سا امر مانع ہے؟

۳...... یا سچ بتلائیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کو کون سی چھپی دشمنی ہے جس کی وجہ سے خدا اور رسول کا کہنا نہ ماننا تو درکنار مرزا قادیانی کے اقرار سے بھی جو حضور ﷺ کی شان میں ہے آپ لوگوں کو اس سے صریح انکار ہے؟

۴...... آپ نے میری نسبت یہ فرمایا تھا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کو نہیں مانتا۔ اب تو آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ میں تو اس بشارت کو حضور ﷺ کے حق میں ایسا مانتا ہوں جیسا اس کے ماننے کا حق ہے۔ کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آیا اس پیش گوئی کو صحیح معنوں میں میں نہیں مانتا یا آپ ہی نہیں مانتے؟

میرے اس خط کے جواب میں اگر آپ ایمان لے آئے تو الحمدللہ! آپ کے باقی ماندہ خط کے جواب کی ضرورت نہ رہے گی۔ کیونکہ وہ بھی سب کی سب تفسیر بالرائے ہے۔ مشتے ازخروارے ہی کافی ہے اور اگر جواب دیا تو ان شاءاللہ اس کا جواب مع آپ کی باقی ماندہ تفسیر کا جواب بھی ضرور تحریر کروں گا اور بتلادوں گا کہ اس میں آپ نے قرآن وحدیث کے احکام اور مرزا قادیانی کے اقوال کے بالکل خلاف راستہ اختیار کیا ہے جو صراط مستقیم سے کہیں دور ہے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

خاکسار: محمد سرفراز خاں

نوٹ: اس خط کا کوئی جواب نہ ملا۔ درمیان میں بابو فیروزالدین صاحب خواہ مخواہ الجھ پڑے۔ ایک بار میں نے انہیں لکھا کہ گاہک ٹھوک بجا کر سودا لیتا ہے اور پھر جس دکان کا مالک ہی ترش رو اور بدمزاج ہو۔ بھلا اسے گاہک کیوں پسند کرے گا۔ اس کی دکان پر کون جائے گا۔ اس کا کاروبار ہی فیل ہو جائے گا۔ اس لئے آپ میرے ساتھ اخلاق سے پیش آئیں اور میرے سوالات کے جوابات دلانے میں کوشش کریں۔

مگر بابو صاحب نے سچ مچ ہی اپنے تبلیغی کام کو دکان سمجھ لیا اور کہہ دیا کہ ہمارے دکان میں ہر سودے کی بوریاں چنی ہیں۔ گویا ہر مضمون پر کتابیں موجود ہیں اور مجھے چند بوریاں یعنی کتابیں بھیج دیں اور مجھے اپنے خلیفہ صاحب سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ مگر میں نے قطعاً پرواہ نہ کی۔ جو میرے آئندہ خط کی نقل سے واضح ہو جائے گا۔

برادر محترم بابو فیروز الدین صاحب سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! میں نے اپنے خط نمبر ۳۷ مورخہ ۲۹؍جنوری ۱۹۳۹ء میں عرض کیا تھا کہ میں آپ کے خط مورخہ ۷؍جنوری ۱۹۳۹ء کا جواب تحریر کروں گا۔ لہٰذا عرض خدمت ہے کہ میں نے آپ کے خط کا مطالعہ کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ میری جستجو اور تحقیق میں یونہی روڑے اٹکا رہے ہیں۔ حالانکہ آپ کو کئی بار منع بھی کر چکا ہوں۔

دکان کی مثال میں نے صرف آپ کو سمجھانے کی غرض سے دی تھی تاکہ آپ میرے سوالات کے جوابات حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ مگر آپ نے سچ مچ اسے آٹا دانہ کی دکان ہی سمجھ لیا اور اس میں بوریاں بھی تجویز کر دیں۔ بہت اچھا ایک بوری جو آپ نے مجھے ''رہنمائے تبلیغ'' ارسال فرمائی تھی وہ چونکہ مبلغین کی امداد کے لئے لکھی گئی ہے۔ لہٰذا وہ آپ کی دکان کی چوٹی کی بوری ہے۔

جس حوالے کے لئے یہ بوری مجھے بھیجی گئی ہے۔ اگر اسی حوالے میں خیانت نکل آئے تو پھر بتلایئے کہ یہ بوری دیمک خوردہ ہوئی یا نہ؟ اس میں جو ''فتح الباری'' کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اسی صفحہ پر حدیث ''**انّا معاشر الانبیاء لا نورث**'' اور آپ کے خلاف عبارت موجود ہے۔ جسے مصنف نے نظرانداز کر دیا ہے اور وہی عبارت کا اصل مقصد ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ آپ نے کسی اصل کتاب کا تو منہ نہیں دیکھا۔ صرف اپنی ہی جماعت کی قطع وبرید پر اعتماد ہے۔ پھر حق وباطل میں تمیز کیسے ہو۔ اب جب کہ چوٹی کی بوری دیمک خوردہ نکل آئی تو پھر بھلا نچلی بوریوں کا کیا حال ہوگا۔ اسی لئے میں تو صرف مرزا قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر اب آہستہ آہستہ ان شاءاللہ دوسری کتابیں بھی دیکھوں گا۔

برادر من! جو دکاندار ترشی روئی اور گاہک کے سوال کا جواب نہ دے تو ایسے بداخلاق دکاندار کو کون پسند کرے گا۔ وہی جس کے پاس خریدنے کو مال نہیں یا کوئی عقل کا اندھا ہوگا۔ ورنہ خواہ مخواہ اس کی دکان ٹوٹ جائے گی۔ یہ تو دنیاوی مثال ہے۔ لیکن دینی مسائل کا رتبہ اس سے کہیں بلند ہے۔ افسوس! آپ قرآن سے واقف نہیں ورنہ سورۂ عبس کی طرف میرا ایک اشارہ بھی آپ کے سمجھانے کے لئے کافی ہوتا اور وہ یہ ہے کہ ایک روز رسول کریم ﷺ چند سرداران قریش عتبہ، ابوجہل، امیہ وغیرہ کو وعظ ونصیحت فرمارہے تھے کہ ابن ام مکتوم ؓ نے حضور ﷺ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ ممکن ہے اس بیچارے نے نہ دیکھا ہو کہ حضور ﷺ مشغول ہیں۔ مگر حضور ﷺ

نے اس مداخلت کو برا مانا اور اس طرف توجہ نہ فرمائی۔ جس پر سورۂ عبس ’’عبس وتولیٰ ان جاء الاعمیٰ ‘‘نازل ہوئی اور اللہ نے تنبیہ فرمائی کہ ایک اندھا خیال کر کے آپ نے منہ پھیرلیا۔ آپ کو کیا معلوم وہی پاک ہو اور نصیحت اختیار کرے اس کے بعد جب کبھی عبداللہ ابن ام مکتوم حضورﷺ کے پاس تشریف لاتے تو آپ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور اس کے لئے چادر بچھادیتے۔ (بلکہ ایک موقعہ پر آپ نے انہیں مدنیہ کا گورنر مقرر کیا)

حضورﷺ کی شان میں ارشاد ہوتا ہے کہ ’’لو کنت فظاً غلیظ القلب لا انفضوا من حولک ‘‘اگر آپ سخت گو سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے اردگرد سے منتشر ہو جاتے یا دور ہو جاتے۔

چنانچہ ایک نامی پہلوان حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ اگر آپ نبی ہیں تو میرے ساتھ کشتی لڑیں۔ جواب میں حضورﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ میں نے تو دعویٰ پیغمبری کا کیا ہے۔ نہ پہلوانی کا بلکہ اس سے کشتی لڑنے پر تیار ہوگئے اور اسے پچھاڑ دیا جس پر وہ ایمان لے آیا۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس اسوۂ حسنہ کے بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ دینی سائل کی حالت اور اس کی استطاعت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور جس طریقہ کو اپنی تسلی کے لئے اختیار کرے اس کے مطابق اسے جواب دینا زیادہ مناسب ہے۔

اب میں ایک دینی سائل کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں اور میں حق رکھتا ہوں کہ میرے سوالات کا جواب دیا جائے۔

میرا خط نمبر۳۴ مورخہ ۱۴؍دسمبر ۱۹۳۸ء مع چند کتب واپس موصول ہوا ہے اور خط کے واپس کرنے کی وجہ آپ نے تحریر فرمائی ہے کہ میں آپ کے ارسال کردہ کتب میں سے رسالہ اسمہ احمد کا مطالعہ کروں جس سے یہ مسئلہ خود حل ہو جائے گا۔

اس رسالہ کے شروع کرتے وقت پہلے میں نے ہاتھ اٹھایا تو اس قاضی الحاجات کی درگاہ عالی میں صدق دل سے بایں الفاظ دعا کی: ’’اللہم اء نا الحق حقًا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ‘‘

یعنی اے اللہ! (مجھے اس کتاب کے مطالعہ سے) جو بات فی الحقیقت حق ہے۔ اسے حق سمجھا دکھادے اور اس کی اتباع نصیب کر اور جو بات فی الحقیقت باطل ہے۔ اسے باطل کر کے

دکھادے اوراس سے بچنے کی توفیق عنایت فرما۔آمین!

پیشتر اس کے کہ میں اپنے مطالعہ کا کچھ حال عرض کروں۔ چند مفید باتیں بطور تمہید کے تحریر کردینا ضروری سمجھتا ہوں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:''ایک دن میں عبادت میں مصروف تھا۔ اچانک ایک عظیم الشان تخت نظر آیا۔ جس پر نور ہی نور تھا۔نور سے آواز آئی۔عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں اور تیرے لئے وہ سب حلال کئے دیتا ہوں جو دوسروں کے لئے حرام ہے۔ میں نے جواب دیا کیا تو ہی وہ خدا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دور ہوا ے دشمن خدا! اس پر نور پھٹا تاریکی پھیل گئی اور آواز آئی عبدالقادر! تو اپنے تفقہ فی الدین علم اور احوال میں رسوخ کی بدولت میرے پنجہ سے بچ گیا۔ورنہ میں اس شعبدہ سے ستر شیخ (عابد) گمراہ کر چکا ہوں۔شیخ سے پوچھا گیا آپ نے کیونکر جانا وہ شیطان ہے۔کہا اس کی بات سے کہ تیرے لئے وہ سب حلال کئے دیتا ہوں جو دوسروں کے لئے حرام ہے۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ شریعت محمد یہ اٹل ہے۔ بدلنے والی نہیں۔ وغیرہ۔ (الوسیلہ ص۴۰)

ایک بادشاہ علماء کا دشمن اور عابدوں کا خادم تھا۔ایک دن وزیر نے آزمائش کے لئے اسے اندھیری رات میں ایک روشن غبارے میں ہمراہ لیا اور ایک مشہور عابد کے عبادت خانہ میں ایسے وقت پر پہنچے۔ جب کہ وہ تہجد کی نماز میں بیٹھا تھا۔وزیر نے غبارے کو ٹھہرا کر اس عابد سے کہا میں جبرائیل ہوں اور تو نہیں دیکھتا کہ اللہ میاں میرے ساتھ ہیں اور تیری عبادت قبول فرمائی ہے۔اٹھ اور سجدہ کر وہ فوراً بادشاہ کے آگے سجدہ میں گر گیا۔ وہاں سے وزیر بادشاہ کو ایک عالم کے گھر لے گیا۔ جو سویا ہوا خراٹے لے رہا تھا وزیر نے کہا کہ میں جبرائیل ہوں اور اللہ کی ذات بابرکات کا نزول ہوا ہے۔ تیرا علم قبول ہو چکا۔اٹھ اور اپنے مالک کو سجدہ کر۔ اس نے بلاتامل جواب دیا کہ تو کون شیطان ہے جو مجھے اس وقت تکلیف دی ہے تو اچھا جبرائیل ہے جو دروازے کے اندر بھی نہیں آسکتا اور یہ کیسا خدا ہے جو تمہارے ساتھ مارا مارا پھرتا ہے۔غرضیکہ وہ علم کی بدولت معلوم کر گیا کہ یہ کوئی پکھنڈ ہے۔

اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ:''**فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد**''یعنی ایک فقہی عالم ہزار (بے علم) عابد سے شیطان پر زیادہ غالب ہے۔آپ کا حال بھی محض اس عابد کا سا ہے جو علم دین سے واقف نہیں۔ جو کچھ کسی نے کہہ دیا اسے بلاتحقیق مان لیا۔ لیکن یہ بندہ ناچیز وحقیر جسے خدائے برتر نے کسی قدر علم دین سے آشنا کیا ہے کسی معاملہ کو بھی، پھر

خصوصی دینی مسائل کوتو ضرور قرآن وحدیث کے اصول کی کسوٹی پر پرکھنے کے بغیر کیسے تسلیم کرسکتا ہے۔مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جو بات اس کسوٹی پر پرکھنے کے بعد صحیح نکل آئے تو پھر اس کے ماننے میں اس عاجز کو کوئی طاقت مانع نہیں۔

یا دوسری مثال یہ ہے کہ آپ علم دین سے بالکل بے بہرہ ہیں۔صرف آپ نے مرزا قادیانی اور اپنی جماعت کی چند کتب کا مطالعہ کیا ہے۔اس لئے آپ کی رائے محض ایک سبزی خور کی رائے کی مانند ہے جس نے گوشت کا کبھی ذائقہ نہیں چکھا اور گوشت پر سبزی کو ترجیح دیتا ہے۔حالانکہ گوشت اور سبزی کی لذت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

چہ داند بوز نہ لذات ادرک

آپ مرزا قادیانی اور اپنی جماعت کی کتابیں علم دین سے لاعلمی میں پڑھتے ہیں۔اس لئے ہر بات کو قبول کئے جاتے ہیں اور میں ان کتابوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مطالعہ کررہا ہوں جو حق وباطل میں تمیز کی کسوٹی ہے۔میرے اور آپ کے مطالعہ کا فرق بین ہے۔اس لئے نہ آپ میرے خط کا جواب دیا کریں اور نہ آپ کو کوئی حق حاصل ہے۔میرے خط کا ایک تو جواب ضرور آنا چاہئے دوسرے وہ جواب کسی ایسے احمدی عالم کا لکھا ہونا بھی ضروری ہے جو قرآن وحدیث اور ان کے اصول سے واقف ہو۔

برادر من! ہم اس دنیا دار فانی سے عنقریب جانے والے ہیں اور ہمارا دونوں کا قرآن سے صحیح مفہوم حاصل کرنے کا واحد مقصد ہے تاکہ ہم اس پر چل کر اپنے مالک کے سامنے کل سرخرو ہوسکیں۔مگر ہم اپنی زندگی میں ہمیشہ مطالعہ کرتے آئے ہیں کہ جو شخص جو بوکر اپنے کھیت سے گیہوں حاصل کرنے کی امید رکھتا ہے وہ اپنی توقع میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔جو شخص اپنی لالٹین میں تیل کی جگہ پانی ڈال کر روشن کرنا چاہتا ہے اس کی لالٹین کبھی روشن نہیں ہوتی اور جو شخص پانی کی خواہش میں دریا حوض یا کنوئیں کی بجائے درخت کی چوٹی تک چڑھتا چلا جاتا ہے اس کو پانی نہیں ملتا۔جس سے معلوم ہوا کہ اسباب کے مہیا کرنے میں غلطی کے ارتکاب سے نتائج کے حصول میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

لہٰذا دنیا میں تمام علوم کی صحت کے جدا جدا قواعد مرتب ہیں۔جیسے حساب، جیومیٹری، جغرافیہ، سائنس، صرف ونحو وغیرہ۔ان میں سے ہر ایک کا اپنی اپنی جگہ لحاظ رکھنا ضروری ہے اور جو لحاظ نہ رکھے گا اس کا غلطی میں مبتلا ہونا یقینی ہے۔اسی طرح قرآن کے صحیح مفہوم کو معلوم کرنے کے

بھی قواعد ہیں جن کا خیال رکھنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا علم ادب اور گفتگو کے لئے صرف ونحو کا جاننا لازمی ہے۔

افسوس اگر آپ نے میرے خط نمبر۱۲ مورخہ ۲۹ رنومبر ۱۹۳۷ء کا مطالعہ کیا ہوتا جس میں اصول دین پر بحث ہے تو مجھے اب دوبارہ اس پر کچھ مزید تحریر کرنے کی حاجت نہ ہوتی۔ مگر اب مختصراً عرض کرنے پر مجبور ہوں تاکہ آپ کسی قدر قرآن کے صحیح اور غلط ترجمہ وتفسیر میں تمیز کر سکیں۔

تفسیر: قرآن کریم کی کسی آیت کے وہ معنی یا شرح جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی کسی دوسری آیت سے خود واضح کیا ہو یا رسول اللہ ﷺ کے ذریعے بیان فرمایا ہو، یعنی وہ بیان جو قرآن وحدیث صحیح سے قطعی طور پر ظاہر کے موافق سمجھا جائے اس آیت کی تفسیر کہلاتی ہے۔

اس کے دو درجے ہیں۔ اوّل: تفسیر القرآن بالقرآن۔ دوم: تفسیر القرآن بالحدیث۔

تاویل: قرآن کریم کی کسی آیت کا وہ بیان جو اگرچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے تو منقول نہ ہو، مگر صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین وسلف صالحین میں سے کسی نے اس آیت کریم سے خود سمجھا ہو۔ جیسے کوئی آج یا آئندہ بھی علماء کرام میں سے آیت کریمہ کے معارف وحقائق سے تعبیر کرے۔ بشرطیکہ وہ بیان ثابت شدہ صحیح تفسیر کے خلاف نہ ہو اس آیت کی تاویل کہلاتی ہے۔

تفسیر بالرائے: کسی آیت کا وہ بیان جو تفسیر کے خلاف ہو۔ تفسیر بالرائے ہے۔ کہا صاحب اتقان نے تفسیر بالرائے کی پانچ قسمیں ہیں:

اوّل...... بدون علوم کے جن پر تفسیر کا مدار ہے تفسیر کرنا۔

دوم...... مذہب کو مقدم رکھ کر جس طرح ہو سکے قرآن کو اس کے تابع کرنا۔

سوم...... متشابہات کی تفسیر کرنا۔

چہارم...... کسی امر میں بدون دلیل قطعی یقین ظاہر کرنا۔

پنجم...... اپنے نفس کے حکم سے تفسیر کرنا یعنی جس طرح میلان طبع ہو، نصوص کو اسی طرف جھکا لینا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سورہ قیامت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ تفسیر میں تین رعائتیں شرط ہیں۔

اوّل...... ہر کلمے کو معنی حقیقی یا مجاز متعارف پر محمول کرنا۔

دوم...... سیاق وسباق کو اوّل سے آخر تک خوب دیکھنا کہ کلام بے ربط اور بدنظم نہ ہو جائے۔

سوم...... شاہدان نزول وحی یعنی پیغمبر اوران کے اصحابؓ کی تفسیر سے اس کی رائے خلاف

نہ ہونے پائے۔

پھر اگر شرط اوّل فوت ہو تو تاویل قریب ہے اور دوسری یا تیسری فوت ہو تو تاویل بعید ہے اور اگر تینوں مفقود ہوں تو تاویل نہیں بلکہ تحریف ہے۔ تحریف کو ہی بالفاظ دیگر تفسیر بالرائے کہتے ہیں۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ آپ کی ارسال کردہ کتاب اسمہ احمد کے مطالعہ سے پیشتر میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں دعا مانگی تھی کہ الٰہی اس کتاب کے مطالعہ سے جو حق ہے اس کے واضح ہو جانے کی توفیق عنایت فرما۔

میں نے اس کتاب کا بغور شروع سے آخر تک مطالعہ کیا ہے۔ قرآن وحدیث اور اصول تفسیر کی روشنی میں مجھے اس کتاب میں ایک فقرہ بھی نہیں ملا جسے فی الحقیقت قرآن کی تفسیر سے تعبیر کیا جا سکے۔ سرتاپا تفسیر بالرائے ہے۔

اب! جب کہ مصنف نے اصول تفسیر کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے جو قرآن کو سمجھنے کا صحیح طریق تھا تو اس کی مثال بعینہٖ اس شخص کی مانند ہے جو اپنی لالٹین میں تیل کی بجائے پانی ڈال کر روشن کرنا چاہتا ہے ؎

ایں خیال است و محال است و جنوں

اب میں مصنف کی چند غلطیوں کی طرف ذیل میں اشارہ کرتا ہوں اور یہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اس کی تمام کتاب کا ایک فقرہ بھی اصول تفسیر کے لحاظ سے تفسیر ثابت کرنا محال ہے اور یہ حقیقت ہے۔

(۲۴۱) مصنف موصوف رسالہ ’’**اسمہ احمد**‘‘ کے ص۴،۵ پر فرماتے ہیں:

(سورۂ صف کی دو آیتوں کے متعلق بعض صحابہ ؓ اور اکابر مفسرین کی رائے) اسمہ احمد کی پیش گوئی سورۂ صف میں ہے...... مہدی کی آمد پر یہ وعدہ پورا ہوگا۔

اب بندہ رقمطراز ہے:

اوّل...... یہ آیت: ’’**یریدون ان یطفئوا**‘‘ سورۂ صف میں نہیں سورۂ صف کی صحیح آیت ’’**یریدون لیطفئوا**‘‘ ہے۔

قرآن کی معنوی تو درکنار لفظی تحریف ہے۔ خدا ہر مسلمان کو ایسے تصرفات وتحریفات فی القرآن سے محفوظ رکھے۔ ہمیں تو یہ حوصلہ نہیں کہ قرآن میں اس قسم کی ترمیم روا رکھیں۔ خدا مصنف کو ہدایت دے۔ آمین!

دوم...... میں نے امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح المعانی اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کبیر میں سورۂ

صف کی ان ہر دو آیات کی تفسیر دیکھی ہے۔مگر یہ دونوں عبارتیں جو مصنف رسالہ نے ان کی جانب منسوب کی ہیں ان دونوں میں نہیں۔ کس قدر خیانت ہے؟

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

سوم...... مصنف مذکور اس امر کا خود اقرار کرتا ہے کہ ہر دو حضرات سے ایسا بطور احتمال کے تحریر کیا ہے اور احتمال یعنی خیال، شک وگمان کے ہے۔ دیگر وہ دونوں عبارتیں جو ان حضرات کی طرف منسوب کی گئی ہیں ان سے بعینہٖ ثابت بھی ہو جائیں تو بھی بطور احتمال کے ہی ہیں نہ یقین کے درجہ میں۔اس لئے کچھ مضائقہ نہیں۔

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ جسے وہ بطور احتمال کے بیان کریں جو محض علمی اضافہ کے لئے ہو تفسیر کی کتاب میں ایسے اقوال کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ نہ وہ مصنف کا مذہب ہوتا ہے اور نہ وہ قابل سند یا قبول اسے تو لے لیا جائے اور جو وہ یقین کے درجہ میں تحریر کریں اور اس کے ساتھ عقلی ونقلی دلائل بھی پیش کریں اسے بلاوجہ ترک کیا جائے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔

ان ہر دو حضرات کو مصنف خود اکابر مفسرین تحریر وتسلیم کر چکا ہے۔اب دیکھئے جو بات وہ یقین اور بدلائل تحریر فرماتے ہیں وہ کیا ہے۔

۱...... تفسیر روح المعانی ج۹ص۶۳

’’**ھو الذی ارسل رسوله**‘‘ محمد ﷺ وہ ذات پاک جس نے اپنے رسول کو بھیجا۔ اس سے مراد محمد ﷺ ہیں۔(بالھدیٰ)’’**بالقراٰن او بالمعجزه ذالک نفس الھدی مبالغة** ‘‘ساتھ ہدایت کے جس سے مراد قرآن یا معجزہ ہے جس کو بطور مبالغہ کے ہدایت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس آیت میں جس رسول کے ارسال کرنے کے متعلق ارشاد باری ہے اس سے امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بطور یقین صرف محمد ﷺ کو مراد لیا ہے اور ہدیٰ سے قرآن اور یہی امام موصوف کا مذہب ہے۔

(تفسیر کبیر ج۸ص۱۴۶)

’’**ویظھره علی الدین کله یرید الاسلام** ‘‘اور اسے اب ادیان پر غالب کرے۔اس سے مراد اسلام ہے۔’’**وقیل لیظھره ای الرسول** ﷺ **بالغلبة ذلک بالحجة** ‘‘اور کہا جاتا ہے تاکہ غالب کرے یعنی رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ غلبہ اور یہ غلبہ بدلائل ہے۔

اس آیت میں جس دین کے اظہار کے متعلق ارشاد ہے امام رازی رضی اللہ عنہ کے نزدیک

اس سے اسلام مراد ہے اور اس رسول کی نسبت یہ اظہار مذکور ہے۔ آنحضرت ﷺ مراد ہیں اور یہی امام موصوف کا مذہب ہے۔ مذکورہ بالا ہر دو تفاسیر میں بہت طویل بحث ہے مگر اس تمام تحریر کا لب لباب یہ ہے کہ احمد حضور ﷺ کا اسم علم ہے اور بشارت اسمہ احمد سے فقط محمد ﷺ ہی مراد ہیں اور کوئی دوسرا نہیں۔ اب میں مزید وضاحت کے لئے تحریر کرتا ہوں کہ قرآن کریم کی کسی ایک آیت کی وہ تفسیر جو خود قرآن کی دوسری آیت سے ثابت ہو جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی تفسیر نہیں اور نہ اس کے خلاف آواز بلند کرنا کوئی حقیقت رکھتا ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’جاننا چاہئے کہ سب سے اوّل معیار تفسیر صحیح کا شواہد قرانی ہے۔ ہم قرآن کریم کی ایک آیت کے معنی کریں تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ان معنوں کی تصدیق کے لئے دوسرے شواہد قرآنی ملتے ہیں یا نہیں۔‘‘ (برکات الدعا ص۱۵، خزائن ج۶ ص۱۷،۱۸)

تفسیر القرآن بالقرآن

اب جو ہم اس قاعدہ کے مطابق آیت ’’ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی‘‘ کی تفسیر قرآن میں تلاش کرتے ہیں تو ہمیں سورۂ فتح کے آخری رکوع میں حسب ذیل آیت ملتی ہے جو اس آیت کی پوری تفسیر ہے اور صاف ظاہر کرتی ہے کہ اس سے کون رسول مراد ہیں۔ آیا محمد ﷺ یا کوئی اور ان کے سوا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ ’’ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفٰی باللہ شھیدًا محمد رسول اللہ‘‘ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کرے اور اللہ گواہ کافی ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (اگرچہ منافق شک میں کیوں نہ ہوں)

حضور ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ معہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکہ میں داخل ہوئے اور کوئی بیٹھا سر منڈا رہا ہے۔ کوئی بال کتروا رہا ہے۔ آپ نے اس خواب کا ذکر اصحاب رضی اللہ عنہم سے کیا وہ بہت خوش ہوئے اور خیال کیا کہ اس سال مکہ میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ اس امید پر مکہ کو روانہ ہوئے۔ صلح حدیبیہ کا واقع پیش آیا۔ جب واپس آرہے تھے تو منافقوں نے کہا کہ وہ خواب کیا ہوا؟ یہ اچھا رسول ہے وغیرہ وغیرہ! اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ ’’لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق‘‘ سے آخر رکوع تک یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا ہے۔ اے مسلمانو! تم مسجد حرام میں امن وامان سے جاؤ گے اور عمرہ کی سب باتوں سے فارغ ہوکر احرام کی حالت سے باہر آنے کے لئے کوئی سر منڈائے گا اور کوئی بال کتروائے گا۔ اس خواب کی تعبیر اگلے سال تک ملتوی رکھ کر اس سال صلح جو کرادی ہے۔ وہ فتح مکہ کا گویا پیش خیمہ ہے۔ اس

صلح کی مصلحت اللہ کو خوب معلوم ہے۔ تم کو معلوم نہیں پھر فرمایا کہ اس بات کا اللہ کافی گواہ ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ منافقوں کی چہ میگوئیاں بیکار ہیں۔ کیونکہ اللہ اپنے سچے رسول کو اور اس دین حق کو جو اسے دے کر بھیجا ہے تمام ادیان پر غالب کر کے رہے گا۔

ان آیات سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ جس رسول کی خواب کو سچا کر دکھانے کا ان آیات میں ذکر ہے اور واقعات نے جس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے وہ حضور ﷺ ہی ہیں اور جس رسول کو یہ ہدایت اپنے دین حق اس لئے دے کر بھیجا ہے کہ اسے تمام ادیان پر غالب کرے اور جس کے سچا رسول ہونے کا فقط اللہ ہی کافی گواہ ہے۔ خواہ منافق مانیں یا نہ مانیں اس کا نام نامی واسم گرامی محمد ﷺ ہے۔

مرزا قادیانی صحیح تفسیر کا اوّل معیار شواہد قرآنی بتلاتے ہیں جس کے مطابق خود قرآنی شواہد سے ہی یہ امر ثابت ہوگیا ہے کہ آیت زیر بحث میں رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں نہ کوئی اور۔

مزید براں اس تفسیر کی صحت کے لئے کہ آیت: ’’**ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق**‘‘ میں رسول سے مراد محمد ﷺ ’’**ھدیٰ**‘‘ سے مراد قرآن کریم اور دین حق سے مراد اسلام ہے جس پر میں حسب ذیل مستند کتب تفاسیر کی شہادت پیش کرتا ہوں۔

(۲۴۲) تفسیر روح المعانی ج۹ ص۶۳
(۲۴۳) تفسیر کبیر ج۸ ص۱۴۰
(۲۴۴) تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس، بحوالہ مجموعۃ التفاسیر ج۶ ص۳۳،۳۴،۲۵۴
(۲۴۵) تفسیر خازن، بحوالہ مجموعۃ التفاسیر ج۶ ص۳۳،۳۴
(۲۴۶) تفسیر مدارک بحوالہ مجموعۃ التفاسیر ج۶ ص۳۳،۳۴
(۲۴۷) تفسیر ابی سعود برحاشیہ تفسیر کبیر ج۸ ص۱۳۷
(۲۴۸) احسن التفاسیر ج۲۶ ص۲۵۲
(۲۴۹) تفسیر مواہب الرحمٰن ج۲۸ ص۳۷۶
(۲۵۰) تفسیر موضح القرآن ج۶ ص۱۴۳
(۲۵۱) خلاصۃ التفاسیر ج۴ ص۴۲۱
(۲۵۲) تفسیر بیضاوی بحوالہ مجموعۃ التفاسیر ج۶ ص۲۵۲
(۲۵۳) تفسیر حقانی ج۶ ص۳۷۹
(۲۵۴) تفسیر روح البیان ج۹ ص۵۰۴

(۲۵۵) تفسیر جلالین ص ۴۴۴

(۲۵۶) تفسیر جامع البیان برحاشیہ جلالین صفحہ مذکور

مصنف موصوف نے جو رسالہ ’’اسمہ احمد‘‘ کے ص۶ پر یہ تحریر کیا ہے کہ ’’سبح للہ ما فی السموٰت وما فی الارض‘‘ سے مراد زمانہ فطرت ہے اور اس عنوان کے ذیل میں یہ فرمایا ہے: ’’سبح‘‘ ماضی کا صیغہ ہے اور اس کے معنی ہیں گزشتہ زمانے میں ’’ما فی السموت وما فی الارض‘‘ نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی یعنی یہ تسبیح کسی گزشتہ زمانہ میں ہوئی اور پھر بند ہوگئی اور اس تسبیح کا دور ختم ہوگیا۔ سبح ماضی کا صیغہ ہے اور اس سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ ایک زمانہ تک تسبیح ہوکر پھر وہ ختم ہوگئی۔

اور اس سے بطور استدلال کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس تسبیح کا زمانہ فطرت ہوگا جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے قائم ہوئی اور مسلمان اس کو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے کالعدم کردیں گے۔ پھر اس سے موجودہ زمانہ مراد لیا ہے۔

کیا یہ حیرت کا مقام نہیں کہ سبح کو ماضی کا صیغہ تسلیم کرتے ہوئے شاہ صاحب ومصنف رسالہ فرماتے ہیں کہ اس تسبیح کا دور ختم ہوگیا۔ جب حضور ﷺ پر اس سورۂ کا نازل ہونا یقینی ہے تو تسبیح کا ختم ہونا بھی نزول سے پہلے چاہئے۔ ورنہ کلام بدنظم ٹھہرتا ہے اور یہ تعبیر خدا کی شان میں گستاخی ہے۔ پھر اس ماضی کے صیغہ سے زمانہ مستقبل مراد لیا ہے جس کے ثبوت میں نہ کوئی صحیح سند پیش کی ہے اور نہ کوئی قرینہ صارفہ ہی موجود ہے جب کہ صحیح روایات اس کے خلاف پر شاہد ہیں۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ یہ بھی شاہ صاحب موصوف کے محض وہم وگمان کا نتیجہ ہے۔ ورنہ نہایت معمولی غور سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس میں کیا حکمت تھی۔

(۲۵۷) حکمت اوّل۔ جو عبارت کے مفہوم اور واقعات کی سچی روشنی میں نظر آتی ہے۔ وہ یہ تھی۔ صحیح ترمذی وغیرہ میں جو ان آیات کے شان نزول میں معتبر سند سے صحیح روایات وارد ہیں۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ لڑائی کا حکم نازل ہونے سے پہلے بعض لوگ لڑائی کی آرزو کرتے تھے۔ مگر جب حکم نازل ہوا تو لگے گھبرانے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت ناخوش ہے کہ منہ سے کوئی شخص ایک بات کہے اور اس کے موافق عمل نہ کرے۔ لہٰذا جو لوگ ایک کام کا ارادہ ظاہر کرکے پھر اس کے موافق عمل نہیں کرتے ان کے ذکر سے پہلے آسمان وزمین میں جو مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اس کا ذکر اس لئے فرمایا کہ جن کا فعل ان کے قول کے موافق نہیں۔ ان کو یہ معلوم ہوجائے کہ اگر یہ لوگ کسی نیک کام کے کرنے کا ارادہ ظاہر کرکے اس کے

موافق پھر وہ عمل نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کو ان کے نیک عمل کی کچھ پرواہ نہیں۔ ان کے سوا اللہ کی ایک بڑی مخلوق اللہ کی مرضی کے موافق نیک کاموں میں لگی ہوئی ہے۔ علاوہ اس کے اللہ کی بادشاہت تو ایسی بے پرواہ بادشاہ ہے کہ نہ کسی کے نیک کام سے اس کی بادشاہت میں کچھ بڑھتا ہے اور نہ برے کام سے کچھ کم ہوتا ہے۔ صحیح مسلم میں ابوذرؓ کی صحیح روایت کا حاصل یہ ہے کہ اگر ساری مخلوق نیک ہو جاوے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں کچھ بڑھ نہ جاوے گا اور بد ہو جاوے تو کچھ کم نہ ہوگا۔ بلکہ جو نیک عمل کرے گا وہ اس کے لئے مفید ہے کہ اس کا اجر پاوے گا اور جو برا کام کرے گا اس کا خمیازہ اٹھائے گا۔ یہ حدیث آیت کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔ آخر آیتوں میں یہ فرمایا کہ اللہ کے دین کو پھیلانے کی خاطر لڑائی وہ چیز ہے جس کی مضبوط صف بندی اللہ کو بہت پسند ہے۔ اس میں جو لوگ لڑائی سے گھبراتے تھے ان کو گویا یہ تنبیہ فرمائی کہ جو کام اللہ کو پسند ہے اس سے پہلو تہی کرنا ایماندار آدمی کا کام نہیں۔

(۲۵۸) حکمت دوم: امام رازیؒ کو شاہ صاحب (مصنف رسالہ قادیانی) خود اکابر مفسرین میں شمار کر چکے ہیں۔ اگر ان کی تفسیر کبیر کا ہی شاہ صاحب نے مطالعہ کیا ہوتا تو اس وہم میں نہ پڑتے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''**سبح للہ ما فی السموٰت وما فی الارض یدل علی الربوبیة والواحدنیة اذن ثم انه تعالیٰ قال فی البعض من السور سبح للہ وفی البعض یسبح وفی البعض سبح بصیغة الامر لیعلم ان تسبیح حضرة اللہ دائم غیر منقطع**'' (کبیر ج۸ ص۱۴۳)

''سبح للہ'' یہاں پر کلمہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور وحدانیت پر دلالت کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بعض سورتوں میں ''سبح للہ'' بعض میں ''یسبح للہ'' اور بعض میں ''سبح'' بصیغہ امر فرمایا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح دائم اور غیر منقطع ہے۔

یہ ''سبح للہ'' کی تفسیر قرآن سے ثابت ہے کہ وہ غیر منقطع ہے۔ ہمیشہ سے جاری ہے اور جاری رہے گی۔ کبھی ختم نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ مصنف رسالہ کو شرم آنی چاہئے کہ قرآن کی تفسیر کرنے میں کس قدر لغو بیانی سے کام لیا ہے۔ اگر اس کے پراگندہ خیال میں اللہ تعالیٰ اس مخلوق پر جو زمین میں ہے ایسا زمانہ گزرا ہے جس میں تمام مخلوق نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کو بند کر دیا ہے جو آسمانوں میں ہے تو کیا فرشتوں نے بھی مرزا قادیانی کی آمد پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کو بند کر دیا تھا۔ اس تفسیر کی صحت کے لئے اس کے پاس کون سی سند بلحاظ اصول تفسیر موجود ہے؟

(۲۵۹) تفسیر مدارک میں بھی تفسیر کبیر کی تائید سے اور مختلف صیغوں میں بیان ہونے

کی وجہ یہ تحریر فرمائی ہے تاکہ تسبیح تمام جہات کو شامل اور ہر آن ثابت ہو۔

(۲۶۰) تفسیر بیضاوی میں بھی یہی تشریح ہے اور فرمایا ہے کہ تسبیح کو ماضی مضارع اور امر میں بیان کرنے سے مراد تسبیح فی جمیع اوقات ہے۔

(۲۶۱) تفسیر خازن میں ہے کہ تسبیح بلفظ ماضی اور مضارع بیان کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ تمام اشیاء بغیر وقت کی تخصیص کے جیسے زمانہ ماضی میں اس کی تسبیح میں مشغول رہیں۔ ایسے ہی زمانہ مستقل میں بھی ہمیشہ مشغول رہیں گی۔

(۲۶۲) تفسیر احسن التفاسیر ج۷ ص۲۹۱

''یہ تسبیح کی سورتیں بعض ''سبح'' کے لفظ سے شروع ہوئی ہیں اور بعض ''یسبح'' کے لفظ سے جس سے یہ مطلب ہے کہ زمین وآسمان کی کل چیزیں ہر زمانہ میں ہر وقت اللہ کی یاد کرتی اور اس کے نام کی تسبیح پڑھتی ہیں۔''

یہ ہے صحیح تفسیر ''سبح للہ'' کی جو میں قرآن سے اور متعدد تفاسیر سے پیش کر چکا ہوں۔ کیا مصنف رسالہ اپنی تفسیر کی صحت میں کوئی ایک حوالہ یا ثبوت پیش کر سکتا ہے۔ جس سے معلوم ہو کہ فرشتوں نے بھی کبھی اللہ کی تسبیح کو بند کر دیا تھا۔ کیونکہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی اس مخلوق کا جو آسمانوں میں ہے۔ ذکر مقدم ہے اور جو پیش نہ کر سکیں اور میرا دعویٰ ہے کہ قیامت تک نہ کر سکیں گے تو پھر ایسی من گھڑت تاویلات سے کیوں مخلوق خدا کو گمراہ کرنے کی ٹھانی ہے۔

اسی ایک لفظ کی تاویل کو مصنف رسالہ نے اپنے تمام رسالہ کی بنیاد رکھا ہے۔ جب بنیاد ہی قائم نہ رہی تو اس پر عمارت کیسے ٹھہر سکتی ہے۔

برادر من! یہی حال اس کی تمام تاویلات کا ہے۔ رسالہ کے صفحہ۱۴ پر مصنف رسالہ شاہ قادیانی موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ سورۃ صف میں صحابہ مخاطب نہیں۔ اس خطاب میں یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ روئے سخت صحابہ کبار کی طرف ہو۔

اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ صحابہ کرامؓ کا گروہ مقدس گروہ ہے۔ ایسے لوگوں کو یہ خطاب نہیں سجتا وغیرہ وغیرہ! ''کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون'' یعنی یہ ان کی بداعمالیاں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی ناراضگی کا موجب بنیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا دور دورہ ان کی وجہ سے ختم ہو گیا۔ ایک مسلمان کی عزت ایک لحہ کے لئے بھی یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ سورۂ صف کی ان آیات کو پڑھتے ہوئے اپنے دل میں اس خیال کو جگہ دے کہ جن بدعہد مسلمانوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے۔ (رسالہ مذکور ص۱۵)

(۲۶۳) پیشتر ازیں میں ثابت کرآیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح غیر منقطع ہے۔ جیسے زمانہ ماضی میں جاری تھی اب بھی جاری ہے اور آئندہ بھی ہمیشہ کے لئے جاری رہے گی اور مصنف رسالہ ''اسمہ احمد'' کا یہ استدلال کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا دور دورہ ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ختم ہوگیا۔ محض زعم باطل ہے۔ کیونکہ آیت میں فرشتوں کا ذکر مقدم ہے اور ان کی بداعمالی کا مصنف کے پاس کیا ثبوت ہے۔

(۲۶۴) پیشتر اس کے کہ میں آیت کی صحیح تفسیر بیان کروں۔ یہ بتلا دینا ضروری سمجھتا ہوں بلکہ آپ سے اور مصنف سے یہ دریافت کرنے پر مجبور ہوں کہ کیا کسی انسان کا تقدس اسے ہر قسم کی خطاء سے محفوظ رکھ سکتا ہے؟ پھر کیا صحابہ رضی اللہ عنہم حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی زیادہ مقدس تھے کہ جن کی عصمت مسلمہ ہے۔ حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے۔ فرشتوں نے انہیں تعظیمی سجدہ کیا۔ کس قدر بزرگی کا نشان ہے۔ مگر باوجود اعلان کے بھی کہ ''لاتقربا هٰذه الشجرة'' اس درخت کے پاس تک نہ جانا۔ ان سے خطا سرزد ہوئی۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے اگر خطا سرزد ہو جائے تو وہ قابل تسلیم نہیں۔ بلکہ انسان سے خطا کا ہونا اس کی فطرت میں داخل ہے۔ جس کے تسلیم کرنے اور آئندہ احتیاط رکھنے سے انسان بلند مرتبہ حاصل کرتا رہا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی غلطی کو تسلیم کیا تو برگزیدہ نبی ہوئے۔ یہی سنت آپ کی اولاد میں بھی جاری وساری ہے۔ آج بھی انسان اپنی غلطی سے توبہ کر کے آئندہ احتیاط رکھنے سے خدا کا مقبول ہوسکتا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ ہاں! غلطی کرنا اور نہ ماننا شیطان کا کام ہے جو اپنی ضد پر اڑا رہا۔

لہٰذا شاہ صاحب موصوف (مصنف رسالہ اسمہ احمد) کا یہ بیان کہ اس خطاب میں یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ روئے سخن صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف ہو۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گروہ مقدس گروہ ہے۔ وغیرہ! محض ان کے اپنے وہم وگمان کا نتیجہ ہے جس کی ان کے پاس تار عنکبوت جیسی بھی کوئی دلیل نہیں۔ پھر اسے تفسیر سے کیا تعلق؟

جب کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اپنا بیان صحیح روایات کی رو سے اس کے خلاف ہے جسے میں ان شاء اللہ ذیل میں واضح کروں گا۔

مفسر کے فرائض میں سے ایک فرض

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (الفوز الکبیر فی اصول تفسیر ص۲۳) پر مفسر کے فرائض میں سے ایک فرض حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں: ''بالجملہ آنچہ شرط مفسر است ازیں انواع از دو نوع

بیش نیست یکے قصص، غزوات وغیر آں کہ در آیات ایما بخصوصیات آں قصص واقع می شود تا آں قصص نہ دانند بفہم حقیقت آں نرسد۔ دیگر فوائد بعض قیود وسبب تشدد و در بعض مواضع کہ موقوف برحال نزول باشد۔'' بالجملہ جو امور مفسر کے لئے شرط ہیں وہ ان دونوعوں سے زیادہ نہیں۔ ایک غزدات وغیرہ کے قصے جن کی خصوصیات کی جانب مختلف آیتوں میں ایسی تصریفات ہیں کہ تاوقتیکہ ان واقعات کا علم نہ ہو۔ اس وقت تک آیات کی حقیقت تک رسائی ممکن نہیں ہوسکتی اور دوسرے بعض قیود کے فوائد اور بعض مقامات میں تشدد کے ایسے اسباب جن کا علم کیفیت نزول کی معرفت پر موقوف ہوتا ہے۔

مصنف صاحب موصوف سورۂ صف کی اپنے خیال میں تفسیر لکھنے سے مفسرین تو بن گئے مگر مفسر کے فرائض سے غافل معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مندرجہ بالا اصول کے ماتحت آیت کی شان نزول معلوم کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ ورنہ راہ راست سے نہ بھٹکتے۔

(۲۶۵) اب جو ہم حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو صحیح ترمذی میں اس آیت کی شان نزول میں صحابہؓ سے حسب ذیل منقول پاتے ہیں اور مرزا قادیانی صحابہؓ کی تفسیر کے متعلق فرماتے ہیں: ''تیسرا معیار صحابہ کی تفسیر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہؓ آنحضرتﷺ کے نوروں سے حاصل کرنے والے اور علم نبوت کے پہلے وارث تھے اور خدا تعالیٰ کا ان پر بڑا فضل تھا اور نصرت الٰہی ان کی قدرت مدرکہ کے ساتھ تھی۔ کیونکہ ان کا نہ صرف قال بلکہ حال تھا۔''

(برکات الدعاص۱۶، خزائن ج۶ ص۱۸)

حدیث: عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ کے اصحاب کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا جو لوگ آپس میں تذکرہ کررہے تھے کہ اگر ہم جانتے کہ کون سا عمل خدا کو بہت ہی پسند اور پیارا ہے تو ہم وہی کام کرتے۔ تب خدا نے یہ آیت نازل فرمائی: ''یایھا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون'' اس کے بعد رسول اللہﷺ برآمد ہوئے اور آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ (ترمذی بحوالہ تلخیص الصحاح ج۱ ص۲۴۶)

(۲۶۶) صحابہ کی تمنا تھی کہ انہیں وہ اعمال بتائے جائیں جو اللہ کے نزدیک محبوب تر ہوں تاکہ وہ اختیار کریں۔ ''ان اللہ یحب '' نازل ہوئی۔ پھر احد کی لڑائی میں پاؤں ڈگمگا گئے تو تعلیماً ارشاد ہوا۔ ''یایھا الذین اٰمنوا'' (بحوالہ خلاصۃ التفاسیر ج۴ ص۴۱۸)

(۲۶۷) ابن زید نے کہا کہ جو لوگ زبانی ایمان والے تھے یعنی دل میں نفاق تھا وہ جہاد کے معاملہ میں ایسی باتیں کیا کرتے تھے جو ان سے نہیں ہوئیں تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ

آیت نازل فرمائی۔ یعنی اے لوگو! جو زبانی ایمان لائے ہو تم کیوں ایسی باتیں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو آخر تک۔ (مواہب الرحمٰن ج۲۸ ص۳۶۰)

(۲۶۸) فتح البیان میں فقط یہ روایت لکھی ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ جہاد فرض ہونے سے پہلے کچھ لوگ مسلمانوں میں سے یہ کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو آگاہ فرمادے کہ کون طاعت اس کو زیادہ محبوب ہے تو ہم اس پر عمل کریں۔ پس اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ آگاہ فرمایا کہ سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایمان ہے جس میں شک کا لگاؤ نہ ہو اور کافروں پر جہاد ہے۔ پس جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو لوگوں نے گراں جانا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت قوی ہے۔ (مواہب الرحمٰن ج۲۸ ص۳۶۰)

میں اس مندرجہ بالا شان نزول کی تائید میں مندرجہ ذیل مستند کتب تفاسیر کی شہادتیں پیش کرتا ہوں۔

(۲۶۹) تفسیر کبیر ج۸ ص۱۴۳
(۲۷۰) ابی سعود برحاشیہ تفسیر کبیر ج۸ ص۲۶۸
(۲۷۱) تفسیر ابن عباسؓ مجموعۃ التفاسیر ج۶ ص۲۵۰
(۲۷۲) مدارک مجموعۃ التفاسیر ج۶ ص۲۵۰
(۲۷۳) خازن مجموعۃ التفاسیر ج۶ ص۲۵۰
(۲۷۴) بیضاوی مجموعۃ التفاسیر ج۶ ص۲۵۰
(۲۷۵) جان البیان برحاشیہ جلالین ص۴۵۷
(۲۷۶) تفسیر موضح القرآن ج۷ ص۱۷
(۲۷۷) تفسیر القرآن ج۸ ص۷۷
(۲۷۸) احسن التفاسیر ج۲۸ ص۲۹،۳۰
(۲۷۹) تفسیر حقانی ج۷ ص۹۳
(۲۸۰) ترمذی شریف مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی ج۲ ص۱۰۲۹

ان روایات کی موجودگی میں یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں صحابہؓ ہی مراد ہیں نہ کوئی اور نیز مصنف رسالہ نے جو صحابہؓ کی تعریف کی ہے وہ محض ایک چال ہے۔ جس سے وہ صرف اپنا الّو سیدھا کرنا چاہتا ہے۔ ورنہ اگر وہ صحابہؓ کو ایسا ہی ذی شان سمجھتا ہے تو ان کے ان اقوال سے جو صحیح روایات سے ثابت ہیں کیوں انکار کرتا ہے۔ نیز

ان سب آیات سے جو سورۂ صف میں فی الحقیقت صحابہ ہی کے حالات پر۔ صحابہ کی ہی صفات اور شان میں نازل ہوئیں اور ان ہی سے منقول بھی ہیں۔ کیوں ان کی شان میں ہونے سے انکار کرتا ہے۔ مثلاً جہاد بالنفس، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ وہ کڑی منزل ہے جس سے نہ اس کا اور نہ اس کے پیر بھائیوں کا ہی کبھی گزر ہوا ہے اور نہ اس کے پیر سے ہی اس میں قدم رکھنے کی اجازت ہے اور سورۂ صف میں صاف اسی کی تلقین ہے۔

۱...... ’’تجاهدون فی سبیل اللّٰہ باموالکم وانفسکم ‘‘اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔

۲...... ’’ان اللّٰہ یحب الذین یقاتلون فی سبیله صفا كانهم بنیان مرصوص‘‘ بے شک اللہ تعالیٰ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں ایسی صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال وجان بے دریغ خرچ کرو۔ پھر ساتھ ہی یہ خیال رہے کہ اللہ تو ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں۔ صف باندھ کر تو وہ پہلے بھی لڑا کرتے تھے۔ مگر احد کے مقام میں جب وہ صف توڑ کر بھاگ نکلے تو اصلاح کے لئے یوں تنبیہ فرمائی کہ لڑائی میں صف تو کانہم بنیاد مرصوص، مانند سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے ہونی چاہئے۔ یعنی غیر مستقل اور بھگوڑے نہ بنو۔ بلکہ لڑائی میں آہنی دیوار کی طرح جم جاؤ۔ آیت کی شان نزول میں اسی طرف اشارہ ہے۔

شان نزول

’’مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت قتال کے نزول سے پہلے مسلمان آپس میں چرچا کیا کرتے تھے کہ کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا کام زیادہ پسند ہے تاکہ ہم وہ کریں اور اس کے کرنے میں جان ومال کسی چیز سے دریغ نہ کریں۔ لیکن جب آیت قتال نازل ہوئی اور جنگ احد میں بھاگ کھڑے ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ناخوشنودی کا اظہار کیا اور ملامت فرمائی۔‘‘ (تفسیر القرآن ج۸ ص۸۸)

تاریخ شاہد ہے کہ جنگ احد میں صحابہؓ سے کسی قدر پہلوتہی ہوئی تھی۔ مگر بعد ازاں اس آیت نے صحابہؓ کی آنکھیں کھول دیں اور ان کا ایک ایسا باقاعدہ اور مستحکم لشکر پیدا کر دیا جس کے مقابلہ کی تاب قیصر وکسریٰ کے تابدار ہتھیار اور لاتعداد سپاہی بھی نہ لا سکے۔

پھر آج ایک شخص عقل کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر ان صریح آیات اور صحیح تاریخی واقعات کو جن میں جہاد بالسیف کا کھلا اعلان اور اس پر عمل بھی موجود ہے۔ جو سب حرف بحرف صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں اظہر من الشّمس ہیں۔ ایک ایسی جماعت کی طرف منسوب کرتا ہے جس کے امیر نے جہاد بالسیف سے انہیں منع کیا ہو اور ان کا عمل بھی جہاد بالسیف سے بالکل ناآشنا ہو تو ایسی صورت میں اس کی من گھڑت بات کو بے جانے بوجھے اور بلا سوچ سمجھے مان لینا کس قدر ناعاقبت اندیشی ہے۔

شاہ صاحب مصنف رسالہ ''اسمہ احمد'' کے ص۳۶،۳۷ پر اپنا مایہ ناز مرکزی نقطہ حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں: ''بعض لوگ من بعدی پر بڑا زور دیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے رسول کا نام احمد بتایا ہے اور چونکہ حضرت مسیح کے بعد آنے والے رسول آنحضرت ﷺ ہی ہیں۔ اس لئے ان ہی کا نام احمد ہے۔ اوّل تو آپ کا ذاتی نام احمد نہیں محمد ہے اور دوسرے یہ کہ حضرت مسیح نے جن دو بعثتوں کے متعلق بشارت دی ہے وہ دونوں حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ہی ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت بھی اور خود ان کی آمد ثانی کی بعثت بھی اور جملہ من بعدی ایک ممتد زمانہ پر دلالت کرتا ہے نہ بلافصل بعد پر جس کے لئے بعدی کا جملہ ہے۔ اس لئے اب ہمارا فرض ہے کہ ہم عقل وفکر سے کام لیتے ہوئے دیکھیں کہ سورۂ صف کے نفس موضوع اور آیات کے سیاق وسباق کے اعتبار سے ان دو بعثتوں میں کون سی بعثت یہاں مراد ہے۔ کیا وہ بعثت جس کا ظہور یہودیوں اور عیسائیوں کے بگڑنے کے وقت مقدر تھا یا وہ بعثت جو کہ مسلمانوں کے لئے مقصود بالذات تھی۔ یہ وہ مرکزی نقطہ ہے جس سے ہر ایک شبہ اور بحث کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور میں اسی ایک اصل کو سامنے رکھ کر اب ان آیات کی تشریح اور تطبیق کو لیتا ہوں جو اسمہ احمد کے بعد میں ان میں سے ہر ایک آیت اسی ایک مرکزی نقطہ کی تائید مزید وضاحت اور قوت کے ساتھ کرتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ آخر میں انسان کے لئے شک وشبہ کے لئے ذرہ بھر گنجائش نہیں چھوڑتی اور اسے کامل یقین کے مقام پر کھڑا کر دیتی ہے کہ یہ سورت ہمارے زمانہ کے لئے ایک عظیم الشان پیش گوئی ہے اور قرآن مجید کے لئے جو علام الغیوب خدا کا کلام ہے۔ اعجازی نشانات میں سے یہ سورت بھی ایک بہت بڑا نشان ہے۔''

اس آیت پر میں اپنے خط نمبر۳۴ مورخہ ۱۴ردسمبر ۱۹۳۸ء میں مفصل بحث کر چکا ہوں۔ جس میں اگرچہ اس کا جواب بھی ہو چکا ہے۔ مگر مصنف رسالہ نے چونکہ دو بعثتوں کا ذکر کیا ہے اور جملہ من بعدی کو ایک ممتد (دراز) زمانہ کے لئے تجویز کیا ہے جو کہ آپ کے خلیفہ صاحب کی

ترجمانی ہے جو انوار خلافت میں فرماتے ہیں کہ ’’من بعدی سے یہ مراد تھی کہ قیامت تک کبھی آجائے۔‘‘ (ملخص انوار خلافت ص۳۲)

نیز اس آیت کو مصنف نے ایک مرکزی نقطہ تصور کر کے اس زمانہ کے لئے ایک عظیم الشان پیش گوئی اور بہت بڑا نشان تعبیر کیا ہے اس لئے میں پھر کچھ مختصراً عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ اس کا قائم کردہ مرکز اس کے مقصد کو ثابت کرنے کے لئے تار عنکبوت سے زیادہ کمزور ہے اور وہ بھی آپ دیکھیں گے کہ: ’’**جاء الحق وزهق الباطل**‘‘ کی طرح کس طرح ٹوٹ جاتا ہے کہ اس کا کہیں نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔

اوّل یہ کہاں کا اصول ہے کہ اگر قرآن کی کسی سورت میں پیشین گوئی آجائے تو تمام سورت کو اسی پر چسپاں کیا جائے۔ مثلاً سورۂ بقرہ میں حضور ﷺ کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا مذکور ہے تو کیا اب عام آگے پیچھے کی آیات کو جو تقریباً اڑھائی پاروں پر مشتمل ہیں۔ اس دعا کے گرداگرد من گھڑت تاویلات سے گھمایا جاوے۔

حالانکہ سورۃ میں بیسیوں اور مختلف احکام موجود ہیں یا اس میں بنی اسرائیل کے گائے ذبح کرنے کا قصہ آیا ہے۔ جس کی وجہ سے سورت کا نام بھی بقرہ رکھا گیا ہے تو مناسب آیات کو اس قصہ کے لئے تجویز کیا جائے اس لئے مصنف رسالہ اسمہ احمد نے تمام سورۂ صف کی تاویلات گھڑنے میں یوں ہی بے سود مشقت اٹھائی ہے۔

اس آیت کے علاوہ باقی سورہ صف تو جیسا اس کے نام سے ظاہر ہے۔ صحابہ کی بحالت جنگ درستی صف کے لئے نازل ہوئی تھی۔ جو شان نزول سے عیاں ہے جس کے حکم کی فرمانبرداری میں صحابہ نے کمال کر دکھایا۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اور دوسرے احکام ضمناً آئے ہیں۔ اس لئے اب میں صرف آیت بشارت کے بیان پر ہی اکتفاء کروں گا اور آیت کا جملہ جو امر متنازعہ ہے صرف یہ ہے۔ ’’**مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد**‘‘

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل سے فرماتے ہیں کہ میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں ایک ایسے رسول کی جو میرے بعد آئے گا یاد رکھو اس کا نام نامی واسم گرامی احمد ہوگا۔

چونکہ اس آیت نے ہمیں چار الفاظ کی طرف توجہ دلائی ہے اب ہم ان چاروں پر بالترتیب مختصراً بحث کرتے ہیں۔

(۲۸)مبشراً

پہلے ہم لفظ مبشراً کو لیتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیوں اسے خوشخبری ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ کسی رسول کے آنے کی خبر اس کی محض پیش گوئی کہلاتی ہے۔ مگر یہاں قران کریم نے لفظ بشارت اختیار فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں بار بار اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیاں سب رسول کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ ''**واذ اخذ اللہ میثاق النّبیین**'' میں بھی اس کو کھول کر بیان فرمایا کہ سب میں یہ خبر اپنی امتوں کو دیتے چلے آئے ہیں۔ ''**ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم**'' پھر تمہارے پاس وہ عظیم الشان رسول آئے جو اس کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے اور کہیں فرمایا: ''**وانہ لفی زبر الاولین**'' پہلوں کی کتابوں میں اس کی (یعنی محمد ﷺ کے آنے کی) پیش گوئی موجود ہے اور کہیں ارشاد ہوتا ہے۔ ''**انّ ھذا لفی الصحف الاولیٰ**'' سابقہ صحیفوں میں بھی اس کی پیشین گوئی موجود ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا: ''**یجدونہ مکتوباً عندھم فی التورات وفی الانجیل**'' یعنی حضور ﷺ کو یہود و نصاریٰ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا پاتے ہیں۔ مگر یہاں خصوصاً لفظ بشارت اختیار فرمایا۔ اس کی وجہ تو یہ ہے کہ جس قدر رسول خبر دیتے چلے آئے وہ تو ابھی در حقیقت انتظار کرنے کو ہی کہتے چلے آئے تھے۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام اب آکر خوشخبری دیتے ہیں کہ جس کا انتظار سب نبی کراتے چلے آئے تھے وہ رسول اب آتا ہے۔

رسالہ ''اسمہ احمد'' کے ص۱۹ پر حضرت مسیح علیہ السلام کی دو مختلف بشارتوں کے عنوان کے ذیل میں لکھا ہے: ''اس ایک سوال پر ہماری ساری بحث کا دارومدار ہے اور اس کے حل ہو جانے پر اس کا ہمیشہ کے لئے حتمی فیصلہ اور خاتمہ ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح کے الفاظ میں اس مبشر رسول کا پتہ چل جائے تو یہ عقیدہ حل ہو جائے گا۔ کیونکہ اسمہ احمد سے کون سا نبی مراد ہے۔ آیا وہ نبی جو بنی اسرائیل کے بگاڑ کے وقت مبعوث ہونے والا تھا یا وہ نبی جو مسلمانوں کے بگاڑ کے وقت مبعوث ہونے والا تھا۔ یا وہ نبی جو مسلمان کے بگاڑ کے وقت مبعوث ہونا تھا۔''

اس کے بعد مصنف رسالہ انجیل سے چند حوالے دیئے ہیں۔ میرے پاس مکمل توریت، زبور اور انجیل ہے جب میں نے اس سے مقابلہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس میں بوجہ ترجمہ کے کسی قدر اختلاف ہے۔ اس لئے میں اس مکمل بائبل سے ذیل میں ان دونوں بشارتوں، یعنی پہلی فارقلیط مددگار، حتمی بشارت اور دوسری حضرت مسیح کی اپنی بعثت ثانی کو نقل کرتا ہوں۔

بشارت فارقلیط

’’اور میں نے شروع میں تم سے یہ باتیں اس لئے نہ کہیں کہ میں تمہارے ساتھ تھا۔ مگر اب میں اپنے بھیجنے والے کے پاس جاتا ہوں اور تم میں سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ تو کہاں جاتا ہے؟ اور اس لئے کہ میں نے یہ باتیں تم سے کہیں۔ تمہارا دل غم سے بھر گیا۔ مگر میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا۔‘‘ (یوحنا باب:۱۶، آیت ۴،۷)

’’مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔‘‘

(یوحنا باب:۱۶، آیت ۱۲،۱۳)

’’اور میں باپ سے درخواست کروں گا وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ میں تمہیں یتیم نہ چھوڑوں گا۔‘‘ (یوحنا باب:۱۴، آیت:۱۶ تا ۱۸)

حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت ثانی

’’کوئی تمہیں گمراہ نہ کردے۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار! گھبرانہ جانا۔ کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے۔ لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا کیونکہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے۔ لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی...... اس وقت ایسی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی ہے اور نہ کبھی ہوگی۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے۔ یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں...... اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی؟ (متی باب:۲۴ کا خلاصہ)

انجیل کی اسی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے لفظ بشارت اختیار کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ تاکہ اس فارقلیط والی پیش گوئی کی طرف اشارہ ہو۔ جب ہم غور کرتے ہیں تو

اس میں بہت سی باتیں ایسی پاتے ہیں جو بشارت کے مترادف ہیں۔ مثلاً جب مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ’’میں اپنے بھیجنے والے کے پاس جاتا ہوں۔‘‘ تو یقیناً یہ ایک غم کی دور کرنے کے لئے یہ خوشخبری دی۔ ’’میں تمہیں یتیم نہ چھوڑوں گا۔ میں باپ سے درخواست کروں گا۔ وہ تمہیں دوسرا مددگار، تسلی دینے والا بخشے گا کہ ابد تک تمہارے پاس رہے۔‘‘ اوّل اس کا نام ہی تسلی دینے والا رکھا۔ حضور ﷺ سے کون زیادہ تسلی دینے والا ہوسکتا ہے: ’’**لایکلف اللہ نفساً الا وسعھا**‘‘ آپ ہی کی تعلیم ہے اور ’’**الدین یسر**‘‘ حضور ہی کا ارشاد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی تکلیف کے موقع پر کہہ اٹھے۔ ’’**ایلی ایلی لما سبقتنی**‘‘ اے میرے اللہ اے میرے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے۔ مصیبت کے وقت پر قرآن شاہد ہے کہ پہلی امتوں کے مومن اور ان کا نبی بھی ان کے ساتھ پکار اٹھا۔ متٰی نصر اللہ یعنی گھبرا کر کہہ اٹھے کہ اللہ کی امداد کب ہوگی۔ مگر حضور ﷺ غار ثور میں پنہاں ہیں اور خونخوار دشمن سر پر آ پہنچے۔ بس ایک نظر پڑنے کی دیر ہے کہ آن واحد میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ (معاذ اللہ) حضرت ابوبکرؓ غم کا اظہار کرتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے: ’’**لا تحزن ان اللہ معنا**‘‘ کن الفاظ سے اپنے ساتھی کو تسلی دیتے ہیں ؎

سنی بوبکرؓ نے قدموں کی آہٹ دل ہوا پرنم | کیا دشمن قریب آئے ہیں اے فخر بنی آدم
کہا اللہ ساتھی ہے تو کیا اندیشہ دشمن | رکھ ان اللہ معنا پر نظر اے دوست لاتحزن

انجیل کے اس لفظ کے استعمال کرنے میں محض پیش گوئی ہی نہیں بلکہ خوشخبری پائی جاتی ہے۔ قرآن نے اس لئے اس کے متعلق بشارت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

جب کوئی نبی آیا تو ایک وقت ایسا بھی آ گیا کہ وہ رخصت ہوا تو اس کی جگہ دوسرے نبی کا بھیجنا ضروری ہوا اور یہ ہمیشہ ایک غم کا موجب ہوتا رہا ہے۔ پس چونکہ مسیح علیہ السلام نے کہا تھا کہ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا تو یہ بھی ایک خاص خوشی کی بات ہوئی۔ اس لئے بشارت کا لفظ استعمال فرمایا۔ پھر یہ بھی کہا کہ وہ تمہیں تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ یہ بھی کوئی کم خوشی کی بات نہیں کہ جو تعلیم دنیا کو ابھی نہیں ملی وہ بھی اسی کے ذریعہ دی جائے گی۔ یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ ان تمام باتوں کا خلاصہ ایک لفظ مبشر میں کر دیا ہے۔

اب اگر قرآن کریم میں ایک طرف لفظ مبشر آیا ہے تو دوسری طرف فارقلیط کی پیش گوئی میں بار بار بشارت کا لفظ پایا جاتا ہے اور انجیل نے اسے بیان ہی ایسے رنگ میں کیا ہے کہ ایک بڑی عظیم الشان خوشی کی خبر دی جارہی ہے۔ لیکن مسیح کی آمد ثانی کی پیش گوئی میں بجائے

بشارت کے یہ بتایا ہے کہ اس وقت کال پڑے گا۔ سخت زلزلے آئیں گے اور ایسی مصیبت ہوگی کہ نہ دنیا نے آج تک دیکھی ہے اور نہ کبھی دیکھے گی گویا مصیبت پر مصیبت کے نقشے کھینچے ہیں۔ اس لئے مبشر کا لفظ صاف بتایا ہے کہ قرآن کریم فارقلیط والی بشارت کی طرف اشارہ کررہا ہے۔ نہ مسیح کی آمد ثانی کی پیش گوئی کی طرف مصنف رسالہ اور آپ کے خلیفہ صاحب بھی مانتے ہیں کہ انجیل میں فارقلیط والی پیش گوئی سے آنحضرت ﷺ مراد ہیں۔ انجیل نے اگر فارقلیط کو سچائی کا روح کہا تو قرآن نے جاء الحق فرما کر اس کی تصدیق کردی۔ انجیل میں اگر اس کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا تو قرآن نے ''**وما ینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحی یوحا**'' فرما کر اس پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے کہ انجیل کی اس پیش گوئی سے فقط حضور ﷺ مراد ہیں۔

(۲۸۲) رسول: دوسرا لفظ رسول ہے۔ قرآن نے اسے اختیار کر کے بھی دو باتوں کا فیصلہ کر دیا ہے۔ ایک یہ کہ یہ پیش گوئی آنحضرت ﷺ کے بعد کسی دوسرے پر چسپاں نہیں ہوسکتی۔ دوسرے یہ کہ اس لفظ میں بھی فارقلیط والی پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے۔

امر اوّل اس لئے کہ آنحضرت ﷺ پر رسالت اور نبوت ختم ہے اور حضور ﷺ کی رسالت کا اقرار لیا گیا تھا۔ جیسا کہ اخذ میثاق والی آیت سے صاف ظاہر ہے۔ جہاں فرمایا: ''**ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم**'' لیکن حضور پرنور ﷺ کے بعد کسی رسول کے آنے کا اقرار انبیاء سے نہیں لیا گیا۔ نہ قرآن کریم میں کہیں ذکر ہے کہ کسی نبی نے آنحضرت ﷺ کے بعد بھی کسی رسول یا نبی کے آنے کی خبر دی ہے اور لفظ رسول میں درحقیقت اس کی اسی عظمت کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے یہاں لفظ رسول اختیار کر کے بتلا دیا کہ رسالت کا کوئی عظیم الشان کام اس کے سپرد ہے اور رسالت کے کام کا ذکر فارقلیط والی پیش گوئی میں نہایت صفائی سے موجود ہے کہ اس کے سپرد، ان پیغاموں کا پہنچانا کیا گیا ہے۔ جو اب تک دنیا میں نہیں پہنچائے گئے۔ اس لئے کہ ابھی انسان اس قابل نہ تھا کہ اس اعلیٰ تعلیم پر قائم ہوسکتا۔ ''مجھے تمہیں اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کرسکتے۔ یعنی جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اب رسول کا کام بھی رسالت کا لانا یا سچائی کی راہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لانا ہے۔ پس قرآن کریم نے لفظ رسول اختیار کر کے یہ بتا دیا ہے کہ کوئی عظیم الشان کام رسالت کا یعنی بڑی بڑی سچائیوں بلکہ سب سچائیوں کا پہنچانا جن کی دنیا میں پہلے برداشت نہ تھی اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ لیکن جہاں مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا ذکر کیا گیا ہے وہاں کسی

رسالت یا سچائی کے پہنچانے کا ذکر تک نہیں۔ پس قرآن کریم نے لفظ رسول اختیار کرنے سے بھی فارقلیط والی پیش گوئی کی طرف اشارہ کیا ہے۔‘‘

(۲۸۳) یأتی من بعدی: تیسری صفت اور رسول کی یہ بیان فرمائی کہ ’’یأتی من بعدی‘‘ وہ میرے بعد آئے گا۔ اب اگر بعد آنے سے یہ مراد ہے کہ ایک ممتد یعنی دراز زمانہ کے بعد یا قیامت تک کبھی آجائے جیسا کہ قادیانی مصنف رسالہ اور آپ کے خلیفہ صاحب قادیان نے تجویز کیا ہے تو پھر اس لفظ سے کوئی تعین نہ ہوئی بلکہ ایک بے معنی بات (نعوذ باللہ) قرآن نے کہہ دی۔ کیونکہ پیش گوئی تو ہمیشہ ہوتی ہی بعد کے لئے ہے۔ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ میرے بعد آئے گا۔ ’’مبشراً برسول اسمه احمد‘‘ ہی کافی تھا۔ اس سے یہی سمجھا جاتا کہ مسیح علیہ السلام کے بعد ہی آخر آئے گا جو پہلے آچکا ہو یا اس وقت میں موجود ہو۔ اس کی خبر تو مسیح علیہ السلام دے نہیں رہے۔ پس اگر ’’یأتی من بعدی‘‘ نے کوئی تعین نہیں کی تو یہ جملہ بے معنی ہے اور اللہ تعالیٰ کی پر حکمت کلام میں بے ضرورت کسی فقرہ کا آنا سخت قابل اعتراض امر ہے۔ پس یہ یقینی امر ہے کہ اس میں کوئی تعین ضرور کی گئی ہے اور وہ تعین اسی صورت میں ممکن ہوسکتی ہے کہ بلافصل مسیح علیہ السلام کے بعد آئے۔ یعنی مسیح علیہ السلام کے بعد اس کے آنے سے پہلے کوئی اور رسول نہ آیا ہو۔ جب ہم دنیا کی تاریخ کو دیکھتے ہیں تو حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ کسی ملک میں کوئی نبی نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ہمارے نبی کریم ﷺ ظاہر ہوئے یہ تو ایک بات ہے۔ جس سے پیش گوئی اور قرآن کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور لفظ بعدی کی تعین ہوکر اس کی ضرورت بھی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر جیسا کہ مصنف رسالہ ’’اسمه احمد‘‘ اور آپ کے خلیفہ صاحب لکھتے ہیں کہ جملہ من بعدی ایک ممتد (دراز) زمانہ پر دلالت کرتا ہے کہ قیامت تک کبھی آجائے تو یہ الفاظ بے معنی تھے اور ان کا قرآن کریم کے اندر داخل کرنا اللہ تعالیٰ کا پر حکمت فعل نہیں ہوسکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ایک اپنے مثیل نبی کے آنے کی پیش گوئی کی تھی۔ لیکن آپ نے کیوں نہ فرمایا کہ میرے بعد وہ نبی آئے گا۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح کے ان اقوال کی طرف اشارہ بھی ’’یأتی من بعدی‘‘ میں ہے۔ جو فارقلیط والی پیش گوئی میں پائے جاتے ہیں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تھا۔ تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ گویا مسیح کا جانا ہی فارقلیط کے آنے کا باعث ہے یا فاقلیط کا آنا مسیح کے جانے پر موقوف ہے۔ اس صورت میں

اس کا بلافصل مسیح کے بعد واقع ہونا لازم اور یقینی امر ہے۔ اسے مرزا قادیانی نے بھی تسلیم کیا ہے۔ جس کا میں اپنے خط نمبر ۳۴ مورخہ ۱۲؍دسمبر ۱۹۳۸ء میں ذکر کر آیا ہوں۔ نیز ''یأتی من بعدی'' کی تفسیر میں حضور ﷺ خود یوں فرماتے ہیں:

''**انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اولاد علات لیس بینی وبینه نبی** (بخاری بحواله تجرید البخاری ص ۱۴۰) ''میں ابن مریم سے بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ قربت رکھتا ہوں۔ کیونکہ تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں اور میرے ان کے درمیان تو اور کوئی نبی نہیں ہوا۔

گویا اس قرآنی بشارت کو اس حدیث میں حضور ﷺ نے خود اپنے نفس نفیس پر چسپاں کیا ہے کہ آپ ہی اس بشارت کے مصداق ہیں اور کوئی نہیں اور یہی قرآن کی مراد ہے۔

(۲۸۴) اسمہ احمد: چوتھی صفت جو بیان کی گئی ہے وہ اس رسول کے نام نامی واسم گرامی کا احمد ہونا ہے۔ جس پر میں اپنے خط نمبر ۳۴۰ مورخہ ۱۴؍دسمبر ۱۹۲۸ء میں مفصل بحث کر چکا ہوں۔ جسے آپ دوبارہ غور سے پڑھیں۔ لیکن اب بھی مختصراً عرض کرتا ہوں کہ لغت میں احمد کے معنی گو محمد بھی آئے ہیں مگر عموماً ترجیح اسی معنی کو دی گئی ہے کہ اس سے مراد سب سے بڑھ کر حمد کرنے والا ہے۔ جب ہم قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی سنت کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع جس قدر حمد آپ نے اللہ تعالیٰ کی دنیا میں کی ہے اور کسی انسان سے ممکن نہیں۔ ایک الحمدللہ رب العالمین ہی کو لے لو۔ ہر ایک مسلمان میں کوئی چالیس مرتبہ تو اسے نماز میں ہی دوہراتا ہے اور علاوہ ازیں یہ حکم مسلمانوں کی زبان پر اس طرح جاری ہے کہ بیسیوں موقعہ پر ہم بے اختیار ''الحمدللہ'' کہہ اٹھتے ہیں۔ نیز حضور ﷺ نے جو ممکن محامد الٰہی تھے سب بیان کر دیئے۔ ساری صفات الٰہیہ کی تجلی نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوئی اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے۔ اس لئے سب نبی محامد تو تھے مگر احمد ایک ہی ہوا جو فارقلیط والی پیش گوئی کا مصداق تھا۔ تمام سچائی کی راہوں کا سکھانے والا وہی احمد مجتبیٰ ﷺ ہے۔ کیونکہ جس قدر صداقت اور سچائی کو دنیا میں کوئی پھیلاتا ہے۔ اسی قدر حمد الٰہی کو پھیلاتا ہے اور جس نے ساری سچائی کی راہیں کھول دیں اور دنیا کو ان پر خود عمل کر کے دکھا دیا اور ایک مجسم سچائی کا نمونہ بن کر سکھا بھی دیا۔ وہ ذات اقدس صرف احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کی تھی۔ جس کے آگے دشمنوں کو بھی یوں سر تسلیم خم کرنا پڑا۔

کہا تیری ہر بات کا یہاں یقین ہے
کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امین ہے

(۲۸۵) قرآن میں اسمہ احمد کا مصداق: پس یہ آیت کا چھوٹا سا ٹکڑا ''مبشراً

برسول یأتی من بعدی اسمه احمد ‘‘اپنے اندر قطعی شہادت رکھتا ہے۔ایک شہادت نہیں بلکہ چار شہادتیں اس کے اندر جمع ہیں کہ اس کا مصداق سوائے حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کے سوااور کوئی نہیں۔ ساری دنیا میں تلاش کرو۔حضرت موسیٰ کی اس پیش گوئی کا کہ تیری مثل ایک نبی دنیا میں بھیجوں گا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی کہ تمام سچائی کی راہیں سکھانے والا میرے بعد آتا ہے نہ کسی نے مصداق ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ ہی یہ اوصاف ہی کسی میں سوائے انسان کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پائے جاتے ہیں۔لہٰذا حضور ﷺ ہی اس بشارت کے مصداق ہیں۔

(۲۸۶) حدیث میں’’اسمه احمد ‘‘کا مصداق: قرآن کریم کی یہ آیت اس قدر صریح ہے کہ اس کے بعد ہمیں احادیث کی طرف رجوع کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔مگر اس آیت کی تفسیر ہمیں رسول کریم ﷺ سے بھی پہنچی ہے اور اس میں نہایت صاف الفاظ میں آنحضرت ﷺ نے اس پیش گوئی کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے اور مختلف احادیث میں یہی چار صفات جن کا ذکر’’مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد ‘‘میں ہے۔ہمارے نبی کریم ﷺ نے اپنے اوپر چسپاں کی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ میں یہ آیات نقل کرتے ہیں: ’’وقول الله ماكان محمد ابا احد من رجالكم وقوله محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار وقوله من بعدی اسمه احمد ‘‘اور اس کے بعد وہ حدیث لاتے ہیں جس پر ساری امت کا اتفاق ہے۔’’عن جبير بن مطعم قال سمعت النبی ﷺ يقول ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی يمحوالله بی الكفر وانا الحاشر الذی يحشر الناس على قدمی وانا العاقب والعاقب الذی ليس بعده نبی ‘‘جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کو سنا فرماتے تھے کہ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں الماحی ہوں۔جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر کو محو کرے گا اور میں الحاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اوپر’’من بعدی اسمه احمد ‘‘کو لانا اور نیچے اس حدیث کو درج کرنا صاف طور پر بتا رہا ہے کہ جس احمد کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے، وہی احمد آنحضرت ﷺ ہیں اور آنحضرت ﷺ سے اعلیٰ پایہ کی حدیث میں جس کی صحت پر شبہ قطعاً نہیں

ہوسکتا یہ الفاظ مروی ہوں کہ ’’لی اسماء انا محمد وانا احمد ‘‘تو پھر بھی چون وچرا کرے اور نہ مانے۔

آیت کہتی ہے ’’اسمہ احمد ‘‘اس کا نام احمد ہوگا۔ حضورﷺ فرماتے ہیں میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ یعنی ایک نام میرا احمد بھی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کون سی شہادت درکار ہے۔ جب کہ آنحضرتﷺ نے اس پیش گوئی کو اپنے اوپر خود چسپاں فرمایا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ اسمہ احمد میں اسم سے مراد ماں باپ کا رکھا ہوا نام ہے اور نام احمد میں وہ نام مراد ہے جو صفت پر مبنی ہے۔ تحریف سے کمتر نہیں۔

اگر یہ صحیح ہے تو میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ کوئی ایک حدیث ہی پیش کر سکتے ہیں جس میں حضورﷺ نے فرمایا ہو کہ میرا احمد نام صفاتی ہے۔ ماں باپ کا رکھا ہوا نہیں اور آیت اسمہ احمد میں ماں باپ کا رکھا ہوا احمد نام مراد ہے۔

اور اگر آپ پیش نہ کر سکیں تو کس قدر شرم کی بات ہے۔ پھر یہ آیت کی تفسیر تو نہ ہوئی۔ ایک بازاری گپ ٹھہری۔ جس پر آپ لوگوں کا ایمان ہوگا۔ لیکن کوئی مسلمان اسے ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا آیت کی صحیح تفسیر جو ہر طرح سے واضح اور ثابت ہے یہ ہے۔

آیت کی صحیح تفسیر

قرآن کہتا ہے کہ جس رسول کی آمد کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی کہ اس کا نام احمد ہوگا۔ حضورﷺ فرماتے ہیں میرا نام احمد ہے۔ حدیث اور تاریخ دونوں سے حضورﷺ کے محمد اور احمد دونوں نام رکھے جانے کا کافی سے زیادہ ثبوت ملتا ہے۔ جسے میں اپنے خط نمبر۲۴ مورخہ ۱۴؍دسمبر ۱۹۳۸ء میں مفصل بیان کر آیا ہوں۔ تمام امت میں یہ دونوں نام اس قدر مشہور ہیں کہ ان میں سلف وخلف سے کہیں اختلاف ثابت نہیں۔

پھر کوئی وجہ نہیں کہ ایک مؤمن قرآن کے حسب ذیل حکم کے ماتحت چون وچرا کرے اور گمراہ ہو جائے۔ ’’وما کان لمؤمن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسوله امرًا ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسوله فقد ضل ضلالاً مبینا ‘‘یعنی کسی مسلمان مرد اور عورت کو شایان نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی بات ٹھہرا دیں تو اپنی مرضی کو دخل دے۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

مزیدوضاحت

(۲۸۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف پیش گوئی نہیں کرتے بلکہ بشارت دیتے ہیں۔ اس خصوصیت کوبھی حضور ﷺ نے اپنے اوپر یوں چسپاں فرمایا۔ ’’**انا دعوة ابی ابراهیم وبشــارت عیســیٰ** ‘‘میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔

اب اس حدیث میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر آتا ہے تو ہمیں تلاش ہوتی ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ قرآن کریم کو ہم دیکھتے ہیں تو اس میں ایک دعا مذکور پاتے ہیں۔ ’’**ربنا وابعث فیهم رسولا منهم** ‘‘تو ہم فوراً سمجھ لیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا جو قرآن میں مذکور ہے کہ ایک رسول ان میں مبعوث فرما اس کا مصداق میں ہوں اور جب آپ نے فرمایا میں عیسیٰ کی بشارت ہوں تو ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو اس میں ایک ہی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا ذکر پاتے ہیں۔

’’**مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد** ‘‘تو ہمیں یقین کامل ہوجاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ اس تفسیر کی صحت پر مندرجہ ذیل کتب شاہد ہیں۔

(۲۸۸) فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ۱۴ص۳۲۵
(۲۸۹) فیض الباری شرح صحیح بخاری پارہ۱۴ص۸۰
(۲۹۰) مظاہرحق شرح مشکوٰۃ اردو ج۴ص۴۳۳
(۲۹۱) مشکوٰۃ مترجم ج۴ص۳۳۳،۳۳۴
(۲۹۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ عربی ج۵ص۳۶۷
(۲۹۳) مسند احمد ج۴ص۱۲۷،۱۲۸
(۲۹۴) تفسیر ابن جریر ج۱ص۴۱۴
(۲۹۵) تفسیر ابن کثیر ج۹ص۴۴۶
(۲۹۶) تفسیر مدارک بحوالہ مجموعۃ التفاسیر ج۱ص۲۰۰
(۲۹۷) تفسیر مواہب الرحمٰن ج۱ص۳۲۲، ج۲ص۴۴، ج۲۸ص۲۷۳
(۲۹۸) تفسیر حقانی ج۲ص۲۱۹

(۲۹۹) تفسیر درمنثور ج۱ص ۱۳۹، ج۶ ص ۳۱۳،۳۱۴

اب اگر کوئی شخص موٹی سی موٹی عقل کا بھی ادنیٰ تامل سے کام لے تو کس قدر صاف بات ہے۔ پیش گوئی تھی۔ ’’مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد‘‘ آنحضرتﷺ فرماتے ہیں: ’’انا بشارت عیسیٰ‘‘ پھر فرماتے ہیں۔ ’’انا احمد‘‘ پیش گوئی کے اوّل لفظ اور خصوصیت کو بھی لے کر اپنے اوپر چسپاں کر لیا۔ دونوں میں سے ایک بات بھی ہوتی تو کافی تھی اور یہ تو دین اسلام کے اعجاز میں سے ہے کہ جس بات پر جھگڑا اٹھنا یا غلطی پڑنا مقدر ہوتا ہے۔ اس کے متعلق اسلام نے ایسی کھلی شہادتیں مہیا کر رکھی ہیں کہ جن سے انکار محال ہے۔

(۳۰۰) علاوہ ازیں ’’یأتی من بعدی‘‘ کو بھی ایک رنگ میں اپنے اوپر لے لیا ہے۔ کیونکہ فرمایا: ’’انا اوّل الناس بعیسیٰ بن مریم لم یکن بینی وبینه‘‘ نبی میں سب سے زیادہ عیسیٰ علیہ السلام کا قریبی ہوں۔ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اس طرح یہ بتا کر میں بلافصل عیسیٰ کے بعد آیا ہوں۔ پھر گویا اس پیش گوئی ’’یأتی من بعدی‘‘ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو فرمایا تھا کہ میں جاؤں تو وہ آئے گا۔ اس کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں ادا کیا۔ ’’یأتی من بعدی‘‘ اور آنحضرتﷺ نے یہ فرما کر کہ ’’لم یکن بینی وبینه نبی‘‘ صاف بتا دیا کہ وہ نبی میں ہی ہوں۔

اسے مرزا قادیانی نے خود تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ’’حضرت رسول کریمﷺ کا نام احمد وہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیح نے کیا۔ ’’یأتی من بعدی اسمه احمد‘‘ ’’من بعدی‘‘ کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بلافصل آئے گا۔ یعنی میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نبی نہ ہوگا۔‘‘ (کتاب ملفوظات احمدیہ یعنی ڈائری ۱۹۰۱ء ص۴،۵)

(۳۰۱) اگر پیش گوئی میں لفظ رسول کا ذکر کر کے یہ بتا دیا ہے کہ اس کو تمام رسولوں میں کوئی خاص عظمت دی گئی ہے اور اس کا رسول ہونا گویا ایک رنگ میں مخصوص ہو گیا ہے تو حدیث میں یہ دعا سکھا کر اس خصوصیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

’’رضیت الله ربا وبالاسلام دینا وبمحمدﷺ نبیا ورسولا‘‘ یعنی میں اللہ کو اپنا رب اسلام کو اپنا دین اور محمدﷺ کو اپنا نبی مان کر راضی ہوا۔

کیا یہ حدیث صاف نہیں بتاتی کہ جس طرح ایک مسلمان کے لئے اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اور دین اسلام کے سوا کوئی دین نہیں اسی طرح محمدﷺ کے سوا کوئی نبی نہیں۔

(۳۰۲) اسی طرح آذان کا یہ حکم جو پانچ وقت بلند آواز سے لاکھوں مسجدوں میں پکارا

جاتا ہے: ''اشھد ان محمد رسول الله '' یہ بھی آپ ﷺ کی اسی رسالت کی خصوصیت کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اب آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی رسول نہیں۔

منافقانہ شہادت

وہ لوگ جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد مرزا قادیانی بھی رسول تھے اور جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب آنحضرت ﷺ کا ظہور ہوگیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور ان سے پہلے انبیاء پر ایمان لانا نجات کے لئے بیکار ہوگیا۔ اسی طرح جب اب مرزا قادیانی کا ظہور ہوگیا ہے جو رسول ہیں تو (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ پر اور آپ سے پہلے انبیاء پر ایمان لانا بیکار ہوگیا۔ جب تک مرزا قادیانی پر ایمان نہ لایا جائے وہ صرف یہی غور کریں کہ ان کی پانچ وقت کی شہادت ''اشھد ان محمد رسول الله '' منافقانہ شہادت ہے یا نہیں؟

غلط فہمی کا ازالہ

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ کلمہ طیبہ، آذان اور درود شریف میں احمد نہیں آیا تو کیا اگر ان میں احمد کا استعمال جائز ہوتا تو آپ مان لیتے۔ جب قرآن کریم کی صاف آیت جس کی تفسیر رسول کریم ﷺ سے ثابت ہو جانے پر بھی اس کی تحریف کر لی جاتی ہے تو اگر کلمہ طیبہ میں احمد آجاتا تو پھر تو آپ لوگوں کا جادو اور موثر ہو جاتا اور آج یہ مصیبت جو آپ لوگوں کو پیش آرہی ہے کہ باوجودیکہ آپ کا اعتقاد یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے اب اسلام میں انسان داخل نہیں ہوتا۔ مگر کلمہ شہادت کو تبدیل کرنے سے تاہنوز ڈرتی ہے اور اگر کلمہ اور آذان میں احمد نام لینا بھی جائز ہوتا تو کس سہولت سے کلمہ اور آذان میں بتدیلی ہو جاتی۔ بس اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت نہیں دی تاکہ وہ لوگ جو دین اسلام کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں اپنے ارادوں میں ناکام رہیں۔

یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ ایک نام کے زیادہ مشہور ہونے سے دوسرے نام کا ابطال لازم نہیں آتا۔ آپ کے لئے آپ کے خلیفہ صاحب سے بڑھ کر کس کی شہادت معتبر ہو سکتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''ہم تو دیکھتے ہیں کہ اسم ذات بھی بعض دفعہ دو ہوتے ہیں۔ مثلاً ہمارا ہی چھوٹا بھائی تھا جس کا مبارک احمد بھی نام تھا اور دولت احمد بھی۔'' (انوار خلافت ص۱۴۴)

ان میں سے مبارک احمد زیادہ مشہور ہوا اور دولت احمد کم، اسی طرح اسم محمد ﷺ زیادہ شہرت پا گیا اور یہ کوئی عجیب بات نہیں۔

اب میں آپ کو یہ بتلاتا ہوں کہ کلمہ طیبہ اور آذان میں محمد رسول اللہ کا لفظ کیوں اختیار کیا گیا۔ اوّل تو یہ لفظ خود قرآن کریم سے لئے گئے ہیں۔ دوسرے احمد کے معنی ہیں۔ ’’بہت تعریف کرنے والا‘‘ اور محمد کے معنی ہیں ’’بہت تعریف کیا گیا‘‘ یہی وجہ ہے کہ اسم احمد کو محمد پر سبقت ہے۔ پس محمد کے اندر احمد بھی آ گیا۔ تیسرے محمد ﷺ جلالی نام ہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے آنخضرت ﷺ کی شوکت اور جلال کو دنیا میں ظاہر کرنا تھا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ وہی نام کلمہ اور آذان میں ہو۔ اور یہ کہا کہ جو کلمہ میں احمد نہیں اس لئے آپ احمد نہ تھے۔ ایسا ہے جیسے کوئی کہہ دے کلمہ میں رسول اللہ کہا ہے نبی اللہ نہیں کہا اس لئے آپ نبی نہ تھے یا آپ کو نبی کہنا جائز نہیں۔ ہم محمد رسول اللہ ہی پڑھیں گے۔ مگر ہمارا اعتقاد یہی ہے کہ آپ محمد بھی تھے اور احمد بھی اور رسول اللہ بھی اور نبی اللہ بھی۔

اب قابل غور امر ہے کہ اس قدر صراحت پر صراحت قرآن کریم اور حدیث صحیح کے اندر ہوتے ہوئے اس بات کا انکار کرنا کہ یہ پیش گوئی رسول اللہ ﷺ کے حق میں نہیں ہے۔ اگر قرآن کریم کی علانیہ مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟

اوّل صراحت قرآن کریم میں یہ موجود کہ پیش گوئی کا ذکر کر کے فوراً فرمایا: ’’**فلما جاء هم** ‘‘ وہ رسول ان کے پاس آ بھی گیا۔ دوسری صراحت یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا: ’’**اسمه احمد** ‘‘ آنخضرت ﷺ نے فرمادیا: ’’**انا احمد** ‘‘ میں احمد ہوں۔ تیسری صراحت یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا: ’’**مبشراً برسول یاتی** ‘‘ میں رسول کی بشارت دیتا ہوں۔ آنخضرت ﷺ نے فرمایا: ’’**انا بشارت عیسیٰ** ‘‘ میں عیسیٰ علیہ السلام کی دی ہوئی بشارت ہوں۔ یعنی اس کا میں ہی مصداق ہوں۔ چوتھی صراحت یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ میرے پیچھے وہ آتا ہے آنخضرت ﷺ نے فرمایا: ’’**لم یکن بینی وبینه نبی** ‘‘ نبی میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے میں ہی آیا ہوں۔ یہ چار صراحتیں چار آفتابوں کی طرح موجود ہیں۔ اب اگر ان چاروں آفتابوں کی جو افق کے چاروں کونوں پر چمک رہے ہیں روشنی کو بھی کوئی نہ دیکھے یا آنکھیں بند کرے تو ہمارا کیا قصور ہے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

(۳۰۴) ایک اور غلط فہمی کا ازالہ

مصنف رسالہ نے مسیح علیہ السلام کی دو بعثتوں کو انجیل سے لیا ہے۔ حالانکہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ’’لو اصبح فیکم موسیٰ ثم اتبعموہ لضللتم ‘‘اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے اندر آ جائیں اور اس وقت تم ان کا اتباع کرنے لگو تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ یعنی حضور ﷺ کے ہوتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کو بھی سوائے اتباع رسول کریم ﷺ کے کوئی چارہ نہیں اور توریت وانجیل وغیرہ کی اسرائیلی روایات کے متعلق اصول حسب ذیل ہے۔

’’نکتہ دوم آنکہ نقل: بنی اسرائیل است کہ دراین ماداخل شد بعد آزانکہ لاتصدقوا اہل الکتاب ولا تکذبوا ہم قاعدہ مقررہ است پس دو چیز لازم آمد۔ یکے آنکہ تا تعریض قرآن رادر سنت حضرت پیغمبر بیان یافتہ شود مرتکب نقل از اہل کتاب نہ باید شد۔ مثلاً چوں محل آیت’’ولقد فتنا سلیمان والقینا علیٰ کرسیہ جسدًا ثم اناب ‘‘درسنت نبویہ یافتہ می شود وآں قصہ ترک ان شاء اللہ ومواخذہ ظاہر آں ست مرتکب ذکر قصہ صخرہ ماوا چرا باید شد دوم آنکہ القروائے تیقدر بقدر الضرورۃ، مرادر نظر داشتہ قدر اقتضاء تصریض سخن باید گفت تا بشہادۃ قرآن تصدیق کردہ باشد واز زیادت زبان باید کشید۔‘‘ (الفوز الکبیر فی اصول تفسیر)

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اسرائیلی روایات کا نقل کرنا ایک ایسی بلا ہے جو ہمارے دین میں داخل ہوگئی ہے۔ حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ ان کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب۔ اس قاعدہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں اوّل یہ کہ جب تک تعریض کلام اللہ کا بیان حدیث نبوی ﷺ سے دستیاب ہو سکے۔ بنی اسرائیل سے نقل نہ کرنا چاہئے۔ تعریض کنایہ سے بات کرنے کو کہتے ہیں۔...... کا موقعہ جب کہ حدیث نبوی میں ان شاء اللہ کے ترک کرنے اور اس پر مواخذہ ہونے کا قصہ پایا جاتا ہے تو کیا ضرورت ہے کہ صخرہ کا قصہ ہی ذکر کیا جاوے۔ دوسرے یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ضروری امر دین حصہ ضرورت تک ہی محدود رکھتا ہے۔ اس کے اقتضائے تعریض کی مقدار کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیان کرنا چاہئے تا کہ اس کی تصدیق ہم قرآنی شہادت سے کرسکیں اور اس سے زیادہ بیان سے زبان کو روکنا چاہئے۔

لہٰذا ان اصول کی موجودگی میں ہمیں انجیل کی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔ ہم تو پہلے قرآن کریم کو دیکھیں گے کہ آیا اس میں حضرت عیسیٰ کی بشارت کا ذکر ہے یا نہیں۔ پھر اگر ہے تو ایک بشارت کا ذکر ہے یا دو کا اور بلکہ قرآن کریم میں صرف ایک ہی بشارت کا ذکر ہے اور دوسری کا کہیں نام ونشان تک نہیں تو’’انا بشارۃ عیسیٰ ‘‘کو ہم اسی پر چسپاں کریں گے یہ کہاں کا اسلام ہے کہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر انجیل کی پناہ لی جائے۔

اوّل تو یہ کوئی قاعدہ نہیں۔ پھر اگر انجیل کی دو بشارتوں کو بھی لیا جائے تو پہلی فارقلیط

والی بشارت ہم آنحضرت ﷺ کے لئے ثابت کرآئے ہیں اور آپ لوگ بھی اسے حضور ﷺ کے حق میں تسلیم کرتے ہیں۔ اب ہی دوسری بشارت۔ سو وہ مسیح علیہ السلام کی بعثت ثانی کے متعلق ہے یہ تو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہمیں انجیل سے استدلال کی حاجت نہیں۔ اسلام دین کامل ہے اور اسلامی تعلیم بھی قرآن کریم وحدیث میں کامل ہو چکی ہے۔ نہ قرآن وحدیث توریت وانجیل کے بیان کے محتاج ہیں اور نہ ہم ہی ان سے احکام لینے پر مجبور۔ لیکن چونکہ مصنف رسالہ نے مسیح علیہ السلام کی بعثت ثانی کو مرزاقادیانی پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے ہم جو اس کی تحقیق کے لئے انجیل اٹھا کر دیکھتے ہیں تو انجیل کی بشارت بھی مرزاقادیانی کے حق میں مفید ثابت نہیں ہوتی۔ انجیل میں مسیح علیہ السلام کی بعثت ثانی کا ذکر حسب ذیل ہے۔

’’اس وقت ایسی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی ہے نہ کبھی ہوگی اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا۔ مگر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھلائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر دیں۔ دیکھو میں نے پہلے ہی سے کہہ دیا ہے۔ پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا۔ دیکھو وہ کوٹھریوں میں ہے تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جیسے بجلی کوند کر پورب سے پچھّم تک دکھائی دیتی ہے۔ ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا۔ جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی ساری قوتیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑے جلال اور قوت کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی اور وہ نرسنگھے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس سرے سے اس سرے تک جمع کریں گے۔‘‘ (متی باب:۲۴، آیت ۲۲ تا ۳۱)

انجیل کی اس عبارت سے ہم مندرجہ ذیل نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت ثانی کا مدعی ہو اور وہ:

۱...... اگر وہ بیابان میں ہے تو ہم نے باہر نہیں جانا۔

۲...... اگر یہاں اور وہاں (زمین پر شہروں یا دیہات میں) ہے تو یقین نہیں کرنا کیونکہ یہ نشانات جھوٹے مدعیان نبوت ومسیحیت کے ہوں گے اور سچے مسیح کی نشانی یہ ہے۔

’’کہ ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتا دیکھیں گے۔‘‘ غرضیکہ مسیح کی بعثت ثانی کے مدعی جس قدر بھی زمین پر شہروں اور بیابانوں میں رہنے والے ہوں گے وہ سب جھوٹے ہوں گے اور سچا صرف ایک وہی ہوگا جس کو بوقت نزول لوگ آسمان سے اترتے دیکھیں گے۔

مصنف رسالہ نے حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو اکابر مفسرین سے شمار کیا ہے۔ وہ بھی حسب ذیل روایت سے اس کی تصدیق کرتے ہیں: ’’**وعن ابی هريرة ان ذالک عند نزول عیسیٰ من السماء**‘‘ (تفسیر کبیر ج۸ ص۱۴۶)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ اظہار دین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے وقت ہوگا۔

اب بتایئے کہ مسیح علیہ السلام کی بعثت ثانی والی پیش گوئی تو انجیل کے الفاظ میں مرزا قادیانی کو جھوٹے نبیوں اور جھوٹے مدعیان مسیحیت کی صف میں لاکھڑا کرتی ہے ۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہنے نہ ادھر کے رہے

سچ ہے آج جو قرآن کے عہد میں قرآن ہی کو چھوڑ کر کسی دوسری کتاب کی پناہ لینا چاہتا ہے تو قرآن کے مقابلہ میں کوئی کتاب اسے ہرگز پناہ نہ دے گی اور وہ کبھی راہ راست نہیں پاسکتا۔ جیسا کہ اوپر کی مثال سے عیاں ہے۔ یہ بھی ایک قرآنی اعجاز ہے۔ جس پر ہمیں بجا ناز ہے۔

جمیع العلم فی القران لکم تقاصر عنه افهام الرجال

اس خط کے یہاں تک مطالعہ سے آپ پر روشن ہوگیا ہوگا کہ اوّل تو مصنف صاحب موصوف نے اپنے رسالہ کی بنیاد ہی احتمالات پر رکھی ہے۔ پہلا احتمال انہیں سورۂ صف کے پہلے ہی لفظ سبح کا ماضی کے صیغہ میں ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ جس پر انہوں نے اپنے خیالات کی بنیادوں کو کھڑا کیا ہے۔ جس کی صحیح تفسیر بندہ نے قرآن کی دوسری آیات سے نیز مستند تفاسیر سے بھی پیش کردی ہے گویا کہ اس احتمالی بنیاد کو قائم نہیں رہنے دیا۔

برادر من! قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر کوئی مذاق کی بات نہیں اور نہ بچوں کا کھیل ہے کہ جس طرح چاہا بنالیا۔ اگر فی الحقیقت مصنف رسالہ کو یا آپ کی جماعت کو اس احتمال پر کچھ اعتماد ہے تو مصنف کی مندرجہ ذیل عبارت کے ثبوت میں قرآن کی کوئی آیات یا صحیح حدیث کا کوئی مضمون پیش کریں۔

’’اس سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ گویا دنیا پر کوئی زمانہ ایسا بھی آتا ہے جس میں تسبیح ختم

ہو جاتی ہے۔'' اور اگر پیش نہ کرسکیں تو یہ احتمال ایک سمجھدار آدمی کے نزدیک قرآن کی تفسیر میں ایک بازاری گپ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور یہی حال اس کی تمام تفسیر کا ہے۔

پھر احتمال انہیں مسیح علیہ السلام کی انجیل میں دو بشارتوں پر ہوا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ''اس ایک بحث پر ہماری ساری بحث کا دارومدار ہے اور اس کے حل ہو جانے پر اس کا ہمیشہ کے لئے حتمی فیصلہ اور خاتمہ ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کے الفاظ میں اس مبشر رسول کا پتہ چل جائے تو یہ عقدہ حل ہو جائے گا کہ اسمہ احمد سے کون سا نبی مراد ہے۔'' (رسالہ مذکور ص۱۰۱)

اس میں فارقلیط والی بشارت کو بندہ، حضورﷺ کے لئے ثابت کر آیا ہے اور اس میں آپ کی جماعت کو بھی کلام نہیں: ''**مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد**'' کا ایک ایک لفظ حضورﷺ پر صادق ہے اور آپ ہی اس بشارت کے لفظ لفظ کے صحیح مصداق ہیں۔ جس سے اس عقیدہ کا حل اور ہمیشہ کے لئے حتمی فیصلہ اور اس بحث کا خاتمہ بھی ہو گیا کہ اسمہ احمد سے نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبےٰﷺ ہی مراد ہیں۔ اس بحث میں مصنف نے خود قرآن کو چھوڑ کر محرف انجیل کی پناہ لی ہے۔ بھلا قرآن کب گوارا کرسکتا ہے کہ اس کی موجودگی میں اسے چھوڑ کر کوئی صحیح راہ پاسکے۔ غالباً مصنف کے راہ راست سے بھٹکنے کا یہی باعث ہوا ہے اور مسیح کی بعثت ثانی والی پیش گوئی بھی مرزا قادیانی کے حق میں مفید نہیں۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔

پھر جملہ من بعدی پر بحث کو مرکزی نقطہ قرار دیا ہے۔ جسے حضورﷺ کے سوا کسی دوسرے پر چسپاں کرنے سے قرآن خدا کا کلام نہیں رہتا۔ نیز مرزا قادیانی پر چسپاں کرنے سے حضورﷺ کی نبوت سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ جیسا کہ میں اپنے خط نمبر۳۴ مورخہ ۱۲؍دسمبر ۱۹۳۸ء میں واضح کر چکا ہوں اور اس کے بعد کی آیات کی تفسیر کا جواب بھی اسی خط میں ہو چکا ہے۔

پھر آیت: ''**ہو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ**'' سے یہ احتمال کہ اس رسول سے مرزا قادیانی مراد ہیں۔ میں قرآن کی دوسری آیت: ''**ہو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفیٰ بالله شهیدًا محمد رسول الله**'' پیش کرنے سے اس احتمال کو بھی دور کر کے یہاں رسول سے حضورﷺ مراد ہونا ثابت کر آیا ہوں۔

غرضیکہ مصنف کی خیالی بنیاد، احتمالی دارومدار اور فرضی مرکز کو قائم نہیں رہنے دیا۔ بلکہ اس کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ وہ سب وہم وگمان کی پیروی ہے۔ ان میں اصلیت کچھ بھی نہیں

اور آپ خود دانا ہیں کہ جس آیت کی تفسیر خود قرآن کریم سے ثابت ہو اس کے مقابلہ میں وہم وگمان یا خیالات اور احتمالات کی کیا حقیقت ہوسکتی ہے۔

جو شخص رسول خدا ﷺ کی تفسیر کے خلاف قرآن کی تفسیر کرے مرزاقادیانی کے فرمان بموجب وہ ملحد بے دین ہے۔ اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ جو شخص قرآن کی آیت کی اس تفسیر کو جو خود قرآن سے ثابت ہو پھر وہی رسول اللہ ﷺ سے بھی منقول ہو۔ اسے نہ مانے اور اس کے خلاف آواز بلند کرے آپ اسے کیا درجہ دیتے ہیں؟ یہ میں آپ ہی کے انصاف پر چھوڑتا ہوں مگر اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہاں میری مراد ایسے شخص سے مصنف رسالہ ''**اسمہ احمد**'' ہے۔ اب آپ چاہیں تو خدا اور رسول ﷺ کی بات مانیں اور اس آیت میں اسمہ احمد سے حضور ﷺ مراد لیں اور چاہیں تو مصنف رسالہ کی ہاں میں ہاں ملائیں اور خدا اور رسول ﷺ کی مخالفت پر بلاوجہ اڑے رہیں۔ یہ آپ کے اختیار کی بات ہے اور اس کا انتخاب پھر آپ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے

آپ نے اپنے خیال میں یہ تصور کرتے ہوئے کہ رسالہ ''**اسمہ احمد**'' میں میرے خط نمبر ۳۴ مورخہ ۱۶ر دسمبر ۱۹۳۸ء کا جواب ہے۔ میرا خط بھی واپس کر دیا ہے مگر چونکہ جو کچھ میں نے لکھا تھا وہ حق ہے۔ اس لئے اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد بھی مجھے خط کے بدلنے یا اسے ترمیم کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ بلکہ اب بھی وہ حرف بحرف صحیح ہے۔ اس لئے میں اسے دوبارہ بھیج رہا ہوں۔ اس میں مضمون بعنوان بشارت احمد کے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ قابل توجہ ہے۔ اگر آپ اس خط کے پڑھنے کے بعد اس کا پھر بغور مطالعہ کریں گے تو آپ پر روشن ہو جائے گا کہ وہ اس رسالہ ''**اسمہ احمد**'' کے بغیر دیکھے اس کی پوری تردید کرتا ہے۔ جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ مولوی محمد شریف صاحب کا خط جس کا وہ جواب ہے تقریباً اسی یا اس جیسی کتاب سے ماخوذ ہے۔

آپ نے فرمایا تھا کہ ہر مصنف کتاب لکھتے وقت ہر نشیب وفراز کا خیال رکھ کر لکھتا ہے۔ اس لئے چوہدری محمد شریف صاحب مولوی فاضل اگر میرے سوالات کا جواب نہیں دے سکے تو آپ ایسی کتابیں مہیا کریں گے۔ جس میں میرے سوالات کا جواب شائع ہو چکا ہے اور اس سلسلہ میں آپ نے رسالہ ''**اسمہ احمد**'' روانہ فرمایا تھا جس کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مصنف رسالہ ''**اسمہ احمد**'' اپنے خیال میں سورۂ صف کی تفسیر کر رہا ہے۔ مگر اس

میں ایسی باتیں تحریر کی گئی ہیں کہ جن کا دلائل و براہین نام رکھنا بھی گناہ اور معصیت ہے۔ غرضیکہ رسالہ کیا ہے۔

برعکس نہند نام زنگی کافور

شیخ چلی کے بلند پرداز تخیلات کا ایک صحیح مرقع ہے جسے قرآن کی تفسیر سے دور کا تعلق بھی نہیں اور اس پر طرہ یہ کہ مصنف رسالہ بطور چیلنج اس سورت کی بشارت کو مرزا قادیانی کے لئے تجویز کرتا ہے۔ افسوس اس نے تفسیر کے بارہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب الفوز الکبیر فی اصول تفسیر سے کم از کم حسب ذیل عبارت کا مطالعہ کیا ہوتا ہے تو اسے قرآن کی تفسیر کی کچھ قدر ہوتی۔

''دور احکام مستنبط نزع کردن واحکام مذہب خود نمودن ووضع دیگر رابر افراختن درخیال کردن برائے دفع دلائل قرآنیہ نزدیک من صحیح نیست۔ می ترسم کہ از قبیل ترادبا القرآن باشد طالب مدلول آیات باید بود مذہب خود مدلول آیت را باید گرفت گوہر بآں رفتہ باشد موافق یا مخالف، الفوز الکبیر فی اصول تفسیر ص۴۴۔''

اور احکام مستنبط میں نزع اور اپنے اپنے مذہب کا استحکام اور دوسرے مذہب کا ابطال اور قرآن مجید کے دلائل دفع کرنے میں حیلہ سازی یہ تمام باتیں میرے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ یہ ترادو بالقرآن کے قبیل سے نہ ہو۔ عالم کو چاہئے کہ وہ آیات کے مفہوم کو تلاش کرے اور اس کو اپنا مذہب قرار دے۔ خواہ وہ اس کے مذہب کے موافق ہو یا مخالف۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بشارت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں: ''قرآن عظیم بیان فرمود کہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام بر پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم منطبق است۔'' قرآن عظیم نے بیان فرمادیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہے۔ (الفوز الکبیر فی اصول تفسیر ص۱۱)

بات دراصل یہ ہے کہ آپ قرآن وحدیث اور اصول دین سے بالکل ناآشنا ہیں۔ اس لئے میں آپ کو زیادہ قصوروار نہیں ٹھہراتا۔ کیونکہ تفسیر کے بارہ میں حق وباطل میں تمیز کرنا آپ کے لئے آسان نہیں۔

معاف فرمایئے گا! آپ کی دکان کی یہ بوری ''اسمہ احمد''جس پر آپ کو بھیجتے وقت بڑا ناز تھا اسے کھول کر دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں ایک دانہ بھی سالم نہیں جو قابل استعمال ہو۔ بلکہ سب کی سب دیمک خوردہ اور نیست ونابود کردینے کے قابل ہے۔ لہٰذا واپس کی جاتی ہے۔

اگر چہ دعویٰ کرنا میں اپنے منصب کے خلاف سمجھتا ہوں۔ مگر مصنف کی اس بے جا جرأت کو جواس نے اس حصہ اوّل کے ص۴۷ پر سورۂ صف کی تمام آیات کی پیش گوئی کا مصداق مرزا قادیانی کو قرار دے کر چیلنج دیا ہے۔ دیکھ کر حیران ہوں اور مجھے کہنا پڑتا ہے ؎

چہ دلاوراست دزدے کہ بکف چراغ دارد

اوراس لئے اس چیلنج کو بعد خوشی قبول کرتا ہوں اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگر مصنف رسالہ خود یا آپ کی جماعت کا کوئی شخص اصول تفسیر کے مدنظر اس رسالہ میں سورۂ صف کی کسی ایک آیت کی تفسیر صحیح ثابت کردے جو من کل الوجوہ مرزا قادیانی پر صحیح چسپاں ہوسکے تو میں اسے ایک کامل ماہ کی تنخواہ ایک سو روپیہ بطور انعام پیش کرنے کو تیار ہوں اور جو قرآن کی تفسیر میں اصول تفسیر کا منکر ہے وہ خدا اور رسول کا منکر ہے اور مرزا قادیانی چونکہ اصول تفسیر کے قائل تھے اس لئے مرزا قادیانی کا منکر ہے۔ نیز وہ اس شخص کی مانند ہے جو علم ادب میں صرف ونحو اور لغت کا منکر ہے اور عقل کا اندھا کبھی صحیح راہ نہیں پاسکتا اور پھر رسول ﷺ کی مخالفت سے یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے اور رسالہ مذکور تو سرتاپا خلاف تفسیر رسول اور خلاف مسلمہ اصول ہے ؎

خلاف پیغمبر کے راہ گزید \
کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

یہی حال غالباً آپ لوگوں کی تمام تصانیف کا ہے۔ اس لئے میں تو صرف مرزا قادیانی کی کتب کے مطالعہ کو ترجیح دوں گا۔ کیونکہ وہ مدعی ہیں ان کا دعویٰ ان ہی کتب سے ثابت ہونا ضروری ہے۔

اب آپ کو چاہئے کہ میرے ہردو خطوط کا جواب خواہ اپنے مرکز قادیان سے دلوائیں یا کسی عالم سے لکھوا کر بھیجیں۔ یہ آپ کی مرضی پر موقوف ہے۔ لیکن جو شخص جواب دے اسے چاہیئے کہ میری تمام گزشتہ خط وکتابت کا پہلے مطالعہ کرے۔ کیونکہ کئی ایک جگہ سے جواب آنے میں بعض اوقات مجھے ایک ہی بات باربار لکھنی پڑتی ہے جو باعث دقت ہوتی ہے۔ مثلاً اصول تفسیر پر میں پہلے بحث کر چکا تھا۔ مگر وہ خط آپ کے پاس نہ ہونے کی وجہ سے مجھے دوبارہ اس خط میں بھی کسی قدر پھر اصول تفسیر پر تحریر کرنے کی ضرورت پڑی ہے۔ لیکن یہ سب آپ کا اپنا بندوبست ہے۔ مجھے صرف جواب سے غرض ہے۔ جس کا میں کامل حق رکھتا ہوں اور مجھے ضرور ملنا چاہئے۔

یکم؍مارچ ۱۹۳۹ء کو جب کہ میں اسٹیشن سے گھر کی طرف جارہا تھا تو برادرم عزیزالدین اور نواب علی صاحبان سے ملاقات ہوئی۔ لیکن پھر کوئی بات چیت کا موقع نہ مل سکا۔ کیونکہ میں ۲؍مارچ کو واپس چلا آیا۔ فقط والسلام! خاکسار: چوہدری محمد سرفراز خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم''

برادرم مکرم جناب چوہدری صاحب سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط نمبر ۳۸ محررہ ۵ر مارچ ۱۹۳۹ء بمعہ درجلد ''اسمہ احمد'' مل گیا ہے۔ میں اب اس کو آہستہ آہستہ پڑھوں گا۔ پھر آپ کو جواب دلوانے کی کوشش کروں گا۔ اب صرف رسیدگی سے مطلع کررہا ہوں۔

آپ کا ایک پوسٹ کارڈ ۲۷/۲ کا کالرہ سے لکھا ہوا پرسوں ملا۔ آپ نے اس پر جلدی سے چھاونی دہلی کی بجائے نوشہرہ چھاونی لکھ دیا ہوا تھا۔ وہ کوہاٹ تھل اور پشاور معلوم نہیں کہاں سے گھومتا ہوا پھر کالرہ پہنچا ہے۔ وہاں سے پھر عزیزالدین نے دہلی روانہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت والد صاحب بیمار تھے۔ آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ ایسی کیا تکلیف تھی جس کی وجہ سے آپ کو کالرہ آنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ انہیں عرصہ دراز تک آپ کے سر پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین!

فقط والسلام!

خاکسار: فیروزالدین احمدی

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ضمیمہ خط نمبر ۳۸ مورخہ ۵ر مارچ ۱۹۳۹ء بذریعہ رجسٹری نمبر ۲۰ مورخہ ۱۲ر اپریل ۱۹۳۹ء

اگرچہ سورۂ صف کی جن آیات کی تفسیر بشارت احمد سے متعلق اور جن کی تشریح کی ضرورت تھی ان پر حسب ضرورت بحث گزر چکی ہے۔ مگر آپ چونکہ ''اسمہ احمد'' جیسے رسالوں کو دیکھنے کے عادی ہوچکے ہیں۔ جنہیں تفسیر سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ بلکہ سرتاپا تاویلات بعیدہ سے مملو ہیں۔ اس لئے آپ کو قرآن کی صحیح تفسیر جو اصول تفسیر کے مطابق اور قرآن کا صحیح مفہوم ہو دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ لہٰذا میں ذیل میں مختصراً نہایت سادہ الفاظ میں سورۂ صف کی وہ تفسیر پیش کرتا ہوں جو اصول تفسیر کے عین مطابق اور قرآن کا صحیح مفہوم ہے۔

تفسیر سورۂ صف

مقدمہ: تفسیر شروع کرنے سے پیشتر یہ عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں تفسیر کے

بیان کرنے میں جہاں تک ممکن ہوسکے گا حسب ذیل امور کالحاظ رکھوں گا تاکہ قرآن کا صحیح مفہوم آپ کے سامنے آجائے۔

۱...... اوّل جس آیت کے متعلق قرآن کی کسی دوسری آیت سے تفسیر ہوسکے وہ بیان کی جائے۔ کیونکہ قرآن بذات خود بعض آیات کی دیگر بعض آیات سے تفسیر کرتا ہے اور قرآن خود ’’هدی للناس‘‘ لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔

۲...... دوم جس آیت کی تفسیر حضورﷺ سے ثابت ہوا سے درج کیا جائے۔ ’’وما ینطق عن الهویٰ ان هو الا وحی یوحیٰ‘‘ حضور ہی کی نشان میں نازل ہوا ہے کہ آپﷺ اپنی خواہش نفسانی سے تو کلام ہی نہیں کرتے بلکہ جو فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی یا ارشاد خداوندی ہی ہوتا ہے (اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کو قرآن کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث فرمایا) اور حضورﷺ نے فرمایا: ’’ترکت فیکم امرین لن تضلوا تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسول اللهﷺ‘‘ کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان کو مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ ایک تو اللہ کی کتاب قرآن شریف ہے اور دوسرے اس کے رسول کی سنت حدیث شریف۔

۳...... سوم درجہ میں رسول اللہﷺ کے شاگرد صحابہؓ کی مقدس جماعت کے اقوال جو کسی آیت کی تفسیر میں باسناد صحیح وارد ہوئے ہیں۔ کیونکہ انہیں کے حالات پر قرآن نازل ہوتا رہا اور انہوں نے بلاواسطہ حضورﷺ سے قرآن کا درس لیا اور آنحضرتﷺ نے ان کی شان میں فرمایا ہے: ’’اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم‘‘ میرے اصحابی مانند تاروں کے ہیں۔ ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ پھر ان میں سے بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر کا خاص لحاظ رکھا جائے کیونکہ ان کے حق میں حضورﷺ نے یہ دعا فرمائی ہے: ’’اللهم وفقه فی الدین وعلمه الکتاب والحکمة‘‘ کہ اے اللہ اسے (عبداللہ بن عباسؓ) دین میں سمجھ قرآن کی تفسیر اور حدیث کی شرح کا علم عطاء فرما۔ اس میں شک نہیں کہ اکثر صحابہ کرامؓ کے بے شمار اقوال تفاسیر میں ملتے ہیں۔ مگر سوائے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قرآن کی تمام تفسیر کے متعلق کسی کے اقوال نہیں ملتے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں امام المفسرین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قرآن کی تفسیر کے بارے میں اصولاً یوں تحریر فرماتے ہیں: ’’اوّل درشرح غریب قرآن و بہترین شرح غریب آں است کہ اوّل ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ از طریق ابن ابی طلحہ صحیح شدہ است و بخاری در صحیح خود غالباً برہمیں طریق اعتماد کردہ است۔‘‘ غرائب القرآن کی شروح اوّل ترین شرح مترجم القرآن حضرت عبداللہ بن عباس کی ہے جو ابن ابی طلحہ کے طریق روایت سے صحت کے ساتھ ہم کو پہنچی ہے اور غالباً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صحیح بخاری میں اس طریق پر اعتماد فرمایا ہے۔
(الفوز الکبر فی اصول تفسیر ص۱۷)

۴...... چہارم درجہ میں اقوال تابعین، تبع تابعین وحضرات مفسرین متقدمین اور لغت عرب وصرف ونحو کا لحاظ رکھا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

’’سبح للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم یایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانھم بنیان مرصوص‘‘ جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے سب نے اللہ کی تسبیح وتقدیس کی اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! جو تم کرتے نہیں کہتے کیوں ہو۔ اللہ کو یہ بات بہت ناپسند ہے کہ وہ بات کہو جو کرو نہیں، بے شک اللہ ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو اس کے راستہ میں یوں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

تفسیر: فتح البیان میں یہ روایت لکھی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جہاد فرض ہونے سے پہلے کچھ لوگ مسلمانوں میں سے یہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو آگاہ فرمادے کہ کون سی طاعت اس کو زیادہ محبوب ہے تو ہم اس پر عمل کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے آگاہ فرمایا کہ سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایمان ہے جس میں شک کا لگاؤ نہ ہو اور کافروں پر جہاد ہے۔ پس جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو لوگوں نے گراں جانا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ مترجم (یعنی صاحب مواہب الرحمٰن) کہتا ہے کہ یہ روایت قوی ہے اور باقی روایات ضعف سے خالی نہیں ہیں۔ (مواہب الرحمٰن ج۲۸ ص۳۶۰)

یہ تسبیح کی سورتیں بعض تو سبح کے لفظ سے شروع ہوئی ہیں اور بعض یسبح کے لفظ سے جس

سے یہ مطلب ہے کہ زمین وآسمان کی کل چیزیں ہر زمانہ میں ہر وقت اللہ کو یاد کرتی اور اس کے نام کی تسبیح پڑھتی ہیں۔ (احسن التفاسیر ج۷ ص۹۱،۹۲)

’’بخاری، ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ سے ایک شخص نے عرض کی کہ کوئی ایسا عمل بتلایئے جو جہاد کے برابر ہو۔ فرمایا ایسا کوئی عمل نہیں۔‘‘ (خلاصۃ التفاسیر ج۴ ص۴۱۹)

’’ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ سے عرض کیا گیا۔ کون آدمی افضل ہے؟ فرمایا: وہ مومن جو راہ خدا میں مال وجان سے جہاد کرے۔‘‘ (خلاصۃ التفاسیر ج۴ ص۴۱۹)

نکتہ: افضل ترین عبادت نماز ہے اور جہاد۔ ان دونوں میں صف بندی محبوب حضرت الوہیت ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا: ’’**ما اترک قوم الجهاد الاعممهم الله بعذاب**‘‘ جس قوم نے جہاد چھوڑا اس پر ایک عام عذاب نازل ہوتا ہے۔ (تجرید الاحادیث ص۳۰۱)

مخبر صادقﷺ کے مندرجہ بالا ارشادات کا نتیجہ ظاہر ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ صحابہؓ کی مٹھی بھر جماعت جہاد کو اپنا افضل ترین عمل بنا کر دنیا پر پھیل گئی۔ جدھر رخ کیا فتح ونصرت نے قدم چوم لئے۔ ان کی کامرانی کی مثال ملنی محال ہے۔ انہیں کے قدموں پر چلنے کی برکت سے مصطفیٰ کمال اتاترک بھی اپنی مٹی ہوئی قوم کو از سر نو زندہ کر کے دنیا کے سامنے ایک بلند مقام پر پہنچ گیا ہے۔ مگر آج ہم اسے چھوڑ کر باوجود کثرت کے ہندوستان میں خصوصاً زیادہ ذلیل وخوار ہیں۔

خلاصہ تفسیر وحکمت کلام

مفہوم کلام یہ ہے کہ جو لوگ نیک کام کا ارادہ ظاہر کر کے پھر اس کے موافق عمل نہیں کرتے ان کے ذکر سے پہلے آسمانوں وزمین میں جو مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اس کا ذکر اس لئے فرمادیا کہ جن کا قول اور فعل موافق نہیں ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کو ان کے نیک عمل کی کچھ پرواہ نہیں ان کے سوا اللہ کی ایک بڑی مخلوق اللہ کی مرضی کے موافق نیک کاموں میں مصروف ہے۔ صحیح مسلم میں ابوذرؓ سے مروی ہے کہ اگر ساری مخلوق نیک ہو جائے تو اللہ کی بادشاہت میں کچھ بڑھ نہ جاوے گا اور بد ہو جائے تو کچھ کم نہ ہوگا۔ بلکہ جو نیک عمل کرے گا اس کا اجر پائے گا اور جو برا کرے گا اس کا خمیازہ اٹھائے گا۔

یہ حدیث آیت کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے آخر آیتوں میں فرمایا کہ اللہ کے دین کو پھیلانے کے لئے لڑائی وہ چیز ہے کہ جس کی مضبوط صف بندی اللہ کو بہت پسند ہے۔ اس سے پہلو تہی کرنا ایماندار آدمی کا کام نہیں۔

نتیجہ: اس تنبیہ الٰہی کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت اپنے چند افراد کی معمولی سی لغزش اور پہلو تہی سے تمام قوم ہی ہوشیار و بیدار ہوگئی اور اپنے قول وفعل کو ایسا موافق بنالیا کہ آئندہ نسلوں کے لئے بھی ایک نمونہ اور سبق چھوڑ گئی اور اس حکم کی تعمیل میں وہ جوہر دکھائے جن کی آج کہیں نظیر نہیں ملتی۔

’’واذ قال موسیٰ لقومه...... القوم الفاسقین ‘‘اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم مجھے کیوں ستاتے ہو۔ حالانکہ تم مجھے جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ راہ حق سے ٹیڑھے ہوئے (یعنی خدا کے حکم کی نافرمانی کی) تو اللہ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا ہی کر دیا (یعنی ہدایت کی توفیق نہ دی) اور اللہ نافرمان بدکار لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

تفسیر: بنی اسرائیل ایک مدت سے مصر میں نہایت ذلت کے ساتھ رہتے تھے۔ کیونکہ فرعون اور اس کی قوم کے لوگ ان سے طرح طرح کے ذلیل کام لیا کرتے تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہوئے اور ان کے سبب سے فرعون اور اس کی قوم کے لوگ ڈوب کر ہلاک ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر ملک شام کو جائیں اور وہاں کی جو بستیاں قوم عمالقہ کے قبضہ میں ہیں ان سے لڑکر وہ بستیاں خالی کرا کران میں سکونت اختیار کی جائے۔ کیونکہ وہ ان کے بزرگوں حضرت یعقوب علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی جائے سکونت تھی۔ یوں تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت سی شرارتیں کیں۔ کبھی کہتے ہیں ظاہر باہر خدا دکھا دیئے۔ کبھی کہتے ہم صرف ایک کھانے پر گزارہ نہیں کر سکتے۔ غرضیکہ طرح طرح کی شرارتوں سے ستاتے تھے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخری عمر میں بنی اسرائیل نے ان سے یہ بڑی شرارت کی کہ قوم عمالقہ کے ساتھ لڑائی کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف کہہ دیا کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا دونوں قوم عمالقہ سے لڑیں۔ ہم تو ایسی زبردست قوم سے نہیں لڑ سکتے۔ یہ قصہ سورۂ مائدہ میں بالتفصیل مذکور ہے۔ اس شرارت کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک جنگل میں چالیس برس تک قید رکھا۔ یہ شریر بے در اور بے گھر اسی جنگل میں بھٹکتے پھرے اور آخر اسی جنگل میں اس شرارت کے کرنے والے سب مرکھپ کر برابر ہوگئے۔ اس لئے یہاں فرمایا کہ جب بنی اسرائیل کے دل اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری سے بھر گئے تو اللہ نے بھی ان کو راہ راست پر آنے کی توفیق نہ دی۔ کیونکہ اس طرح کے نافرمان ناشکر گزار لوگوں کو مجبور کر کے راہ راست پر لانا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے برخلاف ہے۔ یہاں جو بعض لوگوں

نے پہلے نیک کاموں کا ولولہ ظاہر کیا اور پھر جہاد کا حکم نازل ہونے کے بعد ان کا ولولہ پست ہوگیا۔ اس سے اور اسی طرح کی مخالفتوں کی اور باتوں سے آنحضرتﷺ کو یہ تسکین فرمائی کہ مخالف یا بے سمجھ لوگوں کو اس طرح کی باتیں آپ کے ساتھ کچھ نئی نہیں اور انبیاء کو بھی ایسی باتیں پیش آتی رہی ہیں اور آخر انبیاء کا انجام اچھا ہوا۔ آپ کا بھی انجام بے خبر ہوگا۔ اس قصہ میں حضورﷺ کے احکام کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے تنبیہ بھی ہے کہ جس طرح پچھلے نافرمان لوگوں کا حال ہوا اگر یہ لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے باز نہ آئے تو وہی حال ان کا بھی ہوگا۔

’’**واذ قال عیسیٰ ابن مریم**............ **قالوا هذا سحر مبین**‘‘ اور اے پیغمبر لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تصدیق کرتا ہوں اس توریت کی جو مجھ سے پہلے آچکی ہے اور بشارت دیتا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلے معجزات لے کر آ گیا تو کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے۔

تفسیر: سورۂ آل عمران میں ہے:’’**واذ اخذ الله میثاق النّبیین**‘‘ اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب ہم نے تم کو کتاب وحکمت دی اس کے بعد تمہارے پاس کوئی ایسا رسول آئے جو تمہارے پاس کی کتاب کی تصدیق کرے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی نصرت کرو گے۔

یہ سچ ہے کہ انبیاء علیہم السلام لوگوں میں صحیح تعلیم پھیلاتے ان کو مہذب وشائستہ بناتے ہیں اور ان کے اخلاق واعمال کی اصلاح کی غرض سے آتے ہیں۔ مگر ان اغراض ومقاصد کے علاوہ ان تمام انبیاء ورسل سے ایک یہ بھی عہد وپیمان لیا جاتا تھا جس کی حفظ اور صانت اور اپنی اپنی امت میں نشر واشاعت ان کے ذمہ تھی کہ ایک مدت کے بعد نبی آخرالزمان پیدا ہونے والا ہے۔ اس کی نصرت واعانت اور اس پر ایمان لانا تمہارا فرض ہوگا اور فرمایا رسول اللہﷺ نے:’’**لو کان موسیٰ حیاً ما وسعه الا اتباعی**‘‘ اگر آج موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میرے اتباع کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوتا۔

میثاق مصدر مضاف ہے اور نبیّین مضاف الیہ اور مصدر کی اضافت فاعل کی طرف بھی ہوتی ہے اور مفعول کی طرف بھی۔ اس لئے یہاں غور طلب یہ امر ہے کہ میثاق فاعل کی طرف مضاف ہے یا مفعول کی طرف۔ اگر اضافت فاعل کی طرف ہو تو تقدیر عبارت ہوگی۔’’**اخذ الله المیثاق الذی وثقه النبیون علیٰ اممهم**‘‘ اور اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر

نبی سے یہ عہد لیا کہ اپنے بعد آنے والے نبی کی تصدیق کرنا اور اپنی امت کو بھی حکم دینا کہ وہ آنے والے نبی کی پیروی کریں اور اگر اضافت مفعول کی طرف مانی جائے تو تقدیر آیت یوں ہوگی۔

’’اخذ اللہ میثاق الّذین اوتوا الکتاب ‘‘یا تقدیر یوں ہوگی:’’امم النّبیین ‘‘ اور’’اولاد النّبیین ‘‘پھر معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب یا انبیاء علیہم السلام کی امتوں اور انبیاء کی اولاد سے عہد و پیمان لیا یعنی امتوں نے اپنے اپنے نبی سے بفرمان خداوندی عہد کیا۔ آیت میں یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں اور مفسرین نے دونوں درج کی ہیں۔ مگر پہلا معنی اور مطلب متواتر قرأت کے موافق ہے۔

غرض مقصود آیت کا دونوں صورتوں میں ایک ہے اور وہ یہ کہ جن قوموں کو اللہ تعالیٰ نے کتاب و حکمت دی ان پر واجب ہے کہ جب ان کے پاس رسول آئے جو ان کی سابقہ کتاب و حکمت کا مصدق ہو تو وہ اسی پر ایمان لائیں اور اس کی نصرت کریں۔ نبینا ﷺ نے مبعوث ہوکر توریت و انجیل کی تصدیق کی۔ یہود و نصاریٰ کو اپنے انبیاء کا عہد و پیمان یاد دلا کر معقول کیا تاکہ معقول پسند اور صاحب استعداد کفر و انکار سے باز آکر تصدیق و نصرت کریں اور حکمت الٰہی جو آپ کی تصدیق و نصرت سے وابستہ ہے پوری ہو۔

اگرچہ مفسرین نے دو طریق اختیار کئے ہیں۔ جن کا مقصد دراصل واحد ہے۔ مگر فی الحقیقت اس سے حضور ﷺ مراد ہیں۔

قرآن بھی جب تم میں ایک رسول آئے کہتا ہے اور بائبل بھی اسی کی شہادت دیتی ہے۔ چنانچہ رسولوں کے اعمال میں اس عہد کا ذکر حسب ذیل ہے۔

’’ضرور ہے کہ وہ آسمانوں میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں۔ جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ بلکہ سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے باتیں کہیں ان سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے۔ تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے شریک ہو جو خدا نے تمہارے باپ دادوں سے باندھا۔ جب ابراہیم سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرانے برکت پائیں گے۔‘‘ (رسولوں کے اعمال باب:۳، آیت ۲۲ تا ۲۵)

یہ الفاظ اپنی شرح آپ کر رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے نبی کا انتظار تھا اور

آج تک رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی نے مثل موسیٰ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس عہد کو پورا کرنے کی غرض سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام توریت کی تصدیق کرتے ہیں۔ جس میں اگرچہ حضور ﷺ کی پیش گوئی کی تصدیق بھی خودبخود ہو جاتی ہے۔ مگر اسے مزید وضاحت کے لئے اپنی قوم سے اور کس خوبی سے یوں بشارت دیتے ہیں کہ میں اس موعود رسول کی محض پیش گوئی ہی نہیں کرتا بلکہ خوشخبری سناتا ہوں کہ اب وہ میرے بعد آتا ہے۔ یاد رکھو اس کا نام نامی اسم گرامی احمد ہے۔

اب ہم جو بائبل کی محولہ بالا عبارت اور قرآن کریم میں آیت ''میثاق النّبیین'' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے الفاظ پر غور کرتے ہیں تو وہ صفات حمیدہ سوائے حضور ﷺ کے اور کسی میں نہیں پاتے۔ ان کے علاوہ اور بے شمار اوصاف جو تورات وانجیل میں باوجود محرف ہونے کے اب بھی اس رسول موعود کی شان میں پائے جاتے ہیں وہ سب حضور ﷺ پر صادق آتے ہیں اور ان کی تصدیق قرآن وحدیث میں جابجا موجود ہے۔ میں ان میں سے چندایک کی طرف ذیل میں اشارہ کرتا ہوں۔

(۳۰۶) ''تم نبیوں کی اولاد اور عہد کے شریک ہو جو خدا نے تمہارے باپ دادوں سے باندھا۔'' (رسولوں کے اعمال باب:۳ آیت:۲۵)

قرآن اس کی یوں تصدیق کرتا ہے: ''واذ اخذ اللہ میثاق النبیین'' اور یاد کرو جب اللہ نے اپنے نبیوں سے وعدہ لیا کہ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس کو مانو گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔

(۳۰۷) ''چنانچہ موسیٰ علیہ السلام...... خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔'' (رسولوں کے اعمال باب:۳، آیت:)

یہ خطاب بنی اسرائیل سے تھا اور بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل ہوئے اور ہمارے رسول مقبول ﷺ بنی اسماعیل میں سے ہیں۔ پھر مثیل موسیٰ بھی آپ ہی تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو مثل موسیٰ قرار دیتا ہے۔ ''انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھدًا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا'' ہم نے تمہارے پاس ایک رسول بھیجا جو تم پر گواہ ہوگا۔ جیسا ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ فرعون کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی مبعوث ہوئے تھے۔ لہٰذا حضور ﷺ ہی مثیل موسیٰ ہیں۔

(۳۰۸) ''جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا۔'' (رسولوں کے اعمال باب:۳، آیت:۲۲)

قرآن میں حضور ﷺ ہی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے: ’’**وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھا کم عنه فانتھوہ**‘‘ جو رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز آ جاؤ اور اسے نہ کرو۔

(۳۰۹) اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست ونابود کر دیا جائے گا۔ (رسولوں کے اعمال باب:۳، آیت:......)

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: ’’**ومن یعص اللہ ورسوله فان له نار جھنم خالدین فیھا ابدا**‘‘ جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

(۳۱۰) جب ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرانے برکت پائیں گے۔ (رسولوں کے اعمال باب:۳، آیت:......)

رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ سارے گھرانوں کو برکت دینے کا دعویٰ بھی سوائے آپ کے کسی نبی نے نہیں کیا۔ چنانچہ قرآن میں آپ کو اس بات کے اعلان کرنے کا حکم دیا گیا۔

’’**قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا**‘‘ اے رسول ان سے کہہ دیجئے! اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں اور خدا خود فرماتا ہے: ’’**وما ارسلنک الا رحمة اللعالمین**‘‘ اے رسول ہم نے تمہیں تمام مخلوق کی طرف رحمت بنا کر بھیجا ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں احمر واسود، سرخ وسیاہ سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں اور فرمایا ’’**انا رسول من ادرک حیا ومن یولد بعدی**‘‘ میں ان تمام لوگوں کے لئے رسول ہوں جن کو اپنی زندگی میں پاؤں اور ان کے لئے بھی جو میرے بعد پیدا ہوں گے اور فرمایا اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو اور تم ان کی پیروی کرتے تو گمراہ ہو جاتے۔ انہیں بھی میرے اتباع کے ماسواء کوئی چارہ نہ تھا۔

(۳۱۱) قرآن میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے بیٹے اسماعیل کے ساتھ مل کر کعبہ کی دیواریں تعمیر فرما رہے تھے تو اپنی اولاد میں ایک نبی کی بعثت کی یہ دعا کی: ’’**ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم ایاتک ویعلمھم الکتاب والحکمة ویزکیھم**‘‘ اے ہمارے پروردگار ان میں (ہماری اولاد اہل مکہ بنی اسماعیل میں) ایک رسول بھی جو ان کے سامنے تیرے احکام پڑھے اور ان کو کتاب وحکمت سکھائے اور ان کی اصلاح کرے۔

حضور ﷺ کی بعثت سے اس دعا کے پورا ہونے کا قرآن خود اعلان کرتا ہے۔’’**ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ**‘‘ وہی ذات پاک ہے جس نے امیوں میں سے انہیں میں سے رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کی اصلاح کرتا ہے یا انہیں برائیوں سے پاک صاف کرتا ہے اور کتاب وحکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔ اس آیت میں قرآن نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے ایک ایک لفظ کی تصدیق کی ہے اور دعا کے لفظ لفظ کا حضور ﷺ کو مصداق قرار دیا ہے اور حضور ﷺ خود فرماتے ہیں۔’’**انا دعوۃ ابی ابراھیم**‘‘ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔

(۳۱۲) جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔

(یوحنا:۱۶، ۱۳)

انجیل میں اس موعود رسول کو سچائی کا روح کہا گیا ہے۔ اب قرآن اس کی تصدیق یوں کرتا ہے:’’**جاء الحق وزھق الباطل**‘‘ سچ آ گیا اور باطل مٹ گیا۔

(۳۱۳)’’اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔‘‘

(یوحنا:۱۶، ۱۳)

قرآن میں حضور ﷺ کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:’’**وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ**‘‘ ’’آپ اپنی خواہش نفسانی سے تو بات ہی نہیں کرتے جو فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی ہوتی ہے۔

(۳۱۴) لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو تمہارے پاس بھیج دوں گا۔

(یوحنا:۱۶، ۷)

تصریحات بالا سے ظاہر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس تشریف لاتے ہیں تو اس عہد کے مطابق پہلے توریت کی تصدیق کرتے ہیں پھر اس نبی موعود کی ان الفاظ میں خوشخبری دیتے ہیں جو ان سے پہلے کسی نبی نے استعمال نہیں کئے۔ بغیر میرا جانا ہی تمہارے لئے مفید ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ عظیم الشان موعود نبی تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ لیکن اگر میں خود جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج جاؤں گا۔ یہ الفاظ نہایت غور طلب ہیں اور آیت زیر بحث میں جملہ’’**یأتی من بعدی**‘‘ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ وہ رسول موعود اب میرے بعد آتا ہی ہے۔ صرف میرے جانے کی دیر ہے۔ کیونکہ ان کا آنا میرے جانے پر موقوف ہے۔

اب ہم جو تاریخ پر نظر غائر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان اوصاف کا کوئی انسان دنیا میں سوائے آنحضرتﷺ کے نہ ہوا ہے اور نہ کسی نے دعویٰ ہی کیا ہے اور حضور ان سب خوبیوں کے مظہر اتم ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اگر غور سے کام لیا جائے تو کسی انسان پر یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ یہاں کون حضرت مراد ہیں۔ جب کہ اس بشارت کے ایک ایک لفظ کا حضورﷺ خود اپنے آپ کو مصداق ٹھہراتے ہیں۔ جیسے میں ذیل میں واضح کرتا ہوں۔

(۳۱۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''مبشراً برسول'' میں اس (موعود) رسول کا بشارت دینے والا ہوں۔ یعنی میں اس کی آمد کی بشارت دیتا ہوں۔

حضورﷺ فرماتے ہیں: ''انا بشارت عیسیٰ'' میں ہی عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت (کا مصداق) ہوں۔

(۳۱۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''یاتی من بعدی'' وہ (رسول موعود) میرے بعد آتا ہے۔ حضورﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''لم یکن بینی وبینه نبی'' میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ یعنی میں عیسیٰ کے بعد بلا فصل نبی ہو کر آیا ہوں۔

(۳۱۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اسمه احمد'' اس کا نام نامی احمد ہوگا۔ حضورﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''لی اسماء انا محمد وانا احمد'' میرے (کئی) نام ہیں۔ منجملہ ان ناموں کے میرا نام محمد ہے اور احمد بھی۔

ان تصریحات سے یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت احمد کا لفظ لفظ آنحضرتﷺ پر صادق آتا ہے۔ اگر آپﷺ بشارت کے نشانات میں سے صرف ایک نشان کی طرف ہی اشارہ فرمادیتے مثلاً فرماتے: ''انا بشارة عیسیٰ'' یا فرماتے: ''انا محمد واحمد'' تو بھی ایک مسلمان کو قائل کرنے کو کافی تھا اور ہم بدل وجان تسلیم کرتے کہ بشارت مذکور سے حضورﷺ ہی مراد ہیں۔ مگر جب حضورﷺ نے بشارت کی کل علامات کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے اور اس کے ایک ایک لفظ کا خود اپنے آپ کو مصداق قرار دیا ہے۔ تو پھر کوئی ایک مسلمان رہ کر اس سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا کہ سورۃ صف میں بشارت احمد سے فقط حضورﷺ ہی مراد ہیں اور کوئی نہیں ایسی صورت میں تو یہ کلام اہل کتاب ہی کیا مذاہب عالم کے قائل کرنے کے لئے حجت باہرہ ہے۔ (چہ جائیکہ آج کوئی مدعی امت ہو کر بھی انکار کرے)

بشارت کے بیان کرنے کے بعد ساتھ ہی ارشاد ہوتا ہے۔

جب وہ رسول موعود ان کے پاس اپنے ہمراہ کھلے دلائل اور معجزات لے کر آیا تو کفار یہ کہہ اٹھے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔’’**فلما جاء ھم بالبینات قالوا ھذا سحر مبین**‘‘ اب ذرا حضورﷺ کے ارشاد کی طرف غور کریں کہ آپ فرماتے ہیں:’’**انا دعوۃ ابی ابراھیم وبشارت عیسیٰ**‘‘ یعنی میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت قرآن میں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر آیا ہے وہاں صرف دعا ہی مذکور ہے۔ اس کے ساتھ دعا کی قبولیت کا ذکر نہیں۔ اس لئے جہاں قرآن نے دوسری جگہ اس کی قبولیت کا ذکر کیا ہے تو دعا کے ایک ایک لفظ کی تصدیق فرمائی ہے۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ مگر یہاں چونکہ بشارت کے ساتھ ہی رسول موعود کی آمد کا ذکر بھی کر دیا ہے۔ اس لئے جاء فعل ماضی کے صیغہ میں واحد غائب میں اس طرف اشارہ موجود ہے کہ جب وہ احمد رسول موعود جس کے عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آنے کی بشارت دی تھی آ گیا اور آیا بھی اس شان سے کہ آیات بینات یعنی معجزات اور اپنی صداقت کے واضح دلائل بھی اپنے ہمراہ لایا تو کفار (ازروئے عناد اور ہٹ دھرمی) پھر بھی کہہ اٹھے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ علم صرف کے جاننے والے خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جاء ماضی کا صیغہ واحد غائب اس رسول موعود کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اس لئے ان صفات کے دہرانے کی ضرورت نہ تھی۔ ورنہ اگر کسی دوسری جگہ قرآن میں ذکر آتا تو بشارت کے الفاظ کا لحاظ رکھا جاتا۔ جیسا کہ دعائے خلیل کی مثال سے واضح ہو چکا ہے۔ مگر یہاں رسول موعود کی جگہ پر فعل ماضی کے صیغہ واحد غائب کا لانا ہی ظاہر کرتا ہے کہ ایک تو وہ رسول موعود اس آیت کے زمانہ نزول سے پیشتر ہی آ بھی گیا تھا اور ساتھ ہی بشارت کی تمام علامات اور نشانات اور رسول موعود کی سب صفات اس نبی کریم میں موجود ہے۔

ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت ۔۔۔ چلے آئے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا ۔۔۔ دعائے خلیل اور نوید مسیحا

کفار کا حضور کو باوجود اس قدر واضح دلائل کے ہوتے ہوئے جادوگر کہنا قرآن کی صداقت، کفار کی ہٹ دھرمی اور حضورﷺ کی بشارت کے مصداق ہونے پر دال ہے۔

متقدمین کے نزدیک اس آیت کی تفسیر حسب ذیل ہے۔ جسے میں مستند تفسیر مواہب الرحمٰن سے نقل کرتا ہوں۔

(۳۱۸)’’**فلما جاء ھم بالبینٰت قالوا ھذا سحر مبین**‘‘ پھر جب وہ معجزات

کے ساتھ ان کے پاس آ گیا تو کہنے لگے کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ یعنی یہ پیغمبر عظیم الشان جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس اہتمام کے ساتھ بیان کی تھی مبعوث ہوا تو کافروں نے نہ مانا اور اس کے عظیم معجزات کی نسبت ہٹ دھرمی سے کہا کہ یہ سحر کھلا ہوا ہے۔ (ابن کثیر)

جب شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا تو کفار نے دعویٰ کیا کہ یہ قطعی سحر ہے اور ہماری نظر بندی کی گئی ہے۔ پھر بعض نے کہا یہ زمانہ حج ہے اور لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ ان سے دریافت کرو کہ فلاں روز رات ایسا دیکھا تھا چنانچہ جب چہار طرف سے مسافروں نے بھی گواہی دی تو کہنے لگے کہ چاند پر جادو کیا گیا پھر لوگوں نے کہا کہ آسمانی چیزوں پر جادو چل نہیں سکتا۔ لیکن کافروں نے نہ مانا اور اس طرح یہود نے باوجود بے شمار معجزات باہرات دیکھنے پر ہٹ کی لہٰذا اللہ نے فرمایا: ’’ومن اظلم‘‘ (مواہب الرحمٰن ج۲۸ ص۳۷۵)

(۳۱۹)’’ومن اظلم ممن افتریٰ.......... واللہ لا یهدی القوم الظالمین‘‘

اور اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تفسیر: پہلے ذکر تھا کہ جب وہ رسول جس کے آنے کی خبر چلی آئی تھی ان لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو اس کو جادوگر کہنے لگے۔ اب ارشاد ہوتا ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کون ظالم اور جفا کار ہوسکتا ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھے۔ یعنی اس کی آیات کو سحر کہے اور اس کے لئے بیٹا اور جورو تجویز کرے۔ حالانکہ اسے کسی بری بات کی طرف نہیں بلایا جاتا۔ بلکہ اسلام کی طرف جو سراپا سلامتی کی راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہٹ دھرم لوگوں کو جو حق کو جان بوجھ کر اس سے انکار کرتے ہیں راہ راست پر آنے کی توفیق نہیں دیتا۔ اس لئے یہ ’’خود کردہ را علاج نیست‘‘ کی سزا میں ہدایت سے محروم رہیں گے۔

اوپر توریت میں جو یہود سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کی نبوت کی تصدیق کا عہد جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی لیا گیا تھا اس کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا کہ ایسے شخص سے بڑھ کر ظالم اور ناانصاف دنیا میں کون ہوسکتا ہے جو توریت کو مانے اور جو توریت میں عہد ہے اس کو جھٹلا دے اور صاحب اولاد ہونے کا بہتان توریت کے برخلاف اللہ تعالیٰ پر لگائے اور توریت کے عہد کے موافق عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ جو معجزات اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں ان کو جادو قرار دے۔ اس لئے فرمایا کہ ایسے ناانصاف لوگوں کو ہدایت کی توفیق نہیں

ملتی۔ کیونکہ وہ حضورﷺ کو ان اوصاف کی بناء پر جو آپ کی توریت میں مذکور تھیں اپنی اولاد کی طرح پہچانتے تھے۔ ’’یعرفونہ کما یعرفون ابناء هم‘‘ مگر فقط اس ضد سے ان لوگوں نے آنحضرتﷺ کی مخالفت کی کہ نبوت کا خاتمہ بھی اسحاق علیہ السلام کے خاندان میں کیوں نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کے خاندان کے ساتھ یہ ہمدردی اور دوسرے بڑے بیٹے کے خاندان کے ساتھ اس قدر بے درجہ کی دشمنی حد درجہ کی بے انصافی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو بے انصاف فرمایا۔ یہود میں عبداللہ بن سلام کا قصہ اور نصاریٰ میں نجاشی والئی حبش اور ہرقل بادشاہ روم کا قصہ اور اس قسم کے صحیح واقعات اس بات کے پورے شاہد ہیں کہ یہود اور نصاریٰ میں سے جن لوگوں نے اس بے انصافی اور ہٹ دھرمی کو تھوڑی دیر کے لئے بھی اپنے دل سے نکال ڈالا تو ان کو آنحضرتﷺ نبی آخرالزمان کی نبوت میں کوئی عذر باقی نہ رہا۔

توضیح کلام

دنیا میں جس قدر مذاہب موجود ہیں خواہ ان کی اصل من اللہ تھی اور بعد میں لوگوں کے خیالات نے ان پر ملمع کر کے ان کی اصلی صورت کو چھپا دیا۔ یا وہ سرے سے جاہلانہ خیالات اور اوہام باطلہ کا ایک مجموعہ تھا۔ جب ان سب کو اسلام سے مقابلہ کر کے دیکھیں گے تو ان میں سینکڑوں جھوٹی اور خیالی آمیزشیں ملیں گی جن پر ان مذہب کے عاملین نے خداوند تعالیٰ کی خوشنودی و ناراضگی اور نجات و عذاب کو منحصر کر رکھا ہے۔ یہی وہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ عیسوی مذہب کو دیکھو، تثلیث، کفارہ اور الوہیت مسیح کا مسئلہ اور ان کے بعد پوپوں کے سینکڑوں ڈھکوسلے ایسے ہیں جن پر وہ لوگ نجات کا مدار سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہندو نے گائے کی پرستش اور اس کے سوا سینکڑوں بلکہ ہزاروں غیر مرئی چیزوں کو الوہیت اور نافع وضار ہونے کی عقیدت، خودکشی، تغیر ہیئت، گوشت کا ترک، بتوں کی پرستش اور کئی دور از کار افسانے جو ان کی کتابوں کا سرمایہ ہیں نجات اور مکتی اور سعادت دارین کا باعث قرار دے رکھا ہے۔ اسی طرح عرب کے جاہلوں کے ہزاروں غلط دستور اور بہت سے جھوٹے افسانے تھے جن کو مرضی الٰہی کا مدار بنا رکھا تھا۔ کہیں کہتے تھے کہ ہمارا فلاں بت ہم کو قیامت کے روز جہنم کے عذاب سے بچائے گا اور فلاں رزق اور ارزانی کا مختار ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

افسوس اس انسان کی یہ محنت شاقہ ایک تو یوں رائیگاں دوسرے نجات کی بجائے عذاب کا باعث ہے۔ اس لئے اس ارحم الراحمین نے اپنے فضل وکرم سے وہ رسول بھیجا جو اس اہم مسئلہ کو

حل کر دے اور توہمات وتخیلات باطلہ کو دور کر کے مرضیات الٰہی اور نجات وسعادت انسانی کا سیدھا راستہ دکھا دے۔ چنانچہ یہ کام آنخضرتﷺ نے مبعوث ہوکر پورا کر دیا ہے اور اس سیدھے رستے کا نام اللہ تعالیٰ نے اسلام رکھا۔ جس کے ظاہری معنی خدا کی فرمانبرداری اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے اور سراسر سلامتی کی راہ کے ہیں۔ پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جب وہ گم گشتہ وادی توہمات کو اس سیدھے راستے کی طرف بلایا جاتا ہے تو اس کی نئی بات جان کر چونکتا ہے اور اس پرانے دستور مالوف کا چھوڑنا شاق جانتا ہے اور داعی کے مقابلے میں ان جھوٹے انسانوں اور تخیلات فاسدہ کو پیش کرتا ہے۔ درحقیقت اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا اور اس کی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث اسے ہدایت بھی نصیب نہیں ہوئی۔ یہ ہیں معنی ''من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ الکذب وھو یدعٰی الیٰ الاسلام واللہ لایھدی القوم الظالمین''

(۳۲۰) ''یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون'' وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ تو اپنا نور پورا ہی کر کے رہے گا۔ خواہ منکرین کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

تفسیر: لباب میں آیا ہے کتنے دن وحی طرف پیغمبر علیہ السلام کے نہ آئی تھی۔ کعب بیٹے اشرف کے نے یہود کو کہا کہ خوشخبری تم کو، اللہ نے محمد کو فراموش کر دیا اور کام اس کا اتمام کو نہیں پہنچے گا۔ یہ بات پیچ جناب آنخضرتﷺ کے پہنچی اور غبار آزردگی کا اوپر دل مبارک کے ہوا جبریل علیہ السلام یہ آیت لائے۔ (موضح القرآن ج۷ص۲۷)

چاہئے تو یہ تھا کہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ حضورﷺ پر فوراً ایمان لے آتے کیونکہ وہ حضورﷺ کو توراۃ وانجیل کی بشارات کے عین مطابق پا چکے تھے اور آپ کو وہی رسول موعود نبی آخرالزمان پہچان کر دل میں آپﷺ کی صداقت کا یقین رکھتے تھے۔ جیسا کہ: ''یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل'' اور ''یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم'' سے صاف ظاہر ہے۔ مگر از روئے ضد اور ہٹ دھرمی کے الٹے حضورﷺ کی شان میں بکواس کرنے لگے کہ آپ جادوگر ہیں وغیرہ اور کفار اہل مکہ بھی وجود آنخضرتﷺ کو صادق اور امین جاننے کے محض خانگی بغض اور حسد کی بناء پر منکر ہوئے اور لگے طرح طرح کی باتیں بنانے۔ حالانکہ وہ حضورﷺ کے دریافت کرنے پر پہلے اقرار کر چکے تھے۔

یہ فرمایا سب سے کہ اے آل غالب سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب
کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا

کہا تیری ہر بات کا یہاں یقین ہے که بچپن سے صادق ہے تو اور آمین ہے
(حالی)

ان حالات کے ماتحت اہل مکہ پر بھی لازم تو یہی تھا کہ چونکہ وہ حضورﷺ کو دل سے سچا جانتے تھے۔ اپنے ناقص اور قابل ترک مذہب کو خیرباد کہتے اور دولت ایمان سے مالا مال ہوجاتے۔ لیکن وہ بھی برعکس اس کے نور اسلام کے بجھانے کے درپے ہوگئے۔ ''یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم'' جسے اس پرآشوب اور تاریکی کے زمانہ میں نور سے تعبیر کرنا بجا ہے۔ پھر اس نور یا شمع کو بجھانا بھی کاہے سے بافواہہم اپنے منہ کی پھونکوں سے جس میں اشارہ ہے کہ وہ منہ سے بکواس اور من گھڑت افسانے بیان کرتے ہیں اور ان کو اپنی نجات کا دارومدار خیال کرتے ہیں۔ اسلام کے مقابل جنہیں افتریٰ کی علیٰ اللہ ہی کہنا درست ہے پھر اس قسم کی باتوں سے بزعم خود وہ اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں۔ بھلا کیا وہ اس باتوں سے مٹ سکتا ہے جب کہ ''واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون'' اللہ تو اپنی روشنی کو پورا ہی کر کے رہے گا۔ اگرچہ منکر نہ چاہیں اور انہیں برا ہی کیوں نہ لگے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
(ظفر علی خاں)

تاریخ شاہد ہے کہ یہ شمع روز بروز اس قدر روشن ہوتی گئی کہ پہلے عرب کو منور کیا۔ پھر عرب سے نکل کر شام وایران، خراسان اور ممالک یورپ اور ایشیاء اور افریقہ تک جا پہنچی۔ غرضیکہ اس کی روشنی اس حد تک پھیلی تمام عالم پر چھا گئی اور روئے زمین کا کوئی کونہ بھی تاریک نہ چھوڑا۔ خلفائے راشدین کے عہد میں ان کی خالص اور ان تھک کوششوں کو چمنی نے اس کو حفاظت میں رکھ کر اور بھی تیز کر دیا۔ جس سے اندھوں نے راستہ پایا اور راہ ہدایت صاف دکھائی دینے لگی۔ ان کے بعد جو جو تند ہوائیں اس پر چلیں وہ تاریخ جاننے والوں سے مخفی نہیں۔ عیسائیوں نے مل کر زور مارا اور کوئی دقیقہ اس کے گل کرنے کا اٹھا نہ رکھا۔ چنگیز خانی حملوں نے بغداد جیسے شہر کو نیست ونابود کر دیا۔ مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔ مگر نہ قرآن میں ایک حرف کی کمی بیشی ہوسکی اور نہ اصول اسلامیہ میں ہی فرق آیا۔ اب بھی مخالف کوئی کمی نہیں کر رہے اور برائے نام مسلمانوں نے بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ کہیں نیچری بن کر اس پر حملہ کیا کہیں تعزیہ پرستی گو پرستی اور صدہا رسم ورواج کو جزو اسلام بنا کر اس شمع کے گل کرنے کا کافی سامان کیا۔ مگر کچھ نہ ہوسکا بلکہ اس شمع کی روشنی دن دوگنی رات چوگنی بڑھتی ہی گئی اور اس

میں ایک اور خوبی ہے جس قدر رہوا اس کے مخالف ہوئی اسی قدر یہ زیادہ چمکتی ہے۔
حضور ﷺ کے وقت اسلام کے مخالف اہل کتاب اور مشرکین مکہ دونوں گروہ تھے۔ اس لئے ایک جگہ لوکرہ کافرون اور دوسری جگہ لوکرہ المشرکون فرمایا۔ جس سے مراد یہ ہے کہ اہل کتاب یا مشرکین کسی کی مخالفت بھی اب اس کی ترقی کو ہرگز روک نہیں سکتی۔ اللہ سچا ہے اور اللہ کا وعدہ بھی سچا ہے۔ باوجود طرح طرح کی مخالفوں کے اسلام کی جو ترقی ہوئی وہ ظاہر ہے۔

(۳۲۱)’’ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ .... ولو کرہ المشرکون‘‘ وہی تو (اللہ پاک ذات) ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو سب دینوں پر غالب وممتاز کرے۔ مشرک اگرچہ اسے برا مانا کریں۔

تفسیر: تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں آیت میں رسول سے محمد ﷺ ہدایت سے قرآن اور دین حق سے اسلام مراد ہے۔ جب ہدایت سے قرآن اور دین حق سے اسلام مراد ہو تو پھر قرآن واسلام کے لانے والے رسول کی تعیین کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ قرآن واسلام کے لانے والے رسول کریم ﷺ کو ساری دنیا جانتی ہے۔ کیونکہ قرآن واسلام کے لانے کہ وہ آقائے نامدار احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ دنیا کی شہادت سے بھی بڑھ کر شہادت پیش کریں۔ لہٰذا خدا سے بڑھ کر کس کی شہادت ہوسکتی ہے۔ جس نے خود اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق جو انہوں نے اپنی کتاب ’’اتقان‘‘ میں ترتیب نزول قرآن درج فرمائی ہے اس میں سورۂ صف کے بعد سورۂ جمعہ، تغابن اور پھر سورۂ فتح نازل ہوئی ہے۔ (عقد القرآن ص۵۲)

اس آیت میں رسول سے اگرچہ حضور ﷺ ہی مراد ہیں۔ لیکن چونکہ اس میں نام کی تعیین نہ تھی اور دین اسلام میں یہ خوبی ہے کہ جس بات پر کسی وقت نزاع ومقدمہ ہوتا ہے اس کے لئے ایسے واضح دلائل پہلے سے مہیا کر دیتا ہے کہ اگر کوئی عاقل ان کو بنظر غور دیکھے تو اس امر کے حل ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا اور یہ اس کے الہامی مذہب ہونے کی زبردست دلیل ہے۔

اب جو ہم قرآن کا بنظر غور مطالعہ کرتے ہیں تو اس آیت کے نزول کے بعد اس رسول کی تشریح کے لئے جسے خدا نے دین حق دے کر بھیجا تھا سورۂ فتح میں ایک اور آیت نازل ہوئی ہے جو اس نزاع کو ہمیشہ کے لئے دور کرتے ہوئے حسب ذیل الفاظ میں نہایت حسن وخوبی سے اس رسول کے نام کا تعین بھی کر دیتی ہے۔

’’هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله وکفٰی بالله شهیدًا محمد رسول الله ‘‘ وہی (اللہ ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ ہی کافی گواہ ہے کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔

اس آیت سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ جس رسول کو خدا نے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تھا وہ آنحضرت ﷺ ہی کی ذات اقدس ہے اور کوئی نہیں۔

پھر یہ کوئی انسان تدبیر کا کام تو تھا نہیں جس میں انجام معلوم نہیں ہوتا کہ کیا ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہاں کیا دیر ہے کہ وہ فوراً ہو جاتی ہے۔’’اذا اراد شیٔ یقول له کن فیکون ‘‘اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔’’یفعل ما یرید ‘‘اس کے کارخانہ قدر میں کیا کمی ہے اس دین محمدی میں وہ باتیں اور پائیداریاں ہیں جو کسی اور دین میں نہیں اور یہی اس دین کے غالب ہونے کی علامت ہے۔

جب ہم تاریخ کی ورق گردان کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے اتمام اور غلبہ اسلام کی اس وقت خبر دی جب کہ اسلام ابھی کمزور تھا۔ مسلمان احد سے شکست کھا کر پھرے تھے اور بظاہر کوئی صورت غلبہ اسلام کی نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن یہ خبر خدا کی خبر تھی اور وعدہ خدا کا وعدہ تھا۔ اس لئے آخر پورا ہوا۔ اسلام سب دینوں پر غالب آیا۔ غالب ہے اور غالب ہی رہے گا۔[1]

[1] مگر یاد رہے کہ اسلام کا غلبہ اور چیز ہے اور مسلمانوں کی عزت وذلت دوسری چیز۔ آج مسلمان یہاں ذلیل ہیں لیکن اسلام آج بھی ویسا ہی غالب اور عزیز ہے جیسا کبھی تھا۔ یہ دنیا میں ایک عجیب بات ہے کہ قوم کی ذلت وپستی کے باوجود اس کا مذہب عزیز ہے اور دنیا پر بھاری۔

بعض مفسرین نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے:’’ذالک عند نزول عیسیٰ من السماء ‘‘ کہ یہ غلبہ اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے زمانہ میں ہوگا اور ان ہی سے روح المعانی میں یہ بھی منقول ہے:’’لم یکن فی الارض الادین الاسلام ‘‘ کہ اس وقت روئے زمین پر سوائے اسلام کے ہرگز کوئی اور دین نہ رہے گا اور امام آلوسی نے فرمایا:’’لم یبقی دین من الادیان الا وهو مغلوب ومقهور بدین الاسلام ‘‘ کہ اس وقت مذاہب عالم میں سے کوئی مذہبی بھی باقی نہ رہے گا اور جو رہے گا وہ اسلام کے آگے مغلوب ومقہور ہوگا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:’’فلا تقوم الساعة حتیٰ لا یبقیٰ الا دخل فی الاسلام او اویٰ الیهم الجزیة ‘‘یعنی قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ کوئی ایک آدمی بھی اسلام میں داخل ہوئے بغیر نہ رہے گا یا وہ مسلمان کو جزیہ دے گا۔ یہ تو سب مفسرین (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دنیا میں وہ کون سا مذہب ہے جو اسلام کا سا مکمل قانون دنیا کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ یہی دین اور اسلام کا غلبہ ہے جو اس وقت بھی اسلام کو حاصل تھا اور اب بھی ہے اور جس قدر عقل انسانی ترقی کرتی جائے گی اسلام کی حقانیت اور اس کا غلبہ واضح تر ہوتا جائے گا۔

''یایھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علیٰ تجارۃ............ وبشر المؤمنین''

اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے سکے۔ اللہ اور اس کے رسول پر سچے دل سے ایمان لاؤ اور اللہ کے راستہ میں مال وجان سے جہاد کرو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اگر تم اس حقیقت کو سمجھ سکو اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر مخلصانہ

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) کے اقوال ہیں اور حضور ﷺ نے خود مسلمانوں کی آخری زمانہ میں حالت کے متعلق یوں فرمایا ہے: ''لا یبقی من الاسلام الا اسمہ'' کہ اسلام برائے نام رہ جائے گا اور قیامت کے متعلق یہ ارشاد ہوتا ہے: ''لا تقوم الساعۃ حتیٰ لایقال فی الارض اللہ اللہ (مسلم)'' یعنی قیامت تب ہوگی جب کوئی زمین پر اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا اور فرمایا: ''لاتقوم الساعۃ الاعلیٰ شرار الناس (تجرید الاحادیث)'' یعنی قیامت برے شریر لوگوں پر قائم ہوگی۔

مندرجہ بالا اقوال مفسرین کو ان احادیث کی روشنی میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے صرف ایک خاص عالمگیر اسلامی ترقی کی طرف اشارہ کیا ہے جو قیامت سے پہلے پہلے ان کے خیال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے بعد ظہور پذیر ہوگی اور حضور ﷺ کے مندرجہ بالا ارشادات میں سے یہ فرمان کہ ایک زمانہ میں اسلام برائے نام رہ جائے گا۔ فی الحال ہندوستانی مسلمان پر کسی قدر صادق آتا ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان پر صادق نہیں۔ کیونکہ اس وقت تمام رسیدی ممالک ترقی کر رہے ہیں اور باقی ارشادات کے پورا ہونے میں ابھی دیر ہے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اقوال واخبار بالکل مختلف مواقع یا جدا جدا زمانہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اس لئے باہم متعارض نہیں لیکن یہ اقوال واخبار اس اظہار علی الدین کی جو آیت میں استمرار پر دلالت کرتا ہے ہرگز تفسیر نہیں۔ کیونکہ اسلامی اظہار علی الدین حضور ﷺ کی زندگی میں بھی تھا اور اب بھی اسلام کو ویسا ہی حاصل ہے اور قیامت تک رہے گا نہ اب تک کسی مذہب کو اس کی مزاحمت کی تاب ہوئی اور نہ کبھی ہوگی۔ فہو المراد!

نوٹ: میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا ہے وہ کسی آیت کی تفسیر نہیں نہ کسی اعتراض کا جواب ہے جوابات پہلے ہو چکے ہیں بلکہ میرا مقصد صرف آپ کو صحیح تفسیر سے آگاہ کرنے کا ہے۔ اس لئے طویل ابحاث سے اقرار نہ کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں محض آپ کو سمجھانے کے لئے چند حروف بطور حاشیہ لکھنے پر مجبور ہوا ہوں۔ کیونکہ اس طرح کے اقوال سے جو فی الحقیقت آیت کی تفسیر تو ہوتے نہیں۔ محض علمی اضافہ کے لئے اکثر مفسرین درج کر لیا کرتے ہیں۔ لیکن بعض کم فہم جو اصول تفسیر سے ناآشنا ہوتے ہیں انہیں تفسیر جان کر دھوکا میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب خیال کیا کہ آپ کو اس لغزش سے خبردار کر دیا جائے۔

ایمان لاؤ گے اور راہ خدا میں مال وجان خرچ کرو گے تو اللہ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تمہیں ان باغات میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ہمیشہ ان میں اچھے اچھے مکانات میں جگہ دے گا یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔ اس کے سوا ایک دوسری بات بھی ہے جسے تم چاہتے ہو وہ اللہ کی مدد اور جلد حاصل ہونے والی فتح ہے اور اے پیغمبر مسلمانوں کو اس کی بشارت دے دو۔

تفسیر: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کچھ لوگ نیک کاموں کے کرنے کا شوق ظاہر کر کے پھر اس پر قائم نہ رہے۔ ان آیات میں اسی کے متعلق تلقین کی جارہی ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم کو نیک کاموں کا درجہ حاصل کرنے کا شوق ہے تو تمہیں اس کمائی کے لئے ایسی تجارت بتلائی جاتی ہے جس میں سراپا نفع ہی نفع ہے۔ نقصان کا کہیں نام نہیں اور تفصیل یوں فرمائی کہ خالص دل سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان ہیں ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرو۔ صحیح بخاری ومسلم میں زید بن خالد سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس کسی نے اپنا مال خرچ کر کے خدا کی راہ پر لڑنے والے شخص کا کچھ سازوسامان کر دیا تو اس کو بھی خدا کی راہ میں لڑنے کا ثواب ملے گا اور حضور ﷺ نے جنت کی نعمتوں کے لحاظ سے فرمایا کہ جتنی جگہ میں گھوڑے کے سوار کا کوڑا پڑا رہتا ہے جنت میں اتنی جگہ بھی اگر مل جائے تو وہ دنیا اور اس کے سازوسامان سے بہتر ہے۔ اس حساب سے دنیا کی تجارت میں اگر کوئی شخص تمام دنیا بھی نفع کے طور پر کمالے تو عقبیٰ کی تجارت کے نفع سے اس کو کچھ نسبت نہیں۔ پھر اس میں گناہوں کی معافی، غذاب، دوزخ سے نجات اور جنت کی نعمتوں کا ہمیشہ ہمیشہ دستیاب ہونا۔ عظیم الشان کامیابی ہے۔ علاوہ ازیں دنیا میں بھی وہ جس فتح ونصرت الٰہی کو چاہتے ہیں حضور ﷺ کو ارشاد ہوتا ہے۔ مگر مومنین اگر اس پر عمل کریں گے یعنی اپنے مال وجان سے جہاد کریں گے تو انہیں اس فتح کے بھی عنقریب حاصل ہونے کی خوشخبری سنا دیجئے۔ جس سے مفسرین نے فتح مکہ اور فتح فارس اور روم مراد لی ہے اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوئیں۔

اردو زبان میں سب سے قدیم تفسیر موضح القرآن از شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو تقریباً امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات سے ماخوذ ہے اور اس کے مستند ہونے میں کسی کو کلام نہیں اور تفسیر مواہب الرحمٰن تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ اور شرح ہے۔ جس کا پایہ کتب تفاسیر میں بہت بلند ہے۔ اس لئے میں آپ کی تسلی کے لئے اس آیت کی تفسیر ان ہر دو کتب سے ذیل میں نقل کرتا ہوں۔

موضح القرآن

اے گروہ مسلمانوں کے آیا ہدایت کروں میں تم کو اوپر سوداگری کے کہ چھڑا دے تم کو عذاب درد دینے والے پس وہ سوداگری بیان کرتا ہے۔ ’’یٰایھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علٰی تجارۃ...... ان کنتم تعلمون ‘‘یعنی اے ایمان لاؤ تم (مراد ایمان لانے سے یہ ہے کہ ثابت رہو دین پر) ساتھ اس اللہ کے کہ اس کو واحد کہتے ہیں اور ساتھ پیغمبر اس کے کہ محمد ﷺ ہے اور لڑائی کرو ساتھ کافروں کے بیچ راہ اللہ کے ساتھ مالوں اپنے کے یعنی سلاح خریدو اور خرچ کرو مال اپنے سے اور ساتھ جانوں اپنی کے یہ جو مذکور ہوا یعنی ایمان اور جہاد بہتر ہے۔ واسطے تمہارے اگر ہو تم کو جانو تجارت کے معنی ایک بزرگ نے فرمایا ہے غیر حق کو دو اور حق خرید و کہ چیز کام کی وہی ہے ’’یغفرلکم ذنوبکم ویدخلکم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر ومسٰکن طیۃ فی جنت عدن ذالک الفوز العظیم‘‘

بخشے اللہ خاص تم کو گناہ تمہارے اور لادے تم کو یعنی آخرۃ میں بیچ بہشتوں کے کہ جاری ہیں نیچے درختوں ان کے سے نہریں اور بیچ گھروں پاکیزہ کے کہ اس میں بیچ باغوں دائمی کے کہ گھر قائم رہنے والا ہے۔ وہ بخشا اور داخل کرنا بہشت کا فیروزی بڑی ہے۔

اور خاص تم کو نعمت ہے۔ دوسری بیچ دنیا کے کہ اس کو دوست رکھتے ہو تم فتح نزدیک یعنی فتح مکہ کی یا فارس اور روم کی اور خوشخبری دے اے محمد ﷺ مسلمانوں کو یعنی نصرت دنیا میں جنت عقبٰی میں۔ (موضح القرآن ج۷ ص۳۷، موضح القرآن لاہور)

تفسیر مواہب الرحمٰن

پہلے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزرا کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھنا چاہا تھا کہ سب سے زیادہ محبوب عنداللہ تعالیٰ کیا عمل ہے تاکہ ہم لوگ اس پر عمل کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورۂ نازل فرمایا اور اس میں یہ آیت بھی ہے۔

اے ایمان لانے والو کیا میں تم کو ایسے کام کی راہ بتلاؤں جو تم کو عذاب الیم سے نجات دے۔ یعنی جس نے وہ عمل پایا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی ایسی رحمت ہوتی کہ وہ عذاب سے نجات پاتا ہے۔ پھر یہ شوق عظیم دلانے کے بعد ان کو بتلا دیا یعنی تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو راہ الٰہی میں اپنی جانوں اور مالوں سے۔ ایمان تو وہ لوگ پہلے لائے تھے اور یہاں اس کی تاکید سے مطلب یہ ہے کہ ثابت قدم رہو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے میں یا اس میں یہ

اشارہ ہے کہ پہلے اپنی نیت، اللہ اور رسول کے واسطے خالص کرو اور اس خلوص نیت کا ثواب بھی عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور باوجود اس کے وہ کام جس سے تم رضا الٰہی چاہتے ہو یہ ہے کہ اپنی جانوں اور مالوں سے راہ الٰہی میں جہاد کرو اور جہاد کا اطلاق ظاہر شریعت میں خالص نیت سے کافروں کے ساتھ قتال کرنے پر آتا ہے اور بظاہر یہی معنی یہاں مراد ہیں کیونکہ جہاد اس وقت فرض عین تھا۔ جیسے فتح مکہ سے پہلے جو اسلام لاتا اس پر ہجرت میں جانا فرض تھا اور اصل جہاد پوری کوشش کو کہتے ہیں اور وہ دو طرح ہے۔ ایک کافروں سے قتال میں کوشش کرنا اور دوم یہ کہ اپنے آپ کو غلبہ نفس وشیطان سے بچانے میں یا ان دونوں پر غالب آنے میں کوشش کرنا اور جہاد دونوں طرح سے بہتر ہے اس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یہ بات تمہارے واسطے افضل ہے اگر تم جانتے ہو یعنی یہ جہاد تمہارے حق میں دنیا کی تجارت اور دنیا کے لئے مشقت سے افضل ہے۔ اگر تم یہ بات سمجھتے ہو تو اسی پر عمل کرو۔

اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخشے گا اور تم کو ایسی جنت میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور رہنے کے لئے پاکیزہ مکان ہیں یہ ہمیشہ رہنے کے جنات ہیں۔

فائدہ: یہ ثواب ہر قسم کے ثواب کے ساتھ ہے اور جنات کی بے انتہاء خوبیاں اسی قدر بیان پر اہل ایمان کی سمجھ میں آجاتی ہے۔ اس لئے آخرت کی کوئی چیز خیال میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ خیال صرف اس قدر سمجھ سکتا ہے جس کی نظیر کی طرح دنیا میں موجود ہو سکے۔ لیکن یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت بے انتہاء ہے اور جیسا اس نے تمام دنیا اور اس کے زر وجواہرات کو ملعون وبے قدر فرمایا اور اس نے جنت کی تعریف فرمائی تو سمجھ میں آ گیا کہ اللہ اکبر اس کی خوبی کی کوئی انتہاء نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’ذالک الفوز العظیم‘‘ یہ فوز عظیم ہے۔

فائدہ: الفوز یہ کہ انسان کا انتہاء درجہ کا تصور بھی وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا اس کے ساتھ العظیم فرمایا اور حدیث شریف میں بھی یہ مضمون ثابت ہے کہ آخر میں ایک جنتی دوزخ سے نجات پاکر حضور الٰہی میں پیش ہوگا اور ارشاد ہوگا کہ جو تیری آرزو وہ مانگ لیکن اس کی انتہاء درجہ کی آرزوئیں بھی حقیر ہوں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے غائت فرمائے گا۔ الحاصل جہاد نفع آخرت میں یہ خود عظیم ہے اور دنیا میں بھی نفرت وعزت ہے۔ چنانچہ فرمایا: ’’واخر تحبونها نصر من اللہ وفتح قریب وبشر المؤمنین‘‘ اور دوسری بات یہ ہے جس کو تم محبوب رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور قریب فتح ہے اور مومنوں کو بشارت دے دے۔ یعنی جب تم اللہ اور رسول پر یقین کے ساتھ صدق نیت سے جہاد کرو گے تو ثواب آخرت کے علاوہ بھی دنیا میں

تمہارے جی کی مرغوب چیز بھی دے دی جائے گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت ملے گی اور فی الحال کشائش ملے گی۔ یہ محتاجی سے کفار حقارت کرتے ہیں۔ زائل ہو جائے گی لیکن یہ سب باتیں اس بنیاد پر ہیں کہ اللہ اور رسول پر ایمان ٹھیک ہو۔ اس واسطے سب کے بعد آنحضرت ﷺ کو خطاب فرمایا کہ مومنوں کو بشارت دے دے۔ یعنی یہ نصرت و فتح فقط ان بندوں کے واسطے ہے جو خالص مومنین ہیں۔ (مواہب الرحمٰن ص۳۷۹)

توضیح کلام

اس دنیا کے لئے چونکہ تجارت ایک مرغوب چیز ہے۔ حالانکہ اصل مقصود ان آیات میں جہاد کا بیان کرنا تھا اس لئے جہاد کی ترغیب اس پیرایہ اور ایسے رنگ میں پیش کی گئی کہ اسے ایسی تجارت سے تشبیہ دی گئی کہ جس میں نقصان کا بھی احتمال نہ ہو۔ لہٰذا یہ سب سے بہتر تجارت شمار ہوگی اور نجات میں ایک مال اور دوسری چیز ہوتی ہے۔ جن سے مال خریدا جاتا ہے۔ اب اس تجارت میں اللہ اور اس کے رسول پر خالص ایمان کو مال کی جگہ پر رکھا ہے۔ اب دام کھرا ہونا لازم ہے۔ کھوٹے دام سے چیز نہیں ملتی۔ نہ وہ بازار میں ملتا ہے اس میں اشارہ ہے کہ منافقین کا ایمان مانند کھوٹے دام کے ہے کہ وہ اس بازار سے چیز حاصل نہیں کر سکتے۔ حاصل وہی کرے گا۔ جس کے پاس کھرے دام ہوں اور اس تجارت میں کھرے دام صرف اس کے پاس ہیں جس کا خدا اور رسول پر خالص ایمان ہے پھر اس خالص ایمان کے داموں کی کسوٹی یا انہیں پرکھنے کا معیار بھی بتلا دیا کہ اپنی جان و مال کو اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کرے گا تو جان لو اس کے پاس اس تجارت کے لئے کھرے دام یا خالص ایمان موجود ہے ورنہ نہیں یعنی جان و مال سے جہاد کرنا ہی خالص ایمان کی نشانی ہے اور جب اس نے ان کھرے داموں کو خرچ کیا۔ یعنی اللہ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کیا تو اسے تمام خطرات اور نقصانات سے محفوظ کر کے سعادت دارین سے مالا مال کر دیا جائے گا۔ دنیا میں بھی فتح و نصرت اس کے قدم چومے گی اور عاقبت میں بھی سرفرازی کی سند حاصل ہوگی۔

اب جو ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی پر نظر غائر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد انہوں نے اپنے مال و جان سے جہاد کیا اور ایسا جہاد کیا کہ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے اور جس نصرت اور فتح کی ان کو بشارت دی گئی تھی۔ وہ بھی انہیں کامل حاصل ہوئی۔

اس کا ثبوت قرآن سے ملتا ہے کیونکہ یہاں ''نصر من اللہ'' میں اللہ تعالیٰ نے نصرۃ کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور ''فتح قریب'' میں فتح کو نکرہ میں ذکر کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ

قریب کی قید کو بڑھا کر اس واقع کو مستقل قریب میں وقوع پذیر ہونا لازم کر دیا ہے۔ پھر جب مکہ فتح ہوا تو اس وعدہ بشارت کو پورا کرنے کی یوں خبر دی۔ ’’**اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا**‘‘

گویا نصرۃ کو جو پہلے حرف من سے اپنی طرف منسوب کیا تھا۔ اب اضافت سے زیادہ قوی بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد میں کسی دور کی نسبت معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ اسے یوں سمجھو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی امداد ہے اور فتح قریب میں فتح کے ساتھ الف، لام لا کر اسے معرفہ کر دیا۔ یعنی یہ وہی فتح ہے جس کا وعدہ تھا۔ اب اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ جب اللہ تعالیٰ کی وہ امداد اور فتح (مکہ جس کا تم قریب زمانہ میں حاصل ہونے کا وعدہ تھا) آ گئی تو تو نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ وہ اسلام میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ اس میں صاف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس مدد اور فتح کا آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حاصل ہونا عین مطابق ان وعدوں کے تھا جو پیشتر ازیں سورۂ صف اور سورۂ فتح میں کئے گئے اور آیت کی یہ تفسیر تفسیر القرآن بالقرآن ہے۔ لہٰذا اس آیت کے صحیح مخاطب صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کی مقدس جماعت ہے اور کوئی نہیں۔

(۳۲۳)’’**یایھا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ............ فاصبحوا الظاھرین**‘‘ اے ایمان والو! اللہ کے دین کے مددگار بنو۔ جیسے کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ کون ہے کہ اللہ کی طرف ہو کر میرا مددگار بنتا ہے تو اس کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ اس پر بنی اسرائیل کا ایک گروہ مسلمان ہوا اور دوسرا گروہ انکار پر رہا۔ پھر ہم نے جو لوگ ایمان لائے تھے ان کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی پس وہ غالب آ گئے۔

تفسیر: تفسیر حقانی ’’**یایھا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ**‘‘ کہ اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔ اللہ پاک و بے نیاز ہے اس کو کسی کی مدد کی کچھ حاجت بھی نہیں لیکن مراد یہ کہ دین الٰہی کے پھیلانے اور اس کی تعمیل میں سرگرم اور آمادہ ہو جاؤ۔ اس کام کے لئے کمر باندھ کر تیار ہو۔

ایسے سرگرم ہو جاؤ جیسے کہ حضرت عیسیٰ کے حواری سرگرم اور مستعد ہو گئے تھے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا میرا کون مددگار ہوتا ہے۔ اللہ کی راہ میں تو ’’**قال الحواریون نحن انصار اللہ**‘‘ حواری بول اٹھے کہ ہم ہیں اللہ کے کاموں میں آپ کے مددگار، حواری کا لفظ عربی زبان میں حور سے مشتق ہے۔ جس کے معنی خالص سفیدی کے ہیں۔ اس

لئے دھوبی کو بھی حواری کہتے ہیں کہ وہ کپڑے سفید کرتا ہے اور مددگار اور خالص دوست کو بھی جس کے دل میں محبت ونصرت کی سفیدی یعنی روشنی ہے۔ یہ جمع نہیں بلکہ بروزن حوالی ہے جو کثیر الحیل کو کہتے ہیں۔ جمع اس کی حواریون ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ شاگردوں کو جو اوّل اوّل ان پر ایمان لائے اور یار ومددگار ہوئے اس لئے حواری کہتے ہیں نہ اس لئے کہ وہ دھوبی تھے۔ جیسا کہ بعض کا خیال ہے ان بارہ شخصوں کے نام یہ ہیں۔ شمعون جو پطرس کہلاتا ہے اور اس کا بھائی اندر یاس، زبدی کا بیٹا یعقوب اور اس کا بھائی یوحنا فیلبوس اور ہرتعولا تھوہ اور محصول لینے والا متی ہقا کا بیٹا یعقوب اور نبی جو ہندی بھی کہلاتا ہے۔ شمعون کنعانی اور یہودہ اسکریوتی جس نے اسے پکڑوا بھی دیا۔

یہ بنی اسرائیل تھے۔ ان میں سے کچھ ماہی گیر تھے یا یہ کہ ماہی گیری کرتے ان کو حضرت مسیح علیہ السلام نے بلایا۔ جیسا کہ انجیل متی کے چوتھے باب میں پہلے چاروں حواریوں کی جانب مذکور ہے۔ ان حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو سب سے اوّل قبول کیا اور حضرت کی ہمدردی ومحبت میں نہایت سرگرم اور مستعد اور مخلصین تھے۔ چنانچہ متی کے دسویں باب میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سی باتیں کہیں کہ پہلے بنی اسرائیل کی بستیوں میں جاؤ اور چلتے ہوئے منادی کرو اور کہو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔ سامان سفر کچھ ساتھ نہ لو اور میں تمہیں بھیڑیوں میں بھیجتا ہوں۔ لوگ تمہیں کوڑے ماریں گے۔ عدالتوں کے حوالے کریں گے۔ میرے نام کے سبب تم سے سب دشمنی کریں گے۔ پر جو آخر تک برداشت کرے گا وہی نجات پائے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ میں صلح کرانے آیا ہوں۔ نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں۔ کیونکہ میں آیا ہوں کہ مرد کو اس کے باپ سے اور بیٹے کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کروں اور آدمی کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہوں گے جو کوئی ماں باپ بیٹے بیٹی کو مجھ سے زیادہ چاہتا ہے۔ وہ میرے لائق نہیں جو کوئی اپنی صلیب اٹھا کر میرے پیچھے نہیں آتا وہ میرے لائق نہیں جو کوئی اپنی جان کو بچاتا ہے۔ وہ اسے کھوئے گا اور جو میرے واسطے اسے کھوئے گا وہ پائے گا۔

اسی کے مطابق ان حضرات حواریین نے کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ملک یہودیہ میں بھی منادی کرتے پھرے۔ پھر سریا کے علاقوں میں سے گزر کر یونان اور روم کے شہروں میں پہنچے اور سفر کی اور لوگوں کی بری مصیبتیں اٹھائیں اور طرز معاشرت بھی درویشانہ ہی تھا۔ کسی سے کچھ لیتے دیتے نہ تھے۔ ان کو اس خلوص کی بدولت خداتعالیٰ نے کرامت بھی دی تھی۔ اس کی دعا سے بیمار تندرست ہو جاتے تھے اور ہر طرح کی کرامات اور برکات لوگ دیکھتے تھے۔ آخر لوگوں

کے ہاتھوں سے قتل ہوئے۔ مگر دین عیسوی کو خوب پھیلا دیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ’’فامنت طائفة من بنی اسرائیل و کفرت طائفة‘‘ کہ بہت سے بنی اسرائیل ایمان لے آئے اور بہت سے منکر رہے۔ مگر حواریوں کی کوشش اور جان کاہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ بحری اور بری بہت سے ممالک نے مذہب عیسوی قبول کیا اوراس عرصے میں گھر گھر لڑائی اور جنگ کی آتش بھی شعلہ زن ہوئی۔ مگر آخرکار خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو منکروں پر غلبہ دیا۔ یہ بات اور ہے کہ پھران عیسوی لوگوں میں اصل دین محرف ہوگیا۔ (ج۸ص۱۱۸)

تاریخ انصار

احسن التفاسیر

جس طرح بارہ شخص حواریوں نے عیسائی دین کے پھیلانے میں کوشش کی اسی طرح ہجرت سے پہلے آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں دین محمدی پھیلانے کے لئے بارہ شخص نقیب جو قبیلہ خزرج میں مقرر کئے تھے انہوں نے آنحضرت ﷺ اور مہاجرین کے مدینہ پہنچنے سے پہلے اسلام کے پھیلانے میں کوشش کی۔ چنانچہ یہ قصہ سورۂ حشر میں گزر چکا ہے۔ ہجرت کے بعد سب اہل اسلام مدینہ نے اسلام کی بڑی مدد کی۔ اس واسطے اہل مدینہ کا نام انصار قرار پایا۔ جس کے معنی مددگار کے ہیں۔ (احسن التفاسیر ج۲۸ص۳۵)

مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہاں سورۂ حشر میں انصار کا قصہ بیان کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسے میں ذیل میں نقل کرتا ہوں۔

آنحضرت ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے وہاں اسلام کے پھیل جانے کا قصہ یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے آنحضرت ﷺ ان باہر کے لوگوں کو قرآن شریف کی آیتیں سنا کر اسلام کی ترغیب دلایا کرتے تھے جو موسم حج میں مکہ کو ادھر ادھر سے آتے تھے۔ ایک سال قبیلہ خزرج کے کچھ لوگوں نے قرآن شریف کی آیتیں سنیں اور مدینہ میں اپنی قوم میں اس کا ذکر کیا۔ اس خزرج قبیلہ اور مدینہ کے گردونواح میں جو یہود رہتے تھے ان کی اکثر لڑائی ہوا کرتی تھی۔ اس لڑائی میں کبھی یہود کو شکست ہو جاتی تھی تو وہ کہا کرتے تھے کہ نبی آخرالزمان کے پیدا ہونے کا وقت اب قریب آگیا ہے۔ وہ پیدا ہوکر نبی ہو جاویں گے تو ان کے ساتھ ہم مخالف لوگوں سے دل کھول کر لڑیں گے اور شکست کا بدلہ نکالیں گے۔ اب قبیلہ خزرج کے عام لوگوں نے اپنی قوم کے مکہ سے آنے والے لوگوں کی زبانی آنحضرت ﷺ کا یہ ذکر سنا ان کو یقین ہوگیا کہ یہ وہی

آخرالزمان ہیں جن کا ذکر یہود کیا کرتے تھے۔ اس لئے اب کے سال ان میں کے بارہ شخص حج کر آئے اور آنحضرت ﷺ سے منیٰ کے پہاڑ کی گھاٹی کے پاس انہوں نے اسلام کی بیعت کی۔ اسی کو عقبہ اولیٰ کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ مقام منیٰ کے پہاڑ کی گھاٹی کی یہ پہلی بیعت ہے۔ منیٰ میں عقبہ اولیٰ جگہ جہاں حج میں شیطانوں کو کنکریاں مارتے ہیں اس سال کے بعد پھر اس قبیلہ کے بہت سے لوگ حج کو آئے اور اس گھاٹی میں اسلام کی بیعت ہوئی۔ اس کو عقبہ ثانی کی بیعت کہتے ہیں۔ اس بیعت میں اسلام کے پھیلانے والے بارہ نقیب آنحضرت ﷺ نے قرار دیئے اور اسی بیعت کے بعد اہل مدینہ کا نام انصار قرار پایا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اسلام کے مددگار ہیں۔ (احسن التفاسیر ج۲۸ ص۱۳)

تاریخ اس واقعہ کی حسب ذیل تصدیق کرتی ہے۔

(۳۲۴) ابن خلدون۔

عقبہ اولیٰ: جب موسم حج آیا تو آپ ہر کہ ومہ کے پاس حسب دستور تشریف لے جاتے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے۔ ایک روز آپ عقبہ کے قریب رونق افروز تھے کہ اتفاقاً بنوخزرج کے چھ آدمیوں سے ملاقات ہوگئی۔ وہ چھ بزرگ یہ تھے: (۱) ابوامامہ اسعد بن زارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ غنم بن مالک ابن النجار۔ (۲) عوف بن الحرث بن رفاعہ بن سور بن مالک بن غنم۔ یہی ابن عفرا ہیں۔ (۳) رافع بن مالک۔ (۴) قطبہ بن عامر۔ (۵) عتبہ بن عامر۔ (۶) جابر بن عبداللہ۔ (۷) اباب بن نعمان سلمہ بن عبید بن مری بن غنم بن کعب بن سلمہ۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ قرآن پڑھ کر سنایا۔ چونکہ یہ لوگ یہود کے جوار میں رہتے تھے۔ اس وجہ سے ان کے کان اس آواز سے آشنا تھے کہ عنقریب عرب میں ایک نبی پیدا ہونے والا ہے جو کفر والحاد کی ظلمت مٹائے گا۔ جب ان لوگوں نے قرآن کو سنا اور توحید کی باتیں ان کے کان تک پہنچیں تو ایک دوسرے سے مخاطب ہوکر کہنے لگے۔ واللہ! یہ وہی نبی ہیں جس کا یہود تذکرہ کیا کرتے ہیں۔ آؤ اس پر ایمان لائیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ایمان لانے میں سبقت لے جائیں۔

بعد اس کے حضور ﷺ سے مخاطب ہوکر عرض کی کہ ہم آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ یہود کا ہم سے اکثر جھگڑا ہوا کرتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان کو بھی اسلام کی دعوت دیں۔ جب کہ آپ نے ہم کو اسلام کی طرف بلایا ہے۔ شاید اللہ عزوجل شانہ اس کے ذریعہ سے ہم میں اور ان میں اتفاق پیدا کردے تو اس وقت

کوئی شخص آپ سے عزیز نہ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعائیں دیں اور وہ رخصت ہوکر مدینہ میں آئے۔ جہاں جس جلسہ میں بیٹھتے تھے اسلام کا ذکر کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ انصار کا کوئی جلسہ اور کوئی مکان رسول اللہ ﷺ کے تذکرہ سے خالی نہ ہوتا۔ تاآنکہ دوسرا سال آیا۔ اس سال انصار کے بارہ بزرگ مکہ میں آئے۔ منجملہ ان بارہ بزرگوں کے پانچ ان ہی چھ میں سے تھے۔ جو سال گزشتہ ایمان لاچکے تھے اور بقیہ سات یہ تھے۔ (۱) معاذ بن الحرث۔ (۲) ذکوان بن عبدقیس۔ (۳) خالد بن مخلدین عامر۔ (۴) عبادہ ابن الصامت۔ (۵) عباس بن عبادہ۔ (یہ دس اشخاص قبیلہ خزرج کے تھے) اور قبیلہ اوس سے۔ (۶) ابوالہیثم کا مالک اور (۷) عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے۔ یہ بنی عمر بن عوف بن مالک سے تھے۔ ان بزرگوں نے عقبہ کے قریب رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر اس امر کی بیعت کی کہ وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کریں گے نہ چوری کریں گے۔ نہ زنا کریں گے نہ اپنی اولاد کو مار ڈالیں گے نہ کسی پر بہتان کریں گے اور نہ جھوٹ بولیں گے۔ اسی بیعت کو ہی بیعت الثانی کہتے ہیں۔ یہ بیعت قبل فرضیت جہاد ہوئی تھی۔ جب ان لوگوں کی مراجعت کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو قرآن پڑھانے اور احکام شریعت کے لکھانے کو ان کے ہمراہ روانہ کیا۔ ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ میں پہنچ کر اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر فروکش ہوئے۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مسلمانان مدینہ کی امامت کرتے تھے اور ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ ان کو قرآن پڑھاتے تھے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ ایک روز اتفاق سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سید بن الحفیر اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور مسلمان ہوجانے پر اسعد کو نصیحت وملامت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے خود ان دونوں کو اسلام کی ہدایت کی اور یہ مسلمان ہوگئے۔ چونکہ یہ عبداللہ شہل کے سردار تھے۔ ان کے مسلمان ہوجانے سے ایک ہی دن کل بنوعبدالاشہل چھوٹے بڑے عورت اور مرد مسلمان ہوگئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں مدینہ کا کوئی گھر نہ تھا۔ جس میں کوئی شخص عورت یا مرد مسلمان نہ ہو۔ (ترجمہ تاریخ ابن خلدون ج۳ ص۳۶،۳۸)

<u>عقبہ ثانیہ:</u> مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تقریباً ایک برس مدینہ منورہ میں رہے۔ اس اثناء میں انصار کا گروہ کثیر اسلام میں داخل ہوگیا۔ پھر جب موسم حج آیا تو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے جو ایمان لاچکے تھے بغرض ادائے حج مکہ کو روانہ ہوئے۔ اس قافلہ میں ان کے ہمراہ وہ

لوگ بھی تھے جو ہنوز اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ اس قافلہ میں مسلمانوں کی تعداد بہ نسبت ان لوگوں کے جن کو اس وقت تک شرف اسلام حاصل نہ تھا، کم تھی۔ مسلمانان مدینہ مکہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے ملے اور آپ کے واسطے ایام تشریق میں قریب عقبہ ملنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اس وعدہ کے ایفا کرنے کو اپنی قوم سے چھپ کر عقبہ کے ریب آئے۔ ان کے ہمراہ عبداللہ بن عمر بن حرام، ابوجابر اور چند لوگ اور بھی چلے آئے تھے۔ ان لوگوں نے اسی شب میں رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے اسی شب میں کیا کہ آپ کو دشمنان اسلام سے اس طرح بچالیں گے۔ جس طرح کہ وہ اپنی عورت کو اور اپنے لڑکوں کو اور اپنی عزت کو اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے نگاہ رکھتے ہیں۔ آپ معہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمارے شہر میں آئیے۔ ہم آپ کے احباب واصحاب کے مددگار اور آپ کے مخالفین کے مخالف ہوں گے۔ اس جلسہ میں عباس رضی اللہ عنہ ابن عبدالمطلب بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ آئے تھے۔ اگرچہ اس وقت تک وہ اسلام نہیں لائے تھے تاہم رسول کے ساتھ اپنے اور آپ کی مدد کرنے کو محبوب وعزیز رکھتے تھے۔

اس بیعت میں سب سے پہلے معرور رضی اللہ عنہ نے سبقت کی بعد اس کے اور لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ان سب اہل مدینہ میں سے جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا وہ سب بہتر (۷۲) مرد تھے اور دو عورتیں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے بارہ نقیب (حکام) منتخب فرمائے۔ نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین اس کے آپ نے ان بارہ آدمیوں سے مخاطب ہوکر یہ فرمایا کہ: ’’میں تم کو تمہاری قوم کی تعلیم وتعلم کا ذمہ دار بناتا ہوں۔ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم کے حواری ذمہ دار تھے اور میں تم سب لوگوں کا ذمہ دار ہوں۔‘‘

اسماء نقباء مدینہ

جن کو رسول اللہ ﷺ نے نقیب مقرر فرمایا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: (۱) اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ۔ (۲) رافع بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (۳) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ۔ (۴) سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ۔ (۵) عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔ (۶) براٗ بن معرور رضی اللہ عنہ۔ (۷) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ (۸) سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ۔ (۹) اسعد بن جفیر رضی اللہ عنہ۔ (۱۰) ابوالہیثم رضی اللہ عنہ۔ (۱۱) سعد بن غنیم رضی اللہ عنہ۔ ’’والذین تبوء والایمان‘‘ (ترجمہ: ابن خلدون ج۳ ص۳۶ تا ۴۲)

عتبہ ادنی وثانیہ کا واقعہ جس میں حضور ﷺ نے قبیلہ اوس وخزرج کے بارہ آدمی منتخب کر

کے انہیں اہل مدینہ کے لئے اور عام تبلیغ کے لئے اپنا نقیب بنایا۔ جس کے بعد سب مدینے والوں کا لقب انصار قرار پایا اور حضورﷺ نے اپنے بارہ نقباء کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں سے تشبیہ دی۔ سب مستند اور معتبر کتب تاریخ میں مذکور ہے۔ ابن خلدون کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے۔ حضورﷺ کی سیرۃ میں سب سے بڑھ کر مستند مانی ہوئی سیرۃ ابن ہشام وہ اس واقعہ کی یوں تصدیق کرتے ہیں۔

(۳۲۵) سیرۃ ابن ہشام (اردو ترجمہ ص۱۵۶)

''ابن اسحاق کہتے ہیں عبداللہ بن ابی بکر نے مجھ سے بیان کیا کہ حضورﷺ نے ان نقباء سے فرمایا کہ تم اپنی اپنی قوموں پر کفیل ہو۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے اور میں کل اپنی قوم یعنی اہل اسلام پر کفیل ہوں۔ سب نے عرض کیا بہت بہتر۔''

(۳۲۶) تاریخ اسلام ج۱ ص۱۲۳ تا ۱۲۷

(۳۲۷) سیرت خیر البشر ص۸۹ تا ۹۱

(۳۲۸) تاریخ الامت ج۱ ص۶۷ تا ۶۹

(۳۲۹) مواہب الرحمٰن ج۱، ۲۸ ص۳۸۱، ۳۸۲

''حواریوں نے جب کلمہ توحید کی دعوت کی تو اس دعوت سے بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور بہت بڑا گروہ کافر رہا۔ جیسا کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح جب رسول اللہﷺ نے دین حق کی دعوت کی تو قریش نے کفر اختیار کیا۔ پس آنخضرتﷺ حج میں فرماتے کہ کوئی ہے جو مجھے اپنے یہاں جگہ دے تاکہ اپنے رب عزوجل کی رسالت ادا کروں اور اس کے احکام پہنچاؤں۔ کیونکہ قریش نے مجھ کو پیغام الٰہی پہنچانے سے روکا ہے۔ اسی طرح عام مجمع و میلے میں فرماتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے قبیلہ اوس وخزرج کو جو دو بھائیوں کی اولاد تھے مسخر کیا اور یہ مدینہ کے رہے والے تھے۔ پس اسلام لائے اور کہنے لگے یہ پاکیزہ صورت مثل آفتاب کے وہی بزرگ ہے جس کی بشارت کی خبر ہم سے یہود بیان کیا کرتے تھے۔ ہم کو چاہئے کہ جلد اس پر ایمان لاویں اور آنخضرتﷺ سے بیعت کی اور نصرت کی شرط کی کہ عرب وعجم سے آپ کی حفاظت کریں۔ جیسے اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر آپ ان کے ہاں مدینے میں چلے آویں پھر جب آنخضرتﷺ کو حکم ملا کہ ہجرت کر کے چلے جاویں اور آپ اور صحابہ وہاں گئے تو انہوں نے عہد الٰہی پورا کیا اور جان ومال اور آل واولاد کو قربان کیا اور

اللہ تعالیٰ نے انصاران کا نام رکھا۔حتیٰ کہ اس خزرج کا لفظ ہی جاتا رہا۔‘‘

(۳۳۰)احسن التفاسیر ج۲۸ص۱۳،۱۴

اس بیعت (عقبہ ثانیہ) میں اسلام کے پھیلانے والے بارہ نقیب آنخضرت ﷺ نے قرار دیئے اوراسی بیعت کے بعد اہل مدینہ کا نام انصار قرار پایا۔جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اسلام کے مددگار ہیں۔ پھر فرمایا ان انصار میں یہ نیک خصلتیں ہیں کہ ان کے دل میں مہاجرین کی پوری الفت ہے۔دنیا کا قاعدہ ہے کہ دوحقداروں میں سے ایک حقدار کوکوئی چیز زیادہ پہنچ جائے تو یہ دوسرے حقدار کی دل شکنی کا باعث ہوتا ہے۔لیکن ان انصار کے دل میں مہاجرین کی اس قدر الفت اور محبت ہے کہ مہاجرین کی تنگدستی کے لحاظ سے اللہ کے رسول اس مال سے مہاجرین کوکبھی کچھ زیادہ بھی دیویں تو انصار کی اس سے کچھ دل شکنی نہیں ہوتی۔ان انصار کی اعلیٰ درجہ کی سخاوت کی یہ خصلت اللہ کو بہت پسند ہے کہ اپنی ضرورت پر یہ دوسرے کی ضرورت کومقدم رکھتے ہیں۔جوکمال عالی ہمتی اور دینداری کی بات ہے۔صحیح بخاری،صحیح مسلم،ترمذی،نسائی وغیرہ ہیں جوروایتیں ہیں ان میں سے اس آیت کی جوشان نزول ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک دن آنخضرت ﷺ کے کسی محل مبارک میں اس مہمان کے کھانے کا کچھ بندوبست نہ ہوسکا تو آنخضرت ﷺ کے حکم سے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اس مہمان کواپنے گھر لے گئے۔گھر میں فقط بچوں کے تھوڑے سے کھانے کے سوااور کچھ نہیں تھا۔اس لئے انہوں نے اپنے بچوں کے حصہ کا کھانا اس طرح مہمان کوکھلایا جس سے مہمان نے مانا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اوراس کی بی بی اس مہمان کے ساتھ کھارہے ہیں۔صبح کو جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آنخضرت ﷺ کے پاس آئے تو آنخضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رات کوتم نے اورتمہاری بی بی نے وہ عالی ہمتی کا کام کیا جس سے خداتعالیٰ کوہنسی آئی اوراس پراللہ تعالیٰ نے انصار کی تعریف میں یہ آیت نازل فرمائی۔’’والذین...... والایمان‘‘یعنی جولوگ ہجرت کر کے آتے ہیں یہ ان سے محبت کرتے ہیں۔اپنے سے ان کوترجیح دیتےاورایثار کرتے ہیں۔

توضیح کلام ازتفسیر حقانی

سورۂ صف کی ان آیات میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کواللہ تعالیٰ عیسیٰ کے حواریوں جیسا ہونے کی ترغیب دلاتا ہے کہ تم بھی اشاعت اسلام کے لئے ویسی ہی کوشش کرواور حضرت محمد ﷺ کے حواری بن جاؤ...... آنخضرت ﷺ نے انصار ومہاجرین کی ایک عمدہ

جماعت اس کام کے لئے منتخب کی اور پھر ایک عمدہ انتظام سے ان کو مختلف خدمات پر مامور کیا۔ کچھ قراء تھے کچھ قوموں میں جا کر تبلیغ کرتے تھے اور بوقت جنگ سپاہی وہ سب ہی تھے۔ یہ سب آنحضرت ﷺ کے حوارین تھے۔ آنحضرت ﷺ کو بحکم حدیث ''لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین '' (تم میں کوئی ایک بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ مجھے اپنی اولاد ماں باپ اور عام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔ مطلب یہ ہے حضور ﷺ کی فرمانبرداری میں سب کچھ قربان کردے) (متفق علیہ) ایسا ہی محبوب سمجھ کر فرمان ''یبلغ الشاهد الغائب '' (چاہئے کہ حاضر غائب کو پہنچادے) پر عمل کیا اور فقروفاقہ بھی اٹھایا اور ان کی بے شمار کرامات دنیا نے دیکھیں اور پھر تابعین، تبع تابعین کی کوششوں نے ادھر سپین اور یورپ افریقہ کے ممالک تک ادھر ہند، چین، ایران، ترکستان تک اس سرعت کے ساتھ اسلامی جھنڈا بلند کیا جو عیسائیوں اور حواریوں سے صدیوں تک نہ ہوسکا۔ اس فرق بلکہ تفوق کو عیسائی مؤرخ سرولیم سیور صاحب لکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو اگر محمد ﷺ کے پیروؤں سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو ان سے کچھ بھی رشتہ نہیں۔ اس وقت کے مسلمانوں نے حواریوں کا مثل ہونے سے بڑھ کر کام کیا۔

خلاصہ تفسیر

صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے بہترین دور میں جو سورۃ صف کی تفسیر تھی اور اب بھی جسے اصول تفسیر کی رو سے قرآن کا صحیح مفہوم کہا جاسکتا ہے وہ یہی ہے کہ سورۂ صف میں اوّل جہاد کا حکم ہے اور آخر میں تبلیغ اسلام کی طرف اشارہ ہے اس میں بالیقین صحابہ رضی اللہ عنہم ہی مخاطب ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جہاد بھی کیا اور تبلیغی کام بھی عیسیٰ کے حواریوں سے بڑھ کر سرانجام دیا۔ انہیں میں حضور ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں کی طرح اپنے بارہ نقیب مقرر فرمائے اور وہی انصار بھی کہلائے۔ جہاد اور تبلیغ اسلام ان دونوں حکموں کی تعمیل میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت پوری اتری کہ اس سے مخالفین کو بھی انکار نہیں۔ سرولیم میور جیسا متعصب مورخ بھی یہاں سرتسلیم خم کئے بغیر نہ رہ سکا اور حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تبلیغی خدمت کو عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے مقابلۃً بڑھ کر ہونے کا اعتراف کیا۔ نیز سورۂ صف میں بشارت عیسیٰ کا مصداق بھی توراۃ اور انجیل اور قرآن (حدیث کی رو سے سوائے آنحضرت ﷺ) کے اور کوئی نہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ نے

فرمایا: ’’انا دعوة ابی ابراهیم ‘‘میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور قرآن میں ایک ہی جگہ نبی کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا مذکور ہے۔ لہٰذا آپ ہی اس دعا کے مصداق ہوئے۔ اسی طرح حضورﷺ نے یہ بھی فرمایا: ’’انا بشارة عیسیٰ ‘‘میں ہی عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت بھی ہوں اور قرآن میں ایک ہی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت مذکور ہے۔ لہٰذا حضورﷺ ہی کا اس بشارت کے بھی مصداق ہونا ابراہیم کی دعا کی طرح اظہر من الشمس ہے اور یہی سورۂ صف میں بشارت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح مفہوم ہے جو عبارت کی رنگینی اور کسی قسم کی بناوٹ کے بغیر ہر کس وناکس کی سمجھ میں بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے اور جس کے حق میں یہ بندہ حقیر وناچیز اب تک ۳۳۰ قرائن ودلائل اور شہادتیں پیش کر چکا ہے اور جس طرح بحث طول پکڑے گی ان کی ضرورت ہے۔

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی
کیسا خوشنما لگتا ہے دیکھو چاند بے گہنے

خدا اور رسولﷺ کے کلام میں رنگ آمیزی کی اجازت نہیں۔ صداقت کا بیان صاف وسادہ ہونا لازم ہے۔

ہمیں جائز نہیں اس تذکرے میں رنگ آمیزی
گناہ ہے ان زمینوں پر سمبند طبع تیزی
یہ اس کا تذکرہ ہے جو مبلغ تھا صداقت کا
دکھایا معجزہ جس نے صداقت ہی کی طاقت کا
نہ کوئی داستان ہے جس میں لطف داستان بھر دوں
نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہتا ہوں بیاں کردوں
یہ قرآنی بیان ہے ایک کالی کملی والے کا
کہ جس کے نور سے ظلمت نے منہ دیکھا اجالے کا
ہوئی اس راہ وحدت میں تلاش راہنما مجھ کو
نظر آیا نہ کوئی کملی والے کے سوا مجھ کو

اظہار حق

سورۂ صف کی تفسیر بیان کرنے میں اس عاجز نے نہایت تحقیق، احتیاط اور اختصار سے کام لیا ہے اور یہ امر ہر وقت ملحوظ رہا ہے کہ قرآن کا صحیح مفہوم بیان ہو۔ اس لئے اب میں اسی قدر بیان پر اکتفاء کرتا ہوں مگر یہ دریافت کرنے پر مجبور ہوں کہ کیا آپ قرآن کو آخری الہامی کتاب مانتے ہیں اور قرآن کی تعلیم کو تمام دنیا کی راہنمائی کے لئے کامل اور اکمل جانتے ہیں؟ اور شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کو قیامت تک تسلیم کرتے ہیں اور رسول اللہﷺ کے اسوۂ

حسنہ کی پیروی میں فلاح دارین خیال کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے مولوی فاضل چوہدری محمد شریف صاحب نے اپنے خط مورخہ ۳۱ر جولائی ۱۹۳۸ء میں تسلیم کیا ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد مکہ کی تیرہ سالہ زندگی کو تو آپ لوگ مانتے ہیں۔ جسے مرزا قادیانی جمالی رنگ کی زندگی سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس میں کفار مکہ نے حضور ﷺ کو اور آپ پر ایمان لانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو طرح طرح کی ایذائیں دیں اور آپ ﷺ نے صبر وتحمل اور بردباری سے کام لیا اور جواب میں انہیں دعائیں دیں۔ صرف اس زندگی کو اپنا نصب العین قرار دیتے ہیں اور جہاد کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ مگر آخری دس سال کی زندگی میں حضور ﷺ نے خود بہ نفس نفیس جہاد کیا اور جہاد کی ترغیب بھی دی اور جہاد ہی کی بدولت اپنے ظالم دشمنوں پر کامیاب ہوئے۔ جسے مرزا قادیانی نے جلالی رنگ کی کامیاب زندگی سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے آپ لوگ انکار کرتے ہیں۔ گویا آپ کی جماعت حضور ﷺ کی کامیاب وکامران زندگی کی منکر ہے۔ حالانکہ یہ دونوں جمالی وجلالی رنگ حضور ﷺ ہی کی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ جن سے حضور ﷺ کی کامل زندگی کا پتہ چلتا ہے۔ ایک حصہ زندگی کو ماننا اور دوسرے سے انکار کرنا کس قدر انصاف سے بعید ہے۔

برادر من! حضور ﷺ کی زندگی کے یہ دونوں پہلو امت کے لئے قیامت تک اسوۂ حسنہ ہیں۔ جن کی روشنی میں اگر وہ قدم اٹھاتی ہے تو ہر حالت میں وہ منزل مقصود تک پہنچتی ہے۔ ایک وقت ہوتا ہے کہ امت پہلے حصہ زندگی کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ مگر دوسرا وقت آتا ہے تو دوسرے حصہ پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ پھر اگر اس پر عمل نہ کرے تو ذلیل وخوار ہونا پڑتا ہے۔ اسے میں ذیل کی مثال سے واضح کرتا ہوں۔

مرزا قادیانی تشریف لائے بھی جہاد منسوخ کیا اور چلے بھی گئے۔ اس کے بعد ترکان احرار پر نظر ڈالئے۔ ایک وقت ان پر ایسا آیا کہ ان کا تمام ملک ان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اگر وہ جہاد کو منسوخ سمجھ کر گھر میں بیٹھے رہتے تو ایسی حالت میں حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق کہ: ’’جو قوم جہاد ترک کر دیتی ہے وہ قوم عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔‘‘ وہ بھی ہماری طرح غلامی میں گرفتار ہو جاتے اور آج غلامی ہی ان کے گلے کا ہار نظر آتی۔ مگر انہوں نے نہ تو جہاد منسوخ کرنے والے کو مانا اور نہ جہاد ہی کو منسوخ مانا۔ بلکہ حضور ﷺ کے جلالی اسوۂ حسنہ کی اتباع میں صحابہ رضی اللہ عنہم

جیسے پیروی کا نمونہ پھر دنیا کے سامنے رکھ دیا اور ایسی جنگ کی کہ دشمنوں کو اپنے ملک سے نکال دیا۔ حضور ﷺ کے جلالی یا فوجی اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی برکت سے یا بالفاظ دیگر جہاد کے احکام کی تعمیل میں انہوں نے اپنی آپ آبرو بچالی۔ اپنے ملک کو آزاد اور محفوظ کر لیا اور کامرانی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ مرزا قادیانی کے بعد یہ ہے حضور ﷺ کے جلالی اسوۂ حسنہ کی پیروی کا نتیجہ۔ لیکن جو شخص آج قرآن کو آخری الہامی کتاب مانتا بھی ہے اور پھر جہاد کو منسوخ جانتا ہے۔ حالانکہ اس میں جہاد کے احکام کا ایک دفتر موجود ہے تو اسے چاہئے کہ یا تو قرآن سے تمام ان آیات کو جو جہاد کا صریح حکم دیتی ہیں اور جو قرآن واسلام کی جان اور روح ہیں۔ انہیں قرآن سے نکال ڈالیں یا صاف صاف قرآن کا منکر ہو جائے۔ ’’**فبای حدیث بعدہ یؤمنون**‘‘ یا قرآن کے سوا وہ اور کس کتاب پر ایمان لایا ہے جس نے قرآنی جاودانی احکام کو منسوخ کر دیا ہے۔ حالانکہ قرآن تو ایسے شخص کے متعلق حسب ذیل حکم صادر فرماتا ہے جس پر اس ساری بحث کا خود بخود خاتمہ ہو جاتا ہے اور آیت کا مضمون اس قدر واضح ہے کہ محتاج بیان بھی نہیں اور وہ یہ ہے: ’’**افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذلک منکم الا خزی فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الیٰ اشد العذاب وما اللہ بغافل عما تعملون**‘‘ پھر کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان رکھتے ہو اور دوسرے حصہ کا انکار کرتے ہو۔ پھر تم ہی سے جو کوئی ایسا کرے اس کی یہی سزا ہے کہ دنیا میں بھی رسوا ہو اور قیامت کے روز بھی سخت عذاب میں ڈالا جائے۔

تمام قرآن کے احکام تو درکنار صرف سورۂ صف میں بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو جلالی اور جمالی رنگ کی دونوں زندگیوں کی طرف اشارہ ہی نہیں بلکہ دونوں کے لئے صاف حکم موجود ہے۔ جلالی رنگ کو میں آپ کے سمجھانے کے لئے مجاہدانہ زندگی کہوں گا جو عام فہم ہے اس کے متعلق شروع سورۂ میں ارشاد ہوتا ہے: ’’**ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص**‘‘ یعنی اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑائی کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

اس میں تو محض لڑائی کی ترغیب تھی۔ آگے چل کر جہاد کا صاف حکم یوں صادر فرماتا ہے۔ اے مومنو! ’’**تجاہدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم**‘‘ یعنی اللہ کی راہ میں

اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو اور جمالی رنگ کو مبالغانہ زندگی کہنا بجا ہے۔ جس کے متعلق سورۂ کے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی سی تبلیغ کا حکم ہوتا ہے تاکہ اسلامی تعلیم دنیا کے سامنے کامل طور پر پیش کی جاسکے اور حضورﷺ کی امت کسی میدان میں بھی اپنی پیٹھ نہ دکھائے۔ تبلیغ کے موقع پر حضورﷺ کی مبلغانہ زندگی پیش نظر ہو اور جہاد کے موقع پر مجاہدانہ زندگی سے سبق حاصل کیا جائے۔ جس طرح قرآن کی تعلیم کامل واکمل ہے اور قرآن کے احکام قیامت تک جاری وساری ہیں۔ اسی طرح حضورﷺ کا اسوۂ حسنہ بھی قیامت تک ہر موقع اور ہر حالت میں تمام دنیا کی راہنمائی کے لئے بالکل کافی ووافی ہے۔ میں پھر کہوں گا کہ ابھی کل کی بات ہے کہ مجاہد اعظم کمال اتاترک حضورﷺ کے مجاہدانہ اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے سے مردہ قوم کو ازسرنو زندہ کرتا ہے اور ہاتھ سے جاچکے ملک کو پھر دوبارہ حاصل کرتا ہے اور اپنے مقصد میں ایسا کامیاب ہوتا ہے جس کی مثالیں دنیا میں کم کیا بہت کم ہیں۔

دیکھئے! اس مجاہد اعظم کو حضورﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کا کس قدر خیال ہے کہ انتقال سے تھوڑی دیر پہلے اپنے دوست توفیق رشیدی کو روتے دیکھ کر فرمایا: ’’پیارے دوست! تم پرواہ نہ کرو۔ میں راضی برضائے مولا ہوں۔ اگر خداتعالیٰ کو مجھ سے کام لینا منظور ہے اور ملت اسلامیہ کی خدمت کرنا میری قسمت میں ہے تو میں ہرگز نہ مروں گا اور اگر میرا وقت آ گیا ہے تو میں خوشی سے دنیا کو خیرباد کہنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر میں مرجاؤں تو تم دنیائے اسلام کو میرا یہ پیغام پہنچادینا کہ زندگی حرکت کا نام ہے اگر مسلمانوں کو زندہ رہنا ہے تو وہ رسول عربی کے نقش قدم پر عمل کریں۔ (یعنی ہر شعبہ زندگی میں رسول اللہﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کریں) سادہ زندگی اختیار کریں۔ محنت ومشقت کو اپنا شعار بنائیں۔ فضول ٹیپ ٹاپ اور تضیع اوقات سے پرہیز کریں اور فوجی ضبط ونظام سے رہیں۔ (کیونکہ اس کے سوا آج اپنے ملک کی حفاظت نہیں کرسکتے اور نہ چین سے رہ سکتے ہیں) جس طرح کہ فاروق اعظمؓ نے پیروان اسلام کو عسکری نظام کی تاکید کی تھی۔ (اس میں اسوۂ صحابہؓ اور خصوصاً فاروق اعظمؓ کے اسوۂ مجاہدانہ کی طرف اشارہ ہے جس سے مجاہد اعظم کی اسوۂ حسنہ اور اسوۂ صحابہ سے کمال محبت کا ثبوت ملتا ہے) رسول اللہﷺ کے حکم کے مطابق علم حاصل کریں اور زندگی کا ایک لمحہ بھی بیکار نہ جانے دیں۔‘‘

(کمال اتاترک ص۲۸۶)

خاتمہ

حضور ﷺ فرماتے ہیں: ’’**خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم**‘‘ کہ بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر اس کے بعد اور پھر اس کے بعد کا زمانہ تین زمانے بہتر فرمائے۔ جن کے بعد اختلاف کثیر مذکور ہے۔ اس لئے بندہ نے از حد کوشش کی ہے کہ قرآن کی وہی تفسیر پیش کی جائے جو بہتر زمانوں میں تھی اور جو تمام قسم کی فرقہ بندیوں اور پارٹی بازیوں سے محفوظ ہے اور موجودہ وقت کی نفسانی خواہشات سے بالکل پاک صاف ہو۔ ’’**وهذا من فضل ربی**‘‘

باوجود اس احتیاط کے بعد اگر کوئی خامی بوجہ انسانی کمزوری کے رہ گئی ہو تو میں اس مالک حقیقی سے جس کے کلام کی یہ ترجمان ہے بصد عجز و نیاز، انکسار و استغفار کا اظہار کرتا ہوں اور خدا کے اس بندہ کا بھی شکرگزار ہوں گا جو مجھے کسی لغزش سے قرآن وحدیث اور اصول تفسیر کی روشنی میں متنبہ کرے گا۔

ان سب پابندیوں کے مدنظر جو مقدمہ تفسیر اور خاتمہ میں مذکور ہوئیں۔ بندہ نے بتوفیق الٰہی سورۂ صف کی تفسیر کو تمام کیا ہے۔ بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حق وباطل میں تمیز اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق رفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

’’**وآخر دعوٰنا ان الحمد ﷲ رب العالمین**‘‘

مورخہ ۱۱؍اپریل ۱۹۳۹ء　　　احقر العباد: محمد سرفراز خاں عفی عنہ
نوشہرہ چھاؤنی ضلع پشاور

مکرمی جناب مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب...... امیر جماعت احمدیہ قادیان
معرفت پرائیویٹ سیکرٹری

۱۹۳۷ء، ۱۹۳۸ء میں میری پہلے آپ کے ساتھ اور پھر میرے اور چوہدری محمد شریف صاحب کے مابین سلسلہ احمدیہ کے متعلق خط وکتابت رہی۔ جس میں واسطہ بابو فیروز الدین صاحب احمدی ہیڈ کلرک پنجاب رجمنٹ دہلی کا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد (بابو فیروز الدین) موصوف خود ہی جواب تحریر کرتے رہے اور باوجود میری متعدد بار التجا کے بھی کسی احمدی عالم سے جواب تحریر کروانے کی کوشش نہ کی۔ اس لئے مجھے میرے سوالات کے جوابات نہ ملے۔ جس کے باعث سوالات کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔

اب چونکہ ان کی تحریر اس قدر قابل اعتراض ہے کہ میں اس کا جواب ان کو تحریر کرنا یا مزید دریافت کرنا بھی تو ضیع اوقات خیال کرتا ہوں اور مجھے اب وقت بھی اس قدر نہیں ملتا کہ میں زیادہ لکھ سکوں۔ اس لئے آپ کی خدمت میں بابو صاحب موصوف کی تحریر میں سے چند فقرے ذیل میں تحریر کرتا ہوں اور آپ سے دریافت کرنے پر مجبور ہوں کہ کیا فی الحقیقت آپ لوگوں کا یہی عقیدہ ہے جو بابو صاحب نے تحریر کیا ہے۔ بینوا و توجروا!

بابو فیروزالدین صاحب موصوف اپنے خط مورخہ ۲۳رمئی ۱۹۳۹ء کے ص۴ پر تحریر فرماتے ہیں: ''برادرم ہم جب بحث کرتے ہیں کہ اسمہ احمد کے مصداق حضرت مرزا قادیانی ہیں تو اس وقت اس سے یہ ہمارا مطلب نہیں ہوتا کہ رسول پاک اس کے مصداق نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارا مدعا یہ ہوتا ہے کہ اصل مصداق رسول پاک ہیں اور حضرت مسیح موعود کی مندرجہ بالا تحریر کے مطابق اسمہ احمد کے صحیح مصداق حضرت مرزا صاحب ہیں۔''

اس عبارت میں مجھے ''اصل مصداق رسول پاک'' اور ''صحیح مصداق حضرت مرزا صاحب'' کی سمجھ نہیں آئی کہ اصل مصداق اور صحیح مصداق میں کیا فرق ہے؟

اس کے آگے آپ فرماتے ہیں: ''اس میں آپ کو کیا الجھن ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی۔''

جناب من! الجھن تو یہی ہے کہ جسے اصل مصداق اور صحیح مصداق میں جب تک فرق معلوم نہ ہو وہ اسے خاک سمجھے گا اور یہی میں سمجھنا چاہتا ہوں۔

پھر اس کے ساتھ ہی آپ تحریر کرتے ہیں: ''و آخرین منهم لما یلحقوا بهم'' سے بھی حضرت مرزا صاحب نے یہی ثابت کیا ہے کہ آخر زمانہ میں یعنی اس زمانہ میں ایک جماعت صحابہ رسول پاک کے مانند ظاہر ہونی ہے اور ان میں رسول پاک کی مانند ایک رسول ہوا جس کا نام احمد ہوگا اور وہ میں ہوں۔ یعنی حضرت مرزا صاحب بالفاظ دیگر مظہر رسول پاک۔ اصل رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں اور اصل صحابہ ان کے صحابہ تھے۔ اب اس زمانہ میں مظہر رسول پاک ہوگا اور اسی طرح صحابہ ہوں گے اس کا درجہ نبوت ہوگا۔ مگر کوئی نئی نبوت نہ ہوگی نہ کوئی نیا قرآن وکلمہ وقبلہ ہوگا۔ سب وہی اسلام رہے گا جو کہ پہلے تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے صفت محمدیت کے ماتحت آپ ظاہر ہوئے۔ اب صفت احمدیت کے ماتحت پہلے بھی وہ خود تھے۔ تمام دنیا کی طرف مبعوث تھے۔ خود ہی قرآن کی تفسیر کرتے تھے۔ اب بھی وہی ہیں اور وہی پہلے والا کام ہے۔ تمام دنیا کی ہدایت اور تفسیر قرآن ضرورت زمانہ کے مطابق اب بھی وہ ہی کررہے ہیں۔ مگر وجود خاکی کی وہ نہیں جو پہلے تھا۔ وہ وجود تو دفن ہو چکا۔ وجود اب دوسرا ہے۔ مگر روح وہی ہے اور

خود ہی اپنی گمراہ امت کی ہدایت کے واسطے پھر دوبارہ مبعوث ہوئے ہیں۔

یہ عبارت بھی الجھن سے پاک نہیں۔ کیونکہ پہلے لکھا گیا ہے کہ ان میں رسول پاک کی مانند ایک رسول ہوگا جو عبارت اپنے معنوں میں بالکل واضح ہے کہ حضورﷺ کے سوا کوئی دوسرا آدمی ہوگا۔ مگر آگے چل کر فرمایا ہے کہ پہلے بھی وہ خود تھے اور اب بھی وہی ہیں۔ دوسرے حضور کا پہلا وجود نہ ہونا اور روح کا وہی ہونا اور دوسرا جسم اختیار کرنا مسئلہ تناسخ پر ایمان لانا نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا اسی کا نام آپ کے ہاں اسلام ہے۔ جس کی مجھے دعوت دی جارہی ہے۔

جواب جلد تحریر فرما کر ممنون فرمایا جاوے۔ فقط والسلام!

محمد سرفراز خاں عفی عنہ

مصداق بشارۃ اسمہ احمد

جو عیسیٰ سے پوچھا تو احمد کو جانے
جو موسیٰ سے پوچھا تو محمد کو مانے

محمد رکھا نام دادا نے پیارا
فرشتہ سے سن ماں نے احمد پکارا

جو غیروں سے پوچھا تو سب جانتے ہیں
مگر احمدی اک نہیں مانتے ہیں

پرکاش دیو ایک ہندو جنم تھے
لکھے دونوں یہ نام اسماء و علم تھے

خدا جانے مرزا کو کیا ہو گیا ہے
غلام ہو کے وہ آقا خود بن گیا ہے

یہ دعویٰ کسی کو بھی زیبا نہیں ہے
محمد بغیر احمد آیا نہیں ہے

محمد ہی احمد ہے احمد محمد
قرآن بھی کہتا ہے احمد محمد

محمد کو احمد نہیں مانتا جو
قرآن کا منکر سے منکر خدا وہ

وہ بے دین دنیا میں رسوا رہے گا
بالآخر وہ دوزخ کا ایندھن بنے گا

نصیحت سرفراز کی جو بھی مانے
محمد کو مصداق احمد کا جانے

محمد کو احمد خدا نے بتایا
یہی حق ہے جو ہم نے قرآن سے پایا

(سرفراز)

نتیجہ مراسلہ

امت مرزائیہ نہ اس کا جواب آج تک دے سکی ہے اور نہ شاید تا قیامت دے سکے۔ پھر ہٹ دھرمی سے باطل پر اڑے رہنا کہاں کی دانش مندی ہے۔

چیلنج اور ایک ہزار روپیہ انعام

ہم نے اپنی کتاب ’’مصداق بشارت احمد‘‘ میں تین سوتیں دلائل و براہین اور شہادات اور حوالہ جات سے قرآن وحدیث اور تاریخی واقعات کی سچی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ سورۂ صف کی آیت: ’’**مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد** ‘‘میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو اپنے بعد آنے والے جس ایک رسول کی بشارت دی تھی اس کے مصداق ہمارے رسول کریم محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ سرور دو عالم ﷺ ہیں اور مرزا قادیانی ’’احمد‘‘ نہیں بلکہ غلام احمد ہیں۔

لہٰذا ہماری طرف سے تمام امت مرزائیہ کو کھلا چیلنج ہے کہ اگر مرزا قادیانی کو اس آیت کے مصداق ہونے کا دعویٰ ہے تو خلیفہ قادیان اور سب مرزائی صاحبان مل کر مرزا قادیانی کے اس دعویٰ پر اسی قدر دلائل و براہین اور شہادات وحوالہ جات پیش کریں یا کم ازکم ہمارے دلائل و براہین وغیرہ کی تردید کریں تو ہم ایسے شخص کو ایک ہزار روپیہ دینے کو تیار ہیں۔ ورنہ مرزا قادیانی کا اس دعویٰ میں مفتری وکذاب ہونا بالکل اظہر من الشمس ہے۔

آیت کا مصداق ہونا تو ایک بہت بلند مقام ہے جو سوائے حضور ﷺ کے نہ کسی کو حاصل ہوا اور نہ ہی زیبا ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ مرزا قادیانی کا تو مسلمان ہونا بھی مشکوک ہے۔ جب کہ ایک شخص کے دریافت کرنے پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان بزدل اور بخیل تو ہوسکتا ہے مگر کذاب کبھی نہ ہوگا اور مرزا قادیانی کا مفتری اور کذاب ہونا اس کتاب سے بالکل عیاں ہے۔ کسی نے اس حدیث کو کیا خوب نظم کیا؟

ہر چند مسلمانوں میں ہوں گے کئی بزدل اور بخل بھی اس قوم میں نایاب نہ ہوگا
لیکن یہ پیغمبر کا ہے ارشاد کہ مومن سب کچھ سہی لیکن کبھی کذاب نہ ہوگا

احقر العباد: محمد سرفراز
موضع وڈاکخانہ کالرہ کلاں ضلع گجرات

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

احمدیت

کا

عاجز ولا جواب ہونا

جناب الحاج چوہدری محمد سرفراز خان صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

احمدیت کا عاجز اور لاجواب ہونا	۲۶۷
جماعت احمدی کا عجز	۲۶۸
امام مہدی علیہ الرضوان	۲۷۰
مسیح موعود	۲۷۱
خاتمہ بالخیر	۲۸۲
ایک غلط فہمی کا ازالہ	۲۸۳
فتاویٰ مرزا قادیانی	۲۸۵
امراض مرزا قادیانی	۲۸۵
اخلاقیات مرزا قادیانی	۲۸۶
اختلافات مرزا قادیانی	۲۸۷
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا	۲۸۸
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول	۲۸۸
مرزا قادیانی کی کہانی ان کی اپنی زبانی	۲۸۹
امام مہدی ہونے کا دعویٰ	۲۹۰
قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہوں سے مسجد کا لفظ مٹادیا	۲۹۲
قادیانیوں کے لئے اسلامی اصطلاحات کا استعمال جرم قرار دے دیا گیا	۲۹۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمدیت کا عاجز اور لا جواب ہونا

’’نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم. اما بعد‘‘

آج سے کافی عرصہ پیشتر کی بات ہے کہ میری مرزا بشیر الدین محمود قادیان سے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۹ء تک ’’بشارت اسمہ احمد‘‘ کے متعلق خط وکتابت ہوئی۔ میں نے پورے ۳۳۰ دلائل وشواہد سے حضور پرنور ﷺ کو مصداق بشارت ثابت کر کے سورۂ صف کی کامل تفسیر پیش کی اور اسے ’’مصداق بشارت احمد‘‘ نامی کتاب کی شکل میں شائع بھی کر دیا۔ جس کا جماعت احمدی تاہنوز کوئی جواب نہیں دے سکی اور شاید قیامت تک بھی نہ دے سکے۔

بعدازاں میری خط وکتابت امیر جماعت احمدیہ کالرہ کلاں ضلع گجرات سے ہوئی۔ وہ میرے کلاس فیلو صوبیدار عزیز الدین صاحب ایک شریف آدمی تھے۔ مگر رشتہ داری میں پھنس کر احمدی ہوگئے۔ مجھے ایک پمفلٹ ’’احمدیت علامہ اقبال کی نظر میں‘‘ بھیجا گیا جس کے ص۵ پر لکھا ہے: ’’موجودہ ہندی مسلمانوں میں مرزا غلام احمد قادیانی بڑے دینی مفکر ہیں۔‘‘

مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ رائے علامہ موصوف کی اس وقت تھی جب ابھی مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ پھر جب مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت کر لیا تو علامہ موصوف نے ایک ہی شعر میں مرزا قادیانی کے تمام دعوؤں پر پانی پھیر دیا۔ فرمایا ؎

حرمت جہاد پر بہت کچھ لکھا گیا تو دید حج پہ کوئی رسالہ رقم کریں

شعر میں چونکہ زیادہ مضمون آجاتا ہے میں کوئی شاعر تو ہوں نہیں مگر اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے مندرجہ ذیل چند ٹوٹے پھوٹے اشعار انہیں جون۱۹۷۴ء کو لکھ بھیجے۔ میرے دونوں خطوں کا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ ایک دن گلی میں ملے تو کہنے لگے۔ مجھے کوئی وقت دیجئے میں نے کہا کہ میں تو ابھی حاضر ہوں۔ کہنے لگے میں خود بلاؤں گا۔ میرے خطوط کا جواب نہ دینا اور مجھ سے وقت مانگنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ سمجھدار آدمی تھے اور میرے خطوط سے حقیقت ان پر واضح ہو چکی تھی۔ لیکن افسوس ابھی یہ نوبت نہ آئی تھی کہ وہ چل بسے۔ مگر ان کے فرزند ارجمند محمد نعیم صاحب نے احمدیت سے توبہ کی اور پکے مسلمان ہوگئے۔ الحمدللہ! ’’وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء‘‘

میں اس حقیقت کی اشاعت کر رہا ہوں تاکہ مؤمنوں کا اس سے ایمان اور پختہ ہو اور کسی احمدی کے دل لگے اور وہ توبہ کرکے راہ راست پر آجائے۔

جماعت احمدی کا عجز

عاجز ہو تو جستجو حق کرو
نہ کہ تاویلوں کے پھندے میں پڑو

حق تو ظاہر ہو گیا مثل آفتاب
جب کہ دونوں خط کا نہ آیا جواب

توبہ کرو گر عافیت منظور ہے
ورنہ آخر میں رسوائی تو ضرور ہے

مہدی کیا بیٹا فاطمہ زہرہ نہیں
مرزا کو جن سے واسطہ کچھ بھی نہیں

پھر بھی اس کو مانتے ہو تم اگر
روز حشر پچھتاؤ گے تم سر بسر

نزول مسیح ہو آسماں سے بے گماں
مرزا ہو پیدا بر زمیں اور وہ کہاں

وعدہ تو حق نے ابن مریم سے کیا
جس کی وجہ سے وہ مسیح موعود ہوا

وعدہ ہوا یہ آسماں پر صاحبو
مرزا زمیں میں دفن ہوا یہ جان لو

مخبر صادق نے دی ہے یہ خبر
اس لئے ہم مانتے ہیں سوچ کر

دعویٰ ہیں اس کے بے شمار و بے حساب
جھوٹا ہے سب میں جان لو عالی جناب

ہم نے جو کچھ کہہ دیا وہ تو حق کی بات ہے
تم پڑے ہو جس کے پیچھے وہ سب تاویلات ہے

مان لو اب وقت ہے یہ میری بات
ورنہ تم کو مل نہیں سکتی نجات

سرفراز حق نما کی مان لو
مرزا کو چھوڑو مصطفیٰ سے آ ملو

ہم تو چاہتے ہیں بچالیں تم کو آگ سے
تم گرے پڑتے ہو اس میں آپ سے

مصطفیٰ ہی منزل مقصود ہے
جس نے ان سے سر پھیرا وہ خاسر و مردود ہے

۹؍جون ۱۹۷۴ء
احقر العباد: چوہدری محمد سرفراز خاں
کالرہ کلاں گجرات

۱۹۵۷ء کا واقعہ ہے کہ میں پاک سنز ڈیریز لمیٹڈ لائل پور میں بعہدہ سیکرٹری واکاؤنٹینٹ کام کر رہا تھا کہ مینیجنگ ڈائریکٹر شیخ محمد اقبال نے چند شکوک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر کئے جو لاہوری احمدی جماعت کی تعلیمات کی بناء پر تھے۔ بندہ نے بتوفیق ایزدی ہر ایک کا تسلی بخش جواب قرآن سے دیا اور ان کی مزید تسلی کے لئے ''حیات مسیح'' نامی ایک کتاب تالیف

کی تاکہ ان کے عقائد کی پوری پوری اصلاح ہوجائے۔ میں نے ان پر یہاں تک واضح کر دیا کہ جب مولوی محمد علی صاحب جیسا فاضل شخص کسی جماعت کے خیالات اپنا لیتا ہے تو وہ بھی ان کی پابندی میں قرآن کے سمجھنے میں جابجا ٹھوکریں کھاتا ہے تو ایک عام شخص کے مطالعہ کا کیا حال ہوگا۔ ایک نہیں دو نہیں بلکہ مولوی محمد علی صاحب نے اپنی تفسیر بیان القرآن اور انگریزی ترجمۃ القرآن میں بے شمار غلطیاں کی ہیں۔ مگر ان کے شمار کا یہاں موقع نہیں۔ میرے بیانات سے جب ان کی تسلی ہوگئی تو بے ساختہ پکار اٹھے۔ مجھے تو اس طرح کسی نے قرآن سمجھایا ہی نہیں تھا۔ بعدازاں جب میری یہ ناچیز تالیف شیخ صاحب موصوف کی نظر سے گزری تو پھر کیا تھا ؎

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اور دل وجان سے تائب ہوگئے۔ اس کا اعتراف میرے گھر چلے آنے کے دو سال بعد ان کے خط سے عیاں ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”آپ کے چلے جانے کے بعد مجھے ایک عظیم نقصان کا احساس ہوا اور اس نقصان سے میرا اب تک دل بھاری ہے۔ دراصل آپ کے پاس جو درس قرآن کا فیض موجود تھا میں اس فیض کو حاصل نہ کر سکا۔ دنیاوی دوڑ دھوپ کی پریشانیوں نے مجھے الجھا رکھا۔ دل میں بڑی تڑپ تھی۔ آپ مجھے پھر ایک بار مل سکیں۔ میرے پاس آیئے اور ضرور آیئے۔

آپ جہاں کہیں ملازمت کریں گے آپ کو تنخواہ مل جائے گی مگر میں سچ کہتا ہوں آپ کو اقبال جیسا محبت بھرا دل نہ مل سکے گا۔ آپ خود اپنا گواہ بن کر فیصلہ دیں۔ میں یہ دعویٰ اس لئے کرتا ہوں مجھے آپ سے محبت ہے۔ آپ میرے پاس آجایئے۔ میرے پاس رہئے۔ یہاں سب کچھ آپ ہی کا ہے۔“ (خط شیخ محمد اقبال صاحب مورخہ ۱۰رمئی ۱۹۶۰ء)

حقیقت یہ ہے کہ میری بے لاگ تبلیغ حق کا یہاں تک اثر ہوا کہ شیخ صاحب کی دختر خورد ”ثریا“ جو گاہ بگاہ مجھ سے پڑھا کرتی تھی۔ فرط محبت سے کہہ اٹھی کہ: ”خدا کا شکر ہے کہ آپ کی بدولت ہمیں صحیح اسلام نصیب ہوا۔“

ان کی والدہ ماجدہ نے بھی اعتراف کیا۔ غرضیکہ خدائے قدوس نے سارے خاندان کو (جو تقریباً سولہ سترہ افراد تھے) صحیح عقائد اسلام کی طرف رہنمائی فرمائی۔ ”**وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**“ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو استقامت دے اور صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے اور اس ناچیز کے لئے یہ حقیر تالیف وسیلہ نجات ہو۔ آمین!

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

آخر میں جنوری ۱۹۷۷ء سے ۱۲رمئی ۱۹۸۱ء تک اپنے عزیز چوہدری فتح محمد صاحب ڈائریکٹر محکمہ لوکل فنڈ آڈٹ پنجاب سے خط وکتابت رہی۔ میرے بے شمار خطوط کا جواب تو نہ دے سکے اور مجھے ۹رمئی ۱۹۸۱ء کو لکھا: ’’میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی کور چشمی بھی دور فرمائے کہ آپ وقت کے ماموروں کو دیکھ سکیں۔ آمین!‘‘

یہ پڑھ کر مجھے غصہ آ گیا کہ عجیب انسان ہے کہ میرے متعدد خطوط کا جواب تو دے نہیں سکا جو میں نے کتابی شکل میں شائع کرنے کے لئے خط وکتابت سے نکال کر ’’نبی کی پہچان اور مرزا قادیان‘‘ کے عنوان سے الگ کر رکھی ہے۔ پیشتر ازیں ’’مصداق بشارت احمد مکمل تفسیر سورۂ صف‘‘ پر میں نے ایک ہزار روپے انعام رکھا۔ اس کا بھی اب تک جماعت احمدیہ جواب نہیں دے سکی۔ پھر شاید کسی وقت اس کی بھی اشاعت ہو جائے اور وہ اٹھ مضامین ہیں جن کا اب تک کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے ۱۲رمئی ۱۹۸۱ء کو حسب ذیل خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم‘‘

عزیزم چوہدری فتح محمد صاحب لاہور

آپ کا خط مورخہ ۹رمئی ۱۹۸۱ء موصول ہوا۔ شکریہ۔ اس خط کے مطالعہ سے میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ کو اگر میں ہزار ثبوت بھی تحریر کر دوں کہ مرزا قادیانی کے سب دعوے بلادلیل ہیں جو حقیقت ہے مگر آپ پر کچھ اثر نہ ہوگا۔

آپ ان کے متعلق مامور من اللہ کی رٹ لگائے چلے جارہے ہیں۔ مگر آپ کو اتنا بھی علم نہیں کہ مسیح موعود اور امام مہدی عام مامورین میں سے نہیں یہ دونوں خاص مامور ہیں اور ان دونوں کی صفات میں سے ایک بھی مرزا قادیانی میں پائی نہیں جاتی۔ پھر انہیں کیسے مان لیا جائے کہ وہ حقیقی مصداق ہیں۔ اچھا میں آپ سے چند سوالات کرتا ہوں جواب تحریر کر کے ممنون فرمائیں۔

محمد سرفراز خاں کالرہ کلاں گجرات

مورخہ ۱۲رمئی ۱۹۸۱ء

امام مہدی علیہ الرضوان

۱...... حضور ﷺ فرماتے ہیں: ’’**المہدی من عترتی من اولاد فاطمہ** رضی اللہ عنہا (ابوداؤد)‘‘ کہ مہدی میری اولاد فاطمہ کی نسل سے ہوگا۔ بتلایا جائے کیا مرزا قادیانی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہیں؟...... نہیں!

۲...... مہدی حج کریں گے۔ کیا مرزا قادیانی نے حج کیا؟...... نہیں!

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

حرمت جہاد پر بہت کچھ لکھا گیا تردید حج پہ کوئی رسالہ رقم کریں

گویا علامہ موصوف نے ایک ہی شعر میں مرزا قادیانی کے تمام دعوؤں پر پانی پھیر دیا ہے اور ان کے کذب کو روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ مرزا قادیانی کو حج پر جانے میں جان کا خوف تھا۔ پھر وہ کیسے بزدل مدعی نبوت تھے۔ آخر جان تو گھر رہ کر بھی نہ بچی۔ بس اجل آئی تو چل بسے۔

۳...... مہدی جہاد کریں گے۔ ملک عرب میں۔ مرزا قادیانی نے کہاں اور کس ملک میں جہاد کیا؟ کبھی نہیں کیا۔ بلکہ جہاد کو حرام قرار دیا۔

مسیح موعود

۴...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے۔ اس لئے ابن مریم کہلائے۔

۵...... مسیح موعود کی وجہ تسمیہ: معراج کی رات حضور ﷺ کی ملاقات آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ دوران گفتگو قیامت کا تذکرہ آیا تو حضور ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے نفی میں جواب دیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے بھی لاعلمی ظاہر فرمائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ وقوع کا تو مجھے بھی علم نہیں۔ البتہ میرے ساتھ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت کے قریب میں تجھے زمین پر بھیجوں گا اور تم دجال کو قتل کرو گے۔ اس وعدۂ خداوندی کی بناء پر حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔

(ابن ماجہ ترجمان السنۃ ج۳ص۵۸۴)

کیا مرزا قادیانی کے ساتھ بھی کوئی ایسا وعدہ ہوا ہے؟ ہرگز نہیں۔

۶...... احادیث سے عیاں ہے کہ حضرت مسیح موعود کا نزول دمشق کی مسجد میں ہوگا اور امام مہدی وہاں موجود ہوں گے۔

کیا مرزا قادیانی کبھی دمشق گئے ہیں...... ہرگز نہیں۔

۷...... مسیح موعود دجال کو مقام لد پر قتل کریں گے۔ کیا مرزا قادیانی نے مقام لد کبھی دیکھا ہے؟...... ہرگز نہیں! دجال کو قتل کیا ہے؟...... ہرگز نہیں!

۸...... حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسیح موعود حاکم عادل ہوں گے اور ملک عرب میں حکومت کریں گے۔ (بخاری ومسلم)

مرزا قادیانی نے کہاں عدل وانصاف کی کرسی سنبھالی؟ حکومت تو درکنار کافر انگریز کی غلامی میں عمر گزار دی۔

۹...... حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسیح علیہ السلام میری قبر پر حاضر ہوگا اور مجھ سے ہم کلام ہوگا۔

(روح المعانی ترجمان السنہ ج۳ص۴۶۸)

کیا مرزا قادیانی بھی کبھی حضور ﷺ کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے۔ ہرگز نہیں! انہیں کب یہ نصیب تھا؟

۱۰...... مسیح موعود بھی حج کریں گے۔ مرزا قادیانی کو کہاں نصیب؟

۱۱...... مسیح موعود جنگ وجہاد میں شدت برتیں گے اور دشمنوں کو شکست فاش دیں گے۔ تمام مذاہب مٹ جائیں گے اسلام ہی اسلام دنیا کا مذہب ہوگا۔

(کنز العمال ترجمان السنہ ج۳ص۵۷۶)

مرزا قادیانی کو یہ کہاں نصیب؟

مرزا قادیانی نے تو ۹۰ کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے۔ یہ البتہ بڑی خدمت اسلام کی ہے۔

۱۲...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے پہلو میں دفن ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا۔ وہاں تو میرے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور ابن مریم کی قبور کی جگہ ہے۔ (مسند احمد ج۶ص۵۷، ترجمان السنہ ج۳ص۵۹۳)

کیا مرزا قادیانی حضور ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہوئے؟ ہرگز نہیں۔

اب میں اس مضمون کو مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث شریف پر ختم کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’**کیف تھلک امة انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح آخرھا لکن بین ذلک فیج اعوج یسوا منی ولا انا منھم** (مشکوٰۃ) ‘‘یعنی وہ امت کیسے ہلاک ہو جس کا اوّل میں ہوں اور جس کے وسط میں مہدی ہو اور جس کے آخر میں مسیح ہو۔

اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ جب مرزا قادیانی مسیح موعود بھی ہوں اور مہدی بھی تو مخبر صادق حضورﷺ کے ارشاد کے مطابق مہدی کے وسط میں ہونے سے کیا مراد ہوگی۔ اس حدیث میں تین شخصیتوں کا ذکر ہے۔ وہ تیسرا شخص کون ہے؟

نیز مہدی حضورﷺ کی اولاد سے ہوگا اور مرزا قادیانی آپ کی اولاد سے نہیں۔ حدیث کا آخری فقرہ یہ ہے۔ لیکن اس اثناء میں ایک ٹیڑھی جماعت ہوگی نہ میں ان سے ہوں اور نہ وہ مجھ سے ہوں گے۔ یعنی حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ میرا اس جماعت سے کچھ تعلق نہیں۔

اب قابل غور بات یہ ہے کہ اس وقت اسلام میں بہت سے فرقے ہوگئے ہیں۔ مگر وہ سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ امام مہدی اور ہیں اور مسیح موعود اور۔

صرف ایک احمدی جماعت ہی ہے جو مہدی اور مسیح موعود صرف ایک ہی شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو مانتی ہے۔ لہٰذا حدیث مندرجہ بالا کی رو سے یہی جماعت احمدی کجرو ٹیڑھی اور گمراہ جماعت ہے۔

آپ تاویلات کے پلندوں میں نہ پڑیئے۔ حقیقت کی طرف آیئے۔ میں تاویلات کا پجاری نہیں۔ حقیقت پسند ہوں ؎

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے　　　که خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

میں اب بھی کہتا ہوں کہ عقائد باطلہ سے توبہ کریں۔ یہ دنیا چند روزہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو پچھتانا پڑے۔　　　’’وما علینا الا البلاغ‘‘

جواب جلدی کا منتظر، حقر العباد: محمد سرفراز خاں

نوٹ:　یہ چٹھی بھی لاجواب رہی۔ پھر میری آخری چٹھی ملاحظہ ہو۔ آخری چٹھی بھی لاجواب رہی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم‘‘

عزیز القدر چوہدری فتح محمد صاحب لاہور

عزیزم! آپ کا خیال میرے دل سے نکلتا ہی نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ میں ہر روز تہجد کی نماز میں سورۂ صف پڑھتا ہوں۔ اس میں تین آیتیں ایسی ہیں جن کی تلاوت کرتے ہی خیال تمہاری طرف آجاتا ہے اور تمہاری عاقبت کا خیال دامنگیر ہے۔

۱...... پہلی آیت تو یہ ہے: ’’ان اللّٰہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفًا کانہم بنیان مرصوص (صف:۱)‘‘ ﴿اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (خاص طور پر) پسند کرتا ہے جو اس کے راستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے سیسہ پلائی ہوئی۔﴾ (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

۲...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام، بنی اسرائیل سے فرماتے ہیں: ’’انی رسول اللّٰہ الیکم مصدقًا لما بین یدی من التوراۃ ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد‘‘ ﴿اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ مجھ سے جو پہلے توراۃ (انجیل) ہے۔ میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام (مبارک) احمد ہوگا۔ میں ان کی بشارت دینے والا ہوں۔﴾ (تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

۳...... ’’یایہا الذین اٰمنوا ہل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم تؤمنون باللّٰہ ورسولہ وتجاہدون فی سبیل اللّٰہ باموالکم وانفسکم ذالک خیر لکم ان کنتم تعلمون یغفر لکم ذنوبکم ویدخلکم جنٰت تجری من تحتہا الانہار ومسٰکن طیبۃ فی جنٰت عدن ذالک الفوز العظیم (صف:۲)‘‘ ﴿اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچائے (وہ یہ ہے) کہ تم لوگ اللہ پر اور رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے۔ اگر تم کچھ سمجھ سکتے ہو (جب ایسا کروگے) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو جنت (کے ایسے باغوں) میں داخل کرے گا جو ہمیشہ رہنے کے باغوں کے لئے بنے ہوں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔﴾ (تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

اب ذرا غور کرو کہ مرزا قادیانی ان محکمات کے خلاف فرماتے ہیں:

چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

کس خوبی سے علامہ اقبال نے مرزا قادیانی کے مندرجہ بالا شعر کا جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

رد جہاد میں تو بہت کچھ لکھا گیا تردید حج میں کوئی رسالہ رقم کریں

گویا مرزا قادیانی کے سب دعوؤں کو خاک میں ملا دیا۔

حضور ﷺ کو حکم خداوندی ہوتا ہے:

۴...... ’’یایها النبی حرّض المؤمنین علی القتال ‘‘ ﴿اے پیغمبر! آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے۔﴾ (تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

مندرجہ بالا آیات پر غور کیجئے۔ یہ محکمات میں سے ہیں ان کو کون منسوخ کر سکتا ہے؟

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا جہاد اور قتال کو پسند فرمانا۔ دوسری میں مالی اور جانی جہاد سے گناہوں کا معاف کرنا اور کامل کامیابی نصیب کرنا۔ تیسری میں حضور ﷺ کا مصداق بشارت ہونا۔ مرزا قادیانی بیچارے غلام احمد تھے۔ وہ کیسے اس کے مصداق ہو سکتے تھے اور چوتھی آیت میں حضور ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ مومنوں کو لڑائی کے لئے ترغیب دیں ابھاریں۔

بھلا ان محکمات آیات کو کون منسوخ کر سکتا ہے؟ اور جو ایسا کرتا ہے وہ سراسر جھوٹا ہے۔

حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ ملاحظہ ہو:

مرض موت میں آپ ﷺ کو یاد آیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سات دینار موجود ہیں جو رجیو لکھتا ہے: ’’محمد ﷺ کے پاس ان سات دیناروں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ لہٰذا عائشہ کو بلا کر فرمایا۔ وہ سات دینار ابھی تک تمہارے پاس ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں یا رسول اللہ‘‘

محمد ﷺ نے فرمایا: ’’ساتوں دینار غریبوں میں تقسیم کر دو۔ میں ان سات دیناروں کے ساتھ خداوند کے ہاں جاتے ہوئے شرمندگی محسوس کرتا ہوں۔‘‘

’’رحلت پیغمبر سے رسالت کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ جب محمد ﷺ نے اس دنیا سے کوچ فرمایا۔ جز ایک سفید خچر جو وہ حبشہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بھجوائی تھی اور چند تلواروں کے سوا کوئی چیز ترکہ میں نہیں چھوڑی تھی۔‘‘

’’ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ ﷺ نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ غلام نہ لونڈی نہ باندی۔ (ایک زرہ اس حالت میں چھوڑی کہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع تقریباً ۲ من) جو کے عوض رہن تھی۔‘‘

(ابن سعد ج۲ ص۴۱۶)

جسے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ادا کر دیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ’’لانورث ما ترکناه صدقة العلم میراثی ومیراث الانبیاء من قبلی‘‘ (تجرید الاحادیث ص۲۱۷)

ہمارا (انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم وفات کے بعد مال چھوڑیں وہ صدقہ یعنی امت کا مال ہے۔ علم میری اور انبیاء سابقین کی (حقیقی) وراثت ہے۔

میں نے مرزا محمود قادیانی کو لکھا کہ مرزا قادیانی کا مسلمان ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ جب کہ انہوں نے قرآن کے احکام کے بموجب نہ اپنے والد ماجد کا ترکہ وصول کیا اور نہ ان کا ترکہ ہی بموجب حکم شریعت تقسیم ہوا۔ اس کے جواب میں مرزا بشیرالدین محمود نے خود تسلیم کیا کہ مرزا قادیانی کی وراثت شرعی طور پر ملی تھی اور ان کی وفات پر ان کی اولاد ذکور واناث سب میں جائیداد بمطابق شریعت تقسیم ہوئی۔ (خط مرزا بشیرالدین محمود بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷/جولائی ۱۹۳۷ء)

اس مختصر بیان میں مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت باطل ہے۔ بلکہ ان کا حضور ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنا کفر ہے۔

اتفاق سے مجھے رسالہ یقین کراچی بابت ۷/اگست ۱۹۸۲ مل گیا۔ جس میں پروفیسر ڈاکٹر اسماعیل صاحب ابادان یونیورسٹی نائیجیریا کا احمدیت سے تائب ہوکر مسلمان ہونا مذکور ہے۔ اس کی فوٹوسٹیٹ کرا کر آپ کو اس خط کے ساتھ ہی بھیج رہا ہوں۔

آپ اسے غور سے پڑھیں اور اس ناپائیدار دنیا کا خیال چھوڑ کر اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے احمدیت سے توبہ کر کے مسلمان ہوجائیں۔ میری دعا ہے خدا آپ کی رہنمائی فرمائے۔ آمین! (بہ بیں تفاوت راہ)

نوٹ: یہ چٹھی بھی اب تک لاجواب ہے۔ احقر العباد: محمد سرفراز خاں عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''حامدًا و مصليًا. اما بعد!''

میرے پاس خط پہ خط آرہا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے رد میں جو آپ نے کتابیں لکھی ہیں وہ بھیج دو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے تین کتابیں مرزائیت کے رد میں لکھی ہیں۔ وہ سب ختم ہوگئی ہیں اور میں کتابیں تالیف کر کے مفت تقسیم کرتا ہوں۔ اب ان کے دوبارہ طبع ہونے کا وقت معلوم نہیں۔ اس لئے میں مختصر سا مضمون لکھ دیتا ہوں۔ اگر کوئی عقل وسمجھ رکھنے والا انسان اسے پڑھ لے گا تو ان شاء اللہ! وہ اس مفتری وکذاب کے پھندے میں نہیں آئے گا۔

اگر قرآن میں ایک ایسی آیت ہو جس کی وجہ سے حضور ﷺ خاتم النّبیین ثابت ہو

جائیں یا ایک ہی حدیث ایسی ہو جو آپ ﷺ پر ختم نبوت ثابت کر دے تو مرزا غلام احمد قادیانی کا مفتری و کذاب ہونا واضح ہو جائے گا۔

لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب مرحوم ومغفور نے ختم نبوت پر ایک کتاب لکھی ہے جس کے تین حصے ہیں۔ اوّل حصہ میں حضور ﷺ کی ختم نبوت پر ایک سو آیات دی ہیں۔ دوسرے حصہ میں دوسو احادیث صحیحہ درج ہیں اور تیسرے حصہ میں ختم نبوت فی الآثار۔ یعنی صحابہ، تابعین، ائمہ دین اور بزرگان دین کے بے شمار اقوال دیئے ہیں۔ جس کے مطالعہ سے ہمارے رسول مقبول ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی یا رسول نہیں ہوسکتا۔ نہ تشریعی نہ غیر تشریعی، نہ ظلی نہ بروزی اور ساتھ ہی ان تحریفات کی بھی قلعی کھول دی گئی ہے جو ختم نبوت کی آیات واحادیث وغیرہ میں مرزائی فرقہ نے کی ہیں۔

میں نے ردمرزائیت میں حسب ذیل تین کتابیں لکھی ہیں:

۱...... آخری ہدایت:

اس میں نرمی سے صرف حضور ﷺ کے آخری دور کا ہدایت نامہ قرآن اور آخری نبی حضور ﷺ کا تمام دنیا کی رہنمائی کے لئے مبعوث ہونا ثابت کیا گیا ہے جس سے خود بخود مرزائیت کا رد ہو جاتا ہے۔ مگر یہ مختصر سی لاجواب کتاب بھی ختم ہے۔

۲...... مصداق بشارت احمد یہ مع کامل تفسیر سورۂ صف:

یہ میری مرزا بشیر محمود قادیانی سے خط وکتابت کی نقل ہے جو آیت: ’’**مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد**‘‘ کے تقریباً تین سال جاری رہی۔ آخر میں میرا پورے ۱۱۳صفحات کا خط جس میں تقریباً تین صد سے اوپر دلائل وشہادات موجود تھے جس کا امت مرزائیہ کوئی جواب نہ دے سکی اور شاید قیامت تک بھی نہ دے سکے۔ بعد ازاں میں نے ایک ہزار روپے انعام کا چیلنج کیا۔ مگر وہ بھی لاجواب رہا۔ افسوس یہ کتاب بھی ختم ہے۔

۳...... آفتاب نبوت دررد مرزائیت:

اس میں دس آیات قرآنی دس احادیث صحیحہ بخلاف دعویٰ مرزا قادیانی، دس عدد فتاویٰ۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’میں سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفی ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوگئی۔‘‘ (دین الحق ص۲۷)

(مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۳۰،۲۳۱، از اشتہار مورخہ ۲؍اکتوبر ۱۸۹۱ء ص۱، مندرجہ حقیقت النبوۃ ص۸۹)

اور ایک سو سے زیادہ دلائل سے مرزا قادیانی کو اپنے تمام دعوؤں میں کاذب اور مفتری ثابت کیا گیا ہے۔ لیکن افسوس! یہ کتاب بھی ختم ہے۔

اب میں چند دلائل پیش کرتا ہوں۔

۱...... ’’**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی** (مائدہ)‘‘ ﴿آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت (نبوت) تم پر تمام کر دی۔﴾

اس آیت نے صاف یہ بتلا دیا کہ دین اسلام اور نعمت نبوت ووحی وغیرہ نبی کریم ﷺ پر تمام ہو چکی۔ لہٰذا آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت اور گنجائش نہیں۔

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مرزائی اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کی بجائے احمدی کہلاتے ہیں اور اسے فخر جانتے ہیں اور مسلمانوں کو غیر احمدی کہتے ہیں۔ لہٰذا احمدیت ایک مسلمانوں سے الگ فرقہ ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’**ومن یتبغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من الخٰسرین**‘‘ اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین تو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خائب وخاسر ہوگا۔ گویا ان کا احمدیت نام رکھنا اسلام کے مقابلے میں آخرت میں ناکامی کا باعث ہوگا۔

۲...... ’’**قل یاایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعًا**‘‘ ﴿آپ اعلان کر دیجئے کہ میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔﴾

۳...... ’’**وما ارسلناک الا کافة للناس بشیر ونذیرًا**‘‘ ﴿ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر ونذیر بنا کر۔﴾

آیت نمبر۲،۳ میں اعلان فرما دیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے رسول ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان انسانوں سے صرف وہ انسان مراد ہیں جو آپ کے زمانہ میں تھے یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کے رسول تھے اور بس۔ یہ ایسا گستاخانہ کلمہ ہے کہ کوئی مسلمان اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔

رہی دوسری صورت کہ تمام انسانوں سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آنے والی نسلیں بھی مراد ہیں اور آیت میں لفظ: ’’**جمیعا**‘‘ اور ’’**کافة**‘‘ کے معنی میں آپ ﷺ تمام دنیا کے موجودہ انسانوں اور آئندہ پیدا ہونے والے سب انسانوں کے رسول ہیں اور یہی معنی صحیح اور

درست ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’**انا رسول من ادرکہ حیًا ومن یولد بعدی** ‘‘یعنی میں ان تمام لوگوں کا بھی رسول ہوں جو اب زندہ ہیں اور جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔

۴...... ’’**وما ارسلناک الا رحمة للعالمین** ‘‘﴿ہم نے آپ کو نہیں بھیجا۔ مگر رحمت بنا کر تمام عالموں کے لئے۔﴾

جس طرح کہ باتفاق دنیا ’’**الحمد ﷲ رب العالمین** ‘‘میں عالمین سے تمام عالم بلا کسی تخصیص کے مراد ہیں اسی طرح اس جگہ بھی تخصیص کی وجہ نہیں۔ پس آیت کا حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ تمام عالم والوں کے لئے رحمت ہیں اور یہ جبھی ہوسکتا ہے کہ جب آپ کی نبوت ورسالت عام ہو اور آپ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہ ہو۔

اور اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو تو اگر کوئی شخص حضور ﷺ پر پختہ ایمان لانے والا اس پر ایمان نہ لایا تو اس کے اعمال صالحہ اکارت جائیں گے اور حضور ﷺ کا اتباع ضروری نہ رہے گا اور یہی بات تو مرزائی فرقہ کا ایمان ہے وہ سب مسلمانوں کو کافر جانتے اور مانتے ہیں۔ کیونکہ وہ مرزا قادیانی پر ایمان لائے ہیں گو وہ حقیقت میں مفتری اور کذاب ہے۔ مگر نتیجہ یہی ہوگا۔ جس کا کوئی مسلمان وہم بھی نہیں کرسکتا۔

۵...... ’’**لاتقوم الساعة حتیٰ یبعث دجالون کذابون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی** (ابوداؤد، ترمذی) ‘‘﴿قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک بہت سے دجال جھوٹے نہ اٹھائے جائیں۔ جن میں سے ہر ایک یہ کہتا ہوگا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں تو خاتم النّبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

اس حدیث میں تو خود ذات مقدس نے کہ جس پر یہ قرآن نازل ہوا جھگڑے کا قطعی فیصلہ کردیا اور بتلادیا کہ مسلمانو! خاتم النّبیین کے یہ معنی نہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ نہ خاتم کے معنی یہاں مہر وانگشتری کے ہیں اور نہ نبیین کے کوئی تخصیص۔ کیونکہ ’’**لا نبی بعدی** ‘‘میں لائے نفی جنس کے ذریعہ سے اس مسئلہ کو بالکل صاف کردیا ہے اور کوئی استثناء نہیں کیا گیا۔ پس حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کا نبی تشریعی، غیرتشریعی، ظلی یا بروزی ہرگز نہیں ہوگا۔

۶...... مسلم شریف کی روایت میں ہے: ’’**سیکون فی امتی دجالون کذابون** ‘‘آیا ہے۔ یعنی میری امت میں ایسے مفتری اور جھوٹے پیدا ہوں گے تو اس سے یہ امر

بخوبی واضح ہوگیا اور اس میں ایک بڑی لطیف بات قابل غور ہے۔ وہ یہ کہ ایسے جھوٹے فریبی مکار دغاباز مدعیان نبوت حضور ﷺ کی امت میں سے ہوں گے۔ لہٰذا جو شخص اس امت محمدیہ ہونے کے باوجود دعویٰ نبوت کرے (جیسا کہ مرزا قادیانی نے کیا ہے) تو وہ یقیناً حضور ﷺ کے مندرجہ بالا ارشاد کے مطابق جھوٹا اور فریبی ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کے بعد قیامت تک دعویٰ نبوت باطل ہے۔

۷...... ’’کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلک نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون (بخاری)‘‘ ﴿بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے۔ جب کوئی نبی وفات پاتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوجاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔﴾

جب حضور ﷺ نے اپنے بعد نبوت کا قائم مقام صرف خلافت قرار دیا ہے تو یہ صاف اس بات کا اعلان ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا نبی، ظلی، بروزی، غیرتشریعی وغیرہ ہرگز نہیں ہوگا۔

۸...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ تبوک پر جاتے ہوئے گھر رہنے کو فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ناپسند کیا کہ میں جہاد میں نہ جاؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو۔

’’انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الّا انه لا نبی بعدی (بخاری ومسلم)‘‘ ﴿کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہوجائے جیسا ہارون کا موسیٰ کے ساتھ مگر میرے بعد نبی نہیں ہے۔﴾

اس حدیث نے اور بات صاف کردی۔ فرمایا کہ ہارون علیہ السلام تو نبی تھے۔ مگر اے علی رضی اللہ عنہ تم نبی نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس لئے نبی ہونے کا گمان بھی نہ کرنا۔ یہ خاص ہدایت کردی۔ ایک موقع پر حضور ﷺ نے یہاں تک فرمادیا کہ موسیٰ بھی اگر زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع بغیر چارہ نہ ہوتا اور اگر تم میری موجودگی میں ان کی پیروی کرتے تو گمراہ ہوجاتے۔

۹...... ’’انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم (ابن ماجه)‘‘ ﴿میں سب انبیاء میں سے آخری ہوں اور تم سب امتوں میں سے آخری۔﴾

اس حدیث میں کس قدر وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ خاتم النّبیین کے وہی معنی اور صرف وہی معنی ہوسکتے ہیں جو اوپر بیان کئے گئے۔ یعنی آپ سب انبیاء میں سے آخری اور سب کے ختم کرنے والے نبی ہیں اور پھر اسی پر اکتفاء نہیں کیا گیا۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا گیا کہ تم آخری امت ہو۔ جس نے یہ بات صاف کردی کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص اس امت کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجا جائے گا۔ جس کے لئے ایک دوسری امت ہو۔

اے عقل کے مدعی! اسلام کا دم بھرنے والو تمہیں اب بھی یقین ہوا کہ آیت میں ''خاتم النّبیین'' کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں جو ہم نے عرض کئے۔ اس میں نہ تشریعی کی تخصیص ہے نہ غیر تشریعی اور بروزی وظلی۔

۱۰...... ''یایھا الذین اٰمنو ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین'' ﴿اے ایمان والو! پورے پورے اسلام میں آجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ وہ تو تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔﴾

شان نزول: عبداللہ بن سلام ؓ اور دوسرے یہود جو مشرف بہ اسلام ہوئے تھے کہنے لگے کہ ہفتہ متبرک دن تھا۔ آپ فرمائیں تو ہم اس کی تعظیم کیا کریں اور توریت بھی کلام الٰہی ہے۔ ہم اسے رات کو پڑھا کریں۔ ارشاد ہوا کہ یہ خیال چھوڑ دو۔ نبی محبوب اور قرآن مجید کے ہوتے ادھر ادھر کے خیال جائز نہیں۔

معالم: ایک دن حضور میں حضرت عمر ؓ آئے اور کہا میں یہود کی باتیں اور توریت کے مضامین سنتا ہوں۔ آپ فرمائیں تو بعض چیزیں لکھ لوں۔ فرمایا: کیا تم بھی یہود اور نصاریٰ کی طرح ہوجاؤ گے۔ میں تمہارے پاس روشن اور واضح دلیل یعنی قرآن مجید لایا ہوں۔ ''ولو کان موسیٰ حیًا ما وسعہ الا اتباعی'' اور اگر موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ بھی زندہ ہوتے تو انہیں سوا میری پیروی کے کچھ نہ بن پڑتا۔

ف...... سیاق قرآنی اور مضامین حدیث سے صاف ظاہر ہوگیا کہ اسلام کی وسعت ایسی نہیں ہے کہ ہمیں دوسرے دینوں اور کتابوں سے مدد لینے کی ضرورت ہو اور جب آسمانی کتب اور ارشاد انبیاء کی نسبت یوں فرمایا جائے تو حکیم دانا بے چارے کس شمار قطار میں ہیں۔

کتب قدیمہ کی کتابت اور ان سے استفاضہ اس مقام سے ممنوع ہوگیا۔

(خلاصۃ التفاسیر ج۱ ص۱۴۲)

اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ ناسخ حکم کے معلوم ہو جانے کے بعد منسوخ حکم پرعمل کرنے کا خیال دل میں لانا شیطان کی پیروی ہے۔ (احسن التفاسیر پارہ دوم ص۴۷)

اب ذرا غور فرمایئے کہ حضورﷺ فرماتے ہیں کہ میری موجودگی میں اگر برگزیدہ نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا اور اگر ہم ان کی پیروی کرتے تو گمراہ ہو جاتے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مرزا قادیانی کے پیرو سب گمراہ ہیں۔

تلک عشرة کاملة

(مندرجہ بالا دس آیات سے واضح ہوگیا کہ حضورﷺ کے بعد دعویٰ نبوت باطل ہے اور دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اس کے ماننے والا سراسر کافر)

خاتمہ بالخیر

آخر میں صرف ایک ہی آیت ایسی بیان کرتا ہوں جو صاف ظاہر کردے کہ قرآن کریم کے بعد نہ کسی اور تعلیم کی ضرورت رہتی ہے اور جب ضرورت نہیں تو نبی کی بھی ضرورت نہیں۔

پہلے ہی پارہ ''الم'' میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**ذالک الکتاب لا ریب فیه**'' یہ قرآن اور کتاب ہے جس میں کتاب الٰہی ہونے اور اس کے مضامین میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے جو''**الذین یؤمنون بالغیب**'' غیب پر ایمان لاتے ہیں۔''**ویقیمون الصلوٰة**'' اور نماز باقاعدہ ادا کرتے ہیں۔''**وما رزقنٰهم ینفقون**'' اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یعنی زکوٰۃ وخیرات کے پابند ہیں اور ''**والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرة هم یوقنون**'' اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپﷺ پر یعنی قرآن کریم پر اور جو اتارا گیا آپﷺ سے پہلے یعنی توریت، انجیل اور دیگر صحیفے''**وبالآخرة هم یوقنون**'' اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں اور فرمایا:''**واولئک علیٰ هدیً من ربهم واولئک هم المفلحون**'' فرمایا یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب اور نجات پانے والے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک اصل متقی وہی ہیں جو مندرجہ چھ صفات کے مالک ہیں:

۱...... غیب پر ایمان لانے والے۔

۲...... نماز قائم کرتے ہیں یعنی باقاعدہ ادا کرنے والے۔

۳...... خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے (زکوٰۃ دینے والے)

۴...... قرآن مجید پر ایمان لانے والے۔

۵...... ان کتب مقدسہ پر جو آپ سے پہلے نازل ہوئیں۔

۶...... آخرت پر یقین رکھنے والے۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ ایمان لانا صرف اور صرف قرآن کریم اور کتب سابقہ پر موقوف ہے۔ آئندہ کسی کتاب کا نزول یا وحی تک کا ذکر تک نہیں اور اس کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کامل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں انسان کے ہر پہلو کے لئے کامل تعلیم موجود ہے۔ جب تعلیم قیامت تک کے لئے موجود ہے۔ جب تعلیم قیامت تک کے لئے موجود ہے تو قیامت تک کے لئے ہر کسی اور نبی کے آنے کی بھی ضرورت ہرگز نہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان ''لا نبی بعدی'' برحق ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا: ''مجھے موقع دو تو میں اپنی نبوت کے نشانات اور اس کی علامات پیش کروں۔''

اس پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ وہ تو کافر ہے ہی مگر جو شخص اس سے کوئی علامت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مناقب امام اعظم ص۱۶۱)

یہ فتویٰ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے۔

''وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین''

۲۵؍جنوری ۱۹۸۴ء احقر العباد: محمد سرفراز خاں

کالرہ کلاں ضلع گجرات

ایک غلط فہمی کا ازالہ

جب مسلمان مرزا قادیانی کے کفریات مثلاً مرزا قادیانی کا (۱) خدا کا بیٹا۔ (البشریٰ ج۱ ص۴۹) (۲) خدا کا نطفہ۔ (اربعین نمبر۲ ص۳۶، خزائن ج۱۷ ص۳۸۵) (۳) خدا کا باپ۔ (حقیقت الوحی ص۹۵، خزائن ج۲۲ ص۹۹) (۴) خدا ہونا۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص۵۶۴) جیسے

خرافات کا ذخیرہ پیش کر کے مرزا قادیانی کو دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں تو مرزائی حضرات ایک عذر لنگ پیش کر کے مرزا قادیانی کے اسلام ونبوت کو بچانے کی بے جا کوشش کرتے ہیں اور وہ عذر لنگ یہ بیان کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے جس قدر الہامات واقوال بظاہر شریعت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں وہ سب حالات وجد وجذب کے ہیں۔ جیسا کہ اسلام میں بہت سے بزرگ گزرے ہیں۔ مثلاً بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، منصور رحمۃ اللہ علیہ، شبلی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم ان کے مشہور اقوال ہیں جن کو شریعت اسلامیہ سے کچھ لگاؤ نہیں بلکہ ظاہراً سراسر کفر وشرک ہیں۔ لیکن علمائے اسلام ان کے متعلق حالت وسکر وجذب کا عذر پیش کرتے ہیں اور ان بزرگوں کو معذور سمجھتے ہیں۔ جس سے ان کے اسلام وایمان میں تو درکنار کرامت وبزرگی میں بھی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح سے مرزا قادیانی کے یہ اقوال والہامات بھی مجذوبانہ حالت میں صادر ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ کے اسلام وایمان پر بھی کوئی ضرب نہیں پڑتی۔

ناظرین حضرات! امت مرزائیہ کا یہ ایک سڑا ہوا فریب ہے جو سادہ لوح مسلمانوں کو قابو میں لانے کے لئے تراشا گیا ہے۔ ورنہ اس کی بنیاد تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

اوّل: تو اس لئے کہ صوفیاء کرام نے اپنی وجدانی حالت میں جو کچھ فرمایا ہے اس کی بنیاد وحی الٰہی اور نبوت ورسالت پر نہیں رکھی گئی۔ یعنی نہ انہوں نے دعویٰ نبوت کیا اور یہ کہا کہ یہ منجانب اللہ وحی والہام ہے۔ نبی پر جذب وسکر طاری نہیں ہوتا۔ اس لئے مرزا قادیانی کی حالت کو صوفیائے کرام کی حالت پر قیاس کرنا سراسر غلطی ہے۔

دوم: صوفیائے کرام کے ایسے اقوال کو شرعی حیثیت سے کچھ وقعت نہیں دی گئی۔ بلکہ خود انہوں نے اپنی غیر وجدانی حالت میں شریعت کو ملحوظ رکھ کر اس سے نفرت کا اظہار کیا ہے اور نادم ہو کر استغفار کیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اقوال صوفیاء کی اصطلاح میں شطحیات کے نام سے پکارے جاتے ہیں نہ ان کا عقائد میں کچھ دخل ہے اور نہ اعمال میں۔ نہ ان کے انکار کرنے والے کافر وفاسق ہیں۔ مگر مرزا قادیانی کو دیکھئے اپنے ان اقوال کو الہام اور وحی کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ نہ صرف ان کے منکر کو بلکہ متردد کو بھی کافر قرار دیتے ہیں۔ بہ بیں تفاوت راہ!

سوم: علمائے اسلام نے ایسے اقوال کی وجہ سے ان کو کافر قرار دیا اور جب تک وہ تائب نہیں ہوگئے ان کو سزائیں بھی دی گئیں۔ قتل تک کئے گئے۔ بہرحال چونکہ مرزا قادیانی مدعی نبوت

وملہم من اللہ تھے۔ اس لئے ان کے حالات والہامات کو صوفیائے کرام کے احوال واقوال پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے مرزا قادیانی اپنے ان شرکیہ اور کفریہ الہامات کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

گل شرک والحاد پھولے ہوئے ہیں خداوند عالم سے بھولے ہوئے ہیں

میں ذیل میں سو دلائل سے ایک آدھ کا ذکر کروں گا تاکہ آپ کو مرزائیت محض پوچ نظر آئے اور بس۔ کیونکہ میں پہلے بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔

فتاویٰ مرزا قادیانی

مرزا غلام احمد قادیانی آنحضرت ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت کو جاری رکھنے والے مدعی نبوت کو کافر، کاذب، بے ایمان، دائرہ اسلام سے باہر، بدبخت، مفتری، لعنتی، دجال، قرآن کا منکر اور امت محمدیہ سے خارج قرار دیتے ہیں۔

امراض مرزا قادیانی

مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ''میں ایک دائم المرض آدمی ہوں۔ ہمیشہ سردرد اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے۔ وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔''

(ضمیمہ اربعین نمبر۳،۴ ص۴، خزائن ج۱۷ ص۴۷۰)

''میرا حافظہ بہت خراب ہے۔ اگر کئی دفعہ کسی سے ملاقات ہو تب بھی بھول جاتا ہوں...... حافظہ کی یہ ابتری ہے کہ بیان نہیں کرسکتا۔''

(مکتوبات احمدیہ ج۵ نمبر۳ ص۲۱، مکتوبات احمد ج۲ ص۴۸۳، مکتوب نمبر۱۴۱ بنام چوہدری رستم علی)

مرزا قادیانی کی بیوی اور بیٹے کی شہادت بھی سن لیجئے: ''مراق کا مرض مرزا قادیانی کو موروثی نہ تھا۔ بلکہ یہ خارجی اثرات سے پیدا ہوا تھا اور اس کا باعث سخت دماغی محنت، تفکرات، غم اور سوء ہضم تھا۔ جس کا نتیجہ دماغی ضعف تھا جس کا اظہار مراق اور دیگر ضعف کی علامات مثلاً دوران سر کے ذریعے ہوتا تھا۔'' (ریویو آف ریلیجنز ج۲۵ نمبر۸ ص۱۰، بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء)

غالباً یہ ۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے کہ میرے ایک دوست نے جب یہ سنا کہ مرزا قادیانی کو ہسٹریا کا مرض بھی تھا تو مجھے کہنے لگا کہ ہسٹریا تو عورتوں کو ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ مرزا قادیانی کو حیض آتا تھا اور ہمارے ہیڈ کلرک شیخ احمد اللہ صاحب جو پکے مرزائی تھے کہتے تھے کہ نہیں بزرگوں کو آتا ہے۔

جب میں نے اپنے دوست میر محمد حسین کو کتاب دکھائی (مرزا قادیانی کے فرزند ارجمند کی تصنیف سیرۃ المہدی) تو میرا دوست حیران رہ گیا۔ مرزائیت سے توبہ کی اور پکا مسلمان ہوگیا۔

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مرزا قادیانی دماغی امراض کے مریض تھے تو پھر بقول ڈاکٹر شاہ نواز جو احمدی تھے فرماتے ہیں: ''ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹریا یا مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعویٰ کی تردید کے لئے پھر کسی ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے۔''

(ریویو آف ریلیجنز ج ۲۵ نمبر ۸ ص ۶، ۷، بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء)

مرزا قادیانی کا ایسا مریض ہونا ان کے اپنے بیان اور ان کی بیوی اور بیٹے کی شہادت سے عیاں ہے جو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔

اخلاقیات مرزا قادیانی

ب...... ''میرے مخالف جنگلوں کے سور ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔''

(نجم الہدیٰ ص ۱۵، خزائن ج ۱۴ ص ۵۳)

''ہر مسلمان میری کتابوں کو محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے نفع اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے لیکن رنڈیوں اور زناکاروں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے۔ وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷، ۵۴۸، خزائن ج ۱۴ ص ۵۴۷، ۵۴۸)

ج...... ''اے بدذات فرقہ مولویاں......'' (انجام آتھم ص ۲۱ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۱)

د...... ''خبیث طبع مولوی...... دنیا میں سب جانوروں سے پلید اور کراہت کے لائق خنزیر ہے یا خنزیر سے زیادہ پلید وہ لوگ ہیں۔...... اے مردار خوار مولویو اور گندی روحو...... اے اندھیرے کے کیڑو۔'' (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۲۱، خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۵)

ہ...... ’’احمقوں، بے حیا، پاگل، حرامی، حرامزادہ، اے حرامی لڑکے، گدھے، دنیا کے کتے، دیوث، قوم کے خناسوں وغیرہ وغیرہ۔‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ فرعون کے پاس جاؤ۔ ’’فقولا له قولا لینا ‘‘ اس کے ساتھ نرمی سے بات کیجئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ’’انما بعثت لا تمم حسن لا خلاق ‘‘ مجھے مکارم اخلاق کی تعلیم کے لئے بھیجا گیا۔

به بیں تفاوت راہ

اختلافات مرزا قادیانی

مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

۱...... ’’اور خدا کی پناہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب ہمارے نبی اور سردار دو جہاں محمد مصطفیٰ کو خاتم النّبیین بنادیا۔ میں نبوت کا مدعی بنتا۔‘‘ (حمامتہ البشریٰ ص۸۳، خزائن ج۷ ص۳۰۲)

۲...... ’’یہ مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا کر مل جاؤں...... یہ کیونکر ممکن ہے کہ مسلمان ہو کر نبوت کا ادّعا کروں۔‘‘ (حمامتہ البشریٰ ص۹۷، خزائن ج۷ ص۲۹۷)

۳...... ’’اب بجز محمد نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے۔ مگر وہی ہو پہلے سے امتی ہو۔ پس اس بناء پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔‘‘ (تجلیات الٰہیہ ص۲۵، خزائن ج۲۰ ص۴۱۲)

۱...... ’’سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۰، خزائن ج۱۸ ص۲۱۳)

۲...... ’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔‘‘

(اخبار بدر مورخہ ۵؍مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷)

۳...... ’’یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنے وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہوگیا اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔‘‘ (اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

یاد رکھو کہ جو لوگ عام شریف انسان کے معیار پر بھی پورے نہیں اتر سکتے اور ذرا سی آزمائش پر اپنے الہام کو بدل دیتے ہیں وہ رب العزت کے نبی کیسے بن سکتے ہیں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا

ضیاء الرحمٰن بخاری صاحب راولپنڈی سے دریافت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا اور قیامت کے قریب آسمان سے نزول کا کوئی ثبوت قرآن سے ہو تو بتلایا جائے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے قرآن کو غور سے نہیں پڑھا۔ جب یہود نے کہا کہ: ''ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا۔ حالانکہ نہ قتل کر سکے نہ سولی دے سکے۔ ہوا یہ کہ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر بادشاہ ظالم کو دی تھی۔ اسے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت پر کر دیا۔ وہ لوگ اسے عیسیٰ علیہ السلام سمجھے اور سولی دے دی۔ پھر وہ اپنی اصلی صورت پر آ گیا۔ یہود کو اس پر شبہ پڑا اور تردد ہوا کہ آیا ہم نے قتل کیا یا نہیں۔ تو یہ قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا۔ محض گمان پر ہے اور حق یہ ہے کہ نہ قتل کیا نہ سولی چڑھائی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حضور میں بلالیا اور آسمان پر اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔'' (خلاصۃ التفاسیر ج۱ ص۴۶۶)

ایک مرزائی سے میری گفتگو ہوئی تو میں نے پارہ نمبر۶ رکوع ا کی آیت: ''وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ و کان اللہ عزیزاً حکیما'' (اور نہیں قتل کیا اسے یقینی طور پر بلکہ اٹھالیا اسے اللہ نے اور ہے اللہ غالب حکمت والا) پیش کی۔ (حوالہ مذکور)

مرزائی نے کہا کہ اٹھالینا عزت کے لئے ہے۔ جب کوئی بزرگ مر جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اسے اللہ نے اٹھالیا۔ میں نے کہا کہ اگر ایسا ہوتا تو: ''و کان اللہ عزیزاً حکیما'' کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر ہمت ہے تو قرآن سے اس فقرہ کو مٹادو اور جب یہ فقرہ قرآن کا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے انہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا اور وہ ایسا کرنے میں زبردست حکمت والا ہے۔ مرزائی لاجواب ہو گیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا تو اسے روکنے والا کون تھا۔ ''ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر'' اور اب آسمان پر اٹھالیا تو اسے کون روک سکتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک نشانی ہیں۔ اس لئے کہ اوپر سے ہی آپ کا

بیان چلا آرہا ہے اور یہ واضح رہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے کا نازل ہونا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’**وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ** ‘‘یعنی ان کی موت سے پہلے ایک ایک اہل کتاب ان پر ایمان لائے گا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے پھر قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔ اس مطلب کی پوری وضاحت اسی آیت کی پوری قرأت سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے: ’’**انہ لعلم للساعۃ** ‘‘یعنی جناب روح اللہ نشانی اور علامت ہیں قیامت کے قائم ہونے کی۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ نشان ہیں قیامت کا۔ یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا قیامت سے پہلے آنا۔ اسی طرح روایت کی گئی ہے حضرت ابوہریرہؓ سے اور حضرت ابن عباسؓ سے اور یہی مروی ہے ابن العالیہ، ابومالک، عکرمہ، حسن، قتادہ، ضحاک وغیرہ سے رحمہم اللہ تعالیٰ اور متواتر حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام .... نازل ہوں گے۔ پس تم قیامت کا ہونا یقینی جانو اور اس میں شک وشبہ نہ کرو اور جو خبریں تمہیں دے رہا ہوں اس میں میری تابعداری کرو یہی صراط مستقیم ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان جو تمہارا کھلا دشمن ہے تمہیں صحیح راہ سے اور میری واجب اتباع سے روک دے۔ (تفسیر ابن کثیر اردو ج۵ پارہ۵ رکوع۱۲ اص۴۰)

مرزا قادیانی کی کہانی ان کی اپنی زبانی

جب رسول خدا ﷺ معراج کی رات آسمان پر حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملے تو حضور ﷺ سے ملے تو حضور ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بزرگ جان کر دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اس کا تو مجھے علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ قیامت کب آئے گی اس بات کا تو مجھے علم نہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ قیامت آنے سے کچھ پہلے میں تمہیں آسمان سے زمین پر نازل کروں گا اور تم دجال کو قتل کرو گے۔ اسی صفت کی بناء پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسیح موعود آخری زمانہ میں آسمان سے وعدہ خداوندی کی رو سے آسمان سے نازل ہوکر میری امت کی امداد کرے گا۔ دجال کو قتل کرے گا۔ اب دیکھئے مرزا قادیانی خود کیا فرماتے ہیں۔

دعویٰ مسیح موعود: ’’میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں

خداتعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۳۹، خزائن ج۳ ص۱۲۳)

اصل بات: مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں: ’’اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۹۹، خزائن ج۳ ص۱۹۷)

حضور ﷺ نے فرمایا: ’’**المهدی من عترتی من اولاد فاطمه**‘‘ کہ مہدی میری نسل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوگا۔

امام مہدی ہونے کا دعویٰ

’’وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا۔ جس کی شہادت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم ﷺ نے دی تھی۔ وہ میں ہی ہوں۔‘‘ (تذکرہ شہادتیں ص۲، خزائن ج۲۰ ص۳،۴)

اصل بات جو مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں: ’’میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق ’’**من ولد فاطمه ومن عترتی**‘‘ وغیرہ ہے۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ۵ ص۱۸۵، خزائن ج۲۱ ص۳۵۵)

وہ شخص جو پہلے کچھ کہے اور پھر دوسرے موقع پر اس کے خلاف کہے۔ اس کی کس بات پر یقین کیا جائے؟ وہ سخت جھوٹا ہے۔

دروغ گورا حافظہ نہ باشد

احقر العباد: محمد سرفراز خان

۳۸ صفحہ تک کتابت کرا کر طباعت کے لئے دینے ہی والا تھا کہ برخوردار چوہدری فتح محمد کا خط مورخہ ۴؍مارچ ۱۹۸۴ء ملا۔ اس خط میں برخوردار نے تاویلات بعیدہ وفاسدہ سے جن کا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں۔ اپنے زعم باطل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے میں زور لگایا ہے۔ اسے ہم کیسے تسلیم کریں جب رسول خدا ﷺ نے یہود سے فرمایا: ’’**ان عیسیٰ لم یمت انه راجع الیکم قبل یوم القیامة**‘‘ بے شک عیسیٰ علیہ السلام ہرگز نہیں مرے۔ بلکہ وہ تمہارے پاس قیامت سے پہلے لوٹ کر آنے والے ہیں۔

اس لئے میں نے اس خط کی رسید کر کے جواب تحریر کر دیا جو میں نے ۱۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو رجسٹری کرا دیا۔ اس کی نقل حسب ذیل ہے:

بخدمت چوہدری فتح محمد صاحب ...... سمن آباد لاہور

سلام مسنون!

آپ کا خط مورخہ ۴؍مارچ ۱۹۸۴ء مجھے ۷؍اپریل ۱۹۸۴ء ملا۔ شکریہ۔ اس خط میں آپ نے مجھ پر الزام دیا ہے کہ: ’’آپ کے نزدیک مخبر صادق حضرت محمد ﷺ کی حدیث ’’یضع الحرب ‘‘ کی کچھ وقعت نہیں۔‘‘ کون کہتا ہے مجھے قدر نہیں میں تو اسے یقینی جانتا ہوں اور آپ اس کی تاویل کرتے ہیں۔ ’’یضع الحرب ‘‘ کا مطلب ہی آپ نہیں سمجھتے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ حضرت ابن مریم لڑائی میں شدت کریں گے اور دشمنوں کو شکست پر شکست دیں گے۔ حتیٰ کہ اپ کا مقابل کوئی نہ رہے گا۔ تب آپ لڑائی بند کر دیں گے۔

مرزا قادیانی کو ’’یضع الحرب ‘‘ سے کیا نسبت؟ نہ انہیں کوئی لڑائی پیش آئی اور نہ انہوں نے لڑائی بند کی۔

آپ کی ساری چٹھی کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ مان لیں۔ لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ حضور ﷺ فرمائیں: ’’ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ‘‘ (ابن جریر)

عیسیٰ علیہ السلام ہرگز نہیں مرے ان کو تمہارے پاس قیامت سے پہلے مڑ کر آنا ہے۔

اب بتلاؤ! میں نہیں مانتا یا آپ حضور ﷺ کی حدیث کے منکر ہیں۔ پھر آپ نے صرف ’’یضع الحرب ‘‘ ایک واقعہ کو لیا ہے۔ حالانکہ حضرت ابن مریم علیہما السلام کی صفت ’’حکماً، عدلاً‘‘ مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتی۔ نہ مرزا قادیانی کہیں حاکم ہوئے نہ انہیں انصاف کرنے کا موقع نہ ملا۔ نہ ثالث ہوئے۔

پھر ’’ویفیض المال حتیٰ لا یقبلہ احد ‘‘ ان کے دور میں مال اس طرح بہا پھرے گا کہ کوئی اس کو قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ کیا مرزا قادیانی کے دور میں ایسا ہوا ہے؟ ان کی دو عبادت گاہیں زیر تعمیر ہیں۔ واقعات تو حدیث میں اور بہت ہیں جن کا مرزا قادیانی کے عہد میں واقع ہونا ثابت نہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ’’المھدی من ولد فاطمۃ‘‘ کہ مہدی حضرت فاطمہ ؓ کی اولاد سے ہوگا۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہدی میری اولاد میں سے ہوگا۔ جس کی پیشانی کشادہ اور ناک بلند ہوگی اور جو دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جب کہ اس وقت وہ ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی۔ ان کی حکومت سات سال تک رہے گی۔ (ابوداؤد)

کیا مرزا قادیانی نے کوئی حکومت کی ہے اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھرا ہے؟

''ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مدینہ گندگی کو اس طرح دور کر دے گا جس طرح بھٹی لوہے کو گندگی سے دور کر دیتی ہے اور یہ دن یوم الخلاص (پاک اور ناپاک کی جدائی کا دن کہلائے گا)

ام شریکؓ نے دریافت کیا کہ اے رسول اللہ (ﷺ) اس وقت عرب کہاں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا اس وقت ان کی تعداد کم ہوگی اور ان میں بیشتر بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کے امام ایک مرد صالح مہدی ہوں گے۔ وہ ایک نیک انسان ہوں گے۔ وہ ایک دن صبح کی نماز کی امامت کے لئے آگے بڑھیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو جائے گا اور امام مہدی الٹے پاؤں لوٹیں گے تاکہ عیسیٰ علیہ السلام امامت کے لئے آگے بڑھیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ ان کے شانوں کے درمیان رکھ دیں گے اور فرمائیں گے کہ آپ آگے بڑھیں اور یہ آپ ہی کے لئے اقامت کہی گئی ہے تو ان کو امام مہدی نماز پڑھائیں گے۔''

(ابن ماجہ، ابن حزیمہ، ابوعوانہ، حاکم، ابونعیم، ترجمان السنہ ج۴ ص۴۰۰)

ان میں کوئی بات ہے جو مرزا قادیانی میں پائی جاتی ہے؟

علامات تو بے شمار ہیں۔ جن میں سے ایک بھی مرزا قادیانی پر چسپاں نہیں ہوتی۔ پھر ہم کیسے یقین کریں کہ وہ ان علامات کے مصداق ہیں۔ میری دعا ہے کہ خدا آپ کو عقل وسمجھ عطاء کرے۔ جس سے آپ حقیقت سمجھیں۔

قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہوں سے مسجد کا لفظ مٹا دیا

مرزائی یہودیوں کی طرح زمین پر گر کر گریہ زاری کرتے رہے۔ لاہور میں کسی قادیانی عبادت گاہ سے آذان نہیں دی گئی۔

قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہوں کا نام دارالذکر رکھ لیا ہے۔ آج قادیانیوں کے

بارے میں صدارتی آرڈیننس نافذ ہونے کے بعد انہوں نے اپنی عبادت گاہوں میں آذان نہیں دی۔ پہلے وہ لاؤڈ سپیکروں اور مسلمانوں کی طرح دیتے تھے۔ قادیانی آج ہفتہ وار عبادت کے لئے اپنی عبادت گاہوں میں آئے۔ شہر میں ان عبادت گاہوں کی تعداد ۱۲ کے لگ بھگ ہے۔ آج ایک بات دیکھنے میں آئی کہ عبادت کے خاتمے کے بعد وہ زمین پر گر گئے اور تقریباً سات سے دس منٹ تک یہودیوں کی طرح گریہ زاری کرتے رہے اور پھر اٹھ کر دعا مانگے بغیر اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

آج قادیانیوں کا سب سے بڑا اجتماع ''دارالذکر'' برانڈرتھ روڈ پر دیکھنے میں آیا۔ جہاں گیارہ سو قادیانی اپنی ہفتہ وار عبادت گاہ میں عبادت کی۔ مغلپورہ کے علاقے میں دو جگہوں چمن پارک اور گلشن پارک۔ ان کی تعمیر کو بند کر دیا گیا اور ان کے منتظمین سیمنٹ کی بوریاں اور سریا وغیرہ کہیں اٹھا کر لے گئے ہیں۔

باغبان پورہ کے علاقے میں قادیانیوں کی عبادت گاہ ہے۔ آج یہاں صرف ۲۵ قادیانی عبادت کے لئے آئے۔ انہوں نے بھی یہودیوں کی طرح زمین پر گریہ زاری کی۔ قادیانیوں کی عبادت گاہ شاہ محمد غوث سرکلر روڈ میں آج ڈیڑھ سو کے لگ بھگ قادیانی اپنی ہفتہ وار عبادت کے لئے جمع ہوئے۔ انہوں نے ہی لاؤڈ سپیکر کا استعمال کیا اور نہ کوئی تقریر کی۔ آخر میں روتے ہوئے عبادت گاہ سے چلے گئے۔ جہاں مرزا عبدالسلام طاہر نے عبادت کی رسومات ادا کیں۔ اس طرح احمدیہ عبادت گاہ برانڈرتھ روڈ رام گلی میں عبادت کی رسومات شفقت رسول نے سرانجام دیں۔ یہاں بیس پچیس قادیانی عبادت کے لئے آئے۔

مسلمان سے قادیانی ہونے والے افراد کو اسلامی احکام کے مطابق سزائیں دی جائیں۔ قادیانیوں کی مسجد نما عبادت گاہیں گرادی جائیں۔ مرزائیوں کے بارے میں دوسرے مطالبات بھی تسلی کئے جائیں۔ راولپنڈی میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس۔

دارالتعلیم القرآن میں آج ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں صدر مملکت کی طرف سے قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کے خاتمے کے لئے آرڈیننس کے نفاذ کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ آرڈیننس پر جلد از جلد عمل درآمد کرایا جائے اور قادیانیوں کے بارے میں باقی مطالبات بھی تسلیم کئے جائیں۔

کانفرنس کے خطاب کرنے والے مقررین نے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو کلیدی عہدوں

سے ہٹایا جائے۔ مسلمانوں سے قادیانی ہو جانے والے افراد کو اسلامی احکامات کے مطابق سزائیں دی جائیں اور قادیانیوں کی مساجد گرادی جائیں۔ ملک بھر سے چھ ہزار افراد نے کانفرنس میں شرکت کی۔

کوئی احمدی یا قادیانی عبادت کے لئے آذان نہیں دے گا اور اپنی عبادت گاہ کو مسجد کا نام نہیں دے سکے گا۔

قادیانیوں کے لئے اسلامی اصطلاحات کا استعمال جرم قرار دے دیا گیا

زبانی یا تحریری طور پر اپنے کسی فرد کے لئے امیرالمؤمنین، خلیفہ یا صحابی کا لفظ استعمال نہیں کرسکیں گے۔ ازواج مطہرات یا رضی اللہ تعالیٰ کی اصطلاحات کے استعمال کی بھی ممانعت۔

خلاف ورزی کی سزا تین سال قید اور جرمانہ ہوگی۔ صدر نے پاکستان کا ترمیمی آرڈیننس جاری کردیا۔ نفاذ فوری ہوگا۔

حکومت متعلقہ تحریرات کی زد میں آنے والا تمام لٹریچر بھی ضبط کرسکے گی۔

صدر جنرل ضیاء الحق نے آج ایک ترمیمی آرڈیننس جاری کیا جس کے تحت قادیانیوں کو امیرالمؤمنین، ام المؤمنین، خلیفہ، صحابی اور اہل بیت سمیت تمام اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے قانوناً روک دیا گیا ہے۔ وہ اپنی عبادت گاہ کو مسجد بھی نہیں کہہ سکیں گے اور نہ ہی مسلمانوں کی طرح اذان دے سکیں گے۔ اس آرڈیننس کی رو سے حکومت کو قادیانیوں کو ایسا تمام لٹریچر بھی ضبط کر لینے کا اختیار دے دیا گیا ہے جو متذکرہ بالا قانون کی خلاف ورزی کی ذیل میں آتا ہو۔ فوری طور پر نافذ ہونے والے اس آرڈیننس کے تحت تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸ بی اور ۲۹۸ سی کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جن کے تحت مذکورہ جرائم کے ارتکاب پر تین سال قید اور جرمانہ کی سزادی جاسکے گی اور یہ جرائم قابل دست اندازی پولیس اور ناقابل ضمانت ہوں گے۔ دفعہ مذکور کے تحت کسی بھی ایسے شخص کو جو خود کو احمدی کہتا ہو اور اس کا تعلق چاہے لاہوری یا قادیانی گروپ سے ہو وہ زبانی یا تحریری طور پر کسی بھی شخص کو امیرالمؤمنین یا خلیفہ قرار دیتا ہو اور نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلیفہ یا اصحاب کا ذکر کرتا ہو تین سال قید کی سزادی جاسکے گی اور جرمانہ بھی ہوسکے گا اور کوئی احمدی اذان بھی نہیں دے سکے گا۔

وما علینا الا البلاغ!

احقر العباد: چوہدری محمد سرفراز خان

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

آفتاب نبوت

در

ردمرزائیت

جناب الحاج چوہدری محمد سرفراز خان صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

تقریظ از علامہ رئیس احمد جعفری رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۲
دیباچہ	۳۰۳
مقدمہ	۳۰۸
ردمرزائیت	۳۱۱
قرآن اور مرزائیت	۳۱۴
مجدد کی کوئی ضرورت نہیں	۳۱۵
بعد کا بیان	۳۱۵
حدیث حجت شرعی ہے	۳۱۷
حدیث مجدد پر روشنی	۳۱۷
نزول مسیح علیہ السلام	۳۱۸
آفتاب نبوت	۳۱۹
توحید کی کامل تعمیل اور رسالت خداوندی کی تکمیل	۳۲۱
خدا کی مطلوبہ توحید کا مطلب	۳۲۲
حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف تحیۃ	۳۲۴
نبوت محمدیہ کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ فالتو نبوت کا دعویٰ ہے	۳۲۵
حصہ اوّل ...... ختم نبوت	۳۲۶
اسلام کا بنیادی عقیدہ	۳۲۶
انبیاء کی تاریخ	۳۲۸
(۱) آیات قرآنی بخلاف دعویٰ مرزا قادیانی	۳۳۲
شان نزول	۳۳۲
(۲) احادیث صحیحہ بخلاف دعویٰ مرزا قادیانی	۳۴۴
وصیت	۳۵۳
(۳) شہادات باثبات سوداء مرزا قادیانی	۳۵۷
(۴) اقسام امراض مرزا قادیانی	۳۶۰
اسباب مرض	۳۶۱

(۵) علامت مالیخولیا وتطبیق آں بعلامات مرزا قادیانی	۳۶۱
(۶) کذبات مرزا قادیانی	۳۶۶
اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افتراء	۳۶۷
تمام انبیاء پر جھوٹ اور افتراء	۳۶۸
حضور ﷺ پر جھوٹ اور افتراء	۳۶۸
اولیاء اللہ پر جھوٹ اور افتراء	۳۶۹
خدا کی تمام کتابوں پر جھوٹ وافتراء	۳۶۹
تاریخی واقعات میں سراسر جھوٹ وافتراء	۳۷۰
(۷) اخلاقیات مرزا قادیانی	۳۷۲
مبلغین کے لئے اخلاق حسنہ کی ضرورت	۳۷۲
تبلیغ کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت خداوندی	۳۷۳
اخلاق محمدی	۳۷۳
امام زمان کے لئے اخلاق کی ضرورت	۳۷۴
(۱) اہانت حضرت عیسیٰ علیہ السلام وحضرت مریم علیہا السلام	۳۷۵
(۲) اہانت حضرت نوح علیہ السلام	۳۷۶
(۳) اہانت حضرت موسیٰ علیہ السلام	۳۷۶
(۴) تمام انبیاء علیہم السلام کی اہانت	۳۷۶
(۵) اہانت آنحضرت ﷺ	۳۷۶
(۶) اہانت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۳۷۸
(۷) اہانت حضرت علی رضی اللہ عنہ	۳۷۸
(۸) اہانت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی	۳۷۸
(۹) بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اہانت	۳۷۹
(۱۰) علمائے کرام اور مسلمانوں کو گالیاں	۳۷۹
(۸) اختلافات مرزا قادیانی	۳۸۱
اختلافات کی بھرمار	۳۸۲
(۱) حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق متضاد باتیں	۳۸۲
(۲) دعویٰ مسیحیت کے متعلق متضاد خیالات	۳۸۴
(۳) دعویٰ مہدویت کے متعلق متضاد خیالات	۳۸۴

(۴)دعویٰ نبوت کے متعلق متضاد خیالات	۳۸۵
(۵)دجال کے متعلق متضاد خیالات	۳۸۶
(۶)صفات الٰہیہ میں متضاد خیالات	۳۸۶
(۷)خداتعالیٰ کے قانون قدرت میں ردوبدل	۳۸۶
(۸)خدا کی کتابوں کے متعلق متضاد خیالات	۳۸۶
(۹)نبی کی الہامی زبان میں متضاد اقوال	۳۸۷
(۱۰)متفرق متضاد باتیں	۳۸۷
پچاس مختلف دعاوی مرزاقادیانی (یعنی مرزاقادیانی دنیا کے ہر لباس میں)	۳۸۸
(۹) کفریات مرزاقادیانی	۳۹۱
(۱)مرزاقادیانی کا خدا کے بیٹے کے برابر ہونا	۳۹۲
(۲)مرزاقادیانی کا خدا کا نطفہ ہونا	۳۹۲
(۳)مرزاقادیانی کا خدا کا بیٹا ہونا	۳۹۲
(۴)مرزاقادیانی میں ’’کن فیکونی‘‘ خدائی اختیارات	۳۹۳
(۵)مرزاقادیانی کا خدا کے مانند ومثل ہونا	۳۹۳
(۶)مرزا کو اعمال میں رخصت یعنی جو چاہیں سوکریں کوئی پوچھنے والا نہیں	۳۹۳
(۷)مرزاقادیانی کا خدا کا باپ ہونا	۳۹۴
(۸)خدا کا مرزاقادیانی کا مرید ہونا اور ان سے بیعت کرنا	۳۹۴
(۹)مرزاقادیانی میں فناہ کرنے اور زندہ کرنے کی طاقت	۳۹۴
(۱۰)مرزاقادیانی کا خود خدا ہونا	۳۹۵
ایک غلط فہمی کا ازالہ	۳۹۶
(۱۰) فتاویٰ مرزاقادیانی	۳۹۷
ختم نبوت پر مرزاقادیانی کا اپنا مجموۃ الفتاویٰ	۳۹۷
سب سے بڑا ظالم کون؟	۳۹۹
’’فلاح‘‘ کے غلط مفہوم کی اصلاح	۴۰۰
حصہ دوم ...... معیار صداقت	۴۰۳
مقدمہ	۴۰۳
(۱) معیار اوّل ’’بشارات‘‘ پیش گوئیاں	۴۰۵
شوخ وشنگ لڑکا	۴۰۵

محمدی بیگم	۴۰۵
مرزا قادیانی کی چالیں	۴۰۹
نکاح آسمانی	۴۱۲
سچا نبی سچی وحی	۴۱۲
جھوٹا نبی جھوٹی وحی	۴۱۴
(۲) معیار دوم ’’الہامات‘‘	۴۱۷
الہامی زبان	۴۱۷
غلط زبان میں الہامات	۴۱۹
عجیب الہامات	۴۲۰
مہمل الہامات	۴۲۱
(۳) معیار سوم ’’قبولیت دعا‘‘	۴۲۳
مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ	۴۲۳
ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب	۴۲۶
پسر موعود	۴۲۹
(۴) معیار چہارم ’’معارف قرآنی‘‘ اور مرزا قادیانی	۴۳۲
تفسیر مرزا قادیانی	۴۳۳
(۱) معجزہ شق القمر کی تاویل	۴۳۴
(۲) خانہ کعبہ	۴۳۶
(۳) واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ	۴۳۶
چند اعتراضات کے جوابات مع ازالہ چند شبہات	۴۳۸
حیات مسیح علیہ السلام پر تین روشن دلائل	۴۳۸
قرآن کی صحیح ترجمانی	۴۴۱
مکر کی تشریح	۴۴۲
عیسیٰ علیہ السلام سے وعدہ ہائے خداوندی	۴۴۵
توفی کی تحقیق	۴۴۷
رافعک الیّٰ	۴۴۹
تیسرا وعدہ	۴۵۰
فضیلت وبرتری	۴۵۱
دو قسمیں	۴۵۱

مکالمہ	۴۵۱
حیات وممات مسیح	۴۵۱
دوسرا واقعہ	۴۵۶
’’فلما توفیتنی‘‘ کی تفسیر	۴۵۹
حصہ سوم ...... حقیقت مرزائیت	۴۶۶
مرزا قادیانی اور مسئلہ جہاد	۴۶۹
جہاد موقوف	۴۶۹
جہاد حرام	۴۷۰
مسئلہ جہاد کا بدترین ہونا	۴۷۰
یضع الحرب	۴۷۰
نزول وحیات مسیح	۴۷۱
فلسفہ جہاد	۴۷۵
فرضیت جہاد	۴۷۸
منافق کی موت مرنا	۴۸۰
کتب الٰہیہ میں جہاد پر جنت کا وعدہ	۴۸۲
جہاد مسلمان کے لئے مسرت وشادمانی ہے اور منافق کے لئے موت	۴۸۲
حکومت اور جہاد	۴۸۳
جنگ اور جہاد	۴۸۴
رئیس المنافقین	۴۹۰
قادیانی تلوار	۴۹۰
حزب المنافقین	۴۹۱
قادیانی عقائد	۴۹۲
قرآن اور مسیح موعود	۴۹۳
مسیح موعود کے عقیدہ کی بناء	۴۹۳
مسئلہ تناسخ	۴۹۳
عین محمد ہونے کا دعویٰ	۴۹۵
مسلمانوں اور مرزائیوں میں اختلاف	۴۹۶
مسلمانوں سے قطع تعلق	۴۹۶

احمدی کی مسلمان کے پیچھے نماز جائز نہیں	۴۹۷
مسلمانوں سے رشتہ ناطہ حرام	۴۹۷
مسلمان کے جنازہ کی نماز ناجائز	۴۹۸
مرزائیوں کا حج قادیان میں ہوتا ہے	۴۹۸
تمام اہل اسلام کافر اور دائرہ اسلام سے خارج	۴۹۸
مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارنا (یعنی مسلمانوں کو)	۴۹۹
مخالفین کو سولی پر لٹکانا (یعنی مسلمانوں کو اور مسلمان مولویوں کو)	۴۹۹
مسلمان فرقوں کی باہم تکفیر بازی اور مرزائیت	۴۹۹
منعم علیہ	۵۰۰
ڈاکٹر اقبال اور مرزائیت	۵۰۴
قادیانی سیاست	۵۰۵
ممالک اسلامیہ میں مرزائیت کا پروگرام	۵۰۵
برٹش گورنمنٹ کا مرزائیوں کے لئے فضل ایزدی اور سایہ رحمت ہونا	۵۰۵
مسلم لیگ	۵۰۵
فضول مشغلہ	۵۰۶
تحریک مسلم لیگ زہریلی ہوا ہے	۵۰۶
مسلم لیگ ملحدانہ تحریک ہے	۵۰۶
کانگریس کی تعریف	۵۰۶
پاکستان غلط تقسیم	۵۰۶
اکھنڈ ہندوستان	۵۰۷
عارضی تقسیم	۵۰۷
مجذوب کی بڑ اور ناممکن العمل	۵۰۷
ہندوستان کے وفادار	۵۰۷
حصہ چہارم ...... مدارنجات	۵۰۸
دیباچہ	۵۰۸
قادیانی مدارنجات	۵۱۰
قرآنی مدارنجات	۵۱۸
(ا) معجمہ العربیہ یعنی عربی اردو ڈکشنری	۵۲۱

(۲)تسہیل العربیہ	۵۲۱
عقیدہ اور ایمان کے لئے	۵۲۱
اعمال کے لئے	۵۲۱
بعض شرائط نجات	۵۲۴
نمائشی اسلام	۵۲۶
حقیقی ایمان	۵۲۷
مقام غور	۵۲۸
کلمہ شہادت اور قادیانی	۵۳۰
مقام محمد	۵۳۱
مقام احمد	۵۳۷
مقام محمود	۵۴۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ از علامہ رئیس احمد جعفری رحمۃ اللہ علیہ

جناب چوہدری محمد سرفراز صاحب کے لکھے ہوئے دو مسودے ’’آفتاب نبوت دررد مرزائیت‘‘ اور ’’حیات مسیح‘‘ میری نظر سے گزرے۔ مجھے اس طرح کے مباحث سے ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو صرف ایک بات جانتا ہوں ؂

بہ مصطفیٰ برساں کہ دیں ہمہ اوست — اگر بہ اونر سیدی تمام بولہبی است

(اقبال)

جس کا یہ ایمان واعتقاد ہو اسے دور از کار اور دور از دین مباحث سے دلچسپی لینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ چنانچہ چوہدری صاحب کے یہ مسودے میں نے بے دلی کے ساتھ اٹھائے اور ان کی ورق گردانی کرنے لگا۔ کسی کسی جگہ جا کر نظر اٹک جاتی۔ آخر میں نے طے کیا کہ انہیں پڑھنا چاہئے اور اب پڑھ چکنے کے بعد بے تامل میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس موضع پر جتنے مدلل، سنجیدہ اور سیر حاصل انداز میں چوہدری صاحب نے گفتگو کی ہے یہ انہی کا حق ہے۔ مشکل سے ان کا کوئی حریف ثابت ہوگا۔

میری تمنا ہے کہ یہ مسودے چھپ کر جلد از جلد منظر عام پر آئیں تاکہ کم سواد اور گمراہ لوگ ان سے پورا پورا استفادہ کرسکیں۔

رئیس احمد جعفری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

’’الحمد ﷲ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰے خصوصاً علٰی سید الاولین والآخرین خاتم النّبیین والمرسلین سیدنا وشفیعنا ومولانا محمد وعلٰی اٰلہ واصحابہ اجمعین. اما بعد‘‘

یہ بندہ حقیر وناچیز برادران اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ جب دنیا کو گمراہی اور کفر کی گھٹاٹوپ اندھیریوں نے گھیر لیا۔ ’’**ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس** ‘‘تو بمقتضائے عادت الٰہیہ اسلام کے روشن آفتاب نے ’’**بدء الاسلام غریباً**‘‘ کے افق مشرق سے طلوع کیا اور پھر اپنی تدریجی رفتار کے ساتھ بلند ہوتا رہا اور ایک وقت ’’**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی** ‘‘ کے نصف النہار پر جا پہنچا تو اس منور آفتاب سے قلوب کی دنیا جگمگا اٹھی۔

پھر سنت قدیمہ کے موافق وہ وقت بھی آ گیا کہ یہ آفتاب ڈھلنا شروع ہوا اور ’’**سیعود غریبا** ‘‘ کے افق مغرب کے قریب پہنچ گیا۔ جناب رسالت مآب ﷺ کی وفات ہوئی اور آپ کی پیش گوئی کے مطابق جو دن آیا تنزل کو اپنے دامن میں لے کر آیا۔ یہ تنزل اسی طرح ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ لیل ونہار کے انقلاب نے تیرھویں صدی بھی پوری کردی۔

اس صدی میں جس قدر فتنوں کی بارش ہوئی وہ محتاج بیان نہیں۔ لیکن وہ فتنہ عظیمہ ضرور قابل ذکر ہے جس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اس کے فنا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اگرچہ اس ذات قدوس نے جو تمام چیزوں کے لئے خیر الحافظین ہے۔ اپنے ازلی وعدہ کی بناء پر اس کی حفاظت کی اور اپنے محبوب خاتم الانبیاء ﷺ کی اس پیشین گوئی کو پورا فرمایا۔ ’’**لا تجتمع امتی علٰی ضلالۃ**‘‘ کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

یہ فتنہ عظیمہ فتنہ قادیان ہے جس نے اسلام کا بھیس بھر کر اس کی نصوص کی تحریف اور شریعت کے قطعی احکام پر پانی پھیرنے کو اپنا اصول قرار دیا ہے۔ اسلام کے وہ روشن اور صاف وصریح احکام جن پر آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے تقریباً پونے چودہ سو برس کے اندر ہر قرن اور ہر زمانہ میں لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کا متفقہ اجماعی عقیدہ رہ چکا ہے۔ آج ایک شخص پیدا ہوتا ہے جو قرآن وحدیث کی بنیات اور امت کے اجماعی عقائد کو محض اپنے اوہام سے ٹھکرادیتا ہے۔

یہ شخص مرزاغلام احمد نامی موضع قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب) میں پیدا ہوا اور سن بلوغ کے بعد ضلع سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپے ماہوار کی ملازمت اختیار کی۔ لیکن اس پر اسے خوردونوش کی الجھنوں اور پریشانیوں سے نجات نہیں ملی تو مختاری کا امتحان دیا۔ اس میں بھی اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ یعنی امتحان میں فیل ہوگئے تو جلب منفعت وطلب زر کی چلتی ہوئی تدبیر یہ نکالی کہ ایک اشتہار اس عنوان کا دیا کہ حقانیت اسلام پر ایک کتاب لکھی جاوے گی جو ایک مقدمہ چار فصلوں ایک خاتمہ اور تین سو محکم دلائل پر مشتمل ہوگی اور قیمت اس کی پانچ روپے و دس روپے فی جلد پیشگی ہوگی۔ (اشتہار براہین احمدیہ درد یباچہ حصہ اوّل، خزائن ج۱ص۳)

مسلمانوں نے خدمت اسلام سمجھ کر مرزاقادیانی کی آواز پر لبیک کہا اور ہر طرف سے روپے کی بارش شروع ہوگئی۔ جب مرزاقادیانی کی من مانی مراد پوری ہوگئی تو تین سو بے نظیر دلائل کے بجائے اپنی تعلیوں اور بلند پردازیوں کو حاشیہ درحاشیہ میں لکھ کر کتاب کو ختم کردیا اور کہہ دیا کہ: ’’اب براہین کی تکمیل خدا نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔‘‘ جب لوگوں نے وعدہ خلافی دیکھی تو روپے کا تقاضا کیا تو ان کو کمینہ، سفینہ وغیرہ غیرمہذب الفاظ سے ڈانٹ دیا اور سارا روپیہ ہڑپ کر گئے۔

(ایام صلح ص۱۷۳، خزائن ج۱۴ص۴۲۱)

یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریز مسلمانوں کے اتفاق اور ان کے جذبہ جہاد سے بڑے خائف تھے اور اس وقت کے حکام اس تلاش میں تھے کہ کوئی ایسا مسلمان عالم دستیاب ہوجائے جسے وہ اپنی مطلب براری میں اپنا آلۂ کار بناسکیں۔ مسلمانوں میں پھوٹ ڈال دی جائے اور مسئلہ جہاد میں الجھنیں پیدا کی جائیں تاکہ مسلمانوں کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے اور ہم امن وامان سے حکومت کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ حکام نے بہت کوشش کی مگر کسی عالم کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ جہاد کو حرام قرار دے سکے۔

مرزاقادیانی ان کے دام میں روپیہ پیسہ کی لالچ میں آگئے اور وظیفہ خوار بن گئے۔ پھر کیا تھا جس کا کھایئے اس کا گن گایئے۔ پھر جو کچھ کیا انگریزوں کے ایماء پر کیا اور امت مسلمہ میں وہ پھوٹ ڈالی جو شاید قیامت تک باقی رہے۔

شریعت کے ان قطعیات میں جو اس فتنہ کے تختۂ مشق بنے۔ ایک مسئلہ ختم نبوت بھی ہے۔ یہ مسئلہ اگرچہ اسلام کی ان ضروریات سے ہے جن کو خدا کی آخری کتاب قرآن عزیز نے دو چار مرتبہ نہیں بلکہ سو مرتبہ (تقریباً) اپنے مختلف مقامات میں مختلف عبارات اور عنوانات سے

اس قدر روشن کر دیا ہے کہ کوئی سلیم العقل انسان اسے تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر فخر الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ نے اس کے ذہن نشین کرانے کا اس قدر اہتمام فرمایا کہ دو سو سے زیادہ احادیث میں مختلف الفاظ اور مختلف انداز سے اس مسئلہ کا اعلان فرمایا اور اس کی کوئی شق باقی نہیں چھوڑی جس کو بوضاحت بیان نہ کر دیا ہو۔

مرزا قادیانی نے اوّل اوّل مسلمانوں کا صحیح عقیدہ پیش کیا اور حضور ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو خارج از اسلام قرار دیا اور صاف کہہ دیا ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام　　ہر نبوت را بروشد اختتام

اس لئے پہلے محدث ومجدد بنے اور لوگوں کو حیات وممات مسیح کے مسئلہ میں الجھا دیا۔ جب کچھ لوگوں کے خیالات متزلزل پائے تو مہدی ومسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اس مغالطہ میں ڈال کر کہ مسیح موعود نبی ہوگا۔ خود نبوت ورسالت کے مدعی بن بیٹھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ وہ کون سا دعویٰ تھا جو مرزا قادیانی نے کیا۔ غرضیکہ مرزا قادیانی نے اتنے لمبے لمبے اور اس قدر چوڑے چوڑے رنگ برنگی غیر معمولی دعوے کئے کہ ایک عالم میں باطل پرستی کا ایک ہنگامہ بپا ہوگیا اور کئی شقی وبدبخت روحیں مرزائیت کے دلفریب وطلسمی جال میں پھنس کر رسول کریم ﷺ کے کنار عاطفت وظل رحمت سے الگ ہوگئیں۔ مرزائیت کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب وگمراہ کن فتنہ کی تخریب واستیصال کے لئے مسلمانان عالم وعلماء حق کے مقدس گروہ نے ایسی سرفروشی وتندہی کے ساتھ سعی بلیغ وجدوجہد کی کہ اگر استعماری طاقتیں پشت پناہ نہ بن جائیں تو کب کا یہ فرقۂ باطلہ صفحۂ ہستی سے مٹ گیا ہوتا۔ لیکن قدرت الٰہی کا غیر مرئی وپوشیدہ ہاتھ ایسے مفسدوں، ظالموں، کاذبوں، مفتریوں اور باطل پرستوں کی تکذیب وابطال کے لئے اندر ہی اندر اتنا اور ایسا سامان مہیا کر دیتا ہے کہ اس کی موت وفناء کے واسطے بیرونی حملوں وخارجی ضربوں کی احتیاج باقی نہیں رہتی اور اس گھر کو گھر کے چراغ سے ہی آگ لگ جاتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے کاذب ومفتریوں کا پرشکوہ قصر خاکستر ہوکر عبرت گاہ عالم بن جاتا ہے ؎

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے　　اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مرزا قادیانی بھی اس کی تائید میں لکھتے ہیں: ’’قانون قدرت صاف گواہی دیتا ہے کہ خدا کا یہ فعل بھی دنیا میں پایا جاتا ہے کہ وہ بعض اوقات بے حیا سخت دل مجرموں کی سزا ان کے ہاتھ سے دلواتا ہے۔ سو وہ لوگ اپنی ذلت وتباہی کے سامان اپنے ہاتھ سے جمع کر لیتے ہیں۔‘‘

(استفتاء اردو حاشیہ ص۸، خزائن ج۱۲ ص۱۱۶)

چنانچہ اسی قانون قدرت کے مطابق مرزا قادیانی کی زندگی کے گوشہ گوشہ کی خانہ تلاشی لی گئی تو معلوم ہوا کہ قدرت نے مرزائیت کی تباہی وبربادی کا خود مرزا قادیانی کے ہاتھوں سے اتنا سامان وذخیرہ جمع کرایا ہے کہ اس گمراہ فرقہ کے استیصال وابطال کے لئے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں کیونکہ مرزا قادیانی کے خانہ زندگی میں کہیں تو کفریات واختلافات ناہموار کا انبار ہے اور کہیں کذبات واتہامات کا ایک بدنما ڈھیر اور کہیں ہفوات وخرافات کا ایک تودہ، تو پھر ایسے اسباب وسامان کے ہوتے ہوئے ''مرزائیت'' کے دفن کرنے کے لئے کسی اور کی طرف متوجہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

علمائے اسلام نے اس فرقۂ باطلہ کی تردید میں بے شمار کتابیں تصنیف وتالیف کی ہیں جن کو دیکھ کر حوصلہ نہیں ہوتا کہ مجھ ایسا کم علم اور بے بضاعت شخص بھی اس موضوع پر قلم اٹھائے۔ مگر کتب مذکور چونکہ یا تو بہت ضخیم ہیں یا بہت مختصر۔ اس لئے میرے کرم فرما صاحبزادہ مولوی غلام رسول صاحب قادری نوشاہی ساکن ساہووال، تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ جو اس وقت تبلیغ اسلام میں باقاعدہ کام کررہے ہیں۔ میرے پاس تشریف لائے اور فرمائش یہ کی کہ مبلغین اسلام کے لئے ایک ایسی مختصر سی کتاب ہو جو مرزا قادیانی کی اپنی تحریرات پر مشتمل ہو اور جس کا جواب مرزائیت نہ دے سکے۔ لہٰذا اس بندۂ حقیر وناچیز نے بزرگان دین کی کتب کے مطالعہ کی برکت اور مرزائی لٹریچر کی امداد سے مسئلہ ''ختم نبوت'' کو قرآن وحدیث کی سچی روشنی میں اور اقوال مرزا قادیانی سے ایسے مدلل پیرایہ اور پرزور الفاظ میں واضح کیا ہے کہ تمام اہل اسلام اس کے مطالعہ سے بے حد مسرور ہوں گے اور منصف مزاج مرزائی حضرات بھی اس کے دلائل کو دیکھ کر تائب یا نادم ہوئے بغیر نہ رہیں گے۔

یہ کتاب اس وقت تالیف کی گئی تھی جب کہ تحریک ''ختم نبوت'' زوروں پر تھی۔ جب صاحبزادہ مولوی غلام رسول صاحب اس تحریک میں گرفتار ہوگئے تو اس کتاب کا مسودہ جو انہیں اشاعت کے لئے دیا گیا تھا ان کے پاس تھا۔ لاہور سنٹرل جیل میں یہ کتاب گرفتار شدہ علماء اور مجمع عام میں بار بار پڑھی گئی۔ ہر طرف سے بے حد پسند ہوئی اور اس نے سب سے بیک زبان خراج تحسین حاصل کیا۔ مگر وہ موقعہ اشاعت کا نہ تھا۔ اس کا دیباچہ جو میں نے پہلے لکھا تھا وہ صاحبزادہ موصوف نے کتاب سے الگ کر کے جلا دیا کہ مبادا یہ مسودہ کہیں گورنمنٹ کے ہاتھ لگ جائے اور راقم الحروف بھی نہ کہیں گرفتار بلا ہو۔ لہٰذا یہ دیباچہ دوبارہ لکھا گیا ہے۔

انبیائے سابقین اور ہمارے نبی کریم خاتم النّبیین ﷺ کی مثال ستارے چاند اور آفتاب عالم تاب کی سی ہے۔ گویا پہلے نبی ستاروں اور چاند کی مانند اپنی اپنی قوم اور ملک میں اپنے اپنے وقت اور عہد میں روشنی پہنچاتے رہے اور بار بار اپنی قوم سے یہی خطاب کرتے رہے۔ یا قوم! ’’انی رسول اللہ الیکم ‘‘ کہ اے میری قوم میں تمہاری طرف اور صرف تمہاری طرف رسول ہوکر آیا ہوں۔ مگر سب کے آخر میں ہمارے نبی کریم آفتاب عالم کی حیثیت سے یہ اعلان کرتے ہوئے نمودار ہوئے۔ ’’یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ‘‘ کہ اے بنی آدم! اے بنی نوع انسان! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوکر آیا ہوں۔ آفتاب نبوت کے طلوع ہوتے ہی کفر وشرک اور فسق وفجور کی اندھیریاں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں اور آپ وہ تعلیم بنی نوع انسان کے لئے چھوڑ گئے جس کے متعلق غیر کہہ اٹھے۔ ’’لیلھا کنھارھا ‘‘ کہ تعلیمات اسلام میں راتیں بھی دن کی طرح روشن ہیں۔ اس لئے میں نے کتاب کا نام بھی اسی مناسبت سے ’’آفتاب نبوت دررد مرزائیت‘‘ رکھا ہے۔

حصہ اوّل میں قرآن وحدیث اور اقوال مرزا قادیانی سے مسئلہ ختم نبوت کو پورے ایک سو دلائل سے واضح اور ثابت کیا ہے جس سے ناظرین حق وباطل میں بخوبی تمیز کر سکیں گے۔ مرزا قادیانی اور ان کے دعوؤں کی حقیقت منکشف ہو جائے گی اور یہ حصہ کتاب گویا ’’حقیقت مرزا قادیانی‘‘ کا آئینہ ہوگا۔ اس میں آخری مضمون معیار صداقت مرزا قادیانی ہے جو مرزا قادیانی نے خود اپنی صداقت کے چار معیار تجویز کئے ہیں۔ ہم نے ان چاروں پر نہایت اختصار سے صحیح واقعات کی روشنی میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی ان چاروں میں چاروں شانے چت گرے ہیں۔

دوسرے حصہ میں واضح کیا گیا ہے کہ امت مرزائیہ کیوں اور کس طرح وجود میں آئی اور اس نے کیا کام سرانجام دیا۔ جس کی بناء پر ہم نے اس حصہ کتاب کا نام ’’ضرب المنافقین‘‘ رکھا ہے۔ اسلام کے پردہ میں انگریز کی غلامی ان کا نصب العین رہا۔ یہی ’’حقیقت مرزائیت‘‘ ہے۔

تیسرے حصہ میں چونکہ مرزا قادیانی نے بزعم خود اپنی وحی، تعلیم اور بیعت کو مدار نجات قرار دیا ہے۔ اس لئے ہم نے مرزا قادیانی کے دعویٰ کی لغویت اور حقیقی مدار نجات کی نشان دہی کی ہے کہ وہ فقط اللہ تعالیٰ، اس کے انبیائے سابقین اور ختم نبوت پر ایمان محکم اور صرف اتباع نبی کریم ﷺ پر موقوف ہے اور نام بھی ’’حقیقی مدار نجات‘‘ تجویز کیا ہے۔

بالآخر میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ناظرین کو حق وباطل میں تمیز اور اتباع نبی کریم ﷺ کی توفیق دے۔ آمین! ’’وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین‘‘ احقر العباد: محمد سرفراز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

سب سے اوّل شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکا دیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ جب یہ ملعون اتنی بڑی شخصیت کو دھوکے میں ڈال سکتا ہے جسے فرشتوں نے بھی سجدہ کیا تھا تو پھر عوام بیچارے کس شمار میں ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام احکام خداوندی ’’لا تقربا ہٰذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین‘‘ کو بھول گئے۔ ورنہ شیطان کے دھوکے میں ہرگز نہ آتے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء سلف نے کسی ولی اللہ کے الہام اور کشف وکرامات[1] کو دین میں حجت نہیں ٹھہرایا۔ کیونکہ ان سب میں شیطان کو بھی دخل ہے۔

[1] معجزہ، کرامت، استدراج، جادو وشعبدہ صرف ایک ہی خرق عادت یعنی عام عادت کے خلاف کام کے نام ہیں۔ (۱) اگر کسی نبی سے کوئی خرق عادت کام ظاہر ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں۔ (۲) جو کسی ایسے شخص سے صادر ہو جو کسی نبی کا تابعدار امتی ہو تو وہ کرامت کہلائے گی۔ (۳) اگر کسی خلاف عادت کام کا فاعل فاسق وفاجر ہو یا کافر ومشرک ہو تو وہ کام استدراج، جادو یا شعبدہ کے نام سے موسوم ہوگا۔ چونکہ ان میں تمیز کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس خلاف عادت کام کا فاعل کیا شخص ہے یا بالفاظ دیگر فاعل کی شخصیت پہلے معلوم کر لینے کے بعد ہی کسی خرق عادت کام کو معجزہ کرامت یا استدراج وغیرہ جیسے کسی اختیاری نام سے تعبیر کر سکتے ہیں اور جس کے بغیر تمیز ناممکن ہے۔ اس لئے کرامت دین میں حجت نہیں ٹھہرائی گئی۔ کیونکہ اس کی صحیح تمیز عوام کے لئے محال ہے۔ اسی طرح الہام رحمانی اور وسوسہ شیطانی میں فرق کرنے کا ذریعہ بھی کتاب وسنت ہی ہے۔ جس چیز کا دل میں القا ہو اگر کتاب وسنت اس امر پر دلالت کرے کہ یہ از قسم تقویٰ اور کتاب وسنت کے موافق ہے تو وہ الہام ہے اور اگر اس پر دلالت کرے کہ وہ از قسم فجور ہے اور کتاب وسنت کے خلاف تو وہ وسوسہ مذمومہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چونکہ درحقیقت دارومدار کتاب وسنت پر ہے۔ اسی لئے کسی ولی اللہ کے الہام اور کشف وکرامات کو دین میں حجت نہیں ٹھہرایا گیا۔ عوام کو سمجھانے کے لئے مزید تشریح یہ ہے کہ جادو۔ شعبدہ ومسمریزم میں علل اسباب ہیں۔ مگر معجزہ، کرامت اور استدراج اسباب کا نتیجہ نہیں بلکہ بلا اسباب ظاہر ہوتے ہیں۔ اب عوام چونکہ ان میں فرق نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ فلاں پیر نہ نماز پڑھتا ہے اور نہ روزے رکھتا ہے اور نہ ہی امور شرعیہ کا پابند ہے۔ مگر خشک درخت کو سبز کرتا ہے۔ پانی پر چلتا ہے اور ہوا میں اڑتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ! پس اگر وہ مقبول خدا نہیں تو پھر کیوں اس سے خرق عادت امور صادق ہوتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ اللہ نے ہر ایک چیز میں ایک نہ ایک خاصیت رکھی ہے۔ مثلاً جب ایک شخص روٹی پکانے کے لئے آگ جلاتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صرف کتاب وسنت ہی جواقسام وحی کے ہیں۔ اس سے محفوظ ہیں اوراسی لئے دین میں حجت اور واجب العمل واعتقاد بھی وہی ہیں۔ چنانچہ اﷲتعالیٰ نے اس کی حفاظت کے متعلق یوں ارشادفرمایا ہے:''فانه یسلک من بین یدیه ومن خلفه رصدا''پس بےشک اﷲتعالیٰ وحی کے آگے اور پیچھے ملائکہ کو پاسبان مقرر کردیتا ہے کہ شیطان آمیزش نہ کرنے پائے۔

پھراسی وحی کی حفاظت کا خودذمہ لیا ہے:''وانا له لحافظون''تفسیر حقانی میں ہے کہ حضرات اولیائے کرام کے مکاشفات میں بھی یہ حفاظت نہیں ہوتی۔ قویٰ متوہمہ ومتخیلہ کی آمیزش سے امن نہیں۔ اس لئے کہ ان کو بھی آخرالامر کتاب وسنت پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے جو اقسام وحی کی ہیں۔ اسی لئے اور مکلفین کو بھی ان کے الہامات کا پابند نہیں کیا گیا اور نہ وہ الہامات حجت قاطعہ ٹھہرائے گئے۔ یہ بات خاص الہام انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے کہ جن کے حاصل ہونے سے پہلے بھی حفاظت ہوتی ہے کہ وحی کے وقت ان کے قویٰ کو معطل کردیا جاتا ہے اور بعد میں حفاظت ہوتی ہے۔ یہ اس لئے کہ ہرایک کو معلوم ہوجائے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے رب ہی کے پیغام واحکام پہنچائے۔ اس میں کچھ آمیزش اور کمی زیادتی تبدیل وتغیر نہیں ہوئی۔
(تفسیر حقانی ج۷ ص۲۴۴)

مرزائی اصحاب نے سلف صالحین کے ان اصول کی پابندی نہ کی اور مرزاقادیانی کے ہر قسم کے الہام کو جواگرچہ کتاب وسنت کے خلاف ہی کیوں نہ تھا مان لیا۔ جس کا نتیجہ لازمی طور پر گمراہی تھا۔ اگر یہ لوگ کتاب وسنت کے احکام میں سے صرف سورۂ اخلاص کو ہی مدنظر رکھتے جس

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) حالانکہ اس شخص کا مقصد تو صرف روٹی پکانا ہے۔ مگر خدا نے آگ میں روشنی کرنا بھی ودیعت کیا ہے جو اسے خودبخود حاصل ہوجائے گی۔ خواہ وہ اسے جانتا اور محسوس کرتا ہو یا نہیں اور اس کا مقصد اچھا ہو یا برا۔ اس لئے خرق عادات امور کو دین میں حجت نہیں ٹھہرایا گیا۔ لہٰذا کتاب وسنت کے خلاف عمل کرنے والے کا خرق عادت عمل ہرگز کرامت نہیں بلکہ استدراج ہے جو کافر کو بھی حاصل ہوسکتا ہے اور ہرگز واجب التقلید واعتقاد نہیں بلکہ مردود ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرشید اور خلیفہ مجاز ہیں۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:''کشف خواب شہادتیں صحیح بھی ہوتی ہیں اور غلط بھی اور چونکہ صحیح وغلط کے درمیان فرق دشوار ہے۔ اس لئے ان پر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔ کمال ان چیزوں کے ساتھ متعلق ومربوط نہیں۔ لائق اعتماد اور نجات دہندہ صرف کتاب وسنت ہے۔ اس لئے اپنی ساری ہمت اس چیز پر صرف کرنی چاہئے کہ مقتضائے کتاب وسنت کے مطابق عمل میسر ہو۔'' (کوثر، ۱۱؍مئی ۱۹۵۰ء صفحہ اوّل)

''شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب میں لکھتے ہیں: الہام اور کشف پر عمل کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ قرآن اور حدیث نیز اجماع اور قیاس صحیح کے مخالف نہ ہو۔''ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے: الہام پر عمل نہ کرو جب تک اس کی تصدیق آثار سے نہ ہوجائے۔ (احیاء العلوم بحوالہ تائید الاسلام حصہ دوم ص۱۲۶)

میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا مخلوق میں سے کسی کا باپ یا بیٹا ہونے سے صاف انکار ہے اور ایسے علائق سے اس ذات پاک کا بالکل بری ہونا ثابت ہے تو مرزا قادیانی کے ’’انت منی وانا منک ‘‘جیسے ناپاک شیطانی الہام ووسوسہ کو اپنے دل میں ہرگز جگہ نہ دیتے اور کبھی تصدیق نہ کرتے۔ کتاب وسنت کی پرواہ نہ کرنا اور اپنے نمائشی اور بناوٹی ہمدردوں کی کتاب وسنت کے خلاف بات کو بلاتحقیق مان لینا ہی ان کی گمراہی کا باعث ہوا ہے۔

بیچارے مرزا قادیانی کو بھی شیطان نے اپنے الہام کو وحی الٰہی کہہ کر دھوکا دیا۔ اگر مرزا قادیانی اس وقت کتاب اللہ کے ارشاد ’’الیوم اکملت لکم دینکم ‘‘اور ’’فبای حدیث بعدہ یؤمنون ‘‘ کی طرف غور کرتے تو شیطان مکار کے پھندے میں نہ آتے اور وحی رسالت اور نبوت کے مدعی ہوکر کبھی گمراہ نہ ہوتے اور ایسا کہنے کی ہرگز جرأت نہ کرتے کہ: ’’آخر کار اس کی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا۔‘‘ (کشتی نوح ص۱۳، خزائن ج۱۹ ص۱۴)

یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔‘‘

(اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

کشتی نوح میں مرزا قادیانی نے اسلامی عمارت کی تکمیل کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ اسلام حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور قرآن کہتا ہے کہ اس کی تکمیل حضورﷺ کی تشریف آوری پر ہوچکی جس کا اعلان آیت: ’’الیوم اکملت لکم دینکم ‘‘میں آج سے پونے چودہ سو سال پیشتر ہوچکا۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ دعویٰ باطل ہے۔

پھر احمدی حضرات سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کوئی شریعت لانے والے نبی نہیں بلکہ وہ حضورﷺ کے تابع ہیں۔ وہ ذرا آنکھ کھول کر مرزا قادیانی کے صاحب شریعت ہونے کے دعوے کو اربعین میں دیکھیں اور اصلاح کر لیں جس میں وہ اپنی وحی میں امرونہی کا اقرار کر رہے ہیں اور صاحب شریعت نبی کی اس تعریف سے اپنے مخالفین کو ملزم ٹھہرا رہے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ شیطانی وساوس میں مبتلا تھے۔ جس کا بیان آگے آتا ہے۔

میرے ایک دوست نے کہا کہ مرزائی حضرات عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں تو کیا عجب؟ آپ لوگوں کے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد صاحب بھی تو اسی زمرے میں ہیں۔ مجھے بہت تعجب ہوا اور میں نے مولانا موصوف کی خدمت میں ایک عریضہ لکھ کر اس کے متعلق استفسار کیا۔ ابھی جواب بھی نہ آنے پایا تھا کہ مولانا موصوف کی تصانیف میں سے ''مضامین ابوالکلام آزاد'' میں ایک مضمون ''ردمرزائیت'' میری نظر سے گزرا۔ وہ بھی مولانا نے کسی دوست کے اسی قسم کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ اس لئے میں نے خیال کیا کہ اگرچہ یہ مضمون میری کتاب کے موضوع سے باہر ہے۔ تاہم میرے اس دوست کا اور اس جیسے دیگر احباب کے خیالات کا جواب تو ہو جائے گا۔ نیز مولانا کے متعلق جو انہیں غلط فہمی ہوئی ہے وہ بھی کسی قدر دور ہو جائے گی۔ لہٰذا وہ مضمون حسب ذیل ہے جو بطور مقدمہ کتاب کا کام دے گا۔

ردمرزائیت

''مرزائیوں نے اپنے عقائد باطلہ کی تبلیغ کی آسانی کے لئے ایسے اصول وضع کر لئے ہیں جن کا وجود کسی زمانہ میں نہیں پایا جاتا اور جو اصول رائج ہیں ان کو اپنے مقصد کے لئے بگاڑ لیا ہے۔''

''روایت بالمعنیٰ'' محدثین کی اصطلاح میں اس روایت کو کہا جاتا ہے جس میں راوی کے الفاظ تو محفوظ نہ رہ سکیں لیکن اس کا معنی اور مفہوم پورا پورا ادا کر دیا جائے۔ مرزائیوں کی اصطلاح میں ''روایت بالمعنیٰ'' دوسرے معنوں میں بھی استعمال ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ لاہوری مرزائیوں نے اپنے اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۱؍ستمبر ۱۹۱۹ء کے ص۲ پر قادیانیوں کے خلاف ایک مضمون میں ''الفضل کی بیہودہ سرائی'' کے عنوان کے ماتحت استعمال کیا ہے۔

''دوسرا امر یہ ہے کہ جس پر ایڈیٹر الفضل نے زہر اگلا ہے۔ وہ ہمارے لفظ ''روایت بالمعنیٰ'' کے متعلق ہے۔ روایت بالمعنی کے دو ہی معنی ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ ایک صاحب نے ایک شخص سے روایت سنی اور اس نے الفاظ محفوظ نہ رہنے کی وجہ سے اس کے معنوں کو اپنے الفاظ میں ادا کر دیا۔ یا کسی کی زبانی تو روایت نہ سنی ہو۔ ان کے طرز عمل سے بطور روایت اپنے الفاظ میں ادا کر دیئے ہوں۔ سو حضرت امیر ایدہ اللہ کا فقرہ (میاں صاحب کے مریدین فی الواقعہ میاں صاحب کو مامور من اللہ کا مقام دے رہے ہیں) اس دوسری مد کے نیچے ہے۔ اس میں کون سا

جھوٹ یا افتراء ہے۔ اگر ایڈیٹر ''الفضل'' کے نزدیک یہ جھوٹ اور افتراء ہے تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وہ کیا خطاب دیں گے۔ جب کہ وہ مسیح موعود کے اس حوالہ کو دیکھیں گے جو انہوں نے امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوب سے بطور ''روایت بالمعنیٰ'' کے دیا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے بھی ''نبی'' لکھا ہے۔ حالانکہ اس مکتوب میں ''نبی'' نہیں بلکہ ''محدث'' لکھا ہے۔ اگر حضرت صاحب کے الفاظ کو ''روایت بالمعنیٰ'' نہ مانا جائے تو پھر آپ کے نزدیک تو نعوذ باللہ ایک بڑا دروغ بے فروغ ہے۔ پھر آپ ہی بتائیے کہ حضرت صاحب کے حق میں کیا خطابات تجویز کریں گے۔''

ایڈیٹر پیغام صلح نے جو دوسری مد ''روایت بالمعنیٰ'' کی پیش کی ہے۔ کیا کبھی دنیا کی کسی لغت میں اس کا ذکر آیا ہے؟ اور جس کا نام ''روایت بالمعنیٰ'' رکھا ہے۔ اس کو ''بے پر'' کی نہیں کہا جائے گا۔ روایت بالمعنیٰ تب ہوتی جب کہ مریدین کے اس فعل کو کسی راوی سے روایت کیا جاتا۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے محدث کی بجائے ''نبی'' لکھنے کو ''روایت بالمعنیٰ'' کہنا بھی خوب مضحکہ خیز ہے۔

روایت بالمعنیٰ کی اس مد کو مرزائی آپس میں استعمال کریں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن ان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے اس من گھڑت اصول کی آڑ لے کر راسخ العقیدہ لوگوں کو بدعقیدہ ثابت کر کے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کریں۔ ہمارے نزدیک ایسی روایت بالمعنیٰ ''بدترین'' بہتان تراشی ہے جو کسی شریف انسان کو زیبا نہیں دیتی۔

لاہوری مرزائیوں کے امیر مولوی محمد علی نے اپنی مصنفہ کتاب ''دعوت عمل'' کے ص ۲۵ پر حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کے عنوان کے ماتحت بطور اپنی ''روایت بالمعنیٰ'' لکھا ہے: ''حیات مسیح کا عقیدہ سمجھ دار مسلمان خود بخود چھوڑتے چلے جارہے ہیں۔ بڑے بڑے علماء نے بھی اس غلط عقیدہ کو جو اسلام کے لئے کمزوری اور عیسائیت کے لئے قوت کا موجب بن رہا ہے ترک کرنا شروع کر دیا ہے۔ مصر میں مفتی محمد عبدہ جیسا فاضل وفات مسیح کا قائل تھا۔ ان کے شاگرد رشید رضا اسی مسلک پر ہیں اور بھی بہت سے علمائے مصر حیات مسیح کے عقیدہ کو ایک لمحہ کے لئے قبول کرنے کو تیار نہیں۔ ہندوستان میں مولانا ابوالکلام آزاد، سید سلیمان ندوی جہاں تک میرا علم ہے وفات مسیح کے قائل ہیں۔''

پچھلے دنوں مرزائیوں کی طرف سے کسی نے مولانا ابوالکلام آزاد سے حیات مسیح اور نزول مسیح کے متعلق چند سوال کئے۔ جن کے جواب دینے میں مولانا نے کسی قسم کا عذر نہیں کیا۔ لیکن مولوی محمد علی کی مذکورہ بالا ’’روایت بالمعنیٰ‘‘ کی تصدیق کے لئے ’’زمیندار‘‘ مورخہ ۲۲؍جون ۱۹۳۶ء میں مولانا کے جوابات کو سوالات کے بغیر دو خطوں کی صورت میں شائع کرا کر نہایت ہوشیاری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ سوالات کے بغیر ان خطوں کا مطالعہ کیا جائے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدانخواستہ مولانا موصوف حیات مسیح اور نزول مسیح جس کا ذکر احادیث نبوی میں آیا ہے۔ قائل نہیں ہیں۔ اگر سوالات کو مدنظر رکھ کر خطوں کو دیکھا جائے تو اس حقیقت کا انکشاف ہوجاتا ہے کہ جس حیات اور نزول مسیح سے مولانا کو انکار ہے۔ اس سے پنجاب کے قادیانی مسیح (مرزاغلام احمد قادیانی) مراد ہیں۔ اس امر کی واضح دلیل مولانا کا وہ بیان ہے جو ان خطوں کے بعد راسخ العقیدہ لوگوں کو تشویش پر آپ نے تحریر فرمایا ہے۔

جو خط سوالات کے بغیر شائع ہوئے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۹-الف بالی گنج، سرکلر روڈ کلکتہ ۱۸؍مارچ ۱۹۳۶ء

حبی فی اللہ! السلام علیکم! خط پہنچا۔ آپ دریافت کرتے ہیں احمدی فرقہ کے دونوں گروہوں میں سے کون سا گروہ حق پر ہے؟ قادیانی یا لاہوری؟ میرے نزدیک دونوں حق وصواب پر نہیں ہیں۔ البتہ قادیانی گروہ اپنے غلو میں بہت دور تک چلا گیا ہے۔ حتیٰ کہ اسلام کے بنیادی عقائد متزلزل ہوگئے ہیں۔ مثلاً اس کا یہ اعتقاد کہ اب ایمان ونجات کے لئے اسلام کے معلوم ومسلم عقائد کافی نہیں۔ مرزاقادیانی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ لیکن لاہوری گروہ کو اس غلو سے انکار ہے۔ وہ نہ تو مرزاقادیانی کی نبوت کا اقرار کرتا ہے نہ ایمان کی شرائط میں کسی نئی شرط کا اضافہ کرتا ہے۔ اسے جو کچھ ٹھوکر لگی ہے اس بے محل اعتقاد میں لگی ہے جو اس نے مرزاقادیانی کے لئے پیدا کرلیا ہے۔ باقی رہے مرزاقادیانی کے دعاوی تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص جس نے اسلام کے اصول ومبادیات کو سمجھا ہے اور عقل سلیم سے بے بہرہ نہیں۔ یہ دعاوی ایک لمحہ کے لئے بھی تسلیم کر سکتا ہے؟

آپ نے اپنی طبیعت کے اضطراب کا ذکر کیا ہے۔ میں آپ کو ایک موٹی بات لکھتا ہوں۔ اگر غور کیجئے گا تو ان شاءاللہ! ہر طرح کے اضطراب وشکوک دور ہوجائیں گے۔

آپ دو باتوں پر یقین رکھتے ہیں یا نہیں؟ ایک یہ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ دوسری یہ کہ انسان کی نجات کے لئے جن جن باتوں کے ماننے کی ضرورت تھی وہ سب اس نے صاف صاف بتادی ہیں۔ یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی اعتقاد شرط نجات ہو اور اس نے صاف اور صریح نہ بتلادیا ہو۔

اگر یقین رکھتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ رکھتے ہیں تو غور کیجئے اگر ایک زمانے میں مسلمانوں کے لئے کسی نئے ظہور پر ایمان لانا ضروری تھا تو کیا ضروری نہ تھا کہ قرآن اس کا صاف اور صریح حکم دیتا۔ کم از کم اتنی صراحت کے ساتھ جتنی صراحت کے ساتھ ''اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ'' کا حکم دیا گیا ہے؟

اچھا قرآن کی ایک ایک آیت دیکھ جایئے۔ کہیں آپ کو یہ حکم ملتا ہے کہ ایک زمانہ میں کوئی نیا نبی، یا مسیح یا مجدد یا محدث (بالفتح) مبعوث ہوگا اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہوگا کہ اسے پہچانیں اور اس پر ایمان لائیں؟ اگر ایسا کوئی حکم نہیں ملتا تو پھر آپ پر کون سی مصیبت آپڑی ہے کہ بیٹھے بٹھائے اس جھگڑے میں پڑیں اور ایک نئے ایمان اور نئی شرائط نجات کے سراغ میں نکلیں؟

قرآن اور مرزائیت

اس بارے میں دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ تیسری کوئی نہیں یا تو نجات کے لئے وہ عقائد کافی ہیں جو قرآن نے صاف صاف بتلا دیئے ہیں یا پھر کافی نہیں اور اگر کافی ہیں تو قرآن نے یہ حکم کہیں نہیں دیا ہے کہ کسی نئے ظہور پر پھر بھی ایمان لاؤ۔ اگر کافی نہیں ہیں اور نئے شرائط نجات کی گنجائش باقی ہے تو پھر قرآن ناقص نکلا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ وہ اپنے ''اعلان الیوم اکملت لکم دینکم'' میں صادق نہیں۔

ہر مسلمان کے سامنے دونوں راہیں کھلی ہیں جو راہ چاہے اختیار کرے۔ اگر قرآن پر ایمان ہے تو نئی شرط نجات کی گنجائش نہیں۔ اگر نئی شرط نجات مانی جاتی ہے تو قرآن اپنی جگہ باقی نہیں رہا۔ ''والعاقبة للمتقین'' (ابوالکلام)

۱۹-الف بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ ۵/جون ۱۹۳۶ء

حبی فی اللہ السلام علیکم! خط پہنچا۔ میں پچھلے خط میں جو کچھ لکھ چکا ہوں اس پر پوری طرح غور کیجئے۔ جو نئے سوالات آپ نے لکھے ہیں ان سب کا جواب اس میں آچکا ہے۔ کسی ایسے سوال کی گنجائش نہیں رہی ہے۔

مجدد کی کوئی ضرورت نہیں

جولوگ کہتے ہیں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ہر صدی کے مجدد پر ایمان لائیں۔ ان سے پوچھئے کہ یہ حکم کس قرآن میں نازل ہوا ہے؟ اگر قرآن سے مقصود وہ قرآن ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا ہے تو بتلایئے کس پارہ، کس سورۃ، کس آیت میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد آئے گا اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ اس کی معرفت حاصل کریں اور اس پر ایمان لائیں؟ اگر نہیں کہی گئی ہے تو ہمیں کون سی ضرورت ہے کہ اس لغویت میں پڑیں؟ ہم نہیں جانتے کہ مجدد کیا بلا ہوتی ہے۔ ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ کی آخری اور کامل ہدایت آچکی ہے۔ جس کا نام قرآن ہے اور جس کے مبلغ محمد رسول اللہ ﷺ تھے جو انسان اس پر ایمان لاتا ہے اور اس کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کرتا ہے اس کے لئے نجات ہے۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں جانتے اور نہ جاننے کی ہمیں ضرورت ہے۔

جو شخص کہتا ہے کہ نجات وسعادت کے حصول کے لئے یہ کافی نہیں اور کسی مجدد پر بھی ایمان لانا ضروری ہے وہ یا تو اسلام پر بہتان لگاتا ہے یا اسلام کی بو بھی اس نے نہیں سونگھی ہے۔ باقی رہا نزول مسیح کا معاملہ تو یہ ایک نہایت اہم معاملہ ہے اور اگر کسی زمانے میں مسلمانوں کی نجات وسعادت اس پر موقوف رہنے والی تھی تو ضروری تھا کہ قرآن صاف صاف اسے بیان کر دیتا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ قرآن میں کوئی تصریح موجود نہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کے اعتقاد پر مجبور ہوں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ اب نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے نہ حقیقی۔ قرآن آچکا اور دین کامل ہو چکا۔

اگر آپ طالب حقیقت ہیں تو ان جھگڑوں میں نہ پڑیئے۔ نہ ان خرافات کے بارے میں سوالات کیجئے۔ ہمیں تلاش نجات کی ہے۔ اگر نجات کے لئے قرآن کامل ہے تو پھر وہ عقائد کافی ہیں جو قرآن نے بتلا دیئے ہیں۔ زیادہ کاوش میں ہم پڑیں ہی کیوں؟ (ابوالکلام رحمۃ اللہ علیہ)

بعد کا بیان

دوسرے خط میں باتوں سے تشویش لاحق ہوئی۔ ان کے متعلق مولانا سے دریافت کیا گیا ہے کہ:

۱...... کیا آپ کے نزدیک صحیح حدیث حجت ہے یا نہیں؟

۲...... آپ کے الفاظ ''اب نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے نہ حقیقی۔قرآن آچکا اور دین کامل ہو چکا'' کا کیا مطلب ہے؟

اس کے جواب میں مولانا نے ایک مستقل بیان تحریر فرما کر بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ کر دیا ہے۔ہم مولانا ممدوح کا دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ کا وہ بیان ذیل میں درج کرتے ہیں:

حبی فی اللہ۔السلام علیکم! خط پہنچا۔معاف کیجئے گا اگر آپ حضرات کے نظر ومطالعہ کا یہی حال ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی تحریر بھی سودمند ہوسکتی ہے۔

ایک شخص نے لکھا ہے کہ میں اپنے ایمان ونجات کے بارے میں سخت مضطرب ہورہا ہوں۔کیونکہ مجھے بتلایا جارہا ہے کہ مسیح موعود پر ایمان لانا ضروری ہے۔یہ شخص کوئی عالم دین نہیں ہے۔تفسیر وحدیث کا ماہر نہیں ہے۔صرف اس درجہ کی دینی معلومات رکھتا ہے جو ہر پڑھے لکھے مسلمان کو ہوا کرتی ہے۔میں نے اس کے جواب میں ایک موٹی سی بات لکھ دی جس کے پرکھنے کے لئے کسی غیرمعمولی علم ونظر کی ضرورت نہیں یعنی وہ قرآن کو کلام الٰہی مانتا ہے یا نہیں؟ اور اس بات پر یقین رکھتا ہے تو دیکھ لے قرآن میں کہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آئندہ کسی نئے ظہور پر بحیثیت ایک نبی کے ایمان لانا ضروری ہوگا؟ اگر نہیں دیا گیا ہے تو کم ازکم یہ بات واضح ہوگئی کہ شرائط ایمان ونجات میں کوئی نیا اضافہ نہیں ہوسکتا اور اس کے رفع اضطراب کے لئے یہ کافی ہے۔فرمائیے اس میں احادیث کے حجت ہونے کا سوال کہاں سے پیدا ہوگیا؟ اگر ایک شخص کہے قرآن میں یہ بات نہیں آئی تو کیا اس سے لازم آگیا کہ وہ حدیث کا منکر ہے؟ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''

میں ایک مستفسر کو جو اپنا اضطراب قلب ظاہر کرتا اور ایک قطعی اور فیصلہ کن بات کا خواہشمند ہے، کیوں یہ لکھوں کہ احادیث کا مطالعہ کرے؟ میں جانتا ہوں وہ احادیث کے مطالعہ سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔اس کے لئے علم ونظر کی ضرورت ہے۔لیکن قرآن ایک ایسی چیز ہے جس سے کوئی مسلمان بھی بے خبری ظاہر نہیں کرسکتا۔جو شخص چاہے اس کا ترجمہ اٹھا کر دیکھ سکتا ہے اور براہ راست فیصلہ کرسکتا ہے کہ فلاں بات کا اس میں حکم دیا گیا ہے یا نہیں؟ اس طرح ایک قطعی اور فیصلہ کن حقیقت سامنے آجاتی ہے۔دوسرے طریقوں سے نہیں آسکتی۔اب آپ نے مجھے لکھا ہے تو میں آپ کو نہ صرف قرآن کا حوالہ دوں گا۔بلکہ احادیث کا بھی لکھوں گا۔تمام احادیث دیکھ جایئے کسی حدیث میں بھی یہ حکم نہیں ملے گا کہ آئندہ مسلمانوں کو کسی نئے ظہور پر ایمان لانا

چاہئے۔ ورنہ شہادتیں کا اقرار بے سود ہو جائے گا اور یہ اس لئے لکھوں گا۔ مجھے معلوم ہے مخاطب احادیث کی خبر رکھتا ہے اور ان کے مطالعہ ونظر سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

اگر لوگوں میں فہم وبصیرت ہوتی تو معلوم کر لیتے کہ میں نے اس خط میں جو بات لکھ دی ہے اس نے ساری بحثوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ یہی جنس اب ہمارے بازاروں میں ناپید ہوگئی ہے۔

حدیث حجت شرعی ہے

آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ''صحیح آپ کے نزدیک حجت ہے یا نہیں'' میں اس کا آپ کو کیا جواب دوں؟ یہ سوال آپ اس شخص سے کر رہے ہیں۔ جس نے اپنی بے شمار تحریروں میں نہ صرف احادیث کو حجت شرعی اور واجب العمل ثابت کیا ہے۔ بلکہ صاف صاف لکھ دیا ہے کہ ''**ویعلمهم الکتٰب والحکمة**'' میں حکمت سے مقصود سنت ہے کہ ''**الا انی اوتیت الکتٰب ومثله**''

ایں دو شمع اند کہ ازیک دگرا فروختہ اند

حدیث مجدد پر روشنی

یہ آپ کا سوال ویسا ہی ہے جیسا کہ ایک صاحب نے مجدد کی نسبت سوال کیا ہے۔ میں نے اس خط میں لکھا ہے کہ اسلامی عقائد میں کسی ایسے مجدد کی ہستی ثابت نہیں جس پر ایمان لانا شرط اسلام ونجات ہو۔ ظاہر ہے کہ اس میں جس مجدد کی ہستی سے انکار کیا گیا ہے اس سے مقصود ایسا مجدد ہے جس پر ایمان بالرسل کی طرح ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہو۔ نہ کہ مجدد لغوی یعنی ایسے مصلحین امت جو دین میں تازگی پیدا کر دیں۔ لیکن وہ لکھتے ہیں اس سے نفس تجدید کا انکار لازم آ گیا اور حدیث ''**من یجدد لها دینها**'' کا کیا جواب ہے؟ اب کہئے میں اس کا کیا جواب دوں؟ جن لوگوں کو اتنی سمجھ بھی نہیں ہے کہ کون سی بات کس محل اور کس تخاطب میں کہی گئی ہے اور کس بات کا زور کس نقطہ پر پڑ رہا ہے ان سے عہدہ برآ ہو تو کیونکر ہو؟ یہ صاحب مجھے حدیث تجدید یاد دلا رہے ہیں۔ حالانکہ اگر انہوں نے تذکرہ پڑھا ہوتا تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ میرے لئے یہ یاد دہانی غیر ضروری ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ اس دور میں مقام تجدید کے غوامض ودقائق سے پردہ اٹھائے۔ وہ کم از کم حدیث ''**من یجدد لها دینها**'' سے بے خبر نہیں ہو سکتا۔

نزول مسیح علیہ السلام

آخر میں آپ نے سوال کیا ہے۔ اس جملہ کا کیا مطلب ہے کہ ’’اب نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے نہ حقیقی۔ قرآن آچکا اور دین کامل ہوچکا۔‘‘ جواب یہ ہے کہ وہی مطلب ہے جو اردو زبان میں اس جملہ کا ہوسکتا ہے۔ یعنی دین اسلام اپنی تکمیل میں اب کسی نئے ظہور کا محتاج نہیں۔ اس کے لئے نہ تو کسی بروزی مسیح کی ضرورت ہے نہ حقیقی کی۔ ہاں! بلاشبہ احادیث میں حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ایسے نزول کی خبر دی گئی ہے جو قیامت کے آثار ومقدمات میں سے ہوگا۔ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ ان کا ظہور بحیثیت رسول کے ہوگا یا تکمیل دین کا معاملہ ان کے نزول پر موقوف ہے۔ پس تکمیل دین کے لئے ہم کسی نئے ظہور پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دین کا معاملہ کامل ہوچکا۔ پھر کیا آپ کو اس اعتقاد سے انکار ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں قرآن ناقص ہے۔ دین کا معاملہ پورا نہ ہوسکا اور اب نئے نئے ظہور ہوتے رہیں گے تاکہ دین کامل ہوجائے؟

میری سمجھ کچھ کام نہیں دیتی۔ آخر آپ کے احباب کو تشویش کس بات پر ہوتی ہے۔ ان خطوں میں کون سی بات ایسی ہے جو اس درجہ ناگوار گزری؟ کیا یہ بات کہ قرآن کی کسی آیت میں کسی نئے ظہور پر ایمان لانا شرط نجات نہیں بتلایا گیا ہے؟ آپ لکھتے ہیں اس سے حدیث کا انکار لازم آگیا؟ اگر ایسا ہی ہے تو براہ عنایت مجھے اس حدیث سے مطلع کیجئے۔ چونکہ میرے علم میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے نہ مسلمانوں کا کوئی ایسا اعتقاد ہے۔ اس لئے یہ ناقابل معافی جرم مجھ سے سرزد ہوگیا۔ اگر کہا جائے یہ بات شرائط ایمان ونجات میں سے نہیں ہوسکتی۔ اگر ہوتی تو ضروری تھا کہ قرآن نے حکم دیا ہوتا۔ کیونکہ شرائط ایمان ونجات کے اعلان میں وہ ناقص نہیں تو آپ کہیں گے اس سے حدیث کا انکار لازم آگیا۔ اگر کہا جائے اسلامی عقائد میں کسی ایسے مجددامت کی جگہ نہیں جس پر ایمان لانا مثل اقرار شہادتین کے ضروری ہو تو کہا جائے نفس تجدید سے انکار کر دیا گیا اور مصلحین امت کی ہستی باقی نہیں رہی۔ اگر کہا جائے قرآن آچکا۔ دین کامل ہوچکا۔ اب تکمیل دین کے لئے نہ کسی بروزی مسیح کی ضرورت ہے نہ حقیقی کی تو کہا جائے نزول مسیح کی خبر سے انکار کر دیا گیا اور صحیحین کی روایات کا کیا جواب ہے؟ گویا روایت میں جس نزول کی خبر دی گئی ہے وہ دین وقرآن کے نقص کی تکمیل کے لئے ہے۔ اگر لوگوں کی فہم وبصیرت اور عقل وانصاف کا یہی حال ہے تو اللہ مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے۔

آپ لکھتے ہیں ایک خاص جماعت کے لوگ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ ’’حدیث کے حجت ہونے سے انکار کر دیا گیا‘‘ ٹھیک ہے۔ وہ ضرور ایسا کرتے ہوں گے لیکن معاف کیجئے گا آپ کی عقل وبصیرت کو کیا ہوگیا؟ کیا محض اس لئے کہ چند آدمیوں نے ایک بات کہہ دی۔ بدحواس ہو جانا چاہئے اور سمجھ لینا چاہئے کہ حدیث سے انکار کر دیا گیا؟ کیا آپ کے لئے ضروری نہیں تھا کہ ان خطوں کی عبارت پڑھتے اور پوچھتے کہ حدیث کے حجت ہونے نہ ہونے کا سوال کہاں سے پیدا ہوگیا؟

میں آپ کے اخلاص ومحبت کا شکر گزار ہوں۔ مجھے یقین ہے یہ محبت واخلاص کی خلش ہے جس نے آپ کو خط لکھنے اور استفسار حال پر مجبور کا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ لیکن میری طبیعت پر ان باتوں کا جو اثر پڑتا ہے وہ بالکل دوسرا ہے۔ میں ان باتوں میں زمانہ کی فکری اور اخلاقی حالت کی جھلک دیکھتا ہوں اور وہ مجھے بہت ہی افسوسناک دکھائی دیتی ہے۔

(مضامین ابوالکلام آزاد ص۱۹۵تا۲۰۶)

آفتاب نبوت

افسوس! مرزا قادیانی اور ان کی امت کے لوگ نہیں سمجھے کہ ہر چیز کی ایک ابتدائی منزل ہے اور ایک ارتقائی اور ایک انتہائی۔

اس کی مثال اس طرح سمجھ لیجئے کہ پہلے زمانے کے لوگ مٹی کے چراغ میں سرسوں وغیرہ کا تیل جلایا کرتے تھے۔ پھر مٹی کے تیل کی لالٹین اور ہری کین ایجاد ہوئی۔ جب اس سے بھی خاطر خواہ روشنی نہ ہوئی تو ضرورت نے گیس کا ہنڈا ایجاد کیا۔ جب اس سے بھی تسلی نہ ہوئی تو بجلی ایجاد ہوئی۔ یہ سب روشنی کی ابتدائی منزلیں ہیں۔ لیکن خاطر خواہ اور تسلی بخش روشنی بجلی کی ایجاد سے بھی نہیں ہوسکی۔ کیونکہ جہاں تک بجلی کے بلب کی قوت کام کرسکتی ہے۔ وہاں تک روشنی پہنچتی ہے اور اس سے آگے پھر اندھیرا ہی اندھیرا۔ چاہے ہزار وولٹ کا بلٹ لگا لیجئے یا اس سے بھی زیادہ کا لگائیے۔ لیکن کچھ فاصلے پر پھر اندھیرا ہے۔ ہمارا منشاء یہ ہے کہ ایسی روشنی ہو جس سے کہیں بھی اندھیرا نہ رہے۔ بلکہ ہر جگہ اجالا ہی اجالا اور دنیا کے ہر حصے میں روشنی ہی روشنی ہو۔ ہماری اس کشمکش اور ادھیڑبن میں چودھویں کا چاند نکلتا ہے اور تمام روئے زمین کو اپنی بھینی بھینی روشنی سے منور اور رات کی تاریکی اور اندھیرے کو نور اور روشنی کے ساتھ تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ روشنی کی ارتقائی

منزل ہوئی۔ لیکن چاند کی روشنی اگرچہ بہت کافی ہے۔ مگر ہماری منشاء کے مطابق تسلی بخش روشنی اب بھی حاصل نہیں ہوئی۔ کیونکہ کچھ نہ کچھ اس میں تاریکی اور اندھیرا اب بھی باقی ہے۔ لیکن چاند کے بعد نہایت آب وتاب کے ساتھ سورج نکلتا ہے۔ دم کے دم میں تمام جہان کو روشن اور منور کر دیتا ہے اور دیکھنے والے کو ہر طرف اجالا ہی اجالا نظر آتا ہے اور دنیا میں اندھیرا اور تاریکی کا اثر بلکہ نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔ اس لئے اس کے نکلنے کے بعد تمام روشنیاں ماند پڑ گئیں۔ نہ دیوے چراغ کی ضرورت باقی رہی نہ لالٹین اور گیس کی۔ نہ بجلی کی حاجت ہے نہ چاند وغیرہ کی۔ پس سورج کا نکلنا روشنی کی انتہائی منزل ہوئی کہ اس روشنی کے بعد کسی دوسری روشنی کی دنیا کو ضرورت نہیں رہتی۔ ٹھیک اسی طرح نبوت کی روشنی آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک کبھی چراغ کی طرح کبھی ہری کین اور کبھی لالٹین اور شمع کی شکل میں چمکی۔ کبھی گیس اور بجلی کی طرح روشنی ہوئی۔ کبھی ستاروں کی مانند نمودار ہوئی۔ لیکن جب نبوت کا چاند (ابراہیم علیہ السلام) طلوع ہوا تو اس چاند کے سامنے تمام روشنیاں ماند اور پھیکی پڑ گئیں اور دنیا کی ضرورت بہت حد تک پوری ہوگئی۔ لیکن اس چاند کے نکلنے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ تاریکی ضرور باقی رہی اور چاند کے طلوع ہوتے ہی بے شک نزدیک کی تمام چیزیں بغیر کسی وقت کے نظر آنے لگیں۔ لیکن دنیا کو ایسی روشنی کی ضرورت تھی جس کے باعث دور دور تک اجالا ہو اور بغیر کسی امداد کے نزدیک اور دور کا فرق ہی باقی نہ رہے اور ایسی روشنی جس کی بدولت ہم دور سے بھی ویسے ہی دیکھ سکیں جس طرح ہم نزدیک سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے فطرت نے اس ضرورت کو پورا کیا۔ سحر کا تڑکا نمودار ہوا۔ دنیا کی مکمل تاریکی دور کرنے کے لئے یکایک نبوت کے آفتاب عالمتاب جناب محمد رسول اللہ ﷺ نمودور ہوئے اور نکلتے ہی دنیا کی ہر قسم کی تاریکی صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالی۔ جس کے نکلنے کے بعد نہ اب ابراہیمی نبوت کی ضرورت رہی، نہ اسماعیلی اور نہ موسوی وعیسوی شریعت کی حاجت۔

اس حقیقت کا مندرجہ ذیل آیت میں اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ’’**یایها النبی انا ارسلنک شاهدًا ومبشرًا ونذیرًا وداعیًا الی الله باذنه وسراجًا منیرًا**‘‘ اے نبی! ہم نے تجھے (امت پر) گواہ (مومنین کو) خوشخبری دینے والا (کفار کو عذاب الٰہی سے) ڈرانے والا اور (تمام ظلمات اور اندھیروں کو) روشن کرنے والا آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔ یعنی آپ ﷺ آفتاب نبوت وہدایت ہیں۔ جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ سب روشنیاں اس نور اعظم میں محو ومدغم ہوگئیں۔ نیز لفظ ’’**منیرا**‘‘ فرما کر

ایک اور حکمت کو واضح کر دیا کہ آفتاب تو غروب بھی ہوتا اور کبھی کبھی گہن میں آکر بے نور بھی ہو جاتا ہے۔ مگر یہ آفتاب نبوت ایسا منور اور چمکیلا ہے کہ یہ ہمیشہ چمکتا ہی رہتا ہے اس کی چمک اور روشنی یعنی ہدایت رسانی کے آگے رات دن برابر ہے۔ یہ نہ کبھی غروب ہوتا ہے نہ گہن میں آتا ہے۔ تعلیمات اسلام جو حضور ﷺ کی فیض رسانی سے مخلوق خدا کو تفویض ہوئیں ان کے متعلق بھی کہا گیا ہے: ''لیلہا کنہارہا ''یعنی تعلیمات اسلام میں راتیں بھی دن کی طرح روشن ہیں یعنی تاریکی کا نام نہیں۔

سراج کے لغوی معنی چراغ کے ہیں۔ مگر سراج منیر محاورۂ عرب میں سورج یعنی آفتاب عالمتاب کو کہتے ہیں۔ تمام دنیا ظلمات اور اندھیریوں میں ٹھکراتی پھرتی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہ آفتاب جہانتاب جلوہ گر ہوا تو اس نے مشرق سے مغرب تک کو منور کر دیا۔ اس کے بعد چاند اور ستارے نمودار ہو کر کیا کریں گے۔ پھر ایک آفتاب کے بعد دوسرے کی بھی کیا ضرورت؟

ترے آنے سے ہوئی سب کی شریعت منسوخ ۔۔۔ نہ دم صبح کہیں شمع کو جلتے دیکھا
ہم میں اے مہر رسالت ہو نبی کیوں پیدا ۔۔۔ دن کے ہوتے نہ کبھی شمع کو جلتے دیکھا

توحید کی کامل تعمیل اور رسالت خداوندی کی تکمیل

محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے بغیر توحید کے مطالبہ کی تکمیل ناممکن ہے۔

(ماخوذ از الدین القیم)

خصوصاً جن گزشتہ دینی پیشواؤں کو خدا نے سچا نمائندہ جن کمالات وصفات اور جن اسباب وحالات کی بناء پر قوموں نے مانا تھا اور آج تک مان رہی ہیں۔ بجنسہٖ ان ہی اسباب وحالات کے ساتھ بلکہ ان سے بھی زیادہ وثوق آفرین اطمینان بخش خصوصیات سے آراستہ ہو کر خدا کی نمائندگی اور نبوت کا آخری پیغام لے کر تاریخ کے روشن دنوں میں دنیا کے ایسے مرکزی مقام سے جو پیغمبر اٹھایا گیا ہے جس کی آواز ایک نسبت کے ساتھ مشرق ومغرب دونوں کو متاثر کر سکتی تھی اور اس نے متاثر کر دیا جو خدا کی طرف سے اس دعویٰ کو لے کر آیا کہ سارے جہاں کے باشندوں کو ہر قسم کی آمیزشوں سے صاف وپاک کر کے خدا کی خالص حقیقی مرضی سے وہ مطلع کرے گا اور اطلاع دینے کی جتنی ممکنہ صورتیں تھیں۔ ان سب سے کام لے کر اس نے مطلع کیا۔ پھر جس راہ سے بھی کسی صادق کی صداقت جانچی جاسکتی ہے۔ ہر راہ سے جانچنے اور تجربہ کرنے کا اس نے موقع دیا اور وہی جانچا اور پرکھا ہوا تجربہ تواتر کی قطعی شکلوں میں آج ساری دنیا کے سامنے

جگمگا رہا ہے۔ زمین کے کرہ پر جس کا جہاں بھی جی چاہے اسے دیکھ سکتا ہے۔ ڈھونڈے تو پا سکتا ہے اور اپنی اصلی حالت میں پا سکتا ہے۔

لیکن دنیوی اغراض، نجس اور گندی جاہلانہ حمیتوں، قومی عصبیتوں کے ہاتھوں جو لوگ اپنی رائے، اپنی خواہش کے پھندوں میں الجھ کر اسے دیکھنا نہیں چاہتے یا دیکھنے کے باوجود قصداً ماننے سے گریز کر رہے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب خدا کی خالص مرضی ایسی بین کھلی ہوئی راہ رسول مبین کے ذریعہ سے ظاہر ہو چکی ہے اور جس کا جی چاہے بہ آسانی اسے پا سکتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ ہو جانے کے بعد اب بھی جو خدا کی اس حقیقی خالص مرضی کے پانے اور اس سے اپنے اغلاط کی تصحیح سے جھجک رہے ہیں۔ بلکہ ان میں اکثر برسر بغاوت ہیں تو کیا ان باغیوں کے اس انجام میں کوئی شک کر سکتا ہے جو ہر اس شخص کا انجام ہو سکتا ہے جو اللہ ہی کو الٰہ بنا کر جینے اور مرنے کو اپنی پیدائش کی حقیقی غایت اور اپنے وجود کا نصب العین نہیں سمجھتا۔

خدا کی مطلوبہ توحید کا مطلب

یاد رکھنا چاہئے کہ ''اللہ ہی کو اپنا الٰہ بنانا'' یعنی اس کی مرضیات کی اطاعت اور اس کی عبدیت و بندگی کو اپنے وجود کا نصب العین قرار دینا قدرتاً اس پر موقوف ہے کہ صحیح راہ سے واقعی خدا کی مرضی کا صحیح علم حاصل کیا جائے۔ ورنہ صرف زبان سے اس کا اقرار کہ ''میں اللہ ہی کو الٰہ مانتا ہوں۔'' یہ فقط زبان کا ایک لفظی اور ہوائی اقرار ہے۔ جسے عقلاً واقعہ سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ آخر جو خدا کی مرضی ہی سے واقف نہیں ہے وہ خدا کی مرضیات کی اطاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین کیسے بنا سکتا ہے؟

اور لطف تو یہ ہے کہ لوگ صرف زبان کے اس اقرار ہی کو نہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ بات کہ جو خدا کو ایک سمجھتا ہے اس کے موحد ہونے کا فیصلہ کئے بیٹھے ہیں۔ اگر یہ کوئی لغوی اصطلاح ہے تو اس سے مجھے بحث نہیں۔ لیکن حق تعالیٰ نے اپنے بندوں سے جس توحید کا مطالبہ فرمایا ہے اور انسانی وجود کی آفرینش کی جسے غایت درجہ قرار دیا ہے، کیا وہ صرف یہ ہے کہ خدا کو ایک مانا جائے؟ کیسی عجیب بات ہے۔ اس لحاظ سے یعنی وجوداً اور شخصیتاً ایک ہونے میں خدا کی کیا خصوصیت ہے؟ اس اعتبار سے تو ہر انفرادی شخصیت خواہ آدمی ہو یا درخت۔ کوئی ہو ایک ہی ہے۔ کیا ہم یا آپ، زید یا عمر، دو دو ہوتے ہیں؟ اور اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ عالم کے پیدا کرنے

والے اوراس کے نظم کو ترتیب کے قائم رکھنے والے کو ایک مانا جاتا ہے اور یہی بات خدا کی مطلوبہ توحید ٹھہرائی جاتی ہے تو پھر قرآن کی ان آیتوں کا کیا مطلب ہے جن میں بار بار مسلسل مختلف طریقوں سے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اس توحید کے ماننے والے بکثرت ان لوگوں میں بھی پائے جاتے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو بھی اپنا الٰہ بنائے ہوئے ہیں۔ یعنی مشرک ہیں اور ان کی یہ توحید، شرک اور شرک کے خمیازوں سے نجات کے لئے ناکافی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ بجز چند استثنائی شکلوں کے توحید کے اس قسم کے اقرار سے شاید ہی کسی آدمی کا سینہ خالی ہوگا۔ تحقیق نے تو ثابت کیا ہے کہ ویران جزیروں کے جنگلی اور صحرائی آدمیوں میں بھی یہ عقیدہ پایا جاتا ہے۔

پس اصل بات یہ ہے کہ اپنے بندوں سے جس توحید کا مطالبہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اوراس کی تسلیم وعدم تسلیم پر انسانیت کی کامیابی وناکامی کا مدار ہے۔ وہ یہی بات ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو اپنا الٰہ نہ بنایا جائے۔ یعنی از آدم تا خاتم رسالت (ﷺ) سارے جہاں کے پیغمبروں کا جو سب سے پہلا دعوتی کلمہ اور سب سے پہلا مطالبہ ہے۔ اس مطالبہ کی تعمیل کی جائے اور اللہ کو الٰہ بنانے کا مطلب یہی ہے کہ حق تعالیٰ ہی کی مرضی کی اطاعت اور اسی کی بندگی اور عبادت کو اپنے وجود کا آخری مطلب اور اپنی پیدائش کا حقیقی مقصد تعین کیا جائے۔ ’’وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون‘‘

اب ظاہر ہے کہ مطلوبہ توحید جس پر نسل انسانی کی نجات اور آخری کامیابی مبنی ہے جب اس کا یہی مطلب ہے اور قطعاً یہی ہے تو پھر وہی بات ہوئی کہ جب تک خدا کی مرضی کا صحیح علم، کمال وثوق اور کسی قطعی غیر مشرک ذریعہ سے حاصل نہ ہو آدمی خدا کی مطلوبہ توحید کی تعمیل سے یعنی اس کو حقیقی معنوں میں الٰہ بنانے سے قطعاً قاصر رہے گا۔ اس کا ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ صرف زبانی چند ہوائی کلمات کا ایک ایسا مجموعہ ہوگا جو اپنے معنے سے قطعاً بے تعلق ہے اور حقیقت میں بجائے اللہ کو الٰہ بنانے کے ایسا آدمی خود اپنے آپ کو یا اپنے ہی جیسے کسی انسان کو جسے خدا نے اپنی مرضی پر مطلع نہیں کیا ہے۔ الٰہ بنائے بیٹھا رہے گا اور ظاہر ہے کہ ایسا آدمی موحد نہیں مشرک ہے اور بعض صورتوں میں معاذ اللہ وہ خدا پر جھوٹ باندھنے اور افتراء کرنے والا بھی ہے اور اسی لئے اب یہ ایک واضح ناقابل انکار نہ صرف دینی واعتقادی بلکہ ایک قدرتی اور عقلی حقیقت بھی ہے کہ: ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کے کلمہ میں جس توحید کا مطالبہ کیا گیا ہے اس کی تعمیل اس دور میں محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے بغیر ناممکن ہے۔ اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کو نہ مان کر جو ’’لا الٰہ

الا اللہ‘‘ کی توحید کا آج مدعی ہے وہ مشرک ہے۔ مفتری علی اللہ ہے۔ اپنے دماغی وسوسوں یا ایسی چیزوں جن میں قطعاً خدا کی مرضی انسانی خواہشات کے ساتھ خلط ملط ہوچکی ہے۔ وہ ان ہی کو خدا کی مرضی قرار دے رہا ہے اور محض اپنی ذاتی خواہشوں کی بناء پر بجائے خدا کے ان ہی کی پیروی کر رہا ہے۔ میں نے اسی لئے کہا کہ وہ خدا کی مرضی کی نہیں بلکہ اپنی مرضی اپنی خواہش اپنے ذاتی فیصلوں کی اطاعت وپیروی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے ہوئے ہے۔ اس کا جینا بھی خود اپنے لئے ہے اور مرنا بھی اپنے ہی لئے ہے۔ پھر جو خدا کے لئے نہیں بلکہ خود اپنے لئے جیتا رہا۔ اسے بجائے خدا کے خود اپنی ذات سے اجر کا امیدوار رہنا چاہئے۔ اس کی باغیانہ زندگی جو مسلسل حق اور حق کی مرضیات کے ساتھ جنگ اور تصادم میں گزری ہے تو اگر بروز قیامت حق کے ارادوں کو بھی یہ اپنے ساتھ مسلسل اور دوامی تصادم کی شکل میں پائے اور تصادم کا ظہور اس روز عذاب علیم کے قالب میں ہو تو بتایا جائے کہ قدرتاً اس کے سوا اور کس نتیجہ کی توقع ہوسکتی ہے۔

(ماخوذ بالاختصار از الدین القیم ص۲۱۲،۲۱۷)

حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف تحیۃ

خلافت عامہ تو ہر انسان کو حاصل ہے لیکن اس کے ساتھ مدارج کے اختلاف نے اس کو بے شمار افراد میں بانٹ دیا ہے۔ تاہم عقل یہ تجویز کرتی ہے کہ خلافت کے درجات کو مکمل ہوتے ہوئے بالآخر ایک ایسی ہستی پر ختم ہونا چاہئے جو تمام اسماء وصفات اور ذات کا مظہر اتم ہو اور وہی در ’’فرید‘‘ نوع انسانی کا کامل ترین فرد بلکہ تکوین تو خلیق کا آخری نتیجہ قرار پاسکتا ہے۔ کائنات کے ارتقائی درجات وطبقات کی رفتار کو دیکھ کر نہ صرف وجدان وبصیرت والے بلکہ عقلی روشنی کے سہارے چلنے والوں نے بھی کبھی اس فرد کامل کو انسانیت کی طویل الذیل تاریخ میں تلاش کیا ہے۔ حتیٰ کہ متاخرین فلاسفہ میں جرمنی کے مشہور مفکر نیٹشے نے تو اپنے سارے کے سارے فلسفہ کی بنیاد ہی ارتقاء کی اسی آخری تقویم یا قالب کی تلاش پر رکھ کر مافوق البشر کا نظریہ قائم کیا۔ لیکن جس مسئلہ میں عقل سے زیادہ نور ایمان کی روشنی درکار ہے وہاں صرف عقلی احتمالات سے کسی یقینی نتیجہ تک پہنچنا مشکل ہے۔

کاش اسے معلوم ہوتا کہ اس سے بہت پہلے آسمانی آواز نے ’’خلق عظیم‘‘ والے کو رحمۃ للعالمین سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر دنیا میں یہ کہتے ہوئے متعین کردیا کہ وہی کمالات

انسانی کا خاتم نسل آدم میں آکر سارے اسماء صفات کے تخلیقی دائرہ کا انتہائی اور آخری نقطہ محمد ﷺ کی ذات میں ظاہر ہوگیا اور یوں عالمین کے رب کی ساری حمد، ساری ستائش، سارے کمالات مخلوق بن کر محمد ﷺ کی ذات اطہر میں مکمل ہوگئے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ محمد صرف نام ہی نہیں ہے بلکہ قدرت کا آخری کام بھی ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ختم نبوت

آخر بتایا جائے کہ کیا انسانی کمالات کے آخری زینے وہ نہیں ہیں جہاں انبیاء ورسل کھڑے ہیں۔

ماننے والوں کو جانے دیجئے۔ کیا انکار کرنے والوں نے نبوت ورسالت کے الفاظ کو چھوڑ کر ریفارم اور اصلاح کی آڑ میں کسی نہ کسی طرح پھر اسی کا اقرار نہیں کیا ہے۔ اب سوچنا چاہئے کہ ہم میں رسول بن کر وہ کون آیا جو اپنی نبوت کے ساتھ ساتھ پیہم ختم نبوت کے دعوے کا بھی اعلان کر رہا تھا۔ ''میرے بعد صرف قیامت کا انتظار کرو۔'' اس تاریخی پیش گوئی کا چھوڑنے والا نسل انسانی میں کون تھا؟ دیکھتے سب ہیں لیکن کم لوگوں کو سوجھا کہ اس دعوے کے نبوت کا کوئی دعویٰ بنی آدم کی بستیوں میں سرسبز نہیں ہوا اور نہیں ہو رہا۔ کیا بات ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کی تاریخ اس دعوے سے پہلے ہی کیوں شروع ہوتی ہے؟ آخر جس نوع کے اکثر افراد اب بھی کسی نہ کسی نبی کو مانتے ہیں۔ کیسے کہا جائے کہ انہیں لوگوں میں نبوت پر اعتقاد کرنے کا جذبہ مفقود ہوگیا؟ ہاں! مفقود ہوگیا ہے۔ لیکن صرف خاتم النّبیین (ﷺ) سے پچھلوں پر۔ ورنہ اگلوں پر جو آپ سے پہلے نبوت کے دعوے کے ساتھ آئے ان پر ایمان لانے والوں کی دنیا میں کیا کمی ہے؟ ایک انگریزی مفکر کا سوال خود اس کے ہم وطنوں کے لئے قابل غور ہے کہ جب جذبات انسانی کے ہر شعبہ میں انقلاب برپا کرنے والے آرہے ہیں۔ تو پھر بتایا جائے کہ جذبہ مذہبی کے انقلابوں کا سلسلہ محمد ﷺ کے بعد کیوں رک گیا؟ حالانکہ مذہب کی تاریخ میں اتنے طویل وقفے کا تجربہ نسل انسانی کو کبھی نہیں ہوا۔

نبوت محمدیہ کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ فالتو نبوت کا دعویٰ ہے

اور سچ تو یہ ہے کہ قدرت اور اس کی کارفرمائی نے مختلف ذرائع سے دور محمدی کے بعد

بکھری ہوئی دنیا کو وحدت کے ایک نقطہ تک پہنچا دیا ہے اور پہنچا رہی ہے۔ نیز تعلیمات وہدایات کی حفاظت بلکہ نشرواشاعت کے لئے مختلف شکلوں میں اتنے سازوسامان مہیا کردیئے گئے ہیں کہ اس کے بعد کسی فالتو نبی اور اس کی فالتو کتاب کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی ہے۔

اب دنیا ایک ہے۔ ایک بستی ہے ایک آبادی ہے پس اس کا نبی بھی ایک ہے۔ اس کی کتاب بھی ایک ہے۔

الغرض اگر درخت سے پھل پہچاننے کا لوگوں میں سلیقہ نہیں ہے تو پھل ہی سے درخت کو بد کیوں نہیں پہچانتے؟ اور ان شاء اللہ دنیا اس کو پہچان کر رہے گی جو آج نہیں پہچانے گا اسے منتظر رہنا چاہئے کہ کل اسی کو مقام محمود والے محمد ﷺ کے نور احمد کے نیچے اس واقعہ کا اعتراف اس وقت کرنا پڑے گا۔ جب حقیقت انسانیہ ایک دفعہ سمٹ کر یہ نعرہ لگائے گی۔

’’واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین‘‘

حضور ﷺ نے فرمایا:’’انا سید ولد اٰدم یوم القیامة‘‘ (میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا) اس دن ساری مخلوق جان لے گی کہ حضور ﷺ کی شان کیا ہے اور بے ساختہ پکار اٹھے گی۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ختم نبوت

(حصہ اوّل)

’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم‘‘

امابعد! ختم نبوت اسلامی اصول کا ایک ایسا اہم اور عظیم الشان مسئلہ ہے جس پر امت مسلمہ پونے چودہ سو سال سے متفق چلی آتی ہے۔ یہ مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کو شریعت اسلامیہ نے ادھورا چھوڑ دیا ہو۔ اس مسئلہ کو اس کی اہمیت کے اتنے واضح اور روشن دلائل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ ادنیٰ تدبر اور غوروفکر سے حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ

اسلام کا بنیادی عقیدہ تین ستونوں پر قائم ہے۔ توحید، رسالت اور قیامت۔ یہ تین ایسے اہم امور ہیں کہ قرآن کریم نے مختلف دلائل وبراہین کے ساتھ ان مسائل کو اتنے واضح

طریق پر پیش کیا ہے کہ معمولی غوروفکر کرنے پر انسان اسلام کے فطری اصول کے پیش نظر اپنے آپ کو مسلم کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ تمام انبیاء نے اپنے اپنے اوقات میں انہی امور کو تبلیغ واشاعت کا کام کیا ہے۔

اس وقت ہم کو رسالت کے بارے میں قرآن کریم کا فیصلہ پیش کرنا ہے۔ قرآن کریم کے پہلے صفحہ سے آخری صفحہ تک آپ ایک ایک حرف پر غور کریں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ قرآن کریم انسانوں سے اس بارے میں دو چیزوں کا مطالبہ کرتا ہے۔

ایک یہ کہ محمد ﷺ جو پروگرام اور دستور حیات (قرآن) لے کر آئے ہیں۔ اس کو تسلیم کرو۔ دوسرا یہ کہ محمد ﷺ سے پہلے جس قدر انبیائے کرام تشریف لائے ہیں۔ ان کی صداقت اوران کی نبوت کا بھی اقرار اور یقین کرو۔ اگر کسی ایک کا انکار کرو گے تو تم اپنے آپ کو مسلم کہلانے کے حق دار نہیں ہوسکتے۔ قرآن کی بے شمار آیات اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں۔

۱...... ''والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (بقرہ)'' ﴿اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں۔ اس پر جو نازل ہوا تیری طرف اور اس پر جو نازل ہوا تجھ سے پہلے۔ (یہی لوگ متقی اور نجات والے اور کامیاب ہونے والے ہیں)﴾

۲...... ''یاھل الکتاب ھل تنقمون مثلاً الا ان امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل من قبل (مائدہ)'' ﴿اے اہل کتاب کیا ضد ہے تم کو ہم سے مگر یہی کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور جو نازل ہوا ہماری طرف اور جو نازل ہو چکا ہے پہلے۔﴾

۳...... ''لٰکن الراسخون فی العلم منھم والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (النسآء)'' ﴿لیکن ان میں سے پختہ علم والے اور ایمان والے یقین رکھتے ہیں اس پر جو نازل کیا گیا آپ پر اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا ہے۔﴾

آیات مذکورہ بالا سے واضح ہوا کہ سرور کائنات ﷺ اور انبیائے سابقین پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن کریم نے جابجا انبیاء سابقین کا ذکر کیا ہے۔ اب آنحضرت ﷺ کے بعد اگر کسی نبی کو آنا ہوتا تو امت مسلمہ کو انبیاء سابقین کی نسبت زیادہ واضح الفاظ میں سمجھایا جاتا ہے کہ آئندہ آنے والے انبیاء کا ضرور ساتھ دینا۔ کیونکہ جو انبیاء کرام گزر چکے ہیں ان سے امت مسلمہ کا سابقہ نہ تھا۔ مستقبل کے ساتھ اس لئے ازحد ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں واضح طور پر

ارشاد فرماتا ہے۔ لیکن ہمیں قرآن کریم کے مطالبہ سے کہیں بھی یہ الفاظ نہیں ملتے کہ حضورﷺ کے بعد بھی یہ سلسلہ نبوت جاری رہے گا۔ تم آنے والے انبیاء کا احترام کرنا اوران کا ساتھ دینا۔ گویا ان آیات بینات سے ظاہر ہے کہ وحی جس پر ایمان لاکر کوئی انسان مسلمان ہوسکتا ہے۔ وہ قرآن کے ذریعے دوقسم کی وحی پر ایمان لانا شرط قرار دیا گیا ہے۔ اوّل اس وحی پر جو حضورﷺ پر نازل ہوئی جسے قرآن کریم کہتے ہیں۔ دوسرے اس وحی پر جو حضورﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہی۔ جس سے انبیاء سابقین کے صحف مراد ہے جو الفاظ قرآن نے اس کے بیان کرنے میں اختیار کئے وہ ہر جگہ ماضی کے صیغے میں ہیں۔ مثلاً:

۱...... ''**بما انزل الیک**'' یعنی جو حضورﷺ کی طرف نازل کیا گیا۔

۲...... ''**وما انزل من قبلک**'' اور جو حضورﷺ سے پہلے نازل ہوچکا۔

اور مضارع کا صیغہ ''**ما ینزل**'' یعنی نازل کیا جائے گا۔ قرآن میں کہیں نہیں آیا اور نہ ہی بعد کا لفظ کہیں آیا ہے۔ بلکہ ہر جگہ قبل کا لفظ ہی آیا ہے اور نہ حدیث شریف میں کوئی اس قسم کا لفظ ملتا ہے۔ اگر ملتا ہے تو واضح اور روشن طریق پر یہ ملتا ہے۔ ''**لا نبی بعدی**'' میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یا یہ ملتا ہے کہ جو میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ دجال وکذاب ہے۔ لہٰذا حضورﷺ کے بعد کسی وحی کا انتظار یا اس پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے شرط نہیں جو ''**فبای حدیث بعده یومنون**'' سے بھی عیاں ہے۔ اس لئے حضورﷺ کے بعد کسی وحی اور نبی کا انتظار خلاف تعلیم اسلام ہے اور جو ایسا خیال کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

انبیاء کی تاریخ

اب ہم آپ کی توجہ ابتداء آفرینش سے لے کر حضورﷺ تک جتنے پیغمبر آئے ہیں ان میں سے چند اولوالعزم انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ جس سلسلہ نبوت کا اجراء اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام سے کیا تھا۔ اس کو سید المرسلین خاتم النّبیین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰﷺ پر ختم کردیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ جس سلسلہ نبوت کی پہلی کڑی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اس کی آخری کڑی حضرت محمدﷺ ہیں۔

مندرجہ ذیل اسمائے گرامی پر توجہ کی جائے:

حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام۔

حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر خیر جب ہم قرآن کریم میں پڑھتے ہیں تو ہمیں معلوم

ہوتا ہے کہ آپ کے بعد بہت سے رسول اللہ کی طرف سے نسل انسانی کی بہبود کے لئے تشریف لائیں گے جوان کا ساتھ دے گا وہ مسلم اور جوان کا ساتھ نہ دے گا وہ منکر ہوکر کافر ہوگا۔ ملاحظہ ہو قرآن کریم کی آیت:

۱...... ’’**وقلنا اھبطوا منھا جمیعًا فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدٰی فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون. والذین کفروا وکذبوا باٰیٰتنا اولئک اصحٰب النار** (بقرہ)‘‘ ﴿ہم نے حکم دیا نیچے جاؤ یہاں سے تم سب، پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے کوئی ہدایت تو جس نے ساتھ دیا میری ہدایت کا یعنی میرے ہدایت نامہ پر چلا میرے انبیائے کرام کا اتباع کیا تو نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے ساتھ نہ دیا ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور کفر کیا تو یہی لوگ دوزخی ہوں گے اور اسی میں رہا کریں گے۔﴾

نیز یہ آیت ملاحظہ فرمائیے۔ جس کا تعلق ابتداء آفرینش سے ہے اور جس سے پہلے تفصیلی طور پر حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔

۲...... ’’**یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقٰی واصلح فلا خوف علیھم ولاھم یحزنون**‘‘ ﴿اے اولاد آدم! اگر آئیں تمہارے پاس تم میں سے کہ سنائیں تم کو آیتیں میری تو جو کوئی ڈرے اور اپنی اصلاح کرلے تو نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔﴾

ان دونوں آیتوں میں ابتدائے آفرینش کا ذکر فرمایا جارہا ہے اور دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم اور نوع انسان کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد انبیاء ورسل بکثرت ہوں گے۔ تم ان کا ساتھ دینا اور ان کا اتباع کرنا۔ اس جگہ ’’رُسُل‘‘ جمع کا صیغہ فرمایا اور انبیاء کی تحدید وتعیین نہیں کی۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد کافی تعداد میں انبیاء کرام مبعوث ہوں گے۔

۱؎ اس آیت کو جو شخص حضور ﷺ کے بعد رسولوں کی آمد پر دلیل پکڑتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے رسول کے لئے پیغامات الٰہی بھی جدا تجویز کرے۔ کیونکہ ان ہردو آیات میں لفظ ’’ھدًی‘‘ بمعنی ہدایت، رسول، کتاب آیا ہے۔ نیز ’’یقصون علیکم اٰیتی‘‘ بھی فرمایا گیا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ رسول اپنے ساتھ پیغامات الٰہی یعنی شریعت بھی لائیں گے اور شریعت کے حضور ﷺ پر ختم ہونے کو مرزائی حضرات بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ہردو آیات ایسے شخص کے پراگندہ خیالات کو ہرگز مفید نہیں بلکہ اس کے اس وہم کی پرزور تردید کرتی ہیں جب کہ خصوصیت سے ان ہردو آیات میں ابتداء آفرینش کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد زمانہ آتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان کا ذکر خیر قرآن کریم میں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بعد بھی بہت سے انبیاء تشریف لائیں گے۔ ملاحظہ ہو آیت: ''**ولقد ارسلنا نوحًا وابراهيم وجعلنا فی ذریتهما النبوة والکتٰب فمنهم مهتدٍ وکثیر منهم فاسقون ثم قفینا اٰثارهم برسلنا**'' ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت مقرر کر دی۔ کچھ لوگ اس اولاد میں سے ہدایت یافتہ اور بہت سے فاسق ہیں۔ پھر ان کے بعد پے در پے ہم نے بہت سے رسول بھیجے۔ اس آیت کریمہ میں صاف فرمایا کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام پر نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ بلکہ ان کے بعد بھی کافی تعداد میں انبیائے کرام تشریف لائیں گے اور یہاں بھی لفظ جمع کا رسل فرمایا۔ کوئی تحدید تعیین نہیں فرمائی۔ علیٰ ہذا القیاس یہی سنت اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی جاری رہی اور بعینہ مضمون مندرجہ ذیل آیت میں بھی مذکور ہوا۔ ملاحظہ ہو: آیت: ''**ولقد اٰتینا موسیٰ الکتاب وقفینا من بعده بالرسل**'' یقیناً ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ان کے بعد رسولوں کو بھیجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی انبیائے کرام کثرت سے آتے رہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ بالا میں جمع کے لفظ سے رسل ارشاد فرمایا۔

ختم نبوت

یہ آیات اس لئے ذکر کی گئی ہیں کہ معلوم ہو جائے کہ اولوالعزم انبیاء کرام کے بعد سنت خداوندی کیا کچھ تھی۔ لیکن ان کے بعد جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاتے ہیں تو ان کے ذکر خیر سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کے بارے میں ایک نوعی انقلاب ہے۔ پہلے انبیاء کے بعد بکثرت انبیاء کی آمد اور غیر محدود اور ان کے بعد ایک نبی کی آمد اور محدود و معین۔ جہاں لفظ جمع استعمال ہوتا تھا۔ (رسل) وہاں اب لفظ واحد استعمال ہوتا ہے۔ (رسول)

محض رسول کی تعیین ہی نہیں بلکہ اس کا نام نامی واسم گرامی بھی صاف صاف ظاہر کیا جاتا ہے۔ (احمد) تاکہ کسی کو شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ ملاحظہ ہو آیت مندرجہ ذیل: ''**واذ قال عیسیٰ ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراة ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد**'' ﴿جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ

اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور توراۃ کی تصدیق کرتا ہوں اور خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد صرف ایک رسول آئے گا جس کا نام اور اسم پاک احمد ہوگا۔﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد زمانہ آتا ہے۔ فخر موجودات سرور کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ جن کا نام نامی واسم گرامی احمد باری تعالیٰ نے تجویز کیا اور ماں نے خواب میں فرشتے سے بشارت پاکر احمد نام رکھا۔ (رحمۃ للعالمین ج۱ ص۴۰، ترجمہ تاریخ ابن خلدون ج۳ ص۸)

آپ کے جدامجد نے آپ کا نام محمد تجویز کیا اور آپ ان دونوں اسماء گرامی سے مشہور ہوئے۔ آپ کا ذکر خیر ہم قرآن کریم میں پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔ ملاحظہ ہو آیت: ’’**ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین** (احزاب) ‘‘ ﴿محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ وہ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں۔﴾

ختم نبوت کا مسئلہ ضروریات دین سے ہے۔ اس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ چنانچہ الاشباہ والنظائر ص۲۹۶ کتاب السیر میں ہے۔ ’’**اذا لم یعرف ان محمدًا ﷺ آخرالانبیاء فلیس بمسلم لانہ من ضروریات الدین** ‘‘ جو شخص حضور ﷺ کو آخری نبی نہ یقین کرے تو وہ مسلمان نہیں کیونکہ حضور ﷺ کا آخری نبی ہونا ضروریات دین سے ہے۔

یہ مسئلہ اسلام کی ان ضروریات میں سے ہے جن کو خداتعالیٰ کی آخری کتاب قرآن کریم نے دوچار مرتبہ نہیں بلکہ تقریباً سو مرتبہ اپنے مختلف مقامات میں مختلف عبارات اور عنوانات سے اس قدر روشن کر دیا ہے کہ کسی بصیر انسان کو اس سے آنکھ چرانے کی مجال نہیں۔ پھر فخرالاوّلین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ نے اس کے ذہن نشین کرانے کا اس قدر اہتمام فرمایا کہ دوسو سے زیادہ احادیث میں مختلف پیرایہ اور انداز سے اس مسئلہ کا اعلان فرمایا اور اس کی کوئی شق باقی نہیں چھوڑی جس کو بوضاحت بیان نہ کر دیا ہو۔ علاوہ ازیں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اجماع نے اس کی قطعیت پر مہر لگادی ہے۔

اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ چند آیات واحادیث اس کی تائید میں ذکر کر دیں۔ ناظرین اس فتنہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں۔

(۱)

آیات قرآنی بخلاف دعویٰ مرزا قادیانی

مرزاقادیانی فرماتے ہیں:’’قرآن شریف کی قرآن شریف ہی سے تفسیر کرو اور دیکھو کہ وہ ایک ہی معنی رکھتا ہے یا متفرق معنی لیتا ہے اور اقوال سلف وخلف درحقیقت کوئی مستقل حجت نہیں اور ان کے اختلاف کی حالت میں وہ گروہ حق پر ہوگا۔ جن کی رائے قرآن کریم کے مطابق ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۵۳۸، خزائن ج۳ ص۳۷۹)

دوسری جگہ فرمایا:’’غرض اس متبادر اور مسلسل معنوں کے سوا جو قرآن شریف سے...... اوّل سے آخر تک سمجھے جاتے ہیں۔ ایک نئے معنی اپنی طرف سے گھڑ لینا یہی تو الحاد اور تحریف ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۷۴۵، خزائن ج۳ ص۵۰۱)

’’یاد رہے کہ کسی قرآنی آیت کے لئے ہمارے نزدیک وہی معنی معتبر اور صحیح ہیں جس پر قرآن کے دوسرے مقامات بھی شہادت دیتے ہوں۔ کیونکہ قرآن کی بعض آیات بعض کی تفسیر ہیں۔‘‘ (آریہ دھرم ص۶۳، خزائن ج۱۰ ص۸۶)

انہی اصول کے ماتحت اب ہم’’خاتم النّبیین‘‘ کی تفسیر قرآن سے پیش کرتے ہیں:

۱...... **’’ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین‘‘**

﴿محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ یعنی سلسلہ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔﴾

شان نزول

حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضور ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی اور لوگ انہیں حضور ﷺ کا بیٹا تصور کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد ہمشیرہ زینب رضی اللہ عنہا کا ان سے نکاح کر دیا تھا۔ مگر ان کی آپس میں نہ بن پائی اور زید رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور ﷺ نے خود حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تو لوگ لگے طعن وتشنیع کرنے۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وہ کہتے یہ تھے کہ زینب رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے منہ بولے بیٹے کی بیوی تھیں۔ اس لئے محمد ﷺ نے اپنی

بہو سے نکاح کرلیا ہے تو خدا نے فرمایا کہ یہ کام تو ہمارے حکم سے ہوا ہے تاکہ مسلمانوں کو اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے ان کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ رہے۔ لہٰذا فرمایا کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں کہ جس کی مطلقہ سے آپ کے لئے نکاح حرام ہو۔ ’’**ماکان محمد ابا احد من رجالکم**‘‘ پھر ان کے لئے ضروری تھا کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسومات نے خواہ مخواہ حرام بنا رکھا ہو۔ اس رسم کو مٹا کے چھوڑیں۔ کیونکہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ ’’**ولٰکن رسول اللہ**‘‘ کسی کے خوف وخطر سے وہ بے پرواہ ہیں۔ لوگ کچھ کہیں لیکن وہ خدا کا حکم پہنچا کے رہتے ہیں اور پھر وہ خاتم النّبیین ہیں یعنی ان کے بعد رسول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں۔ اس لئے اس رسم جاہلیت کو وہ خود ہی مٹا کر جائیں گے۔ اس کے بعد مزید تاکیداً فرمایا: ’’**وکان اللہ بکل شئ علیما**‘‘ اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے یعنی اللہ کو خوب معلوم ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی وہ مبعوث کرنے والا نہیں۔ لہٰذا اگر اس رسم کا خاتمہ اب نہ کرا دیا گیا تو پھر کوئی دوسری ہستی ایسی نہ ہوگی۔ جس کی سنت کی اتباع تمام دنیا کے مسلمان تسلیم کریں۔ لہٰذا شان نزول اور آیت کے سیاق وسباق سے خاتم النّبیین کا معنی اور مفہوم سوائے آخری نبی کے اور کچھ نہیں۔

اس آیت کے آخری لفظ ’’خاتم النّبیین‘‘ کے معنی بعض نے نبیوں کے ختم کرنے والے اور بعض نے نبیوں کی مہر کے کئے ہیں۔ اگر مہر معنی لئے جائیں تو بھی مراد وہی ہے۔ کیونکہ دستاویز پر مہر آخر ہی میں کی جاتی ہے۔ نیز لفافہ بند کرنے کے بعد جو اس پر مہر کی جاتی ہے وہ لفافے پر سب سے آخری کام ہے۔ جس سے مراد پھر وہی آخری کام ہوا۔

مگر مرزائی حضرات مہر سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نبی بنانے کی مہر ہیں۔ یعنی آئندہ جو نبی بنا کریں گے۔ آپ کی مہر سے بنا کریں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے آیت زیر بحث میں کون سے معنی چسپاں ہوتے ہیں۔ آخری نبی کا مفہوم تو بالکل صاف ہے۔ لیکن نبیوں کی مہر یا انگوٹھی کا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ پہلے ذرا ان فقروں کو پڑھئے۔

۱...... یہ مہر زید کی ہے۔

۲...... یہ مہر عدالت کی ہے۔

۳...... یہ مہر مجسٹریٹ کی ہے۔

کیا آخری فقرے کا مطلب یہ ہے کہ اس مہر سے مجسٹریٹ بنتے ہیں۔ کیا دوسرے

جملے کا مطلب یہ ہے کہ اس مہر سے عدالتیں تیار ہوتی ہیں۔ اگر یہ مفہوم صریحاً غلط ہے تو پھر ’’خاتم الانبیاء‘‘ (نبیوں کی مہر) کی یہ تفسیر کیسے درست ہوسکتی ہے کہ ایسی مہر جس سے نبی بنتے ہیں۔

اگر خاتم کے معنی مہر کے لئے جائیں تو نحو کی رو سے خاتم مضاف ہے اور النّبیین مضاف الیہ۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ مضاف الیہ مضاف کا خالق، مالک، موجد یا صانع ہو۔ مثلاً:

۱...... ’’ارض اللہ‘‘ میں خدا زمین کا خالق ہے۔

۲...... ’’عبداللہ‘‘ میں اللہ (مضاف الیہ) عبد کا خالق و مالک ہے۔

۳...... ’’خاتم ذہب‘‘ سونے (مضاف الیہ) سے انگوٹھی تیار ہوتی ہے۔

لیکن دنیا کی کسی بھی زبان میں ایک بھی ایسا مضاف موجود نہیں جو مضاف الیہ کا خالق و موجد ہو۔ اس لئے خاتم النّبیین سے ایسی مہر مراد لینا جو نبی تیار کرتی ہے نہ صرف عربی لغات کی رو سے غلط بلکہ ہر زبان کے قواعد کے خلاف ہے۔

علاوہ ازیں جب خاتم کا لفظ کسی جماعت یا گروہ کی طرف مضاف ہو تو وہ لازماً ’’آخری‘‘ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً خاتم المہاجرین (آخری مہاجر) خاتم الخلفاء (آخری خلیفہ) اسی طرح خاتم الانبیاء (آخری نبی) عربوں کے وسیع لٹریچر میں اس کی لاکھوں مثالیں موجود ہیں۔ لیکن اس قاعدہ کے خلاف ایک مثال بھی موجود نہیں۔ اس لئے مرزائی حضرات کا یہ ایک اچھوتا استدلال ہے اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اصول میں یہ بات طے شدہ ہے کہ قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر جب بسند صحیح حضورﷺ سے ثابت ہو تو اس کے مقابلہ میں اگر کوئی بڑے سے بڑا مفسر بھی کچھ کہے تو اس کی بات مردود ہوگی اور جناب رسول مقبولﷺ کی تفسیر ہی قابل اخذ ہوگی۔

حضرت ابوامامہ باہلیؓ ایک طویل حدیث کے ذیل میں نبی کریمﷺ سے یوں روایت کرتے ہیں: ’’انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم (ابن ماجہ باب فتنہ الدجال)‘‘ حضورﷺ نے فرمایا کہ میں سب انبیاء میں سے آخری ہوں اور تم سب امتوں میں سے آخری۔

کس قدر وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا کہ خاتم النّبیین کے معنے صرف وہی ہیں جو ہم نے لئے ہیں۔ یعنی آخری نبی۔ پھر صرف اس پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ تم آخری امت ہو۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس امت میں کوئی نبی بنا کر نہ بھیجا جائے گا۔ جس کے لئے ایک دوسری امت ہو۔ نیز اس میں نہ تشریعی کی تخصیص باقی رہی نہ غیر تشریعی کی اور نہ ظلی کی نہ بروزی کی۔

اگر بنظر غور دیکھا جائے تو یہ مندرجہ بالا صرف ایک آیت اور ایک حدیث ہی حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے میں کافی اور محکم دلیل ہے۔ نیز مرزا قادیانی اوران کی جماعت کے تمام دعوؤں کو باطل ٹھہرانے میں دلیل قطعی ہے۔ مرزا قادیانی خود بھی خاتم الانبیاء سے یہی معنی لیتے ہیں جو ہم نے اختیار کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں: ''میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ ﷺ پر ختم ہوگئی۔''

(دین الحق ص۱۷، حقیقت النبوۃ ص۸۹)

پھر فرماتے ہیں: ''یہ ایک مسلم بات ہے کہ کسی چیز کا خاتمہ اس کی علت غائی کے اختتام پر ہوتا ہے۔ جیسے کتاب کے جب کل مطالبہ بیان ہو جاتے ہیں تو اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پر رسالت اور نبوت کی علت غائی رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوئی اور یہی ختم نبوت کے معنی ہیں۔ کیونکہ یہ ایک سلسلہ ہے جو چلا آیا ہے اور کامل انسان پر آکر اس کا خاتمہ ہوگیا۔''

(ص۱۷ سطر۱۶، مندرجہ حقیقت النبوۃ ص۸۹،۹۰)

حضور ﷺ نے بھی ابوذر سے یہی فرمایا تھا: ''**یا اباذر اوّل الانبیاء اٰدم واٰخرهم محمد**'' ﴿اے ابوذر! انبیاء علیہم السلام میں سب سے پہلے نبی حضرت آدم اور سب کے آخر میں محمد ﷺ ہیں۔﴾ (ترمذی، ابن حبان، بحوالہ ترجمان السنہ ج۱ ص۳۹۵)

''**قل یاایها الناس انی رسول اللّٰه الیکم جمیعًا**'' ﴿اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں سے فرما دیجئے کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔﴾

''**وما ارسلنک الا کافة للناس بشیراً ونذیراً**'' ﴿ہم نے تمہیں تمام انسانوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔﴾

ان دونوں آیتوں میں صاف اعلان فرما دیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام دنیا کے انسانوں کے لئے رسول ہیں۔

ان آیات میں الفاظ **الناس، جمیعاً** اور **کافة** قابل غور ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ آپ تمام دنیا کے موجودہ اور آئندہ پیدا ہونے والے سب انسانوں کے رسول ہیں۔

ان معنوں کی تصدیق ان مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے کہ آپ نے خود فرمایا:

۱...... ''**بعثت الی الاحمر والاسود** (بخاری)'' ﴿میں کالے گورے سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔﴾

۲...... ''انا رسول من ادرک حیا ومن یولد بعدی (ابن سعد مرفوعاً ج۶ ص ۱۰۱)'' ﴿میں ان تمام لوگوں کا رسول ہوں جواب زندہ ہیں اور جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔﴾

۳...... ''وما ارسلناک الا رحمة للعالمین'' ﴿ہم نے تمہیں تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔﴾

جس طرح ''الحمد للہ رب العٰلمین'' میں عالمین سے تمام عالم بلاتخصیص کے مراد ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔ لہٰذا آنخضرت ﷺ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب آپ کی نبوت ورسالت عام ہو اور آپ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہ ہو۔ ورنہ اگر آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو تو اگر کوئی شخص آنخضرت ﷺ پر ایمان لانے والا اور آپ کے احکام وسنن کا پورا اتباع کرنے والا اس پر ایمان نہ لایا تو اس کی ساری کوششیں اکارت اور سارے اعمال حبط ہوں گے جو حضور ﷺ کے رحمت عالم ہونے کے منافی ہے۔ بلکہ اس صورت میں آپ کی ذات مبارک اور آپ کا اتباع صرف انہیں لوگوں کے لئے رحمت رہ جائے گا جو دوسرے نبی کے مبعوث ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہوگئے۔ تمام عالم کے لئے رحمت ہونا باطل ٹھہرے گا اور چونکہ اعلان باری تعالیٰ باطل نہیں۔ اس لئے آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ باطل ہے۔ حضور ﷺ کی آمد تک ہر رسول کے بعد دوسرے رسول کے انکار سے کفر کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ خاتم النّبیین کی آمد سے کتنی بڑی رحمت ہوئی کہ اس راہ سے اب کوئی خطرہ باقی نہیں رہا نہ کسی اور رسول کے آنے کا امکان ہے نہ کسی کے انکار سے کفر کا اندیشہ باقی ہے۔ پہلے ہر امت کی داستان اطاعت وعصیان دوسری امتوں کے سامنے رکھی جاتی تھی۔ مگر اس امت کی داستان عمل، اب کسی امت کے سامنے نہیں رکھی جائے گی۔ خلاصہ یہ کہ ختم نبوت ایک رحمت نہیں بلکہ اس کے دامن میں بے شمار رحمتوں کے دریا بہہ رہے ہیں۔ اس لئے اس امت کو نبی بننے کی ضرورت نہیں۔

اس بیان کی تائید مندرجہ ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ''تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعلمین نذیراً'' بڑی برکت والا وہ خدا ہے جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر قرآن اتارا تاکہ سب مخلوق کو ڈرانے والا ہو۔

اب ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا ہر چیز عالمین میں داخل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس حالت میں حضور ﷺ کے وقت میں تھے اب ہیں اور بعد نزول ہوں گے۔ عالمین سے باہر نہیں

جس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی حضور ﷺ رحمت ونذیر ہیں۔ لہٰذا آپ کی نبوت عالمگیر ہے اور آپ کے بعد نبی پیدا ہونا محال اور دعویٰ نبوت باطل۔

لیجئے! مرزا قادیانی بھی اس تفسیر کی یوں تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ’’کل انسانوں کے کمالات بہ ہیئت مجموعی ہمارے رسول اللہ ﷺ میں جمع ہیں اور اسی لئے آپ کل دنیا کے لئے مبعوث ہوئے اور رحمت للعالمین کہلائے۔ ’’انک لعلیٰ خلق عظیم‘‘ میں بھی اسی مجموعہ کمالات انسانی کی طرف اشارہ ہے اور یہی وجہ تھی کہ آپ پر نبوت کاملہ کے کمالات ختم ہوئے۔‘‘ (دین الحق ص۱۷، مندرجہ حقیقت النبوۃ ص۸۹)

۵...... ’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا‘‘ ﴿آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت (رسالت) تم پر تمام کردی اور تمہارے لئے دین اسلام ہی پسند کیا۔﴾

یہ وہ قرآن کی آخری آیت ہے جسے مسلمان تو درکنار یہود تک ایک ذی شان آیت مانتے تھے۔ چنانچہ یہودی نے حضرت فاروق اعظمؓ سے ایک مرتبہ کہا کہ اے امیرالمومنین تمہارے قرآن میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو۔ اگر وہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ اس پر آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ کون سی آیت ہے تو یہودی نے یہی آیت پڑھ دی۔ فاروق اعظمؓ نے جواب میں فرمایا: ’’ہم اس دن اور اس جگہ کو خوب جانتے ہیں جس میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ آیت نبی کریم ﷺ پر جمعہ کے دن اس وقت نازل ہوئی جب کہ آپ عرفات میں کھڑے ہوئے تھے۔‘‘ (بخاری ومسلم)

مطلب یہ تھا کہ اس دن ہمارے لئے قدرتی طور پر دو عیدیں تھیں۔ یوم عرفہ، یوم جمعہ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس دن پانچ عیدیں جمع تھیں۔ جمعہ، عرفہ، عید یہود، عید نصاریٰ اور عید مجوس اور دنیا کی تاریخ میں تمام ملل دنیا کی عیدیں کبھی جمع نہیں ہوئیں۔

(خازن ج۱ ص۴۳۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے:

۱...... تمہارا دین کامل کر دیا ہے۔

۲...... اپنی نعمت (رسالت) کو بھی تمام کر دیا ہے۔

۳...... تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا ہے۔

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو فاروق اعظمؓ رونے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے

فرمایا کیوں روتے ہو۔ تو عرض کیا۔ بے شک ہم اپنے دین میں زیادتی اور ترقی میں تھے۔ لیکن جب وہ کامل ہوگیا تو (عادت الٰہی اسی طرح جاری ہے) کہ جب کوئی شئے کامل ہوچکتی ہے تو پھر وہ ناقص ہوجاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم نے سچ کہا اور یہی آیت آپ کی وفات کی خبر سمجھی گئی اور آپ اس کے بعد صرف اکیاسی روز اس عالم میں زندہ ہے۔

یہ آیت شریفہ اس امت کی ایک عظیم الشان خصوصی فضیلت کو بیان کر رہی ہے جو باقرار اہل کتاب اس امت سے پہلے کسی کو نہیں ملی یعنی خداوند عالم نے اپنا دین مقبول اس امت کے لئے ایسا کامل فرمادیا۔ قیامت تک اس میں ترمیم کی ضرورت نہیں۔ عقائد، اعمال، اخلاق، آداب، حلال وحرام، مکروہات ومستحبات کے قوانین اور قیامت تک کے لئے تمام ضروریات معاش ومعاد کے اصول اس طرح کھول دیئے کہ وہ تاقیامت کسی نئے دین یا نئے نبی کی رہبری کے محتاج نہیں۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے فرمادیا: ''**ترکتکم علیٰ شریعة بیضاء لیلها ونهارها سواء**'' ﴿میں نے تمہیں ایک ایسی صاف روشن اور مستقیم راہ پر چھوڑا ہے کہ جس کا رات دن برابر ہے۔ یعنی یہ امت کسی دوسرے دین اور دوسری نبوت کی محتاج نہیں چھوڑی۔﴾

چنانچہ ایک جگہ مرزا قادیانی بھی اس آیت کی اہمیت کو یوں تسلیم کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ''**ما کان الله ان یرسل نبیًا بعد نبینا خاتم النّبیین وما کان ان یحدث سلسلة النبوة ثانیا بعد انقطاعها وینسخ بعض احکام القراٰن ویزید علیها ویخلف وعده وینسی اکماله الفرقان ویحدث الفتن فی الدین المتین**''

(آئینہ کمالات اسلام ص۳۷۷، خزائن ج۵ ص۳۷۷)

اللہ تعالیٰ کی شان کے شایاں نہیں کہ وہ ہمارے نبی کریم خاتم النّبیین ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث فرمائے۔ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ وہ نبوت کے سلسلہ کو منقطع کر دینے کے بعد پھر جاری کرے اور قرآن کے بعض احکام کی تنسیخ کر دے۔ جس سے قرآن پر زیادتی لازم آئے اور وہ اپنے وعدہ اکمال قرآن کو بھول جائے اور اس دین متین میں خود فتنہ اور فساد کی بنیاد ڈالے۔

مگر مرزا قادیانی یہ سب کچھ بھول گئے اور دوسرے مقام پر یہ فرمانے لگے کہ: ''آخرکار اس کی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا۔ جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا۔'' (کشتی نوح ص۱۳، خزائن ج۱۹ ص۱۴)

اور ''یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ اس تعریف

کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔‘‘

(اربعین نمبر۴ص۶، خزائن ج۱۷ص۴۳۵)

کشتی نوح میں مرزا قادیانی نے اسلامی عمارت کی تکمیل کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ اسلام حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور قرآن کہتا ہے کہ اس کی تکمیل حضورﷺ کی تشریف آوری پر ہوچکی۔ جس کا اعلان آیت ’’**الیوم اکملت لکم دینکم**‘‘ میں آج سے پونے چودہ سو برس پہلے ہوچکا۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ فالتو نبوت کا دعویٰ ہے جس کی ضرورت نہیں۔ ورنہ اگر اکمال دین اور اتمام نعمت سے نبوت وہدایت اور نزول احکام دین کا اختتام اور وحی نبوت کا انقطاع اور خاتم الانبیاءﷺ کی وفات مراد نہ تھی۔ تو فاروق اعظمؓ کا اس وقت رونا بے محل اور بے معنی ہوجائے گا۔

پھر احمدی حضرات سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کوئی شریعت لانے والے نبی نہیں بلکہ وہ حضورﷺ کے تابع ہیں۔ وہ ذرا آنکھ کھول کر مرزا قادیانی کے صاحب الشریعت ہونے کے دعویٰ کو اربعین میں دیکھیں اور اپنی اصلاح کرلیں اور سادہ لوح مسلمانوں کو اپنی طرح گمراہ کرنے سے باز آئیں۔

مرزا قادیانی کی نبوت یا کسی اور تعلیم کا تو اسلام کے رسول، محمدﷺ اور اسلام کی تعلیم کتاب اللہ یعنی قرآن کریم کے بعد کوئی تذکرہ ہی بے کار ہے۔ جب کہ رسول خداﷺ نے خود فرمایا ہے: ’’**ذاق طعم الایمان من رضی باللہ رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد رسولاً** (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الایمان)‘‘ ﴿جس نے خدا کو اپنا رب اور اسلام کو اپنا دین اور محمدﷺ کو اپنا رسول مان لیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔﴾

نیز حضورﷺ نے فرمایا ہے: ’’**من شھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ حرم اللہ علیہ النار** (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الایمان)‘‘ ﴿جو شخص اس امر کی شہادت دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (ﷺ) خدا کے رسول ہیں۔ خدا اس پر دوزخ کی آگ حرام کردیتا ہے۔﴾

یعنی اللہ کے معبود اور محمدﷺ کے رسول ہونے پر ایمان لانا انسان کی نجات کے لئے کافی ہے۔ نیز شہادتین مذکورہ کے علاوہ کسی تیسری شہادت کا قرآن وسنت میں کہیں نام نہیں جو شرط ایمان واسلام ہو۔

۶…… ’’**ان الدین عند اللہ الاسلام**‘‘ ﴿اللہ کے ہاں دین صرف اسلام ہی ہے۔﴾

۷...... ’’ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ. وھو فی الآخرۃ من الخٰسرین ‘‘ ﴿جوکوئی اسلام کے سواکسی دوسرے دین کوطلب کرے گا تواس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہے۔﴾

آیت نمبر۶ اور نمبر۷ سے واضح ہے کہ اللہ کے ہاں مقبول دین کا نام اسلام اور فقط اسلام ہے اور جودین اسلام کے نام کے علاوہ ہوگا وہ خدا کے ہاں مقبول نہیں اور فرمایا: ’’ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمّٰکم المسلمین ‘‘ ﴿تم اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر قائم رہو۔اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔﴾

اور حضور ﷺ بھی فرماتے ہیں: ’’انا آخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم ‘‘ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت۔ تو قیامت تک اس امت کا نام تبدیل نہ ہوگا۔

اب یہ بات غورطلب ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی امت الگ تجویز کی ہے اور اس کا نام اسلام کے علاوہ احمدیت رکھا ہے اور ان کے پیرو مسلمان نہیں بلکہ احمدی کہلاتے ہیں اور اسے فخر جانتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اللہ کے ہاں مقبول دین کا نام اسلام ہے اور احمدیت اللہ کے ہاں مقبول نہیں اور نہ اس کا قرآن وحدیث میں نام ونشان ہے۔ پھر کس بل بوتے پہ جیتے ہیں؟

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے تم

۸...... ’’ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جھنم وساء ت مصیراً ‘‘ ﴿اور جوکوئی ہدایت ظاہر ہونے کے بعد بھی رسول کی نافرمانی کرتا اور مسلمانوں کے برخلاف الگ طریقے پر چلتا ہے تو ہم بھی اس کو اسی راستہ پر چلائیں گے اور اس کو آگ میں یعنی دوزخ میں ڈالیں گے جو پھر جانے کی بہت بری جگہ ہے۔﴾

اب غور فرمائیں کہ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ بمقتضائے آیت مذکورہ طریق مومنین کا اتباع کرے گا اور یا بمقتضائے نبوت لوگوں کو اپنے اتباع کی دعوت دے گا۔

پہلی صورت میں معاملہ بالکل برعکس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خدا کے نبی دنیا میں آتے ہی اس لئے ہیں کہ لوگوں کو اپنے اتباع کی طرف بلائیں نہ کہ لوگوں کا اتباع کرنے لگیں۔ دیکھئے! قرآن حکیم کا ارشاد ہے: ’’وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ‘‘ ﴿اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر صرف اسی لئے کہ اس کا اتباع کیا جائے۔﴾

اور دوسری صورت میں نبی کا وجود محض بے فائدہ اور اس کی بعثت محض بیکار رہ جاتی ہے۔ کیونکہ بعثت نبی کی ضرورت جب ہوتی ہے کہ خدا کے بندے اس کی صراط مستقیم چھوڑ دیں اور یہ نبی ان کو سیدھے راستے کی ہدایت کرے۔

اور جب سبیل مؤمنین ایک ایسی صراط مستقیم ہے کہ خداوند عالم تمام اہل عالم کو قیامت تک اس پر چلنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اس سے ہٹنے پر سخت ترین وعید ہوتی ہے تو پھر فرمائیے کہ اب کسی نبی جدید کے پیدا ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

۹...... ''یاایھا الذین اٰمنوا اطیعو اللّٰہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم''

﴿مسلمانو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور مسلمان فرمانرواؤں کی بھی فرمانبرداری کرو۔﴾

عام مفسرین نے فرمایا ہے کہ اولی الامر سے مراد سلاطین اسلام اور ارباب حکومت اسلامیہ ہیں اور بہت سے مفسرین نے آئمہ مجتہدین اور علمائے امت کو بھی اولی الامر میں داخل کیا ہے۔

بہرحال یہ آیت کریمہ حکم کرتی ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اس کے رسول مقبول حضرت محمد ﷺ کی فرمانبرداری کریں اور پھر خلفائے اسلام اور ارباب حکومت اسلامیہ اور علمائے امت کی بھی اطاعت کریں۔

اس آیت میں دووجہ سے ختم نبوت کو کھلا ہوا ثبوت ملتا ہے۔

اوّل...... اس وجہ سے کہ خداوند عالم نے آپ کی امت کی نجات کے لئے انبیاء میں سے صرف آنحضرت ﷺ کی اطاعت[۱] کو کافی قرار دیا ہے اور اسی پر جنت ومغفرت کا وعدہ ہے۔ حالانکہ اگر اور کوئی نبی اس امت میں پیدا ہونے والا ہوتا تو ضروری تھا کہ اس پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کو بھی نجات کی شرط قرار دیا جاتا۔ الغرض انبیاء میں سے صرف آپ کی اطاعت کو مدار نجات قرار دینا اور مغفرت کے لئے کافی بتلانا اس کا کھلا ہوا اعلان ہے کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی پیدا نہ ہوگا۔ جب امت کی اطاعت کو انبیاء میں سے صرف آپ پر محضر اور مختتم کر دیا گیا تو ضروری ہوا کہ نبوت بھی آپ پر ختم ہوگئی۔

۱؎ یہ یاد رہے کہ تمام انبیاء سابقین پر ایمان لانا بھی آپ کی اطاعت میں داخل ہے۔ کیونکہ آپ نے ان پر ایمان لانے کی تاکید فرمائی ہے اور آئندہ کسی نبی کے پیدا ہونے کی خبر تک نہیں دی۔ لہٰذا اس کی اطاعت بھی آپ کی اطاعت میں درج وشمار نہیں ہوسکتی۔

دوم...... اس وجہ سے کہ آیت کا صاف حکم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی امت آپ کے بعد اولی الامر یعنی خلفائے اسلام اور آئمہ امت کی اطاعت کرے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''**کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلک بنی خلفه بنی و انه لانبی بعدی و سیکون خلفاء فیکثرون (بخاری و مسلم)**'' ﴿بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء علیہم السلام کرتے تھے جب کوئی نبی وفات پاتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوجاتا تھا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ خلیفے ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔﴾

اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں بہت بڑا دخل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے کس طرح اوّل تو نبوت کا بالکلیہ انقطاع اور اختتام کی خبر دی اور پھر جو چیز آپ کے بعد باقی رہنے والی تھی اس کو بھی بیان فرمادیا۔

جن لوگوں کو خدا نے عقل وفہم کا کوئی حصہ دیا ہے وہ ذرا غور کریں۔ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی تشریعی یا بقول مرزا قادیانی غیر تشریعی ظلی یا بروزی نبی پیدا ہونے والا تھا تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے بعد بجائے اولی الامر کی اطاعت کے اس نبی کی اطاعت کا حکم کرتا اور نبی کریم ﷺ اپنے بعد خلفاء کے بجائے کسی نبی کی آمد کا تذکرہ فرماتے۔

غالباً اس بات میں مسلمان تو مسلمان، کسی مرزائی صاحب کو بھی اختلاف نہ ہوگا کہ اولی الامر کی اطاعت سے نکلنا کفر نہیں۔ مگر نبی کی اطاعت سے منہ پھیرنا قطعی کفر اور ابدالآباد کے لئے جہنم کا مستحق بنادینے والا ہے۔ اگرچہ وہ چھوٹے سے چھوٹا اور بقول مرزا قادیانی ظلی یا بروزی ہی نبی ہو۔ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا ہونے والا تھا تو عجب تماشہ ہوگا کہ قرآن عزیز لوگوں کو اولی الامر کی اطاعت کی طرف تو بلاتا ہے مگر بعد میں آنے والے نبی کا ذکر تک بھی نہیں کرتا۔

جو لوگ ایسے صاف اور کھلے کھلے ارشادات کے بعد بھی کسی نبی کا اس امت میں پیدا ہونا جائز سمجھتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس کو ظلی یا بروزی نبی ہی کہا کریں۔ بلاشبہ وہ قرآن کریم کی بدترین تحریف کررہے ہیں۔

برادران اسلام! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ آج دنیا کی غیر قومیں خدا کی کتاب قرآن عظیم کا یہ مضحکہ اڑائیں کہ وہ کتاب جو تمام عالم کی ہدایت کی دعویدار اور نجات کی کفیل ہونے کی مدعی ہے وہ ایک عجب نامکمل بلکہ (عیاذ باللہ) ایک مہمل کتاب ہے کہ اہم ترین مسائل کو چھوڑ کر

لوگوں کے خیالات کو معمولی باتوں میں لگا دینا چاہتی ہے۔ ان کو اولی الامر کی اطاعت کا حکم دے کر چھوٹے چھوٹے عذاب سے بچاتی ہے۔ کیونکہ اولی الامر کی نافرمانی کفر نہیں اور آئندہ آنے والے نبی کی خبر نہ دے کر جس کی نافرمانی کفر ہے۔ کفر وضلالت اور ابدی جہنم سے بچنے کی تدبیر بتلانا تو درکنار ان کو اس سامنے رکھی ہوئی جہنم کی اطلاع تک بھی نہیں دیتی۔ بلکہ اولی الامر کی فرمانبرداری کا حکم دے کر الٹی اس سے غافل کرنا چاہتی ہے۔

خدایا! کیا غضب ہے کہ تیرے بندے مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے ان صاف صاف باتوں کو نہیں سمجھتے یا جان بوجھ کر جھٹلاتے ہیں۔ ''افلا یتدبرون القراٰن ام علیٰ قلوب اقفالھا'' کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں میں قفل لگ رہے ہیں۔

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

یہ آیت جس طرح تشریعی نبوت کے انقطاع کی بین دلیل ہے اسی طرح اس امر کا بھی قطعی اعلان ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ظلی یا بروزی یا کسی اور قسم کا نبی ہرگز ہرگز اس امت میں پیدا نہیں ہوگا۔

۱۰...... مزید برآں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو درحقیقت انبیاء علیہم السلام کا کام تھا اسے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو تفویض فرمادیا تو پھر نبوت سے باقی کیا رہا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:''ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم الفلحون'' ﴿اور چاہئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔﴾

اور فرمایا:''کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ'' ﴿تم سب سے بہتر امت ہو جو لوگوں کے لئے اس لئے نکالی گئی ہے کہ تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔﴾

بقول حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ختم نبوت کے اسباب میں ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ پہلے تو شخصی انبیاء اٹھائے جاتے تھے۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں جب ایک امت ہی ''اخرجت للناس'' کی سند دے کر دنیا کے لئے اٹھائی گئی تو پھر اب فالتو نبوتوں کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ (تذکرہ شاہ ولی اللہ ص۱۲۷،۱۲۸، الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ص۱۶۱،۱۶۲)

فتلک عشرة کاملہ

(۲)

احادیث صحیحہ بخلاف دعویٰ مرزا قادیانی

ہم نے قرآن کریم کی دس آیات بینات پیش کی۔ اگر انہیں بنظر غور وانصاف دیکھا جائے تو مسئلہ ختم نبوت کے ثبوت میں بالکل کافی وشافی ہیں اوران کے مطالعہ کے بعد کسی سلیم العقل انسان کے لئے احادیث نبویہ کی طرف رجوع کرنے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہ جاتی۔ تاہم ناظرین کی مزید تسلی وتشفی کے لئے ہم ذیل میں دس ہی ایسی احادیث صحیحہ پیش کرتے ہیں جن سے یہ مسئلہ واضح سے واضح تر اور عیاں سے درخشاں نظر آئے گا۔ ’’وما توفیقی الا باللہ‘‘

مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’دوسری کتابیں جو ہماری مسلم کتابیں ہیں۔ ان میں سے اوّل درجہ پر صحیح بخاری ہے اوراس کی تمام وہ احادیث ہمارے ہاں حجت ہیں جو قرآن شریف سے مخالف نہیں اوران میں سے دوسری کتاب صحیح مسلم ہے اوراس کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں کہ قرآن اور صحیح بخاری کے مخالف نہ ہو اور تیسرے درجہ پر صحیح ترمذی، ابن ماجہ، موطا، نسائی، ابوداؤد، دارقطنی، کتب حدیث ہیں۔ جن کی حدیثوں کو اس شرط سے صحیح مانتے ہیں کہ قرآن اور صحیحین کے مخالف نہ ہوں۔‘‘ (آریہ دھرم ص۶۳،۶۴، خزائن ج۱۰ ص۸۶،۸۷)

ہم بھی انہی کتب حدیث سے اور انہیں شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذیل میں دس احادیث درج کرتے ہیں:

حدیث

۱...... ’’عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتًا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة وانا خاتم النّبیین (بخاری)‘‘ ﴿حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال پہلے انبیاء سے ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اوراس کو بہت عمدہ آراستہ پیراستہ بنایا مگراس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ پس لوگ اس کے دیکھنے کو جوق درجوق آتے ہیں اور

خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی) چنانچہ میں نے اس جگہ کو پر کیا۔ یعنی مجھ سے ہی قصر نبوت مکمل ہوا اور میں ہی خاتم النّبیین ہوں۔﴾

اور ایک روایت میں ہے: ’’وانا تلک البنة‘‘ ﴿وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں۔﴾

۲...... ’’انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم (ابن ماجه)‘‘

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں سب انبیاء سے آخری نبی ہوں اور تم سب امتوں سے آخری امت ہو۔

۳...... ’’انی اٰخر الانبیاء ومسجدی اٰخر المساجد (مسلم)‘‘ ﴿میں آخرالانبیاء ہوں اور میری مسجد آخرالمساجد ہے۔﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث یوں مروی ہے۔ ’’انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء (دیلمی کذافی الکنز)‘‘ ﴿میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجد انبیاء کی خاتم اور آخر ہے۔﴾

مرزائی دنیا میں صحیح مسلم کی حدیث کے الفاظ دیکھ کر خوشیاں منائی گئیں کہ اس نے خاتم نبوت کے مسئلہ میں تحریف کا راستہ نکال دیا۔ کیونکہ خاتم المساجد کے معنی تو ظاہر ہے یہ نہیں ہو سکتے کہ آپ کے بعد کوئی مسجد نہیں بنے گی۔ کیونکہ یہ واقعات کے خلاف ہے۔ اسی طرح خاتم الانبیاء کے معنی بھی یہ نہیں ہوں گے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ دیلمی کے حوالہ سے بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو حدیث پیش کی گئی ہے کہ خاتم المساجد کے معنی خاتم مساجد الانبیاء ہیں۔ اس نے ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

۴...... ’’عن عائشة رضی اللہ عنہا عن النبی ﷺ انه قال لا یبقی بعده من النبوة الا المبشرات. وعن حذیفة ابن اسید رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ ذهبت النبوة فلا نبوة بعدی الا المبشرات قیل ما المبشرات یا رسول الله قال الرؤیا الصالحة یرٰها الرجل اوتری له (احمد کذافی الکنز)‘‘ ﴿حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کی نبوت کے بعد سوائے مبشرات کے کچھ بھی باقی نہیں رہا اور حضرت حذیفہ ابن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نبوت چلی گئی۔ اس لئے میرے بعد نبوت میں سے

سوائے مبشرات کے کچھ باقی نہیں رہا۔عرض کیا گیا کہ مبشرات سے کیا مراد ہے۔ارشاد ہوا کہ اچھے خواب جو انسان خود دیکھتا ہے یا اس کے واسطے کوئی اور دیکھے۔﴾

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ کسی قسم کی نبوت حضورﷺ کے بعد باقی نہیں رہی۔تشریعی نہ غیرتشریعی،ظلی نہ بروزی البتہ مسلمان سچے خواب دیکھا کریں گے اور بس۔

۵...... ''عن جابر بن عبداللہ ؓ قال لما اراد رسول ﷺ ان یخلف قال له علی مایقول الناس فی اذا خلفتنی فقال اما ان ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا یکون نبی بعدی (احمد، ابن ماجه، ترمذی) '' ﴿حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب(غزوہ تبوک کے موقعہ پر) آنحضرتﷺ نے ارادہ کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مکان پر چھوڑ دیں اور جہاد میں نہ جائیں تو حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر آپ نے مجھے چھوڑ دیا تو لوگ کیا کہیں گے(کہ جہاد چھوڑ کر بیٹھ گیا ہے)۔﴾

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے عرض کیا۔یارسول اللہ!''خلقتنی مع النساء والصبیان''آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔آپ نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہو جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا(یعنی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جاتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔اسی طرح تم میرے پیچھے رہو)مگر(اتنا فرق ضرور ہے کہ حضرت ہارون نبی تھے)اور میری نبوت کے بعد کوئی نبی نہیں۔(اس لئے تم بھی نبی نہیں ہوسکتے) سلسلہ کلام تو یہیں پر ختم ہو جانا چاہئے تھا۔جب آپ نے فرمادیا تھا:''ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ''اس کے بعد یہ خصوصی تنبیہ''الا انه لا یکون بعدی نبی''کہ خبردار بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ایک بے معنی سی بات ہو جاتی ہے۔اگر آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو یا کسی کو نبی تسلیم کیا جائے۔ایک روایت میں ہے:''الا انک لست نبیًا (مسلم)''یاد رہے کہ تم نبی نہیں ہو۔

اس حدیث سے صاف طور پر ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ دوسرا یہ بھی واضح ہوگیا کہ جیسی نبوت ہارون علیہ السلام کو ملی تھی وہ بھی منقطع ہوچکی ہے اور یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ ہارون علیہ السلام کی نبوت شریعت موسویہ کے اتباع اور احکام توریت کی تبلیغ

کے لئے تھی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی جس کو غیرتشریعی نبوت کہتے ہیں اور اس کا نام ظلی وبروزی رکھ کر اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی اس حدیث کی رو سے ختم اور منقطع ہوچکی ہے۔ اس حدیث نے گویا ان کے تمام منصوبے خاک میں ملادیئے ہیں۔

ایک قول حضرت عائشہؓ کا پیش کیا جاتا ہے جس کی سند کوئی نہیں۔ ''قولوا خاتم النّبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ'' خاتم النّبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے نزدیک خاتم النّبیین کے معنی کچھ اور تھے۔ کاش وہ معنی کہیں مذکور بھی ہوتے۔ حضرت عائشہؓ کے اپنے قول میں ہوتے کسی صحابی کے قول میں ہوتے یا نبی کریمﷺ کی حدیث میں ہوتے جو ہم بھی سن پاتے۔

اس قدر حدیثوں کی شہادت جن میں خاتم النّبیین کے معنی ''لانبی بعدی'' کئے گئے ہیں۔ ایک بے سند قول پر پس پشت ڈالنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ یہ غرض پرستی ہے خدا پرستی نہیں۔ اوّل تو یہ قول ہی بے سند ہے۔ اس پر کیا اعتماد ہوسکتا ہے۔ دوسرے اگر اس قول کو صحیح بھی مانا جائے تو کیوں اس کے معنی یہ نہ کئے جائیں کہ حضرت عائشہؓ کا مطلب اس سے یہ تھا کہ دونوں باتیں اکٹھی کہنے کی ضرورت نہیں۔ خاتم النّبیین کہنا ہی کافی ہے۔ جیسا کہ مغیرہ بن شعبہؓ کا قول ہے کہ ایک شخص نے ان کے سامنے کہا: ''خاتم النّبیین ولا نبی بعدہ'' تو آپ نے فرمایا: ''حسبک اذا قلت خاتم الانبیاء'' یعنی تمہارے لئے خاتم الانبیاء کہہ دینا کافی ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپ آخری نبی ہیں اور جب آخری نبی ہوئے تو بعد میں نبی ہونے یا نہ ہونے کے کیا معنی؟ گویا یہ جملہ زائد ہے اور بعد میں نبی کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نیز حضرت عائشہ صدیقہؓ خود روایت کرتی ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے مبشرات کے۔

اور حضورﷺ نے فرمایا: ''انا اوّل النّبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث (ابن کثیر ج۸ ص۴۸)'' میں پیدائش میں تمام انبیاء سے پہلے تھا اور بعثت میں سب سے آخر میں ہوں۔

۶…… ''عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہﷺ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (رواہ الترمذی وقال ھذہ حدیث صحیح ج۲ ص۱۲۹)'' ﴿حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول

خدا ﷺ نے فرمایا کہ رسالت ونبوت تو منقطع ہوگئی ہے۔ کوئی رسول اور نبی میرے بعد نہیں ہوگا۔﴾

رسول، صاحب الشریعت نبی کو کہتے ہیں اور نبی عام ہے صاحب شریعت جدید ہو یا پہلی شریعت کا متبع۔

اس حدیث میں لفظ نبی اور رسول کو علیحدہ علیحدہ بیان فرما کر حضور ﷺ نے اس جھگڑا کو ہی ختم کردیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی تشریعی یا غیر تشریعی نبی ہو سکے۔

۷...... ’’**عن ابی حازم ؓ قال قاعدت اباهريرة خمس سنين سمته يحدث عن النبی ﷺ قال كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسيكون خلفا فيكثرون قالوا ماتامرنا قال فوابيعة الاوّل فالاول اعطوهم حقهم فان الله سائلهم عما استرعاهم** (رواه البخاری فی كتاب احاديث الانبياء)‘‘﴿حضرت ابوحازم ؓ فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال حضرت ابوہریرہ ؓ کے ساتھ رہا۔ میں نے خود سنا کہ وہ یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ بنی اسرائیل خود ان کے انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنا دیتا تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ (یہ سن کر) صحابہ ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان خلفاء کے متعلق آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حق اطاعت کو پورا کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ رعیت کے متعلق ان سے سوال کرے گا۔﴾

یہ حدیث بھی جس طرح نبوت تشریعیہ کے انقطاع کے لئے روشن دلیل ہے۔ اسی طرح ہر قسم کی نبوت کے اختتام کا اعلان ہے۔ اس سے نہ مرزا قادیانی کی ایجاد کردہ نبوت غیر تشریعیہ بچ سکتی ہے اور نہ بروزیہ نہ ظلیہ۔

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے صرف انقطاع نبوت کے بیان پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اس کے ساتھ اس چیز کو بھی بیان فرمادیا ہے جو نبوت کے قائم مقام ہوکر اصلاح عالم کے لئے باقی رہے گی، یعنی خلافت۔ فرمایا میرے بعد کوئی نبی تو نہ ہوگا مگر خلفاء بہت ہوں گے۔

کیا آنحضرت ﷺ کے اس بیان میں ہر انسان کے لئے یہ سبق نہیں کہ نبوت کی کوئی

قسم آنحضرت ﷺ کے بعد ہونے والی نہیں ہے۔ ورنہ کیا ضروری نہیں تھا کہ بجائے خلفاء کے آنے والے انبیاء کا ذکر فرمایا جاتا؟ لہٰذا آپ کے بعد کسی شخص کو لغتہً بھی نبی نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ اصول اور معانی کا مشہور علمی قاعدہ ہے کہ جب نکرہ نفی کے تحت میں آتا ہے تو وہ استغراق اور عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ اس حدیث میں لفظ نبی نکرہ ہے۔ اس لئے حسب قاعدہ نبی سے باستغراق ہر نبی مراد ہے۔ تشریعی ہو یا غیر تشریعی، ظلی ہو یا بروزی خواہ بقول لاہوری مرزائیوں کے لغوی نبی ہو۔ الغرض حدیث مذکور اس امر کا صاف اعلان ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوسکتا جس پر کسی طرح لفظ نبی بولا جائے۔

اس حدیث سے یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ انبیاء بنی اسرائیل شریعت مستقلہ لے کر نہ آتے تھے بلکہ شریعت موسویہ کے اتباع میں تبلیغ احکام کرتے تھے۔ لہٰذا اس امت میں متبع نبی بھی پیدا نہ ہوں گے اور نہ کسی کو نبی کہا جاسکے گا۔ صرف خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔

اس حدیث کی تائید میں ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''ان اللہ ایدنی باربعۃ وزراء اثنین من اھل السماء جبریل ومیکائیل واثنین من اھل الارض ابی بکرؓ وعمرؓ (البزار والطبرانی بحوالہ الخصائص ج۲ ص۲۰۰)'' ﴿اللہ تعالیٰ نے چار وزیروں کے ذریعہ میری تائید فرمائی جن میں سے دو آسمان والوں میں سے ہیں یعنی جبرائیل اور میکائیل اور دو زمین والوں میں سے یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ۔﴾

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابوبکرؓ وعمرؓ آنحضرت ﷺ کے وزیر ہیں۔ لیکن بایںہمہ بتصریحات نبویہ واجماع امت وہ دونوں انبیاء میں داخل نہیں۔ حالانکہ انبیاء سابقین کے وزیر نبی ہوتے تھے۔ جیسا کہ درنص قرآن سے ثابت ہے: ''وجعلنا اخاہ ھارون وزیراً'' اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کو ان کا وزیر بنادیا۔

پس جب آنحضرت ﷺ کے وزراء انبیاء ورسل نہیں۔ حالانکہ انبیاء سابقین کے وزیر انبیاء ہوتے تھے تو صاف ظاہر ہوگیا کہ آپ کی امت میں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ نیز اس حدیث سے مرزاقادیانی کا یہ وہم بھی دور ہوا جو سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دینے میں استعمال کیا جاتا ہے کہ مرزاقادیانی مستقل نبی نہیں بلکہ حضور ﷺ کی امت میں آپ ہی کے متبع نبی ہیں۔ اس بات کی تردید مندرجہ ذیل حدیث وآثار سے بھی ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

’’خیر امتی بعدی ابوبکر وعمر (تجرید الاحادیث ص۱۵۵)‘‘ ﴿میرے بعدمیری امت میں بہترین ابوبکراورعمرہیں۔﴾

اورجابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:’’قال عمر لابی بکر یا خیرالناس بعد رسول اللہ ﷺ (تلخیص الصحاح ج۵ ص۴۸)‘‘ ﴿یعنی عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یوں خطاب کیا کہ اے بہترسب لوگوں میں بعدحضرت رسول اللہ ﷺ کے۔﴾

ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے متعلق تو حضور ﷺ نے کچھ فرمایانہیں۔مگرحضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت اپنی تمام امت میں سب سے افضل اور بہترحضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو قراردیاہے۔

احادیث وآثاراوراجماع امت سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعدتمام امت سے افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔مگرحضور ﷺ نے انہیں نبی نہیں فرمایا کہ تمام امت کا اجماع ہے کہ باوجودامت میں اس قدرفضیلت اورعظمت شان کے حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نبی نہ تھےتوپھرامت میں اورکیسےکوئی نبی ہوسکتاہے۔ورنہ غیرنبی کانبی سے افضل ہونالازم آئے گا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کو’’خیرالناس‘‘ کہہ کرخطاب کیا توحضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:’’فلقد سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ماطلعت الشمس ولاغربت علیٰ رجل خیر من عمر رضی اللہ عنہ (ترمذی)‘‘ ﴿البتہ میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے۔فرماتے تھے کہ نہیں سورج چڑھااورغروب ہواکسی مردپرجوبہترہو عمر رضی اللہ عنہ سے۔﴾

اورحضور ﷺ نے فرمایا کہ:’’اگرمیرے بعدنبی ہوتاتوعمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔‘‘ ان احادیث اورآثارسے حضور ﷺ کی امت میں سب سے زیادہ بزرگی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اوران کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت ہے۔جب وہ دونوں نبی نہ تھےتوحضور ﷺ کی امت میں نہ کوئی ان سے افضل ہےاورنہ نبی ہوسکتاہے۔

۸...... ’’عن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب (ترمذی ج۲ ص۵۶۳)‘‘ ﴿حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگرمیرے بعدکوئی نبی ہوتاتووہ عمربن خطاب ہوتے۔﴾

اس حدیث سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا تو حضور ﷺ ضرور اس کا نام بتلا دیتے۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس کے خلاف ایک ضعیف روایت سے استدلال کر کے اجراء نبوت کے اثبات میں سعی لاحاصل کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے: ''**لو عاش ابراھیم لکان نبیا**'' اگر ابراہیم (ابن نبی کریم ﷺ) زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔

اس روایت کے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں: ''**قال النووی فی تھذیبہ ھذ الحدیث باطل**'' حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تہذیب میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے یعنی یہ حدیث ہی نہیں۔

اوّل اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔ کیونکہ اس میں ابوشیبہ ابراہیم ہے جسے ضعیف مانا گیا ہے۔

دوسرے اس سے امکان نبوت نہیں نکلتا بلکہ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے آیت ''**لو کان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا**'' ہے۔ جس طرح یہاں دو خداؤں کا ہونا اور فساد دونوں ممتنع امر ہیں۔ اسی طرح وہاں ابراہیم کا زندہ ہونا اور اس کا نبی ہونا دونوں ممتنع امر ہیں۔

تیسرے اس کی تشریح دوسرے اقوال سے ہوتی ہے۔ مثلاً بخاری میں عبداللہ بن ابی اوفا رضی اللہ عنہ کا قول ''**لو قضی بعد محمد ﷺ نبی عاش ابنہ ابراھیم ولکن لا نبی بعدہ**'' یعنی اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو آپ ﷺ کا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا۔ لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول: ''**ولو بقی لکان نبیا لکن لم یبق لان نبیکم اٰخر الانبیاء**'' اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ لیکن وہ باقی نہیں رہا۔ کیونکہ تمہارے نبی آخری نبی ہیں۔

لیکن جب صحیح حدیث ''**لو کان بعدی نبی لکان عمر** رضی اللہ عنہ'' موجود ہے تو ان سب اقوال اور ضعیف روایت کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ جاتی۔

اس صحیح حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں کمالات نبوت تو موجود تھے مگر بایں ہمہ ان کو عہدۂ نبوت نہیں دیا گیا۔ کیونکہ سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ نبوت کے انقطاع سے یہ لازم نہیں آتا کہ کمالات نبوت بھی منقطع ہو جائیں بلکہ امت میں بھی کمالات نبوت موجود ہیں۔ البتہ عہدہ نبوت نہیں دیا جاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام امم سابقہ ہمارا احترام کریں گی اور کہیں گی: ’’کادت ھذہ الامۃ ان تکونوا انبیاء کلھا (ابوداؤد)‘‘ ﴿یہ امت بلحاظ کمالات سب انبیاء ہونے کے قریب ہیں۔﴾

اس بیان سے اس قادیانی مکر کی بھی حقیقت کھل گئی جس کو وہ مسلمانوں کے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کیا کرتے ہیں کہ اگر بالکل نبوت کا انقطاع تسلیم کیا جائے تو اس امت مرحومہ کی سخت توہین ہوگی کہ ساری امتیں ہمیشہ نبوت کا شرف پاتی رہیں اور یہ اس سے محروم ہوگئی۔

اب احادیث مذکورہ سے ثابت ہوگیا کہ یہ امت کمالات نبوت میں تمام پہلی امتوں سے بھی آگے بہت آگے ہے اور عہدہ نبوت کا نہ ملنا چونکہ اس امت کے رسول اکرم ﷺ کی شان کو بڑھاتا ہے۔ اس لئے یہ بھی درحقیقت اس امت کی فضیلت کا باعث ہے نہ کہ محرومی وتوہین۔

نیز حضور ﷺ فرماتے ہیں: ’’علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ‘‘میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں یعنی وہ نبی تو نہ ہوں گے پر نبیوں کی طرح ہوں گے۔ یہ حدیث بھی ختم نبوت پر دلالت کرتی ہے اور حضور ﷺ کی امت کے علماء کی فضیلت میں نص قطعی ہے۔

اس حدیث کی تائید ایک اور روایت سے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک روز نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں بنی قریظہ میں سے اپنے ایک بھائی کے پاس سے گزرا۔ اس نے توراۃ سے کچھ کلمات جوامع لکھ کر مجھے دیئے ہیں تاکہ وہ میں آپ کے سامنے پیش کروں۔ یہ سن کر حضور ﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا اور فرمایا۔ اس ذات قدوس کی قسم ہے جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔ ’’لو اصبح فیکم موسیٰ ثم اتبعتموہ لضللتم ‘‘یعنی اگر خود موسیٰ علیہم السلام بھی تمہارے اندر آجائیں اور تم اس وقت ان کا اتباع کرنے لگو تو تم گمراہ ہوجاؤ اور ایک روایت میں ہے: ’’لوکان موسیٰ بن عمران حیًا لما وسعہ الا اتباعی ‘‘یعنی اگر موسیٰ بن عمران زندہ ہوتے انہیں بھی میرے اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔

یہ حدیث ختم نبوت پر کس قدر محکم دلیل ہے کہ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتباع کریں تو گمراہ ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کو سوائے حضور ﷺ کی پیروی کے اور کوئی راہ نہ ہو۔ بس اب قیامت تک حضور ﷺ کا اتباع کافی ہے۔ نبوت کی حاجت نہیں۔

اس حدیث سے اس پراگندہ وہم کا بھی رد ہوگیا جو یہ کہتے ہیں کہ اگر وہی عیسیٰ بن مریم

تشریف لائیں تو کیا وہ عہدۂ نبوت سے معزول کر دیئے جائیں گے؟ اور نہیں سمجھتے کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ بزرگ نبی ہوئے ہیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو سوائے حضور ﷺ کی پیروی کے کوئی چارہ نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بدرجہ اولیٰ کوئی چارہ نہ ہوگا۔ بلکہ وہ اس کے منتظر ہیں۔ جیسا کہ حدیث معراج سے عیاں ہے کہ حضور ﷺ کے سوال پر کہ کب قیامت آئے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام تو کچھ نہ بتا سکے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ قیام قیامت کا تو علم نہیں۔ البتہ اس سے کچھ پہلے مجھے دجال کے قتل کے لئے زمین پر بھیجا جائے گا۔ جس کا مجھ سے وعدہ ہے۔

۹...... ”**عن مالک انه بلغه ان النبی ﷺ قال ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسول الله ﷺ**“ ﴿مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم اس کو مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ایک تو کتاب الٰہی (قرآن شریف) ہے اور دوسرے اس کے رسول کی سنت (حدیث شریف) ہے۔﴾ (تلخیص الصحاح ج۱ص۲۷،۲۸)

نیز ترمذی میں ہے: ”جو ایک دوسرے سے زیادہ برتر ہے اور وہ کتاب الٰہی ہے جو ایک رسی آسمانی سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے اور میری آل جو میرے اہل بیت ہیں۔ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے تا آنکہ حوض (کوثر) پر میرے پاس آجائیں۔ پس دیکھو میرے بعد تم ان دونوں کے حق میں کیسا برتاؤ کرو گے؟“ (تلخیص الصحاح ج۱ص۲۷،۲۸)

ان احادیث میں حضور ﷺ نے قرآن وحدیث کے اتباع اور اہل بیت کے حق میں نیک برتاؤ کی تلقین فرمائی۔ اگر کسی نبی کے آنے کی آپ کے بعد کوئی حاجت ہوتی تو اس کے اتباع کا حکم ضرور فرمادیتے۔ مگر حضور ﷺ نے حوض پر ملاقات تک بھی اس کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی اور نہ اس امر کا کوئی تذکرہ کیا۔

وصیت

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہمارے ساتھ نماز پڑھی یعنی امامت کی۔ بعد نماز کے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور بہت ہی موثر وعظ آپ ﷺ

نے فرمایا۔ جس سے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور دل تھرا گئے۔ تب کسی شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) یہ تو گویا رخصت کرنے والی یعنی آخری نصیحت ہے۔ پس آپ ﷺ ہم سے کیا اقرار لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ پرہیزگار بنو اور خدا سے ڈرو اور سنو اور اطاعت کرو۔ (اپنے حاکم وقت کی) اگرچہ حبشی غلام ہو۔ اس لئے کہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سخت اختلاف دیکھے گا۔ پس اسی حالت میں تم میری اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کی اطاعت کو اپنے پر واجب اور ضروری کرلو اور اس کو خوب مضبوط پکڑلو اور ایسے امور سے جو دین میں نئے پیدا کئے جائیں بچتے رہو۔ اس لئے کہ ہر ایک نو پیدا امر بدعت ہے اور ہر ایک بدعت گمراہی ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی اس کے راوی ہیں۔

(تلخیص الصحاح ج۱ ص۲۸)

یہ حدیث گویا امت کے لئے حضور ﷺ کی آخری وصیت ہے۔ اس میں بھی آپ اپنے بعد سنت نبوی کی پیروی، خلفاء راشدین کے طریقہ کی اطاعت اور امیر قوم اور حاکم وقت کی فرمانبرداری کی تلقین فرماتے ہیں۔

عجب تماشہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی امت کو خلفائے راشدین کے اقتداء کا حکم فرماتے ہیں۔ آئمہ دین اور امراء کی اطاعت کی تعلیم دیتے ہیں بلکہ ایک حبشی غلام کی (جب کہ وہ امیر بن جائے) اطاعت امت پر واجب قرار دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور عمار بن یاسرؓ کی اقتداء کی دعوت دیتے ہیں۔ حضرت زبیرؓ، ابوعبیدہ بن الجراحؓ، معاذ بن جبلؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عباسؓ وغیرہ صحابہ کرام کے نام لے لے کر واجب التکریم اور قابل اقتداء فرماتے ہیں۔ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے آنے کی خبر اور ان سے استغفار کرانے کی تعلیم دیتے ہیں۔ مجددین کے ہر صدی پر آنے کی اطلاع دیتے ہیں۔ لیکن ایک حدیث میں یہ بھی نہیں فرماتے کہ ہمارے بعد فلاں نبی پیدا ہوگا۔ تم اس پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت کرنا۔ حالانکہ ایک رؤف رحیم نبی کا ہم پر فرض تھا کہ آنے والے نبی کے مفصل حالات سے اپنی امت کو خوب واقف کرادے۔ اس کا نام، مقام پیدائش، حلیہ وغیرہ بتلادے۔ تاکہ آپ ﷺ کی امت کو آنے والے نبی کی پہچان میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے اور جب ایسا نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی قیامت تک پیدا نہ ہوگا۔

۱۰...... ’’عن ابی ہریرۃ ؓ قال قال رسول اللہ (ﷺ) لا تقوم الساعۃ حتی

یبعث دجالون کذابون قریباً من ثلثین کلهم یزعم انه رسول الله (تلخیص الصحاح ج۵ ص۲۵۹) **رواه البخاری ابوداؤد الترمذی وفی روایة مسلم وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی** (ختم النبوة حصه دوم ص۲۳)‘‘ ﴿حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک کہ تقریباً تیس دجال کذاب دنیا میں نہ آچکیں جن میں سے ہر ایک یہ گمان کرتا ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ (حالانکہ) میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

فتلک عشرة کاملة

اس حدیث میں آپﷺ کے بعد مدعی نبوت کو دجال وکذاب فرمایا گیا ہے۔

ایک سوال: مگر یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہر مدعی نبوت دجال وکذاب ہے تو پھر تیس سے کہیں زیادہ جھوٹے مدعیان نبوت ہوچکے ہیں اور نہ معلوم آئندہ اور کتنے ہوں گے۔

جواب: حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس سوال کو حل کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے:’’**ولیس المراد بالحدیث من ادعی النبوة مطلقًا فانهم یحصون کثرة لکون غالبهم نیشأ لهم ذالک عن جنون وسوداءٍ وانما المراد من قالت له شوکة** (فتح الباری ج۲ ص۴۵۵)‘‘﴿اور ہر مدعی نبوت مطلقاً اس حدیث میں مراد نہیں اس لئے کہ آپﷺ کے بعد مدعی نبوت تو بے شمار ہوئے ہیں کیونکہ یہ بے بنیاد دعوے عموماً جنون یا سوداویت سے پیدا ہوتے ہیں بلکہ اس حدیث میں جن تیس دجالوں کا ذکر ہے وہ وہی ہیں جن کی شوکت قائم ہوجائے۔﴾

حافظ کی اس عبارت سے جس طرح مندرجہ بالا سوال کا جواب معلوم ہوگیا کہ اگرچہ مدعی نبوت کثرت سے ہیں۔ مگر حدیث میں ۳۰ کے عدد سے وہ مدعیان نبوت مراد ہیں جن کی شوکت وحشمت قائم ہوجائے۔ جن کا مذہب مانا جائے اور جن کے متبع زیادہ ہوجائیں۔ اسی طرح دو اور فائدے بھی معلوم ہوئے۔

اوّل...... یہ کہ اس قسم کے دعوائے نبوت آج کل عموماً جنون یا سوداویت کا کرشمہ ہوتے ہیں۔

دوم...... یہ کہ کسی مدعی نبوت کی شوکت وحشمت کا قائم ہونا یا اس کے مذہب کا رواج پانا اس کی صداقت یا حقانیت کی دلیل نہیں۔

اب مرزا قادیانی کا اپنے مریدین کی کثرت یا مذہب کے رواج یا لوگوں کے اموال بٹورنے پر فخر کرنا اور اس کو اپنی صداقت وحقانیت کی دلیل یا معجزہ قرار دینا بے معنی اور لاحاصل ہے۔ کیونکہ اس سے تو اور واضح اور کامل یقین ہو گیا کہ مرزا قادیانی ان تیس میں سے بڑے بڑے کذابوں میں شمار ہوتے ہیں اور نبوت کاذبہ میں ان کی اس بڑائی کو ہمیں بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

حدیث کی اس شرح میں حافظ ابن حجرؒ سے حضور ﷺ کے بعد مدعیان نبوت کی ایک نشانی اور پہچان بتلائی جاتی ہے۔ پس اگر وہ مرزا قادیانی میں بھی پائی جائے تو پھر مرزا قادیانی کاذب مدعیان نبوت کی فہرست سے نکل نہیں سکتے اور یہ بھی یاد رہے کہ حافظ ابن حجرؒ مرزا قادیانی سے ایک عرصہ دراز پہلے گزر چکے ہیں تاکہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ کہیں انہوں نے ایسا مرزا قادیانی کی مخالفت کے باعث لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''**ذالک عن جنون وسوداءٍ**'' یہ بے بنیاد دعوے جنون وسودا کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

لہٰذا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مرزا قادیانی دماغی امراض[1] کے مریض تھے تو پھر بقول ڈاکٹر شاہ نواز صاحب احمدی ان کے دعویٰ کی تردید کے لئے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی اور یہ ان کی اپنی جماعت کے فرد کی تحقیق ہے کسی غیر کی نہیں۔

چنانچہ ڈاکٹر شاہ نواز خان صاحب احمدی اسسٹنٹ سرجن (ریویو قادیان ج۲۵ نمبر۸ ص۶،۷، بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء) پر فرماتے ہیں: ''ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹریا، مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعوے کی تردید کے لئے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ وبن سے اکھیڑ دیتی ہے۔''

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا مرزا قادیانی دماغی امراض میں مبتلا تھے یا نہیں؟ لیجئے! مرزا قادیانی خود ہی فرماتے ہیں:

---

[1] ''ملہم کے دماغی قویٰ کا نہایت مضبوط اور اعلیٰ ہونا بھی ضروری ہے۔''

(ریویو قادیان ج۲۸ نمبر۹ ص۴، بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۹ء)

''انبیاء کا حافظہ نہایت اعلیٰ ہوتا ہے۔'' (ریویو قادیان ج۲۸ نمبر۱۱ ص۸، بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء)

(۳)

شہادات باثبات سوداءمرزاقادیانی

شہادت نمبر:۱

الف...... ’’میں ایک دائم المرض آدمی ہوں اور وہ دوزرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا وہ دو چادریں میرے شامل حال ہیں۔ جن کی تعبیر علم الرؤیا کی رو سے دو بیماریاں ہیں۔ سو ایک چادر میرے اوپر کے حصہ میں ہے کہ ہمیشہ سردرد اور دوراسر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصہ بدن میں ہے وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سوسو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔‘‘ (ضمیمہ اربعین نمبر۴ص۴، خزائن ج۱۷ص۴۷۰)

ب...... ’’میرا حافظہ بہت خراب ہے۔ اگر کئی دفعہ کسی سے ملاقات ہو تب بھی بھول جاتا ہوں۔ حافظہ کی یہ ابتری ہے کہ بیان نہیں کرسکتا۔‘‘ (مکتوبات احمدیہ جلد دوم ص۲۰، طبع جدید)

شہادت نمبر:۲

’’دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرتﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپﷺ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان سے جب اترے گا تو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول۔‘‘

(اخبار بدر قادیان مورخہ ۷؍جون ۱۹۰۶ءص۵، رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ جون ۱۹۰۶ءص۵)

شہادت نمبر:۳

’’میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ سے مبتلا رہتا ہوں تاہم آج کل کی مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کرکے بڑی بڑی رات تک

بیٹھا کام کو کرتا رہتا ہوں۔ حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور دوران سر کا دورہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ تاہم میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کام کو کئے جاتا ہوں۔‘‘

(کتاب منظور الٰہی ص ۳۴۸)

یہ تو مرزا قادیانی کے اپنے بیانات سے ظاہر ہے کہ وہ مرض مراق یعنی مالیخولیا مراقی میں مبتلا ہے۔ اب ان کی بیوی اور بیٹے کی شہادت بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

شہادت نمبر:۴

’’بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا قادیانی) کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹریا کا دورہ بشیر اوّل کی وفات کے چند دن بعد ہوا تھا۔ رات کو سوتے ہوئے آپ کو اتھو آیا اور پھر اس کے بعد طبیعت خراب ہوگئی۔ مگر یہ دورۂ خفیف تھا۔ پھر اس کے کچھ عرصہ بعد آپ ایک دفعہ نماز کے لئے باہر گئے اور جاتے ہوئے فرمانے لگے کہ آج کچھ طبیعت خراب ہے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے بعد شیخ حامد علی نے دروازہ کھٹکھٹایا کہ جلدی پانی کی ایک گاگر گرم کر دو۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں سمجھ گئی کہ حضرت صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی ہوگی۔ چنانچہ میں نے کسی ملازم عورت کو کہا کہ اس سے پوچھو میاں کی طبیعت کا کیا حال ہے؟ شیخ حامد علی نے کہا کچھ خراب ہوگئی ہے۔ میں پردہ کرا کے مسجد میں چلی گئی تو آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں پاس گئی تو فرمایا کہ میری طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی۔ لیکن اب افاقہ ہے۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی کالی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی اور آسمان تک چلی گئی۔ پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی کی سی حالت ہوگئی۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد آپ کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہوگئے۔ خاکسار نے پوچھا دوروں میں کیا تھا۔ والدہ صاحبہ نے کہا ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے اور بدن کے پٹھے کھچ جاتے تھے۔ خصوصاً گردن کے پٹھے اور سر میں چکر ہوتا تھا اور اس وقت آپ اپنے بدن کو سہار نہیں سکتے تھے۔ شروع شروع میں یہ دورے بہت سخت ہوتے تھے۔ پھر اس کے بعد کچھ تو دوروں کی ایسی سختی نہ رہی اور کچھ طبیعت عادی ہوگئی۔ خاکسار نے پوچھا کہ اس سے پہلے تو سر کی کوئی تکلیف نہیں تھی۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ پہلے معمولی سر درد کے دورے ہوا کرتے تھے۔ خاکسار نے پوچھا کہ کیا حضرت صاحب پہلے خود نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔

والدہ صاحب نے کہاہاں مگر پھر دوروں کے بعد چھوڑ دی۔‘‘ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص۱۳)

شہادت نمبر:۵

’’مرزا قادیانی فرماتے ہیں مجھے مراق کی بیماری ہے۔‘‘

(ریویو قادیان ج۲۴ نمبر۴ ص۴۵ بابت ماہ اپریل ۱۹۲۵ء)

شہادت نمبر:۶

’’مراق کا مرض حضرت مرزا صاحب کو موروثی نہ تھا بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا تھا اور اس کا باعث سخت دماغی محنت، تفکرات، غم اور سوء ہضم تھا۔ جس کا نتیجہ دماغی ضعف تھا اور جس کا اظہار مراق اور دیگر ضعف کی علامات مثلاً دوران سر کے ذریعہ ہوتا تھا۔‘‘

(ریویو قادیان ج۲۵ نمبر۸ ص۱۰، بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء)

شہادت نمبر:۷

’’حضرت صاحب کی تمام تکالیف مثلاً دوران سر، دردسر، کمی خواب، تشنج دل، بدہضمی، اسہال، کثرت پیشاب اور مراق وغیرہ کا صرف ایک ہی باعث تھا اور وہ عصبی کمزوری تھا۔‘‘

(ریویو قادیان ج۲۶ نمبر۵ ص۲۶، بابت ماہ مائی ۱۹۲۷ء)

شہادت نمبر:۸

’’مرض مراق حضرت مرزا صاحب کو ورثہ میں نہیں ملا تھا۔ پس حضرت صاحب کی زندگی کے حالات کے مطالعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں مراقی علامات کے دو بڑے سبب تھے۔ اوّل کثرت دماغی محنت، تفکرات قوم کا غم، دوسرے غذا کی بے قاعدگی کی وجہ سے سوء ہضم اور اسہال کی شکایت۔‘‘ (ریویو قادیان ج۲۵ نمبر۸ ص۹، بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء)

شہادت نمبر:۹

یک نہ شد دو شد

مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں: ’’میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے۔ کبھی کبھی وہ میرے ساتھ ہوتی ہے۔ کیونکہ طبی اصول کے مطابق اس کے لئے چہل قدمی مفید ہے۔‘‘

(اخبار الحکم مورخہ ۱۰/اگست ۱۹۰۱ء، کتاب منظور الٰہی ص۲۴۴)

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

شہادت نمبر:۱۰

یک نہ شد دو شد بلکہ سہ شد

’’حضرت خلیفۃ المسیح ثانی (میاں محمود قادیانی) نے فرمایا کہ مجھ کو بھی کبھی کبھی مراق کا دورہ ہے۔‘‘ (ریویو قادیان ج۲۵ نمبر۸ ص۱۱، بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء)

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

(۴)

اقسام امراض مرزا قادیانی

مندرجہ بالا شہادتوں سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی دائم المریض اور بہت سی ردی اور خطرناک امراض میں مبتلا تھے جن کی مختصر فہرست حسب ذیل ہے:

(۱)درد سر اور دوران سر۔ (۲) کمی خواب۔ (۳) تشنج قلب۔ (۴) ذیابیطس۔ (۵)مراق۔ (۶) ہسٹریا[۱]۔ (۷)سوء ہضم۔ (۸) دماغی ضعف وضعف حافظہ اور نسیان۔ (۹) اسہال۔(۱۰) ضعف اعصاب وغیرہ[۲]۔

وتلک عشرۃ کاملۃ

چونکہ مرزا قادیانی علاوہ دیگر امراض کے مراق میں مبتلا تھے۔اس لئے اب ہم مراق کی حقیقت ازروئے طب تحریر کرتے ہیں کہ مراق مالیخولیا کی ایک قسم ہے جس میں مریض کے خیالات فاسداور فکر ناقص ہوجاتا ہے۔

---

[۱] میرے ایک عزیز دوست نے جب یہ سنا کہ مرزا قادیانی کو ہسٹریا کا مرض تھا تو جھٹ کہہ اٹھے کہ ہسٹریا کا مرض مرد کو نہیں ہوتا بلکہ عورت کو ہوتا ہے تو میں نے کہا مرزا قادیانی کو حیض آتا تھا اور انہیں حمل بھی ہوگیا جسے وہ خود تسلیم کرتے ہیں اور ان کے مریدین بھی بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ حیض تو بزرگوں کو آیا کرتا ہے۔ مانا کہ حیض اور حمل عورت کے لئے مخصوص ہیں۔مگر جب مرزا قادیانی حیض اور حمل کے خوگر تھے تو کیا عجب ہے کہ وہ عورتوں کے مرض ہسٹریا میں بھی مبتلا ہوں؟ اور پھر میری کیا خطا ہے جب کہ میں نے مرزا قادیانی کے فرزند ارجمند کی تصنیف سیرۃ المہدی سے نقل کیا ہے۔ جب میں نے حوالہ دیکھایا تو میرا عزیز دوست (میر محمد حسین اکاؤنٹس کلرک دفتر بارکماسٹری نوشہرہ چھاؤنی) حیران رہ گیا۔مرزائیت سے توبہ کرلی اور پکا مسلمان ہوگیا۔(مؤلف)

[۲] اس سب امرض کے حوالے نمبر(۳) شہادات باثبات سوداء مرزا میں گزرچکے ہیں۔

شیخ الرئیس کہتے ہیں کہ مالیخولیا کے معنی سیاہ خلط کے ہیں اور یہ مرض سوداء غیر محرقہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے مرض کا نام اس کے سبب پر رکھا گیا۔ لیکن یوحنا بن سرافیون کہتے میں کہ مالیخولیا کے معنی ڈر اور خوف کے ہیں جو اس کے عوارضات سے ہے۔ لہٰذا مرض کا نام اس کے مرض کے نام پر رکھا گیا ہے اور اس کی ماہیت یہ ہے کہ اس میں ظن اور فکر مجریٰ طبعی سے خوف اور فساد کی طرف بدل جاتے ہیں۔ جن کی وجہ مادہ سودا ہے جو روح کو متوحش اور ڈرپوک بنادیتا ہے اور یہ مریض کسی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں دیا کرتا۔ بخلاف جنون سبعی کے جو مالیخولیا کی ایک قسم ہے جس کو مالیخولیا مراقی کہا جاتا ہے اور وہ مراق کی شرکت کے باعث ہوا کرتا ہے۔

(حدود الامراض ص۵۱)

چونکہ مالیخولیا جنون کا ایک شعبہ ہے اور مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے اور مالیخولیا مراقی میں دماغ کو ایذا پہنچتی ہے۔ اس لئے مراق کو سر کے امراض میں لکھا گیا ہے۔

(بیاض نوردین مطبع وزیر ہند پریس مورخہ ۷/دسمبر ۱۹۲۸ء جزاوّل ص۲۱۱)

اسباب مرض

ضعف دماغ، رنج وغم، کثرت مجامعت، حلق، کثرت محنت دماغی، زیادہ جاگنا، نہایت مشکل مسائل کے حل کرنے میں رات دن سوچتے رہنا۔ بواسیر کے خون کا بند ہوجانا۔ کبھی معدہ جگر اور تلی کے افعال کے فتور سے بھی یہ مرض ہوجاتا ہے۔

نوٹ: جب مراق کے سبب سے ہو تب اسے مالیخولیا مراقی کہتے ہیں۔

(مخزن حکمت طبع پنجم ج۲ ص۱۳۵۱)

(۵)

علامت مالیخولیا وتطبیق آں بعلامات مرزا قادیانی

علامات مالیخولیا	علامات مرزا قادیانی
(۱) مالیخولیا کے معنی ڈر اور خوف کے ہیں جو اس کے عوارضات سے ہے۔ لہٰذا مرض کا نام اس کے عرض کے نام پر رکھا گیا اور اس کی ماہیت یہ ہے کہ اس میں ظن اور فکر مجریٰ طبعی سے خوف اور فساد کی طرف بدل جاتے ہیں۔	(۱) مرزا قادیانی گورنمنٹ کے خوف سے مدعی نبوت ہونے کے اعلان کرتے ہیں کہ: ’’ہر ایک ایسی پیش گوئی سے اجتناب ہوگا جو امن عامہ اور اغراض گورنمنٹ کے مخالف یا کسی خاص شخص کی ذلت یا موت پر مشتمل ہو۔‘‘ (اربعین نمبر۳ ص۱۱ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۳۴۳)

(۲)''درویت دخان وتاریکی درخواب واستعجال درامور کہ لائق استعمال نہ باشد۔'' (اکسیر اعظم ج۱ ص۱۸۹)	(۲)مرزا قادیانی فرماتے ہیں:''میں نے دیکھا کہ کوئی کالی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی اور آسمان تک چلی گئی۔ پھر میں چیخ کر زمین پر گر گیا اور غشی کی سی حالت ہوگئی۔'' (سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص۱۳)
(۳)مریض تنہائی کو پسند کرتا ہے۔''وحب الوحدۃ'' (شرح اسباب جلد اوّل ص۷۰)	(۳)''رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں۔'' (کتاب منظور الٰہی ص۲۴۸، شہادت نمبر۳)
(۴)ہضم اچھا نہیں ہوتا۔ (بیاض نورالدین جز۱ ص۲۱۳)	(۴)''مراق کا مرض مرزا قادیانی کو موروثی نہ تھا بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا تھا اور باعث سخت دماغی محنت، تفکرات، غم اور سوء ہضم تھا۔'' (ریویو قادیان بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء ص۱۰)
(۵)''کبھی ہاتھ پاؤں جلتے ہیں۔ کبھی ٹھنڈے رہتے ہیں۔'' (بیاض نورالدین جز اوّل ص۲۱۳)	(۵)''والدہ صاحبہ نے کہا کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے۔'' (سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص۱۳، شہادت نمبر۴)
(۶)''مریض ہر وقت سوچ میں رہتا ہے۔'' (بیاض نورالدین جز اوّل ص۲۱۳)	(۶)''ان میں مراقی علامات کے دو بڑے سبب تھے۔ اوّل کثرت دماغی محنت، تفکرات قوم کا غم۔'' (ریویو قادیان ج۲۵ نمبر۸ ص۱۱، بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء)
(۷)''اگر مریض لشکری باشد دعویٰ بادشاہی کند واگر مریض دانشمند بودہ باشد دعویٰ پیغمبری ومعجزات وکرامات کند وسخن از خدائے گوئید وخلق را دعوت کند'' (اکسیر اعظم جلد اوّل ص۱۸۸) ''مالیخولیا کا کوئی مریض خیال کرتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں۔ کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ میں پیغمبر ہوں۔'' (بیاض نورالدین حصہ اوّل ص۲۱۲) ''بعض عالم اس مرض میں مبتلا ہو کر دعویٰ پیغمبری کرنے لگتے ہیں اور اپنے بعض اتفاقی واقعات کو معجزات قرار دینے لگتے ہیں۔'' (مخزن حکمت طبع پنجم ج۲ ص۱۳۵۲)	(۷)''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔'' (اخبار بدر قادیان بابت ماہ مارچ ۱۹۰۸ء) ''نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔'' (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۷) ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' (دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱) ''مسیح موعود جس کے آنے کا قرآن کریم میں وعدہ دیا گیا ہے یہ عاجز ہی ہے۔'' (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۶۸۲، خزائن ج۳ ص۴۶۸)
(۸)''وقد بلغ الفساد فی بعضھم الیٰ حد یظن انہ صاد ملکاً'' (شرح اسباب ج۱ ص۷۰)	(۸)''بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ کا لفظ آ گیا ہے اور دانیئل نبی نے اپنی

یعنی بعض مریضان مالیخولیا میں یہ فساد اس حد تک ترقی کر جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو فرشتہ سمجھنے لگتا ہے۔	کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند۔'' (اربعین نمبر۳ ص۲۵، خزائن ج۱۷ ص۴۱۳)
(۹)''وقد یبلغ فی بعضهم الیٰ اعلیٰ من ذالک فیظن انه الحق وهو تعالیٰ عن ذالک'' (شرح اسباب جلد اوّل ص۷۰) بعضوں میں اس سے بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ ''والتخیلات الروية لفساد الدماغ وتغيره عن المجری الطبعی''یعنی دماغ کے فساد اور تغیر کے باعث تخیلات رویہ ہوا کرتے ہیں۔ (شرح اسباب جلد اوّل ص۶۹) ''کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ میں خدا ہوں۔'' (بیاض نورالدین حصہ اوّل ص۲۱۲)	(۹)''رایتنی فی المنام عین الله فتیقنت اننی هو فخلقت السمٰوات والارض''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہو بہو خدا ہوں۔ پھر مجھے یقین ہوگیا کہ میں وہی ہوں پھر میں نے آسمان اور زمین پیدا کئے۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص۵۶۴) ''میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ تااسی حال میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ پھر میں نے آسمان اور دنیا کو پیدا کیا اور کہا''ان دتینا السماء الدنیا بمصابیح''پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔'' (کتاب البریہ ص۷۸،۷۹، خزائن ج۱۳ ص۱۰۵)
(۱۰)(الف)''مریض کو اپنے خیالات اور جذبات پر قابو نہیں رہتا۔'' (ریویو قادیان ج۲۵ نمبر۸ ص۵، بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء) (ب)''طرح طرح کے ایسے خیال ان کے دل میں آتے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔'' (ریویو قادیان ج۲۶ نمبر۵ ص۲۲، بابت ماہ مئی ۱۹۲۷ء)	(۱۰)(الف)''یقبلنی ویصدق دعوتی الاذریعة البغایا'' (آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷، خزائن ج۵ ص۵۴۷) یعنی حرامزادہ اور ولد الزنا یا کنجریوں کی اولاد کے ہر مسلمان مجھے قبول کرے گا اور میری دعوت کی تصدیق کرے گا۔ ''ان العدیٰ صاروا خنازیر الفلا نسائهم من دونهن الا کلب''(نجم الہدیٰ ص۱۰، خزائن ج۱۴ ص۵۳) میرے مخالف جنگلوں کے سور ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔ (ب)''شخصے پائے من بوسید من گفتم کہ سنگ اسود منم۔'' (البشریٰ جلد اوّل ص۴۸) ''خاکسار پیپرمنٹ'' (البشریٰ ج۲ ص۹۴) ''دلنگر اٹھادو۔'' (البشریٰ ج۲ ص۱۰۰)

	’’پیٹ پھٹ گیا۔‘‘معلوم نہیں یہ کس کے متعلق ہے۔ (البشریٰ ج۲ص۱۱۹)
	’’دو شہتیر ٹوٹ گئے۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۹۷)
	’’ارے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۷۹)
	’’وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔‘‘ اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے۔ (البشریٰ ج۲ص۵)
	’’ربنا عاج ہمارا رب عاجی ہے۔‘‘ اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے۔ (البشریٰ ج۱ص۴۳)
	’’لایموت احد من رجالکم ‘‘تمہارے مردوں سے کوئی نہیں مرے گا۔ اس کے حقیقی معنی کہ تمہارے رجال میں سے کوئی نہیں مرے گا تو ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ موت تو انبیاء تک کو آتی ہے اور نہ قیامت تک کسی نے زندہ رہنا ہے۔ مگر اس کے مفہوم کا پتہ نہیں ہے شاید کوئی اور معنی ہوں۔ (البشریٰ ج۲ص۷۸)
	’’کمترین کا بیڑا غرق۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۲۱)

تلک عشرۃ کاملۃ

ان مندرجہ بالا دس علامات کے بغور مطالعہ سے ہر ذی فہم اور سلیم العقل انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کے یہ تمام دعاویٰ مالیخولیا مراقی کا مریض ہونے کے باعث تھے۔ ورنہ کیا ایک نبی کو ایسے الہامات ہوا کرتے ہیں؟ جو کلام بے معنی ہو جس کا نہ ملہم کو کچھ فائدہ ہو اور نہ مخلوق خدا کو۔ نہ ایسا بے ربط و بے ضبط کلام خدا ہی کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ جس کا نہ سر ہو نہ پیر اور نہ کچھ مطلب ہی سمجھ میں آسکے۔ بھلا غور فرمائیے ایسی فضول خرافات کی مسلمانوں کو کیا حاجت ہے؟ جب کہ ان کے پاس قرآن پاک جیسی حکیمانہ کامل کتاب الٰہی پہلے سے موجود ہے اور حضور ﷺ کی شیریں زبان کا پرحکمت مجموعہ احادیث صحیحہ کا پاکیزہ دفتر زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتا ہوا ان کے ہاتھ میں ہے۔ جن کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا: ’’ترکت فیکم امرین لن تضلّوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسول الله (ﷺ) ‘‘یعنی میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ اگر تم انہیں مضبوط پکڑے رہوگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔

اورفرمایا: ’’ترکتکم علیٰ شریعة بیضاء لیلها ونهارها سواء ‘‘میں نے تمہیں ایک ایسی صاف اور روشن راہ پر چھوڑا ہے جس کا رات دن برابر ہے۔ تاریکی کا نام ونشان نہیں۔ سب احکام روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ محتاج مزید شرح وبیان نہیں اور نہ یہ امت ہی کسی دوسرے کی دین اور دوسری نبوت کی محتاج ہے۔ کیا ایسی کامل تعلیمات رکھنے والے مسلمانوں کو ایک ایسی ناقص اور مہمل کلام کی طرف دعوت دی جارہی ہے۔ جس کا لانے والا خود تسلیم کرتا ہے کہ:

’’اس کے مفہوم کا پتہ نہیں ہے۔‘‘

’’معلوم نہیں یہ کس کے متعلق ہے؟‘‘

’’میرا حافظہ بہت خراب ہے۔‘‘ وغیرہ وغیرہ!

میں حیران ہوں ان لوگوں کی عقلی ودانش پر جو مرزاقادیانی کو نبی مانتے ہیں جب کہ وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ مجھے مراق ہے۔ ان کی بیوی اور بیٹا اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ مرزاقادیانی امراض مراق اور ہسٹریا میں مبتلا تھے۔ جب یہ بات مسلم ہے تو پھر ان کی نبوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مرزاقادیانی کے اپنے مرید ڈاکٹر شاہ نواز خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن کا سرٹیفکیٹ یا فیصلہ پھر ملاحظہ فرمائیے۔

وہ فرماتے ہیں: ’’ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹریا، مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعویٰ کی تردید کے لئے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کو بیخ وبن سے اکھیڑ دیتی ہے۔‘‘

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اس حدیث کی جس میں تیس کذابوں کا ذکر آیا ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ثوبانؓ سے یوں روایت آئی ہے: ’’قال رسول اللهﷺ انه سیکون فی امتی کذابون ثلثون ‘‘اس حدیث کے الفاظ ’’فی امتی ‘‘صاف بتلارہے ہیں کہ حضورﷺ کے بعد تیس کذابوں کا جو ذکر آیا ہے وہ حضورﷺ ہی کی امت میں سے ہوں گے۔ جس سے مرزاقادیانی اوران کی جماعت کا یہ پول بھی کھل جاتا ہے جو مرزائی صاحبان فرمایا کرتے ہیں کہ مرزاقادیانی حضورﷺ کے ماتحت امتی نبی ہیں۔ ایک پہلو سے امتی ہیں اور دوسرے پہلو سے نبی۔ سو یہ بھی سراسر دھوکا ہے۔ کیونکہ حضورﷺ نے فرمایا ہے کہ میری ہی امت سے تقریباً تیس کذاب دعویٰ نبوت کریں گے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ سب جھوٹے ہوں گے۔ کیونکہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

لہٰذا حضور ﷺ نے اپنے بعد جو کاذب مدعیان نبوت کی شناخت اور علامت بتلائی ہے کہ وہ میری ہی امت سے ہوں گے۔ وہ مرزا قادیانی پر صادق آتی ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی اس حدیث کی رو سے اپنے دعویٰ نبوت کی بناء پر کذاب ہیں۔

ایک حدیث میں کذابوں کی تعداد تیس سے زیادہ بھی آئی ہے۔ چنانچہ طبرانی میں ہے۔ ’’**لاتقوم الساعة حتی یخرج سبعون کذابا**‘‘ قیامت تب ہوگی جب کہ ستر جھوٹے (نبی) پیدا ہوچکیں گے۔ (تجرید الاحادیث ص۴۰۲)

اس حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ تیس سے زیادہ ستر ہوں گے یا اس سے بھی زیادہ ہوں تو کچھ عجب نہیں۔ مگر ہوں گے سب جھوٹے۔

(۶)

کذبات مرزا قادیانی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱...... ’’**واجتنبوا قول الزور** (الحج:۴)‘‘ ﴿جھوٹ بولنے سے بچے رہو۔﴾

۲...... ’’**ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون** (یونس:۱۱)‘‘ ﴿جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے نہ بخشے جائیں گے۔﴾

۳...... ’’**ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب** (مومن:۲۴)‘‘ ﴿اللہ تعالیٰ بےلحاظ جھوٹے کو ہدایت نہیں کرتا۔ راہ نہیں دکھاتا۔ یعنی جھوٹا آدمی گمراہ ہی رہتا ہے۔﴾

۴...... ’’**من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ الکذب**‘‘ ﴿اس شخص سے کون زیادہ ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یعنی اس پر وحی تو آتی نہیں مگر وہ کہتا ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔﴾

۵...... ’’**ویوم القیٰمة تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودة** (زمر:۲۴)‘‘ ﴿جو اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ ان کے منہ سیاہ ہوں گے۔﴾

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

۶...... ’’**من کذب علی متعمدًا فلیتبوا مقعدہ من النار** (بخاری وابوداؤد)‘‘ ﴿جو مجھ پر قصداً جھوٹ بولے یعنی میری حدیث نہ ہو اور وہ اسے حدیث بیان کرے تو

اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ سمجھے۔﴾
حضور ﷺ کے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے کہا مجھ میں چار بری عادتیں ہیں۔ آپ ﷺ کے فرمانے سے میں ان عادتوں میں سے ایک کو چھوڑ سکتا ہوں۔ چوری کرنا، شراب پینا، زنا کرنا اور جھوٹ بولنا۔ آپ نے فرمایا جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔
(جھوٹ چھوڑنے سے وہ شخص سب بری عادتوں سے بچ گیا۔ الحدیث)
اس روایت سے جھوٹ کی کس قدر برائی ظاہر ہوتی ہے۔
مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں:

۷...... ’’جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔‘‘ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص۱۳، خزائن ج۱۷ ص۵۶)

۸...... ’’جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی برا کام نہیں۔‘‘
(تتمہ حقیقت الوحی ص۲۶، خزائن ج۲۲ ص۴۵۹)

۹...... ’’جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۲۰۶، خزائن ج۲۲ ص۲۱۵)

۱۰...... ’’ہمارا ایمان ہے کہ خدا پر افتراء کرنا پلید طبع لوگوں کا کام ہے۔‘‘
(اربعین نمبر۳ حاشیہ ص۲۰، خزائن ج۱۷ ص۳۰۶)

’’ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۲۲۲، خزائن ج۲۳ ص۲۳۱)

اب ہم مرزا قادیانی کے جھوٹ اور افتراء پردازی کا مختصر بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افتراء

۱...... ’’قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔‘‘
(حقیقت الوحی ص۸۴، خزائن ج۲۲ ص۸۷)

جس طرح یہ سچ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب ہے اسی طرح یہ جھوٹ ہے کہ قرآن شریف مرزا قادیانی کے منہ کی باتیں ہیں۔

۲...... ’’لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف واحادیث کی وہ پیش گوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔ وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کے لئے فتوے دیئے جائیں گے اور اس کی سخت توہین کی

جائے گی اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کو تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔‘‘ (اربعین نمبر۳ ص۱۷، خزائن ج۱۷ ص۴۰۴)

ناظرین کرام! قرآن شریف میں اس قسم کا نہ کوئی مضمون ہے اور نہ کوئی پیشین گوئی ہے اور نہ کوئی ایسی پیش گوئی احادیث میں ہے۔

۳...... ’’خدا کی تمام کتابوں میں خبر دی گئی ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پھیلے گی اور حج روکا جائے گا اور ذوالسنین ستارہ نکلے گا اور ساتویں ہزار پر وہ موعود ظاہر ہوگا۔‘‘

(اعجاز احمدی ص۲، خزائن ج۱۹ ص۱۰۸)

خدا کی کسی کتاب میں یہ مضمون نہیں۔ یہ خدا پر جھوٹ اور افتراء ہے اور خدا فرماتا ہے: ’’من اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ الکذب‘‘ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے؟ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یعنی اللہ تو اس پر وحی کرتا نہیں اور وہ کہتا ہے کہ مجھ پر وحی ہوتی ہے۔

تمام انبیاء پر جھوٹ اور افتراء

۴...... ’’اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا۔ جس کے دیکھنے کے لئے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی۔‘‘ (اربعین نمبر۴ ص۱۳، خزائن ج۱۷ ص۴۴۲)

مرزا قادیانی تو بتلا نہ سکے اور چل بسے۔ کیا مرزائی حضرات میں سے کوئی بتلا سکتا ہے کہ جن حضرات انبیاء علیہم السلام نے مرزا قادیانی کی بشارت دی اور جنہوں نے مرزا قادیانی کے دیکھنے کی تمنا ظاہر فرمائی ان حضرات کے اسماء گرامی کیا ہیں؟ اور یہ تمنائیں اور بشارتیں کس صحیفہ اور کتاب میں درج ہیں؟ مرزائی صاحبان قیامت تک بھی پیش نہیں کر سکتے۔

حضور ﷺ پر جھوٹ اور افتراء

۵...... ’’ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے دوسرے ملکوں کے انبیاء کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ ہر ایک ملک میں خدا تعالیٰ کے نبی گزرے ہیں اور فرمایا: ’’کان فی الھند نبیا اسود اللون اسمہ کاھنا‘‘ یعنی ہند میں ایک نبی گزرا ہے جو سیاہ رنگ تھا اور نام اس کا کاہن تھا یعنی کنہیا جس کو کرشن کہتے ہیں۔‘‘

(چشمہ معرفت ص۱۱، خزائن ج۲۳ ص۳۸۲)

اس کا وجود احادیث صحیحہ تو درکنار روایات ضعیفہ میں بھی ثابت نہیں۔ گویا احادیث کے ذخیرہ میں اس کا کہیں نام ونشان نہیں۔ حضور ﷺ کی جانب ایسی روایات کا منسوب کرنا بلاشبہ دوزخ جانے کی تیاری ہے۔ اگر کسی مرزائی میں ہمت ہے تو اس کو حدیث صحیح سے ثابت کرے؟ اور حدیث کی کتاب کا حوالہ دے جس میں یہ حدیث ان الفاظ میں مندرج ہے۔ ورنہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''**من کذب علی متعمدًا فلیتبوء مقعدہ من النار**'' یعنی جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔ (ترمذی، بحوالہ تلخیص الصحاح ج۱ ص۱۰۷)

اولیاء اللہ پر جھوٹ اور افتراء

۶…… ''سو یہ عاجز عین وقت پر مامور ہوا اس سے پہلے صدہا اولیاء نے اپنے الہام سے گواہی دی تھی کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہوگا اور احادیث نبویہ پکار پکار کر کہتی ہیں کہ تیرھویں صدی کے بعد ظہور مسیح ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۳۴۰، خزائن ج۵ ص۳۴۰)

صدہا اولیاء کے وہ شہادت آمیز الہامات اور احادیث نبویہ کی پکار کو ہم بھی سننا چاہتے ہیں۔ ان اولیاء کے اسماء گرامی اور ان کے الہامات جن کتابوں میں مندرج ہوں ان کی زیارت کے لئے ہماری آنکھیں بے چین ہیں۔ دیکھئے قادیانیت کا کون فرزند سعید ہے جو اس خدمت سے اپنے روحانی باپ کا حق ادا کرتا ہے۔

۷…… ''مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۳۹۰، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت مذکورہ میں مرزا قادیانی نے خیانت سے کام لیا ہے۔ کیا کوئی مرزا قادیانی کا مرید جرأت کرسکتا ہے کہ خط کشیدہ عبارت مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ میں دکھلا کر اپنے پیشوا کو خائنوں اور کذابوں کی صف سے جدا کردے۔

خدا کی تمام کتابوں پر جھوٹ وافتراء

۸…… ''تمام نبیوں کی کتابوں سے اور ایسا ہی قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے لے کر آخر تک تمام دنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی ہے۔''
(لیکچر سیالکوٹ ص۵، خزائن ج۲۰ ص۲۰۷)

تمام نبیوں کی جن کتابوں اور قرآن شریف کی آیتوں میں یہ مضمون موجود ہے اس کی صحیح عبارت پیش کر کے کوئی مرزائی ہے جو اپنے روحانی باپ کی پیشانی سے اس اتہام کی سیاہی کو دور کردے۔

تاریخی واقعات میں سراسر جھوٹ وافتراء

۹...... الف ’’ہمارے نبی کریم ﷺ کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے۔‘‘

(بدر قادیان مورخہ ۹/دسمبر ۱۹۰۷ء)

ب...... ’’تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے گھر میں گیارہ بیٹے پیدا ہوئے اور سب کے سب فوت ہوگئے تھے اور آپ نے ہر ایک لڑکے کی وفات کے وقت یہی کہا تھا کہ مجھے اس سے کچھ تعلق نہیں۔ میں خدا کا ہوں اور خدا کی طرف جاؤں گا۔‘‘

(چشمہ معرفت ص۲۸۶، خزائن ج۲۳ ص۲۹۹)

مرزا قادیانی نے جس دلیرانہ حیثیت سے اس ’’گندہ جھوٹ‘‘ سے اپنی زبان اور قلم کو آلودہ کیا۔ وہ رہتی دنیا تک ان کے لئے باعث ننگ وعار ہے۔ کیا مرزائی صاحبان سے کوئی جرأت ہے کہ اس امر کو تاریخ کی سچی روشنی میں ثابت کرے کہ آنحضرت ﷺ کے گیارہ بیٹے پیدا ہوکر فوت ہوئے تھے؟

۱۰...... الف ’’اس پیش گوئی (نکاح محمدی بیگم) کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے اس سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ: ’’یتزوج ویولد له‘‘ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ ’’تزوج‘‘ اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے۔ اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد خاص تزوج ہے۔ جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۵۳، خزائن ج۱۱ ص۳۳۷)

دنیائے اسلام پر روشن ہے کہ رسول خدا ﷺ نے یہ پیش گوئی مرزا قادیانی کے محمدی بیگم سے نکاح کی تصدیق کے لئے ہرگز نہیں فرمائی تھی بلکہ درحقیقت یہ پیش گوئی حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کے متعلق ہے۔ جن کا آسمان پر اٹھائے جانے سے پیشتر نکاح نہیں ہوا تھا اور آسمان سے نزول کے بعد نکاح بھی ہوگا اور اولاد بھی ہوگی اور وہ پیش گوئی ان شاء اللہ پوری ہوکر رہے گی۔ اس لئے مرزا قادیانی کا اس کو اپنے نکاح کے لئے پیش کرنا سراسر افتراء وکذب ہے۔ دوسرے یہ کہ جب مرزا قادیانی کا نکاح باوجود سعی بسیار محمدی بیگم سے نہیں ہوا اور مرزا قادیانی داغ مفارقت دے کر حسرت وارمان لئے ہوئے چل بسے تو اس سے (معاذ اللہ) یہ لازم آتا ہے کہ حضورﷺ کی پیش گوئی جھوٹی نکلی جو آنحضرتﷺ پر مرزا قادیانی کا ایک ناپاک اتہام وافتراء ہے۔ جس کی سزا دنیا میں روسیاہی وخواری اور عاقبت میں جہنم ہے۔

نکاح آسمانی ہو مگر بیوی نہ ہاتھ آئے — رہے گی حسرت دیدار تا روز جزا باقی

ب...... ’’سو جیسا اس ملک کی پرانی تاریخیں بتلاتی ہیں۔ یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کی سیر کی ہوگی اور پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے۔ چونکہ مسیح ایک سرد ملک کے آدمی تھے۔ اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ ان ملکوں میں غالباً وہ صرف جاڑے تک ہی ٹھہرے ہوں گے اور اخیر مارچ یا اپریل کے ابتداء میں کشمیر کی طرف کوچ کیا ہوگا اور چونکہ وہ ملک بلاد شام سے بالکل مشابہ ہے۔ اس لئے یہ بھی یقینی ہے کہ اس ملک میں مستقل سکونت کر لی ہوگی اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی اولاد ہوں۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں ص۶۸، خزائن ج۱۵ ص۷۰)

مرزا قادیانی نے اس عبارت میں ایسے صاف وصریح دس جھوٹ بولے ہیں کہ مسلمان تو مسلمان کسی کافر وکاذب کو بھی تاریخی واقعات میں اس قدر کذب بیانی کی ہمت نہیں ہوئی۔ کیا مرزائیت ان امور بالا میں اپنے مرشد اعظم کو راست باز ثابت کرے گی؟ دیدہ باید[1]!

---

[1] مرزا قادیانی کی سینکڑوں کذب بیانیوں سے ہم نے صرف دس انتخاب کر کے ناظرین کے حوالے کر دی ہیں کہ مشتے خروارے کا کام دیں۔ لیکن اگر ناظرین میں سے کسی صاحب کو مرزا قادیانی کی کذب بیانی اور افتراء پردازی سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنی مقصود ہو تو وہ ’’کذبات مرزا‘‘ مؤلفہ حافظ مولوی نور محمد خان صاحب مبلغ ومناظر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا مطالعہ کرے جس میں حضرت مؤلف نے مرزا قادیانی کے ۲۰۵ ایسے کذب وافتراء جمع کئے ہیں۔ (مؤلف)

سچ ہے ؎

دروغ آدمی را گند بے وقار　　دروغ آدمی را گند شرمسار

اس مضمون کو ہم ایک حدیث پر ختم کرتے ہیں جس سے مرزا قادیانی کے ایمان واسلام کا خودبخود پتہ چل جائے گا کہ وہ کس درجہ میں ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ مسلمان سب کچھ سہی۔ لیکن کبھی کذاب نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا۔

’’ایکون المؤمن جباناً قال نعم فقیل له ایکون المؤمن بخیلاً قال نعم فقیل له ایکون المؤمن کذاباً قال لا (مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ باب فی الصدق والکذب)‘‘ ﴿کیا مسلمان بزدل ہوسکتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر اس شخص نے پوچھا کہ کیا مسلمان بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن جب اس شخص نے پوچھا کہ کیا مسلمان کذاب ہوسکتا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔﴾

ہر چند مسلمانوں میں ہوں گے کئی بزدل　　اور بخل بھی اس قوم میں نایاب نہ ہوگا
لیکن یہ پیمبر کا ہے ارشاد کہ مؤمن　　سب کچھ سہی لیکن کبھی کذاب نہ ہوگا

(۷)

اخلاقیات مرزا قادیانی

مبلغین کے لئے اخلاق حسنہ کی ضرورت

قرآن کریم نے مبلغین کے لئے تبلیغی کام میں جو اخلاق کا معیار رکھا ہے وہ حسب ذیل ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: **’’ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن‘‘** اپنے رب کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے سے بلائیے اور (اگر موقعہ بحث تمحیص کا آجائے تو) ان کے ساتھ اچھے طریق سے بحث کیجئے۔

اس آیت کی رو سے ہر مبلغ کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اپنے تبلیغی کام میں بہترین اخلاق اور اعلیٰ ترین تہذیب سے کام لے۔ نہ یہ کہ اپنے ذاتی انتقام کے لئے غصہ میں آکر ’’تو تو، میں میں‘‘ تک نوبت پہنچے۔ اگرچہ مخالف کتنا ہی بدزبان ہو اور بات بات پر ناشائستہ اور ہتک آمیز الفاظ منہ سے نکالے مگر مبلغ کو چاہئے کہ اس کے جواب میں آہستگی، نرمی اور شیریں زبانی سے کام

لے کر اس کو حق وصداقت کی دعوت دے تا کہ مخالف اپنی سخت کلامی سے نادم ہو کر خود بخود مبلغ کے اخلاق حسنہ کی تاثیر سے مجبور ہو کر حق کو قبول کرے۔

تبلیغ کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت خداوندی

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی ہدایت کے لئے بھیجا تو ارشاد فرمایا: ’’اذھب الیٰ فرعون انه طغٰی ‘‘ اے موسیٰ علیہ السلام! فرعون کی طرف جائیے اس نے بے شک سرکشی کی ہے۔لیکن ’’وقل له قولاً لینا ‘‘ اس کے ساتھ نرمی سے بات کیجئے۔یعنی نرمی اور شیریں کلامی سے فرعون کو سمجھائیے۔حالانکہ فرعون وہ شخص تھا جس نے خدا تعالیٰ سے اس قدر بغاوت وسرکشی اختیار کی تھی کہ علی الاعلان کہتا تھا کہ اے لوگو! ’’انا ربکم الاعلیٰ ‘‘ میں ہی تمہارا بلند مرتبہ رب ہوں۔باوجود اتنی بغاوت وسرکشی کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نرمی سے تبلیغ کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔

اخلاق محمدی

اخلاق محمدی کو قرآن یوں بیان کرتا ہے: ’’انک لعلیٰ خلق عظیم ‘‘ اے محمد ﷺ! آپ کے اخلاق یقیناً بہت بلند ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ’’بعثت لا تمم حسن الاخلاق ‘‘ کہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

اور فرمایا: ’’خیارکم احسنکم اخلاقاً ‘‘ تم میں سب سے اچھے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

اور حضور ﷺ نے بداخلاقی سے خدا کی پناہ مانگی۔چنانچہ فرمایا: ’’اللھم انی اعوذبک من الشقاق والنفاق وسوء الاخلاق (نسائی) ‘‘ یاالٰہی میں خلاف،نفاق اور بداخلاقی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی نرم دلی کا یوں ذکر فرمایا ہے: ’’فبما رحمة من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک ‘‘ خدا کی رحمت کے سبب آپ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ تند خو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے۔

حضورﷺ کے ساتھ قریش مکہ نے کون سا ظلم تھا جو اٹھا رکھا تھا۔ گالیاں دیتے تھے۔ بدزبانی سے پیش آتے تھے۔

کوئی گالی سناتا تھا کوئی پتھر اٹھاتا تھا　　کوئی توحید پر ہنستا تھا کوئی منہ چڑاتا تھا
کلام حق کو سن کر کوئی کہتا تھا یہ شاعر ہے　　کوئی کہتا تھا کاہن ہے کوئی کہتا تھا ساحر ہے
مگر وہ منبع حلم و صفا خاموش رہتا تھا　　دعائے خیر کرتا تھا جفا و ظلم سہتا تھا

(شاہ نامۂ اسلام)

طائف کا واقعہ ہمارے سامنے ہے۔ حضورﷺ تو تبلیغ حق میں مصروف ہیں۔ مگر وہاں کے باشندوں نے جو آپ سے بدسلوکی کی اس کی مثال دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے۔ کوئی گالی دیتا ہے۔ کوئی سخت سے سخت درشت کلامی سے پیش آتا ہے۔ کوئی پتھر برساتا ہے۔ مگر حضور پرنورﷺ اپنے اخلاق حسنہ تہذیب وشائستگی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ بلکہ اس ظلم وستم کے جواب میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرتے ہیں۔

’’اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون ‘‘ یاالٰہی! میری قوم کو ہدایت دے یہ جانتے نہیں۔

الٰہی فضل کر کہسار طائف کے مکینوں پر　　الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

(شاہ نامۂ اسلام)

امام زمان کے لئے اخلاق کی ضرورت

مرزاقادیانی خود اپنے رسالہ ضرورت امام کے ص۸ پر تحریر فرماتے ہیں: ’’اوّل قوت اخلاق۔ چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں، سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے اس میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے تاکہ اس میں طبعی اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو اور لوگ ان کے فیض سے محروم نہ رہیں۔ یہ نہایت شرم کی بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرا بھی متحمل نہ ہو سکے اور جو امام زمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ ادنیٰ بات پر منہ میں جھاگ آتا ہے۔ آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں۔ وہ کسی طرح امام زمان نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اس پر آیت: ’’انک لعلی خلق عظیم‘‘ کا پورے طور پر صادق آجانا ضروری ہے۔‘‘

اب ہم مرزاقادیانی کو ان معیار پر پرکھتے ہیں کہ آیا مرزاقادیانی نبی، امام زمان یا مجدد

ہونے کی نیت رکھتے ہیں یا نہیں۔ہم نے جہاں تک غور وفکر سے مرزا قادیانی کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہے تو ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مرزا قادیانی متذکرہ بالا معیار وشرائط پر امام زمان مجدد و نبی ہونا تو کجا ایک معمولی مبلغ ہونے کی بھی اپنے اندر اہلیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے اپنی تحریروں میں مخالفین تو درکنار انبیاء ورسل تک کو نہیں چھوڑا اور مسلمانوں کو تو ایسے ناشائستہ اور تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ سے یاد کیا ہے کہ دشمن سے دشمن بھی ایسے الفاظ منہ سے نکالتے شرماتا ہے۔ چند نمونے ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

(۱) اہانت حضرت عیسیٰ علیہ السلام وحضرت مریم علیہا السلام

الف...... ’’ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راست بازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ نبی قرار دیں۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۹۳)

ب...... ’’تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۷ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

ج...... ’’آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹)

د...... ’’مریم کو ہیکل کی نذر کر دیا گیا۔ تا وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادمہ ہو اور تمام عمر خاوند نہ کرے۔ لیکن جب چھ سات مہینے کا حمل نمایاں ہوگیا۔ تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا یوسف نام ایک نجار سے نکاح کر دیا اور اس کے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ کے بعد مریم کے بیٹا پیدا ہوا وہی عیسیٰ یا یسوع کے نام سے موسوم ہوا۔‘‘

(چشمہ مسیحی ص۲۶،۲۷، خزائن ج۲۰ ص۳۵۵)

ہ...... ’’عیسائی اس شخص کو (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) تمام عیبوں سے مبرا سمجھتے ہیں۔ جس نے خود اقرار کیا کہ میں نیک نہیں اور جس نے شراب خوری، قمار بازی اور کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھ کر بلکہ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ڈلوا کر اور اس کو یہ موقع دے کر کہ اس کے بدن سے بدن لگائے اپنی تمام امت کو اجازت دے دی کہ ان باتوں میں سے کوئی بھی حرام نہیں۔‘‘ (انجام آتھم ص۳۸، خزائن ج۱۱ ص۳۸)

(۲)اہانت حضرت نوح علیہ السلام

’’اور خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۷، خزائن ج۲۲ ص۵۷۵)

(۳)اہانت حضرت موسیٰ علیہ السلام

’’حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے کئی لاکھ بے گناہ بچے مار ڈالے۔‘‘

(نورالقرآن حاشیہ ص۲۴، خزائن ج۹ ص۳۵۳)

(۴)تمام انبیاء علیہم السلام کی اہانت

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آنچہ داد است ہر نبی راجام — داد آں جام را مرا بتمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں — ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

(درثمین فارسی ص۲۸۷، ۲۸۸)

(۵)اہانت آنحضرت ﷺ

مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت وادعائے شریعت جدیدہ ہی اس امر کی کافی ضمانت ہے کہ مرزا قادیانی نے حضور ﷺ کی سخت توہین کی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید میں جس قدر آیات آنحضرت ﷺ کے اوصاف حسنہ وپاکیزہ اخلاق وعظمت وجلال کے متعلق ہیں۔ ان میں سے بعض آیات کے متعلق مرزا قادیانی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ صرف میں ہی ان آیات کا مصداق ہوں۔ حضور ﷺ نہیں ہیں۔ ملاحظہ ہو:

الف...... ’’اور مجھے بتلایا گیا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ**‘‘ (اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح ص۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳)

ب...... ’’اور اس آنے والے (مرزا) کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف یہ اشارہ ہے۔ **ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد**‘‘

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص۶۷۳، خزائن ج۳ ص۴۶۳)

مرزامحمود خلیفہ قادیان اس قول کی یوں شرح کرتے ہیں: ''حضرت مسیح موعود (مرزاغلام احمد قادیانی) نے اپنے آپ کو احمد لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اصل مصداق اس پیش گوئی (اسمہ احمد) کا میں ہی ہوں۔'' (القول الفصل ص۲۷)

''اس (خدا) نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ص۵۰۳)

ج...... مرزاقادیانی نے اپنے معجزات ونشانات کی تعداد تین لاکھ بتائی ہے۔

نہیں ''دس لاکھ سے زائد۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶، خزائن ج۲۱ص۷۲)

نہیں ''ساٹھ لاکھ سے بھی زائد۔'' (اعجاز احمدی ص۱، خزائن ج۱۹ص۱۰۷)

اور حضور ﷺ کے معجزات کے متعلق فرماتے ہیں: ''صرف تین ہزار ہوئے۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۴۰، خزائن ج۱۷ص۱۵۳)

(اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزاقادیانی حضور ﷺ سے بزرگی میں کئی گنا بڑھے ہوئے ہیں۔ معاذاللہ!)

د...... ''اب خداتعالیٰ نے میری وحی میری تعلیم اور میری بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا ہے۔'' (اربعین نمبر۴ص۶، خزائن ج۱۷ص۴۳۵)

اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ نہ تو اب آنخضرت ﷺ کی تابعداری وفرمانبرداری باعث نجات ہے اور نہ مرزاقادیانی کے مقابلہ میں حضور پرنور ﷺ کے اتباع کی ضرورت ہے۔ معاذاللہ!

ہ...... ''آنخضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی اور نہ دجال کے ستر باغ کے گدھے کی اصلی کیفیت کھلی اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماحقہ ہی ظاہر فرمائی گئی۔'' (مگر مرزاقادیانی پر یہ تمام حقائق منکشف ہوگئے) (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۶۹۱، خزائن ج۳ص۴۷۳)

و...... ''غرض اس زمانہ کا نام جس میں ہم ہیں زمان البرکات ہے لیکن ہمارے نبی ﷺ کا زمانہ زمان التائیدات دفع الآفات تھا۔'' (تبلیغ رسالت ج۹ص۴۴، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۲۹۲)

ز...... ’’ہمارے نبی کریم ﷺ کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقی کا انتہاء نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت (بزمانہ مرزا) پوری طرح سے تجلی فرمائی۔‘‘

(خطبہ الہامیہ ص۱۷۷، خزائن ج۱۶ص۲۶۶)

عبرت کی نگاہوں سے مذکورہ بالا عبارتوں کو دیکھئے کہ مرزا قادیانی نے کس بے باکی سے جامع الکمالات والفضائل سید الرسل ﷺ پر اپنی فضیلت اور روحانی تفوق ظاہر کر کے حضور ﷺ کی توہین کی ہے۔ (خدا کی پناہ)

(۶) اہانت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

’’میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر تو کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔‘‘

(اشتہار معیار الاخیار مندرجہ تبلیغ رسالت ج۹ص۳۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۲۷۸)

(۷) اہانت حضرت علی رضی اللہ عنہ

’’پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو۔ اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی تم میں موجود ہے۔ اس کو تم چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔‘‘

(اخبار الحکم قادیان ج۴ نمبر۴۱ص۲۶، ماہ نومبر ۱۹۱۲ء، ملفوظات احمدیہ ج۱ص۱۳۱)

(۸) اہانت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی

الف...... کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ص۴۷۷)

ب...... ’’اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے۔ کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک (یعنی مرزا) حسین سے بڑھ کر ہے۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ص۲۳۳)

ج...... ’’حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ حاشیہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۱۳)

(۹) بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اہانت

الف...... ’’حق بات یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک معمولی انسان تھا۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص۵۹۶، خزائن ج۳ ص۴۲۲)

ب...... ’’بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۲۸۵، خزائن ج۲۱ ص۲۸۵)

ج...... ’’ابوہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔‘‘

(اعجاز احمدی ص۱۸، خزائن ج۱۹ ص۱۲۷)

(۱۰) علمائے کرام اور مسلمانوں کو گالیاں

علمائے کرام اور مسلمانوں کو مرزا قادیانی نے اس قدر گالیاں دی ہیں کہ بعض حضرات نے کتابیں تالیف کی ہیں اور ان میں حروف تہجی کے لحاظ سے سب کو یک جا جمع کیا ہے۔ جن میں سے ’’مرزا قادیانی کا اخلاقی فوٹو‘‘ مرتبہ حکیم فضل حق دیوبندی از نوشہرہ چھاؤنی اور ’’مغلظات مرزا‘‘ از تالیفات مولانا مولوی حافظ نور محمد خاں صاحب مبلغ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور قابل ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر حضرت مؤلف نے ۲۷۲ گالیوں کی فہرست دی ہے۔ جن میں سے ہم چند ذیل میں درج کرتے ہیں۔

الف...... ان العدیٰ صاروا خنازیر الفلا

نسائهم من دونهن الا کلب

میرے مخالف جنگلوں کے سور ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔

(نجم الہدیٰ ص۱۰، خزائن ج۱۴ ص۵۳)

ب...... ’’ہر مسلمان میری کتابوں کو محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے۔ لیکن رنڈیوں وزنا کاروں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کردی وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷،۵۴۸، خزائن ج۵ ص۵۴۷،۵۴۸)

ج...... ’’اے بدذات فرقہ مولویان......‘‘ (انجام آتھم ص۲۱، خزائن ج۱۱ص۳۰۵)

د...... ’’خبیث طبع مولوی۔‘‘ ......’’دنیا میں سب جانوروں سے زیادہ پلید اور کراہت کے لائق خنزیر ہے مگر خنزیر سے زیادہ پلید وہ لوگ ہیں۔‘‘ ......’’اے مردار خور مولویو...... اے اندھیرے کے کیڑو۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۲۱، خزائن ج۱۱ص۲۱)

ہ...... ’’احمقوں (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶، خزائن ج۱۱ص۳۳۰)، بے حیا (نزول المسیح ص۶۳، خزائن ج۱۸ص۴۴۱)، پاگل (نزول المسیح ص۶۴، خزائن ج۱۸ص۴۴۲)، حرامی (شہادت القرآن ص۳، خزائن ج۶ص۳۹۷)، حرامزادہ (انوارالاسلام ص۳۰، خزائن ج۹ص۳۱)، اے حرامی لڑکے (حقیقت الوحی ص۱۴،۱۵، خزائن ج۲۲ص۱۷)، گدھے (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۷، خزائن ج۱۱ص۳۳۱)، دنیا کے کتے (استفتاء ص۲۰، خزائن ج۱۲ص۱۲۸)، دیوث (تبلیغ رسالت ج۱ ص۸۴، مجموعہ اشتہارات ج۱ص۱۲۵)، قوم کے خناسوں (انجام آتھم ص۱۷ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۱۷) وغیرہ وغیرہ۔‘‘

یہیں تک بس نہیں کی بلکہ اپنی بدزبانی کو چھپانے یا اسے جائز قرار دینے کی غرض سے مرزاقادیانی قرآن پاک کے متعلق یوں گوہرافشاں ہیں: ’’اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۳،۱۴، خزائن ج۳ص۱۰۹)

مرزاقادیانی کے ’’دہان مبارک‘‘ سے نکلی ہوئی گندگیوں اور گالیوں کا یہ نمونہ ’’مشتے ازخروارے‘‘ ہدیہ ناظرین ہے۔ ناظرین حضرات انہیں عبرت کی نگاہوں سے ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ’’گل افشانیاں‘‘ اور ’’اخلاقی پھل جھڑیاں‘‘ اس شخص کے منہ سے برآمد ہوئی ہیں جو بقول خود رسول بھی تھا اور نبی بھی۔ مسیح زماں بھی اور کلیم خدا بھی۔ مجتبیٰ بھی اور مصطفیٰ بھی۔ مصدر لطف وکرم بھی اور مخزن تہذیب واخلاق بھی اور کہنے کو رحمۃ للعالمین بھی تھا اور افضل الانبیاء بھی اور نام کے لئے سب کچھ بھی تھا۔ مگر حقیقت میں کچھ بھی نہ تھا۔ ذرا غور سے دیکھیں کہ اس نومولود نبی کے دہان سے شیریں کلامی کا تار نکل رہا ہے یا غلاظت کا جھاگ؟ اس پر طرۂ یہ کہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مرزاقادیانی تہذیب واخلاق کا پیکر بھی ہیں اور صبر وتحمل کے مجسمہ بھی ؎

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے جنوں کا نام رکھ دیا خرد کا جنوں

مرزاقادیانی کے ان اخلاق حسنہ سے ناظرین جان لیں گے بلکہ خوب جان لیں گے کہ نبوت کی بلند منازل پر ہاتھ مارنے والا شخ اور اپنے آپ کو رسول کریم ﷺ پر فضیلت دینے

والا انسان خود انسانیت اور شرافت سے کتنا دور ہے۔ اگر نبوت جاری بھی ہوتی تو بھی غلام احمد جیسا بداخلاق شخص اس کا قطعی اہل نہیں ہوسکتا۔

ہم اس مضمون کو ایک حدیث پر ختم کرتے ہیں: ''ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ! کافروں کے حق میں بددعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا مجھ کو لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ مجھ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' (مسلم، ترجمہ مشکوٰۃ شریف ج۲ ص۸۳۸)

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

(۸)

اختلافات مرزا قادیانی

مرزا قادیانی کی کتب کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کا خیال یہ ہے کہ ان کے مذہب کی بنیاد وحی الٰہی اور الہام ازلی پر ہے اور جس طرح قرآن شریف کا لفظ لفظ وحی الٰہی ہے اور قسم کی غلطیوں اور عیبوں سے پاک ہے۔ اسی طرح مرزا قادیانی کے الہامات بھی ہیں۔ چنانچہ انہیں الہام ہوتا ہے: ''وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحٰی''

(اربعین نمبر۲ ص۳۷، خزائن ج۱۷ ص۳۸۵)

گویا مرزا قادیانی اپنی خواہش نفسانی سے تو بولتے ہی نہیں بلکہ وہ وحی الٰہی ہوتی ہے جو ارشاد فرماتے ہیں اور انہیں اپنی وحی اور الہامات کا کامل یقین ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

۱...... آنچہ من بشنوم زوحی خدا
بخدا پاک دانمش زخطا
ہمچو قرآن منزہ اش دانم
از خطاہا ہمیں است ایمانم

۲...... ''میں خداتعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب قرآن شریف اور دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں۔ اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے اوپر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔''

(حقیقت الوحی ص۲۱۱، خزائن ج۲۲ ص۲۲۰)

اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم کے متعلق یہ ارشاد ہے: ’’لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً ‘‘ ﴿اگر یہ (قرآن) اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہ ہوتا تو لوگ اس میں بہت اختلاف پاتے۔﴾

اس سے ظاہر ہے کہ وحی الٰہی میں اختلاف نہیں ہوتا اور جس کلام میں تناقض ہو وہ وحی الٰہی نہیں بلکہ مرزا قادیانی تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ: ’’راست باز اور عقلمند کے کلام میں تناقض نہیں ہوتا۔‘‘ (ست بچن ص ۱۱، خزائن ج ۱۰ ص ۱۴۳)

اور ’’جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۱۱۱، خزائن ج ۲۱ ص ۲۷۵)

اب ہم مرزا قادیانی کے دعاوی اور کلام کو انہیں اصول پر پرکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان میں کہاں تک صداقت ہے؟

اختلافات کی بھرمار

(۱) حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق متضاد باتیں

(الف) ’’ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راست بازوں کے دشمن کو بھلامانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ نبی قرار دیں۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۰ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۴)	(الف) ’’مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی تھا۔‘‘ (البشریٰ ج ۱ ص ۲۴) ’’حضرت مسیح خدا کے متواضع اور حلیم اور عاجز بے نفس بندے تھے۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۱۰۴، خزائن ج ۱ ص ۹۴ حاشیہ)
(ب) ’’عیسائیوں نے بہت سے آپ (یسوع) کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰)	(ب) ’’اور سچ اس قدر ہے کہ یسوع مسیح نے بھی بعض معجزات دکھلائے جیسا کہ نبی دکھلاتے تھے۔‘‘ (ریویو قادیان ج ۱ نمبر ۹، بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء، ص ۳۴۲)
(ج) ’’خدا نے مسیح علیہ السلام کو بن باپ پیدا کیا تھا۔‘‘ (البشریٰ ج ۲ ص ۶۸)	(ج) ’’حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ ۲۲ برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۳۰۳ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۲۵۴)

(د) ''یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں آگئے ہیں۔'' (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۶۲۳، خزائن ج۳ ص۴۳۶)	(د) ''حضرت مسیح کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۹۲، خزائن ج۲۱ ص۳۶۴)
(ہ) ''ہاں بعض احادیث میں عیسیٰ بن مریم کے نزول کا لفظ پایا جاتا ہے لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں پاؤ گے کہ اس کا نزول آسمان سے ہوگا۔'' (حمامتہ البشریٰ ص۲۲، خزائن ج۷ ص۲۰۲)	(ہ) ''مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی۔'' (تشحیذ الاذہان ج۱ نمبر۶ ص۵، بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء)
(و) ''بائبل اور ہماری حدیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں۔ ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔'' (توضیح المرام ص۳، خزائن ج۳ ص۵۲)	(و) ''حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور ان کا زندہ آسمان پر معہ جسم عنصری جانا اور اب تک زندہ ہونا اور پھر کسی وقت معہ جسم عنصری زمین پر آنا یہ سب ان پر تہمتیں ہیں۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۲۳۱، خزائن ج۲۱ ص۴۰۶)
(ز) ''مسیح بھی بنی اسرائیل میں سے نہیں آیا تھا۔ وجہ یہ کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی اس کا باپ نہ تھا۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۳۶، خزائن ج۲۱ ص۳۰۳)	(ز) ''بنی اسرائیل کے خاتم الانبیاء کا نام جو عیسیٰ ہے۔'' (خاتمہ نصرۃ الحق ضمیمہ براہین احمدیہ ص ب، خزائن ج۲۱ ص۴۱۲)
(ح) ''حضرت مریم کی قبر زمین شام میں کسی کو معلوم نہیں ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۰۱، خزائن ج۲۲ ص۱۰۴)	(ح) ''حضرت مریم صدیقہ کی قبر بیت المقدس کے بڑے گرجے میں ہے۔'' (اتمام الحجہ ص۱۹، ۲۰، ۲۱ حاشیہ، خزائن ج۸ ص۲۹۹)
(ط) ''افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ہی اولاد ہو۔'' (مسیح ہندوستان میں ص۶۸، خزائن ج۱۵ ص۵۷)	(ط) ''ظاہر ہے کہ دنیوی رشتوں کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی آل نہیں تھی۔'' (تریاق القلوب ص۹۹ حاشیہ، خزائن ج۱۵ ص۳۶۳)
(ی) ''(مسیح) ایک کھاؤ پیو، شرابی، نہ زاہد نہ عابد، نہ حق کا پرستار، خودبین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔'' (مکتوبات احمدیہ ج۳ ص۲۳، ۲۴)	(ی) ''انہوں نے (مسیح علیہ السلام نے) اپنی نسبت کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا جس سے وہ خدائی کے مدعی ثابت ہوں۔'' (لیکچر سیالکوٹ ص۴۳، خزائن ج۲۰ ص۴۳۶)

(۲) دعویٰ مسیحیت کے متعلق متضاد خیالات

(الف) ''میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خداتعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۱۱۸، خزائن ج۱۷ ص۲۹۵)	(الف) ''اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔'' (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۹۰، خزائن ج۳ ص۱۹۲)
(ب) ''وہ ابن مریم جو آنے والا ہے کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' (ازالہ اوہام ص۲۹۱، خزائن ج۳ ص۲۴۹)	(ب) ''جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ چلتا ہے اس کا انہی حدیثوں سے یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی ہوگا۔'' (حقیقت الوحی ص۲۹، خزائن ج۲۲ ص۳۱)

(۳) دعویٰ مہدویت کے متعلق متضاد خیالات

(الف) ''وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقدر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم ﷺ نے دی تھی۔ وہ میں ہی ہوں۔'' (تذکرہ شہادتین ص۲، خزائن ج۲۰ ص۴،۳) (ب) ''میں خدا سے وحی پاکر کہتا ہوں کہ میں نبی فارسی میں سے ہوں اور بموجب اس حدیث کے جو کنزالعمال میں درج ہے۔ بنی فارس بھی بنی اسرائیل اور اہل بیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ص۱۸ ص۲۱۳)	(الف) ''میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق ''من ولد فاطمہ ومن عترتی'' وغیرہ ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۵، خزائن ج۲۱ ص۳۵۶)

(۴)دعویٰ نبوت کے متعلق متضاد خیالات

(الف)’’اور خدا کی پناہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اور سردار دوجہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النّبیین بنادیا۔ میں نبوت کا مدعی بنتا۔‘‘ (حمامتہ البشریٰ ص۸۳، خزائن ج۷ ص۳۰۲)	(الف)’’سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)
(ب)’’وما کان لی ان ادعی النبوة واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین اور مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہوجاؤں اور کافرین سے جاکر مل جاؤں...... یہ کیونکر ممکن ہے کہ مسلمان ہوکر نبوت کا ادعا کروں۔‘‘ (حمامتہ البشریٰ ص۷۹، خزائن ج۷ ص۲۹۷)	(ب)’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔‘‘ (اخبار بدر قادیان مورخہ ۵؍مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات ج۱۰ ص۱۳۱) ’’نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶،۴۰۷)
(ج)’’میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں۔ لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی۔‘‘ (حمامتہ البشریٰ ص۷۹، خزائن ج۷ ص۲۹۷)	(ج)’’ھو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله ان الله قد من علینا وہ اللہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا اور دین حق کے ساتھ تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب ثابت کردے۔ بے شک اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔‘‘ (البشریٰ ج۲ ص۱۱۰)
(د)’’ان پر واضح ہو کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج۲ ص۲،۳)	(د)’’قل یا ایها الناس انی رسول الله علیکم جمیعًا ای مرسل من الله کہہ اے تمام لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہوکر آیا ہوں۔‘‘ (البشریٰ ج۲ ص۵۶)
(ہ)’’اب بجز محمد نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے سے امتی ہے۔ پس اس بناء پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔‘‘ (تجلیات الٰہیہ ص۲۵، خزائن ج۲۰ ص۴۱۲)	(ہ)’’یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہوگیا۔ اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔‘‘ (اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

(۵)دجال کے متعلق متضاد خیالات

''پھر دجال ایک اور قوم کی طرف جائے گا اور اپنی الوہیت کی طرف ان کو دعوت دے گا۔'' (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص ۲۱۸، خزائن ج ۳ ص ۲۰۸)	''دجال خدا نہیں کہلائے گا۔ بلکہ خداتعالیٰ کا قائل ہوگا بلکہ بعض انبیاء کا بھی۔'' (ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۷۳۰، خزائن ج ۳ ص ۴۹۳)

(۶)صفات الٰہیہ میں متضاد خیالات

(الف)''اور خدا ہر ایک نقصان سے پاک ہے جس پر کبھی موت اور فنا طاری نہیں ہوتی بلکہ اونگھ اور نیند سے بھی جو فی الجملہ موت سے مشابہ ہے پاک ہے۔'' (ویداور قرآن کا مقابلہ ص ۶۷)	(الف)''مرزا قادیانی کو مخاطب کر کے خدا فرماتا ہے: ''اسحرو انام''یعنی میں جاگتا ہوں اور سوتا ہوں۔'' (البشریٰ ج ۲ ص ۷۹)
(ب)''خدا سہو اور غلطی سے پاک ہے۔'' (حقیقت الوحی حاشیہ ص ۷۸، خزائن ج ۲۲ ص ۸۱)	(ب)''میں اپنے رسول کے ساتھ ہوں۔ قبول کروں گا خطا کروں گا اور بھلائی کروں گا۔'' (البشریٰ ج ۲ ص ۷۹)

(۷)خداتعالیٰ کے قانون قدرت میں ردوبدل

(الف)''خداتعالیٰ کا قانون قدرت ہرگز بدل نہیں سکتا۔'' (کرامات الصادقین ص ۸، خزائن ج ۷ ص ۵۰)	(الف)''خدا اپنے خاص بندوں کے لئے اپنا قانون بھی بدل دیتا ہے۔'' (چشمۂ معرفت ص ۹۶، خزائن ج ۲۳ ص ۱۰۴)
(ب)''خداتعالیٰ اپنے اذن اور ارادہ سے کسی شخص کو موت اور حیات اور ضرر اور نفع کا مالک نہیں بناتا۔'' (ازالہ اوہام حصہ دوم حاشیہ ص ۳۱۵، خزائن ج ۳ ص ۲۶۰)	(ب)''واعطیت صفۃ الفناء والاحیاء من الرب الفعال اور مجھ کو فانی کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے اور یہ صفت خدا کی طرف سے مجھ کو ملی ہے۔'' (خطبہ الہامیہ ص ۲۳، خزائن ج ۱۶ ص ۵۶،۵۵)

(۸)خدا کی کتابوں کے متعلق متضاد خیالات

''ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں۔'' (پیغام صلح ص ۲۳، خزائن ج ۲۳ ص ۴۵۳)	''وید گمراہی سے بھرا ہوا ہے۔'' (البشریٰ ج ۱ ص ۵۰)

(۹) نبی کی الہامی زبان میں متضاد اقوال

’’بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔‘‘ (نزول مسیح ص۵۷، خزائن ج۱۸ ص۴۳۵)	’’یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۲۰۹، خزائن ج۲۳ ص۲۱۸)

(۱۰) متفرق متضاد باتیں

(الف) ’’قادیان طاعون سے اس لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔‘‘ آگے چل کر فرماتے ہیں: ’’قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلے پر طاعون کا زور رہا۔ مگر قادیان طاعون سے پاک ہے بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہوگیا۔‘‘ (دافع البلاء ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۲۵، ۲۲۶)	(الف) ’’ایک دفعہ کسی قدر شدت سے طاعون قادیان میں ہوئی۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۲۳۲، خزائن ج۲۲ ص۲۴۴)
(ب) ’’انی احافظ کل من فی الدار من ھذہ المرض الذی ھو ساری یعنی میں تمام گھر والوں کو اس بیماری سے بچاؤں گا۔ ایسی بیماری جو متعدی ہے۔‘‘ (البشریٰ ج۲ ص۱۴۰)	(ب) ’’طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا۔ میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہو۔‘‘ (حقیقت الوحی حاشیہ ص۸۴، خزائن ج۲۲ ص۸۷)
(ج) ’’ایک طرف تو مسیح اور علمائے اسلام کو بے نقط گالیاں دیں۔ جو آپ ’’اخلاقیات مرزا‘‘ میں ملاحظہ کر آئے ہیں۔‘‘	(ج) دوسری طرف یہ فرماتے ہیں: ’’گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شریف نہیں ہے۔‘‘ (اربعین نمبر۴ ص۵، خزائن ج۱۷ ص۴۷۱)

اب ہم مرزا قادیانی کی کس بات کو مانیں؟ ان کے کلام میں تناقض ظاہر ہے اور وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔ اور یہ سچ ہے ؎

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

مرزا قادیانی کے اختلافات کے متعلق ہم نے صرف دس اقسام اختلاف بیان کئے ہیں۔ اگران سب کے ذیل میں مرزا قادیانی کے تمام اختلافات کو جمع کیا جائے تو وہ سینکڑوں کی تعداد میں نکلیں گے۔ لیکن مشتے از خروارے کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ہم صرف اسی قدر اختلاف کے بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے مختلف دعاوی کو بھی اسی باب میں درج کر دیا جائے کہ ناظرین کو مزید دلچسپی کا باعث ہو۔

پچاس مختلف دعاوی مرزا قادیانی (یعنی مرزا قادیانی دنیا کے ہر لباس میں)

مرزا قادیانی اپنی مختلف تصانیف میں مندرجہ ذیل دعوے کرتے ہیں۔ جن کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں تاکہ اگر کوئی صاحب تحقیق کرنا چاہیں تو وہ بآسانی دیکھ سکیں۔ اب غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ میں ہوں:

۱...... محدث۔ (توضیح المرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۶۰)

۲...... مجدد۔ (حمامتہ البشریٰ ص۱۱۱، خزائن ج۷ ص۳۳۴)

۳...... مسیح موعود۔ (تحفہ گولڑویہ ص۱۱۸، خزائن ج۱۷ ص۲۹۵)

۴...... مثیل مسیح۔ (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۹۰، خزائن ج۳ ص۱۹۲)

۵...... مہدی۔ (تذکرۃ الشہادتین ص۲، خزائن ج۲۰ ص۴)

۶...... ملہم۔ (تریاق القلوب ص۶۸، خزائن ج۱۵ ص۲۸۳)

۷...... حارث موعود۔ (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۸۹، خزائن ج۳ ص۱۴۸ حاشیہ)

۸...... رجل فارسی۔ (تحفہ گولڑویہ ص۱۸، خزائن ج۱۷ ص۱۱۵)

۹...... کرشن اوتار۔ (تذکرہ ص۶۷۲)

۱۰...... خاتم الانبیاء۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص۸، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

۱۱...... خاتم الاولیاء۔ (خطبہ الہامیہ ص۳۵، خزائن ج۱۶ ص۷۰)

۱۲...... خاتم الخلفاء۔ (تریاق القلوب ص۱۵۹، خزائن ج۱۵ ص۴۸۳)

۱۳...... چینی الاصل۔ (تحفہ گولڑویہ ص۲۵، خزائن ج۱۷ ص۱۲۷ حاشیہ)

۱۴...... معجون مرکب۔ (تریاق القلوب ص۶۴، خزائن ج۱۵ ص۲۷۳)

۱۵...... یسوع کا ایلچی۔ (تحفہ قیصریہ ص۲۳، خزائن ج۱۲ ص۲۷۵)

۱۶...... مسیح بن مریم سے بہتر۔ (دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

۱۷...... حسین سے بہتر۔ (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

۱۸...... رسول۔ (دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

۱۹...... مظہر خدا۔ (حقیقت الوحی ص۱۵۴، خزائن ج۲۲ ص۱۵۸)

۲۰...... خدا۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص۵۶۴)

۲۱...... مانند خدا۔ (اربعین نمبر۳ حاشیہ ص۲۵، خزائن ج۱۷ ص۴۱۳)

۲۲...... خالق۔ (نصرۃ الحق ص۹۵، خزائن ج۲۱ ص۱۲۴)

۲۳...... خدا کا نطفہ۔ (اربعین نمبر۳ ص۳۴، خزائن ج۱۷ ص۴۲۳)

۲۴...... خدا کا بیٹا۔ (حقیقت الوحی استفتاء ص۸۲، خزائن ج۲۲ ص۷۰۹)

۲۵...... خدا کی بیوی۔ (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴۳، خزائن ج۲۲ ص۵۸۱)

۲۶...... خدا کا باپ۔ (حقیقت الوحی ص۵۵، خزائن ج۲۲ ص۹۹)

۲۷...... بروزی احمد ومحمد۔ (حقیقت الوحی ص۷۲، خزائن ج۲۲ ص۷۶ حاشیہ)

۲۸...... تشریعی نبی۔ (اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

۲۹...... حجر اسود۔ (ضمیمہ حقیقت الوحی استفتاء حاشیہ ص۴۱، خزائن ج۲۲ ص۶۶۳)

۳۰...... ذوالقرنین۔ (نصرۃ الحق ص۹۰، خزائن ج۲۱ ص۱۱۸)

۳۱...... آدم۔ (نصرۃ الحق ص۸۵، خزائن ج۲۱ ص۱۱۲)

۳۲...... نوح۔ (نصرۃ الحق ص۸۶، خزائن ج۲۱ ص۱۳)

۳۳...... ابراہیم۔ (نصرۃ الحق ص۸۷، خزائن ج۲۱ ص۱۴)

۳۴...... یوسف۔ (نصرۃ الحق ص۸۸، خزائن ج۲۱ ص۱۵)

۳۵...... موسیٰ۔ (نصرۃ الحق ص۸۸، خزائن ج۲۱ ص۱۶)

۳۶...... داؤد۔ (نصرۃ الحق ص۸۹، خزائن ج۲۱ ص۱۶)

۳۷...... سلیمان۔ (نصرۃ الحق ص۸۹، خزائن ج۲۱ ص۱۶)

۳۸...... یعقوب۔ (تتمہ حقیقت الوحی ص۸۵، خزائن ج۲۲ ص۵۲۱)

۳۹...... تمام انبیاء کا مظہر۔ (نصرۃ الحق ص۹۰، خزائن ج۲۱ ص۱۱۷)

۴۰...... تمام انبیاء سے افضل۔ (نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

۴۱...... احمد مختار۔ (نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ص۴۷۷)

۴۲...... بشارت اسمہ احمد کا مصداق۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۶۷۳، خزائن ج۳ص۴۶۳)

۴۳...... مریم۔ (حقیقت الوحی ص۳۳۸ حاشیہ، خزائن ج۲۲ص۳۵۱)

۴۴...... میکائیل۔ (اربعین نمبر۳ص۲۵، خزائن ج۱۷ص۴۱۳)

۴۵...... بیت اللہ۔ (اربعین نمبر۴ص۱۵ حاشیہ، خزائن ج۱۷ص۴۴۵)

۴۶...... آریوں کا بادشاہ۔ (تتمہ حقیقت الوحی ص۸۵، خزائن ج۲۲ص۵۲۲)

۴۷...... امام الزمان۔ (ضرورۃ الامام ص۲۴، خزائن ج۱۳ص۴۹۵)

۴۸...... شیر۔ (کرامات الصادقین ص۵۴، خزائن ج۷ص۹۶)

۴۹...... محی۔ (زندہ کرنے والا) (خطبات الہامیہ ص۲۳، خزائن ج۱۶ص۵۶)

۵۰...... ممیت۔ (مارنے والا) (خطبات الہامیہ ص۲۳، خزائن ج۱۶ص۵۶)

یوں تو مہدی بھی عیسیٰ بھی سلمان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

(اقبال)

ان کفر آمیز بلند پرداز دعاوی مختلفہ کی طویل فہرست پر نظر ڈال کر ہر عقلمند انسان اس امر کے اظہار پر مجبور ہوگا کہ مرزا قادیانی اس قابل بھی نہیں تھے کہ صحیح الدماغ انسانوں کی صف میں کھڑے ہوسکیں۔ چہ جائیکہ انہیں نبی، رسول، امام یا مجدد تسلیم کیا جائے۔ وہ خود لکھتے ہیں: ''ہر ایک کو سوچنا چاہئے کہ اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۸۴، خزائن ج۲۲ص۱۹۱)

اور فرماتے ہیں: ''ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں۔ کیونکہ ایسے طریق سے انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔'' (ست بچن ص۳۱، خزائن ج۱۰ص۱۴۳)

میں مرزائی حضرات کی دونوں قادیانی اور لاہوری جماعتوں سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا ان میں کوئی ایک صاحب بھی ایسا ہے جو ان حوالوں کو غلط ثابت کر سکے؟ یا سب کے سب مل کر بتلائیں کہ مرزا قادیانی بقول خود کون تھے؟ اور آپ حضرات کو ایسے مخبوط الحواس انسان، پاگل اور منافق شخص کے رسول یا مجدد ماننے میں کون سی مجبوریاں ہیں؟ اور ان عقائد باطلہ سے تائب ہوکر صحیح مسلمان ہونے میں کون سا امر مانع ہے؟

آپ ہی اپنے ذرا جور وستم کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

نیز ان دعاوی باطلہ کے ساتھ مرزا قادیانی کے اس فرمان کو بھی پڑھیے کہ: ’’جو لوگ خدا تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں کر سکتے۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۹۸، خزائن ج۳ ص۱۹۷)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے خیال میں ان دعاوی مختلفہ کی بنیاد معاذ اللہ وحی الٰہی اور الہام پر ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم والہام کے مطابق رسالت ونبوت حتیٰ کہ خدائی کا دعویٰ کیا۔ اس کو دیکھ کر کوئی مسلمان جس کے دل میں ایمان اور دماغ میں عقل ہے اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مرزا قادیانی کو جو کچھ ان کے خیال میں الہام ہوتا تھا وہ درحقیقت سب شیطان لعین کی کارفرمائیاں تھیں۔ کیونکہ خدائے قدوس وبرتر اس قسم کی بکواس اور متضاد خیالات سے منزہ اور وراء الوراء ہے۔ ان خیالات بیہودہ اور خرافات کا اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کرنا سراسر کفر والحاد ہے۔ بھلا ان وساوس شیطانیہ کو الہامات الٰہیہ سے کیا نسبت؟

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

(۹)

کفریات مرزا قادیانی

شریعت اسلامیہ کا ایک امتیازی مسلمہ مسئلہ ہے کہ باری تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں بے نظیر وبے مثل ہے اور وہ انسانی عقل اور ادراک سے وراء الوراء اور انسانی عیوب اور ہر قسم کے نقائص سے مبرہ ومنزہ ہے۔ چنانچہ اس مستحکم مسئلہ توحید الٰہی پر قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کا حرف حرف شاہد ہے۔ اب جو الہامات وکشوف اور اقوال وغیرہ توحید الٰہی اور قرآن وحدیث کے مسلمہ اصول کے خلاف ہوں گے وہ شیطانی الہامات وکشوف کہلائیں گے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ’’ھل انبئکم علی من تنزل الشیطین تنزل علی کل افاک اثیم‘‘ ﴿کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ کس پر شیاطین اترا کرتے ہیں؟ سنو! ایسے شخصوں پر اترا کرتے ہیں جو سخت دروغ گفتار اور بہت بدکردار ہوں۔﴾

اور جس شخص پر شیطانی الہامات نازل ہوتے ہیں شریعت اسلامیہ میں اس کے ساتھ

شیطان جیسا برتاؤ کیا جائے گا۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ''جو شخص ایسی بات کہے جس کی شرع میں کوئی اصل نہ ہو خواہ وہ شخص ملہم یا مجتہد ہی کیوں نہ ہو سمجھ لینا چاہئے کہ شیطان اس سے کھیلتا ہے۔'' الیٰ ان قال '' جو الہام وکشف رسول اللہ ﷺ کے طریق کے برخلاف ہو وہ شیطانی القاء ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۲۱، خزائن ج۵ ص۲۱)

''اور میں جانتا ہوں کہ قرآن کریم کے مخالف ہو کر کوئی الہام صحیح نہیں ہوسکتا۔''

(تبلیغ رسالت ج۲ ص۲۵، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۳۵)

ذیل میں اسی معیار پر مرزا قادیانی کے چند الہامات کی جانچ کی جاتی ہے۔ اگر شریعت اسلامیہ کے اصول پر صحیح اتر آئے تو فبہا ورنہ جان لیجئے کہ وہ الہامات شیطانی ہیں اور شیطان مرزا قادیانی سے کھیل رہا ہے اور یہ دونوں نامور مشہور ہستیاں مخلوق خدا کو گمراہ کرنے میں مشغول ہیں۔

الہامات مرزا قادیانی ملاحظہ ہوں:

(۱) مرزا قادیانی کا خدا کے بیٹے کے برابر ہونا

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ مجھ پر الہام ہوا: ''انت منی بمنزلة ولدی''

(حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹)

گویا اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی اور حقیقی بیٹا ہے جس کے مساوی یا درجے میں اس کے برابر مرزا قادیانی بھی ہیں۔ اس الہام کی زبان کس قدر غیر فصیح ہے۔

اب دیکھئے مرزا قادیانی ترقی کرنے لگے ہیں اور ترقی کرتے کرتے خدا سے بھی بڑھ جائیں گے۔ ذرا غور سے ملاحظہ کریں۔

(۲) مرزا قادیانی کا خدا کا نطفہ ہونا

مرزا قادیانی کو الہام ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرزا قادیانی سے فرماتا ہے: ''انت من مائنا وھم من فشل'' (اربعین نمبر۲ ص۳۶، خزائن ج۱۷ ص۳۸۵)

اے مرزا تو ہمارے نطفہ سے ہے اور دوسرے لوگ ڈرپوک مرادمٹی سے ہیں۔

(۳) مرزا قادیانی کا خدا کا بیٹا ہونا

''اسمع ولدی'' (البشریٰ ص۴۹)

اے میرے بیٹے (مرزا) سن۔

کون نہیں جانتا کہ اسلام میں عقیدہ ابنیت وولدیت کو بیخ وبن سے اکھاڑ کر توحید الٰہی کی بنیادیں خوب مستحکم ومضبوط کردی گئی ہیں۔ چنانچہ سورۂ اخلاص میں جمیع مذاہب باطلہ کے عائد فاسدہ کا رد کیا گیا ہے اور اس عقیدہ کو ’’لم یلد ولم یولد ‘‘ کہہ کر جڑ کاٹ دی گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود مرزا قادیانی ولدیت وابنیت کا اعلان کررہے ہیں۔ لہٰذا شریعت اسلامیہ میں مرزائیت کو وہی درجہ حاصل ہے جو عیسائیت کا ہے۔

(۴) مرزا قادیانی میں ’’کن فیکونی‘‘ خدائی اختیارات

’’انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ ص۱۰۸)

اے مرزا غلام احمد! تیرا مرتبہ یہ ہے کہ جس چیز کا تو ارادہ کرے اور صرف کہہ دے کہ ہو جا تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم میں یہ صفت ’’کن فیکونی‘‘ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن مرزا قادیانی اسے اپنے حق میں اس کو چسپاں کرتے ہیں جو حسب اصول شریعت الہام شیطانی ہے اور شیطان مرزا قادیانی کے ساتھ ایک مدت کھیلتا رہا۔ مگر وہ بیچارے اس کے دام فریب سے نہ نکل سکے اور چل بسے۔

(۵) مرزا قادیانی کا خدا کے مانند ومثل ہونا

’’دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی ہیں خدا کی مانند۔‘‘ (اربعین نمبر۳ ص۲۵، خزائن ج۱۷ ص۴۱۳ حاشیہ)

قرآن کریم بلند آواز سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے: ’’لیس کمثلہ شئ‘‘ وہ بے مثل ہے۔ مگر چودھویں صدی کے مجدد کفر وبدعت مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں خدا کے مانند ہوں۔

(۶) مرزا کو اعمال میں رخصت یعنی جو چاہیں سو کریں کوئی پوچھنے والا نہیں

مرزا قادیانی کو الہام ہوتا ہے: ’’انت معی وانا معک اعمل ماشئت فانی غفرت لک‘‘ (البشریٰ ج۱ ص۶۴)

خدا فرماتا ہے کہ اے مرزا! تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں اب جو چاہے کر بے شک میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

(۷)مرزا قادیانی کا خدا کا باپ ہونا

’’انت منی وانا منک‘‘ (حقیقت الوحی ص۷۴، خزائن ج۲۲ ص۷۷)

خدا فرماتا ہے اے مرزا! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ یعنی میں تیرا باپ اور تو میرا باپ۔ عوض معاوضہ گلہ ندارد۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔ ہمیں تو نقل کرتے بھی ڈر لگتا ہے۔

ایک پرلطف الہام اور ملاحظہ فرمایئے کہ خداوند تعالیٰ مرزا قادیانی کے گھر جنم لے رہا ہے۔ ’’انا نبشرک بغلام مظہر الحق والعلی کان اللہ نزل من السماء‘‘ یعنی ہم تجھے ایک ایسے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں جو سچائی ظاہر کرنے والا ہوگا۔ گویا خود خدا آسمان سے اترے گا۔ (حقیقت الوحی ص۹۵، خزائن ج۲۲ ص۹۸،۹۹)

معاذ اللہ! خدا مرزا قادیانی کے گھر میں جنم لے کر ان کا بیٹا بنا اور وہ خدا کا باپ ٹھہرا۔ حاشا وکلا خدا کی پناہ۔ اگر ایسے لوگوں کے لئے بھی اسلام میں کوئی درجہ ہوسکتا ہے تو معلوم نہیں کفر کیا چیز ہے؟ اور کس بلاء کا نام ہے اور کافر کس کو کہتے ہیں اور وہ کون لوگ ہیں؟

لعنة اللہ علی الکاذبین

(۸)خدا کا مرزا قادیانی کا مرید ہونا اور ان سے بیعت کرنا

’’مجھ سے میرے رب نے بیعت کی۔‘‘ (دافع البلاء ص۶، خزائن ج۱۸ ص۲۲۷)

’’اللہ تعالیٰ میری محفل میں حاضر ہوا۔‘‘ (خزینۃ المعارف ج۱ ص۱۵۶)

مرزائی حضرات کو مبارک ہو کہ ان کا پیر (مرزا قادیانی) خدا کا بھی پیرومرشد نکلا۔ جب ہی تو مرزا قادیانی کی بزم میں حاضر ہوا۔ ناظرین فرمایئے ایسے شخص کے متعلق کیا کہا جائے ۔

ہم تو ڈرتے ہیں کہ لغزش پہ گرفتار نہ ہوں
وہ جو چاہیں سو کہیں اور شرمسار نہ ہوں

(سرفراز)

(۹)مرزا قادیانی میں فناہ کرنے اور زندہ کرنے کی طاقت

مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’واعطیت صفة الافناء والاحیاء من الرب الفعال‘‘ اور مجھ کو فناہ کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی۔

(خطبہ الہامیہ ص۲۳، خزائن ج۱۶ ص۵۵،۵۶)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ زندہ کرنا اور مارنا خدا تعالیٰ کی صفت خاص ہے۔ مگر

مرزا قادیانی کی ہوس رانی اور کفر گوئی ملاحظہ فرمائیے کہ احیاء وافناء کا اختیار آپ کو حاصل ہے۔ یعنی دوسرے لفظوں میں مرزا قادیانی کا دعویٰ نمرود کے دعویٰ ’’انا احیی و امیت‘‘ کے دوش بدوش ہے۔لہٰذا اس دعویٰ کی بناء پر مرزا قادیانی اور نمرود دونوں ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

حضرت مرزا نے مے پی کر یہ کیسی چال چلی　　محتسب سے جا ملے، رندوں کے مخبر بن گئے

(۱۰)مرزا قادیانی کا خود خدا ہونا

مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’رایتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت اننی ھو فخلقت السمٰوٰت والارض‘‘　(آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص۵۶۴)

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہو بہو خدا ہوں۔ پھر مجھے یقین ہوگیا کہ میں وہی ہوں۔ پھر میں نے آسمان وزمین پیدا کئے۔

مرزائی حضرات اسے خواب کہہ کر ٹال جاتے ہیں۔ مگر خواب سے یہ الہام کمزور نہیں ہوجاتا۔ کیونکہ مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں: ’’نبی کی خواب تو ایک قسم کی وحی ہوتی ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۲۱۱، خزائن ج۳ ص۲۰۴)

مرزا قادیانی (بقول خود) نبی ورسول اور ملہم ہیں اور امت مرزائیہ مرزا قادیانی کی نبوت ورسالت اور الہام پر ایمان رکھتی ہے اور اسی کو سرمایہ نجات سمجھتی ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ منامی وخیالی نہیں۔

البتہ ہمارے نزدیک یہ دعویٰ فرعون کے دعویٰ ’’انا ربکم الاعلیٰ‘‘ کے دوش بدوش ہے اور یہ دونوں نامور ہستیاں ایک ہی سلسلہ کی دوکڑیاں ہیں۔

اور لطف یہ کہ مرزا قادیانی کا خیال ہے کہ جس طرح قرآن شریف کا لفظ لفظ وحی ہے اور ہر قسم کی غلطیوں اور عیبوں سے پاک ہے۔ اسی طرح ہمارے یہ الہامات ہیں۔ ان الہامات کا ذرا قرآن سے مقابلہ کیجئے تو معلوم ہوجائے گا کہ یہ سب کے سب تعلیمات قرآنیہ کے سراسر خلاف ہیں۔ ایک مدعی نبوت کے منہ سے یہ الفاظ کہ میں ہوں: ’’خدا کا بیٹا، خدا کا نطفہ، خدا کی بیوی، خدا کا باپ اور خود خدا۔‘‘

سچ ہے۔

چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

ایک غلط فہمی کا ازالہ

جب مرزا قادیانی کے اس قدر کفریات اور خرافات کا ذخیرہ پیش کر کے مسلمان مرزا قادیانی کو دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں تو مرزائی حضرات ایک عذر لنگ پیش کر کے مرزا قادیانی کے اسلام ونبوت کو بچانے کی بے جا کوشش کرتے ہیں اور وہ عذر یہ بیان کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے جس قدر الہامات واقوال بظاہر شریعت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں وہ سب حالات وجد وجذب کے ہیں۔ جیسا کہ اسلام میں بہت سے بزرگ گزرے ہیں۔ مثلاً بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، منصور رحمۃ اللہ علیہ اور امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم ان کے مشہور اقوال ہیں جن کو شریعت اسلامیہ سے کچھ لگاؤ نہیں بلکہ ظاہراً سراسر کفر وشرک ہیں۔ لیکن علمائے اسلام ان کے متعلق حالت سکر وجذب کا عذر پیش کرتے ہیں اور ان بزرگوں کو معذور سمجھتے ہیں جس سے ان کے اسلام وایمان میں تو درکنار کرامت وبزرگی میں بھی فرق نہیں آتا۔ اسی طرح سے مرزا قادیانی کے یہ اقوال والہامات بھی مجذوبانہ حالت میں صادر ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ کے اسلام وایمان پر بھی کوئی ضرب نہیں پڑے گی۔

ناظرین! امت مرزائیہ کا یہ ایک چلتا ہوا فریب ہے جو سادہ لوح ناواقف مسلمانوں کو قابو میں لانے کے لئے تراشا گیا ہے۔ ورنہ اس کی بنیاد تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

اوّل: تو اس لئے کہ صوفیائے کرام نے اپنی وجدانی حالت میں جو کچھ فرمایا ہے اس کی بنیاد وحی الٰہی اور نبوت ورسالت خداوندی پر نہیں رکھی گئی یعنی انہوں نے نہ دعویٰ نبوت کیا اور نہ یہ کہا کہ یہ منجانب اللہ الہام ووحی الٰہی کہتے تھے اور نبی وہ ہے جو اپنے اقوال وجذبات پر قابو رکھتا ہے۔ اس پر جذب وسکر طاری نہیں ہوتا۔ اس لئے مرزا قادیانی کی حالت کو صوفیائے کرام کی حالت پر قیاس کرنا سراسر غلطی ہے۔

دوم: صوفیائے کرام کے ایسے اقوال کو شرعی حیثیت سے کچھ وقعت نہیں دی گئی بلکہ خود انہوں نے اپنی غیر وجدانی حالت میں شریعت کو ملحوظ رکھ کر اس سے نفرت کا اظہار کیا ہے اور نادم ہو کر استغفار کیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اقوال صوفیاء کی اصطلاح میں شطحیات کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ نہ ان کا کوئی عقائد میں دخل ہے نہ اعمال میں اور نہ ان کے انکار کرنے والے کافر وفاسق ہیں۔ مگر مرزا قادیانی کو دیکھئے کہ اپنے ان اقوال کو الہام اور وحی کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور نہ صرف ان کے منکر کو بلکہ متردد کو بھی کافر قرار دیتے ہیں۔ بہ بیں تفاوت راہ!

سوم: علمائے اسلام نے ایسے اقوال کی وجہ سے ان کو بھی کافر قرار دیا اور جب تک وہ تائب نہیں ہوگئے ان کو سزائیں بھی دی گئیں۔ قتل تک کئے گئے۔

بہرحال چونکہ مرزا قادیانی مدعی نبوت وملہم من اللہ تھے۔ اس لئے ان کے حالات والہامات کو صوفیائے کرام کے احوال واقوال پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے مرزا قادیانی اپنے ان شرکیہ اور کفریہ الہامات کی وجہ سے اسلام میں داخل نہیں ہوسکتے۔

گل شرک الحاد پھولے ہوئے ہیں خدا وند عالم کو بھولے ہوئے ہیں

(۱۰)

فتاویٰ مرزا قادیانی

ختم نبوت پر مرزا قادیانی کا اپنا مجموعۃ الفتاویٰ

مرزا غلام احمد قادیانی آنحضرت ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت کو جاری رکھنے والے اور مدعی نبوت کو:

کافر۔ (دین الحق ص ۲۷، حقیقت النبوۃ ص ۸۹)

کاذب۔ (دین الحق ص ۲۷، حقیقت النبوۃ ص ۸۹)

بے ایمان۔ (حمامتہ البشریٰ ص ۷۹، خزائن ج ۷ ص ۲۹۷)

دائرہ اسلام سے باہر۔ (حمامتہ البشریٰ ص ۷۹، خزائن ج ۷ ص ۲۹۷)

بدبخت۔ (انجام آتھم ص ۲۷ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۷)

مفتری۔ (انجام آتھم ص ۲۷ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۷)

لعنتی۔ (مجموعہ اشتہارات حصہ سوم ص ۲۲۴)

دجال۔ (حمامتہ البشریٰ ص ۸، خزائن ج ۷ ص ۱۸۴)

قرآن کا منکر۔ (انجام آتھم ص ۲۷ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۷)

اور امت محمدیہ سے خارج (نشان آسمانی ص ۲۸، خزائن ج ۴ ص ۳۹۰) قرار دیتے ہیں۔

وتلک عشرۃ کاملۃ

پہلے دو حوالے مرزا قادیانی کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ ہوں:

''میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوگئی۔''

(دین الحق ص ۲۷، از اشتہار مورخہ ۲/اکتوبر ۱۸۹۱ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۳۰، مندرجہ حقیقت النبوۃ ص۸۹)

''کل انسانوں کے کمالات بہ ہیئت مجموعی ہمارے رسول اللہ ﷺ میں جمع ہیں اور اسی لئے آپ کل دنیا کے لئے مبعوث ہوئے اور رحمۃ للعالمین کہلائے۔ ''انک لعلیٰ خلق عظیم'' میں بھی اسی مجموعہ کمالات انسانی کی طرف اشارہ ہے اور یہی وجہ تھی کہ آپ پر نبوت کاملہ کے کمالات ختم ہوئے۔ یہ ایک مسلم بات ہے کہ کسی چیز کا خاتمہ اس کی علت غائی کے اختتام پر ہوتا ہے۔ جیسے کتاب کے جب کل مطالب بیان ہو جاتے ہیں تو اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پر رسالت اور نبوت کی علت غائی رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوئی اور یہی ختم نبوت کے معنی ہیں۔ کیونکہ یہ ایک سلسلہ ہے جو چلا آیا ہے اور کامل انسان پر آ کر اس کا خاتمہ ہوگیا۔''

(دین الحق ص ۷۱ سطر ۱۶، مندرجہ حقیقت النبوۃ ص۹۰)

''اللہ تعالیٰ نے جو کمالات سلسلہ نبوت میں رکھے ہیں مجموعی طور پر وہ ہادی کامل پر ختم ہو چکے۔ اب ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے مجدد دین کے ذریعہ سے دنیا پر اپنا پرتو ڈالتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو قیامت تک رکھے گا۔''

(دین الحق ص ۶۷، از تقریر نمبر ۱ ص ۲۲ جو ۱۸۹۹ء میں دوبارہ شائع ہوئی، مندرجہ حقیقت النبوۃ ص۹۰)

باقی حوالے جو دیئے گئے ہیں اصلی کتابوں سے دیکھ لئے جائیں۔

اب جو شخص مرزا قادیانی کی نبوت ثابت کرتا ہے حقیقت میں وہ مرزا قادیانی کا دشمن اور ان کو اس عشرہ کاملہ کا مصداق بناتا ہے اور خود بھی مفتری، کاذب اور لعنتی ٹھہرتا ہے۔

مرزا قادیانی کے اس مجموعۃ الفتاویٰ کی موجودگی میں کسی سلیم العقل انسان کو تو یہ حوصلہ نہیں ہوتا کہ مرزا قادیانی کو نبی مانے۔ بلکہ وہ تو یہی کہے گا جو مرزا قادیانی حضور ﷺ کی شان میں خود فرما گئے ہیں۔

ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر[1] نبوت رابرو شد اختتام

مرزا قادیانی حضور ﷺ کے خاتم رسل ہونے کی عقلی دلیل یوں پیش کرتے ہیں:

’’اور جب کہ فرقان مجید کے اصول حقہ کا محرف ومبدل ہوجانا یا پھر ساتھ اس کے تمام خلقت پر تاریکی شرک اور مخلوق پرستی کا بھی چھا جانا عندالعقل محال وممتنع ہوا تو نئی شریعت و نئے الہام کے نازل ہونے میں بھی امتناع عقلی لازم آیا۔ کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ حقیقت میں خاتم رسل ہیں۔‘‘

(حاشیہ براہین احمدیہ حصہ دوم ص۱۱۱، خزائن ج۱ ص۱۰۲)

سب سے بڑا ظالم کون؟

سورۂ انعام رکوع ۱۱ میں ہے: ’’ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئ‘‘ ﴿اور اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ پر بہتان باندھے یا کہے مجھ پر وحی اتری حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہیں اتری۔﴾

گویا آیت بتلا رہی ہے کہ ایسے ظالم ہوں گے جو وحی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں نبی ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی ہوسکتا ہے اور نہ کسی پر وحی آسکتی ہے تو سب سے بڑا ظالم ہے۔

’’آئندہ کے لئے نبی اور وحی[2] اس لئے موقوف ہوگئے کہ قرآن مجید میں سب کچھ موجود ہے۔ کسی نئی بات کی نہ ضرورت ہے اور نہ کوئی انسان کی بہتری کی راہ اس سے اچھی نکال سکتا ہے۔ وحی بے ضرورت نہیں آتی۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ جب وحی کی ضرورت نہیں تو ظاہر ہے کہ نبی کی بھی ضرورت نہیں۔ اب جو یہ کہے کہ میں نبی ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے وہ اس آیت کی رو سے جھوٹا ہے اور سب سے بڑا ظالم ہے۔‘‘ (درس قرآن ص۲۱۱، منزل دوم)

۱؎ ہر شخص جو علم ادب سے واقف ہے بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ لفظ ہر تمام اقسام نبوت کو شامل ہے خواہ وہ حقیقی ہو یا غیر حقیقی۔ مستقل ہو یا غیر مستقل۔ تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔ ظلی ہو یا بروزی۔ سب کے اختتام پر دال ہے۔

۲؎ یہاں وحی نبوت ورسالت مراد ہے عام وحی الہام مراد نہیں۔

’’فلاح‘‘ کے غلط مفہوم کی اصلاح

’’فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذبا او کذب بایتہ انہ لا یفلح المجرمون ‘‘ ﴿پھر اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو ایک جھوٹی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرے یا اللہ کی واقعی آیات کو جھوٹا قرار دے یقیناً مجرم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔﴾

بعض نادان لوگ ’’فلاح‘‘ کو طویل عمر یا دنیوی خوشحالی یا دنیوی فروغ کے معنی میں لے لیتے ہیں اور پھر آیت سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ جو شخص نبوت کر کے جیتا رہے یا دنیا میں پھلے پھولے یا اس کی دعوت کو فروغ نصیب ہو۔ اسے نبی برحق مان لینا چاہئے۔ کیونکہ اس نے فلاح پائی۔ اگر وہ نبی برحق نہ ہوتا تو جھوٹا دعویٰ کرتے ہی مار ڈالا جاتا یا بھوکوں مار دیا جاتا اور دنیا میں اس کی بات چلنے ہی نہ پاتی۔ لیکن یہ احمقانہ استدلال صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو نہ تو قرآنی اصطلاح ’’فلاح‘‘ کا مفہوم جانتا ہو۔ نہ اس قانون امہال سے واقف ہو جو قرآن کے بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مجرموں کے لئے مقرر فرمایا ہے اور نہ یہی سمجھتا ہو کہ اس سلسلہ بیان میں یہ فقرہ کس معنی میں آیا ہے۔

اوّل تو یہ بات کہ ’’مجرم فلاح نہیں پا سکتے‘‘ اس سیاق میں اس حیثیت سے فرمائی ہی نہیں گئی ہے کہ یہ کسی کے دعویٰ نبوت پرکھنے کا معیار ہے۔ بلکہ یہاں تو یہ بات اس معنی میں کہی گئی ہے کہ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مجرموں کو فلاح نصیب نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میں خود تو یہ جرم نہیں کر سکتا کہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کروں۔ البتہ تمہارے متعلق مجھے یقین ہے کہ تم سچے نبی کے جھٹلانے کا جو جرم کر رہے ہو اس لئے تمہیں فلاح نصیب نہ ہوگی۔

پھر ’’فلاح‘‘ کا لفظ بھی قرآن میں دنیوی فلاح کے محدود معنی میں نہیں آیا ہے بلکہ اس سے مراد وہ پائیدار کامیابی ہے جو کسی خسران پر منتج ہونے والی نہ ہو۔ قطع نظر اس کے کہ دنیوی زندگی کے اس ابتدائی مرحلہ میں اس کے اندر کامیابی کا کوئی پہلو ہو یا نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ داعی ضلالت دنیا میں مزے سے خوب جئے۔ خوب پھلے پھولے اور اس کی گمراہی کو بڑا فروغ نصیب ہو۔ مگر یہ قرآن کی اصطلاح میں فلاح نہیں عین خسران ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک داعی حق دنیا میں سخت مصیبتوں سے دوچار ہو اور شدت آلام سے نڈھال ہو کر یا ظالموں کی دست درازیوں کا شکار ہو کر دنیا سے جلد ہی رخصت ہو جائے اور کوئی اسے مان کر (چین نہ لینے) دے مگر یہ قرآن کی زبان میں خسران نہیں عین فلاح ہے۔

علاوہ بریں قرآن کریم میں جگہ جگہ یہ بات پوری تشریح کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کو پکڑنے میں جلدی نہیں کیا کرتا بلکہ انہیں سنبھلنے کے لئے کافی مہلت دیتا ہے۔ (مشہور ہے ظالم کی رسی دراز ہوتی ہے اور اگر وہ اس مہلت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اور زیادہ بگڑتے ہیں تو اللہ کی طرف سے ان کو ڈھیل ملتی جاتی ہے اور بسا اوقات ان کو نعمتوں سے نوازا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے نفس کی چھپی ہوئی تمام شراتوں کو پوری طرح ظہور میں لے آئیں اور اپنے عمل کی بناء پر اس سزا کے مستحق ہو جائیں جس کے وہ اپنی بری صفات کی وجہ سے فی الحقیقت مستحق ہیں۔ پس اگر کسی جھوٹے مدعی کی رسی دراز ہو رہی ہو اور اس پر دنیوی ''فلاح'' کی پونجی برس رہی ہو تو سخت غلطی ہوگی۔ اگر اس کی اس حالت کو برسرہدایت ہونے کی دلیل سمجھا جاوے[1]۔ خدا کا قانون امہال واستدراج جس طرح تمام مجرموں کے لئے عام ہے۔ اسی طرح جھوٹے مدعیان نبوت کے لئے بھی ہے اور ان کے لئے اس سے مستثنیٰ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ پھر شیطان کو قیامت تک کے لئے جو مہلت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس میں یہ استثنیٰ کہیں مذکور نہیں ہے کہ تیرے اور سارے فریب چلنے دیئے جائیں گے۔ لیکن اگر تو اپنی طرف سے کوئی نبی کھڑا کرے گا تو یہ فریب نہ چلنے دیا جائے گا۔

لیکن ہے کوئی شخص ہماری اس بات کے جواب میں وہ آیت پیش کرے جو سورہ الحاقہ رکوع میں ارشاد نبوی ہے کہ: ''**ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین**'' یعنی اگر محمد ﷺ نے خود گھڑ کر کوئی بات کہی ہوتی تو ہم اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی رگ دل کاٹ ڈالتے۔ لیکن اس آیت میں جو بات کہی گئی ہے وہ تو یہ ہے کہ جو شخص فی الواقع خدا کی طرف سے نبی مقرر کیا گیا ہو۔ وہ اگر جھوٹی بات گھڑ کر وحی کی حیثیت سے پیش کرے تو فوراً پکڑا جائے۔ اس سے یہ استدلال کرنا جو مدعی نبوت پکڑا نہیں جارہا ہے۔ وہ ضرور سچا ہے ایک منطقی مغالطہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ خدا کے قانون امہال واستدراج میں جو استثناء اس آیت

---

[1] یہ ٹھیک اسی آیت کا مضمون ہے: ''**فلما نسوا ما ذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شیٔ حتیٰ اذا فرحوا بما اوتوا**'' یعنی پھر جب وہ ان چیزوں کو بھول گئے جن کی نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز (نعمت) کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ ان چیزوں پر جو ان کو عطاء کی گئی تھیں چوب اترانے اور فخر کرنے لگے۔ اگر غور سے تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی نعمتیں تو خدا نے کفار کو زیادہ دے رکھی ہیں۔ پھر وہ کیسے کسی کی صداقت کی دلیل ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا یہ خیال محض فریب ہے۔ (مؤلف)

سے ثابت ہورہا ہے وہ صرف سچے نبی کے لئے ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جو شخص نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ بھی اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سرکاری ملازموں کے لئے حکومت نے جو قانون بنایا ہے اس کا اطلاق انہی لوگوں پر ہوگا جو واقعی سرکاری ملازم ہیں۔ رہے وہ لوگ جو جعلی طور پر اپنے کو ایک سرکاری عہدہ دار کی حیثیت سے پیش کریں تو ان پر ضابطۂ ملازمت کا نفاذ نہ ہوگا بلکہ ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا۔ جو ضابطۂ فوجداری کے تحت عام بدمعاشوں اور مجرموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ علاوہ بریں سورۂ الحاقہ میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ بھی اس غرض کے لئے نہیں فرمایا گیا ہے کہ لوگوں کو نبی کے پرکھنے کا یہ معیار بتایا جائے کہ اگر پردہ غیب سے کوئی ہاتھ نمودار ہوکر اس کی رگ دل اچانک کاٹ دے تو سمجھیں جھوٹا ہے۔ ورنہ مان لیں کہ سچا ہے۔ نبی کے صادق یا کاذب ہونے کی جانچ اگر اس کی سیرت، اس کے کام اور اس کے اس چیز سے جو وہ پیش کررہا ہو ممکن نہ ہوتی تو ایسے غیر معتدل معیار تجویز پیش کرنے کی ضرورت پیش آسکتی تھی۔

(تفہیم القرآن ج۲ رسالہ فاران بابت ماہ اگست ۱۹۵۸ء)

ختم نبوت کے ثبوت میں ہم نے حسب ذیل دلائل پیش کئے ہیں:

۱......	۱۰	آیات قرآنیہ بخلاف دعویٰ مرزا قادیانی
۲......	۱۰	احادیث صحیحہ دررد مرزا قادیانی
۳......	۱۰	شہادات باثبات سودائی مرزا قادیانی
۴......	۱۰	اقسام امراض مرزا قادیانی
۵......	۱۰	علامات مالیخولیا (مراقی) وتطبیق آں بعلامات مرزا قادیانی
۶......	۱۰	کذبات مرزا قادیانی
۷......	۱۰	اخلاقیات مرزا قادیانی
۸......	۱۰	اختلافات مرزا قادیانی
۹......	۱۰	کفریات مرزا قادیانی
۱۰......	۱۰	فتاویٰ مرزا قادیانی
	۱۰۰	میزان

معیار صداقت

(حصہ دوم)

مقدمہ

یہ کتاب صرف مسئلہ ’’ختم نبوت‘‘ کے ثبوت میں ہے جس کا بیان درحقیقت ختم ہو چکا ہے۔اس کے مطالعہ کے بعد مزید تحقیق یا کسی اور مضمون کے اضافہ کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی۔ جب کہ مرزا قادیانی کے بلند پرداز دعوؤں کا حشر ناظرین نے دیکھ لیا اور یہ مسئلہ ’’ختم نبوت‘‘ قرآن وحدیث کی سچی روشنی میں ہی اظہر من الشّمس ہو چکا۔ مرزا قادیانی کے کذب وافتراء علی اللہ کا ثبوت بہم پہنچ گیا۔ ان کا امراض مذمومہ میں مبتلا ہونا ظاہر ہوگیا۔ اب ان کے اخلاق واختلاف اقوال اور کفریات کا نمونہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور سب سے بڑھ کر خوبی یہ ہے کہ یہ سب کچھ ان کی اپنی تحریر سے واضح ہے۔ پھر ان کے صدق اور کذب پر مزید بحث کرنا سعی لاحاصل کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے؟ تاہم چونکہ جناب مرزا قادیانی نے اپنی صداقت کے چار معیار خود مقرر فرمائے ہیں۔ اگرچہ ہمیں ان کی افتراء پردازیوں اور کذب بیانیوں کا اعتراف بھی ہے اور یقین کامل بھی۔ پھر بھی آیئے کہ امت مرزائیہ کی کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ ہم یہ بھی دیکھ لیں کہ ان کے اس دعوے میں بھی کوئی صداقت ہے؟

لہٰذا ان معیار کی تفصیل مرزا قادیانی کی اپنی ہی زبان سے سنئے: ’’خداتعالیٰ نے قرآن کریم میں چار عظیم الشان آسمانی تائیدوں کو کامل مومنوں کے لئے وعدہ دیا ہے اور وہی کامل مومن کی شناخت کے لئے کامل علامتیں ہیں اور وہ یہ ہیں:

اوّل...... یہ کہ مومن کامل کو خداتعالیٰ سے اکثر بشارتیں ملتی ہیں۔

دوم...... یہ کہ مومن کامل پر ایسے امور غیبیہ کھلتے ہیں جو نہ صرف اس کی ذات یا اس کے واسطے اوروں سے متعلق ہوں بلکہ جو کچھ دنیا میں قضا وقدر نازل ہونے والی ہے یا بعض دنیا کے افراد مشہورہ پر جو کچھ تغیرات آنے والے ہیں۔ ان سے برگزیدہ مومن کو اکثر اوقات خبر دی جاتی ہے۔

سوم...... یہ کہ مومن کامل کی اکثر دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔

چہارم...... یہ کہ مومن کامل پر قرآن کریم کے وقائق ومعارف جدیدہ ولطائف وخواص عجیبہ سب سے زیادہ کھولے جاتے ہیں۔'' (آسمانی فیصلہ ص۹، خزائن ج۴ ص۳۲۴)

''آسمانی فیصلہ'' مرزاقادیانی کی ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے۔ اس سے دس سال بعد یعنی ۱۹۰۱ء میں آپ نے ایک کتاب ''تحفہ گولڑویہ'' لکھی۔ جس میں مندرجہ بالا کی یوں تائید فرماتے ہیں: ''خدا نے مجھے قرآنی معارف بخشے ہیں۔ خدا نے مجھے قرآن کی زبان میں اعجاز عطاء فرمایا ہے۔ خدا نے میری دعاؤں میں سب سے بڑھ کر مقبولیت رکھی ہے...... خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ تجھ سے ہر ایک مقابلہ کرنے والا مغلوب ہوگا۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۵۵، خزائن ج۱۷ ص۱۸۱)

صداقت کے یہ چار معیار معین کرنے کے بعد مرزاقادیانی نے ''آسمانی فیصلہ'' ص۱۴ میں علمائے اسلام کو چیلنج دیا ہے کہ وہ آئیں اور ان چار باتوں میں ان کا مقابلہ کریں۔

یہ چار معیار مرزاقادیانی نے جو اپنی صداقت کے خود متعین ومقرر فرمائے ہیں۔ مختصر الفاظ میں یہ ہیں:

۱...... بشارات (پیش گوئیاں وغیرہ)

۲...... الہامات۔

۳...... قبولیت دعا

۴...... معارف القرآن

اگر ان چاروں پر مفصل بحث کی جائے تو اس کے لئے چار ہی الگ الگ ضخیم کتابیں درکار ہیں۔ کیونکہ مرزاقادیانی کی تصانیف میں ان چاروں کے متعلق کافی سے زیادہ مواد موجود ہے۔ مگر ہم اپنی اس مختصر کتابچہ میں ہر معیار کے ذیل میں صرف ایک ایک دو دو مثالیں تحریر کرنے پر ہی اکتفاء کریں گے۔ کیونکہ اگر کسی ایک میں بھی مرزاقادیانی جھوٹے نکل آئے تو وہ خود اپنی ہی تحریر بموجب کاذب ٹھہریں گے۔ چنانچہ مرزاقادیانی فرماتے ہیں: ''اگر ثابت ہو کہ میری سو پیش گوئی میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی ہے تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں۔''

(اربعین نمبر۴ ص۲۵، خزائن ج۱۷ ص۴۶۱ حاشیہ)

(۱)

معیار اوّل ’’بشارات‘‘ پیش گوئیاں

شوخ وشنگ لڑکا

مئی ۱۹۰۴ء میں مرزا قادیانی کی بیوی حاملہ تھی تو آپ نے یہ پیش گوئی شائع کی:

’’شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہوگا۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۹۱، بحوالہ بدر ج۳ص۱۸، بابت مئی ۱۹۰۴ء)

اس الہام کے ایک ماہ بعد مورخہ ۲۴؍جون ۱۹۰۴ء کولڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام امتہ الحفیظ رکھا۔ (حقیقت الوحی ص۲۱۸، خزائن ج۲۲ص۲۲۸)

مگر وہ شوخ وشنگ لڑکا نہ اس حمل سے اور نہ اس کے بعد پیدا ہوا۔ کیا مرزائی حضرات بتلا سکتے ہیں کہ وہ شوخ وشنگ لڑکا کہاں گیا؟

محمدی بیگم

احمد بیگ ہوشیار پوری مرزا قادیانی کے اقربا میں سے تھے۔ انہیں کسی معاملہ میں کسی دستاویز پر مرزا قادیانی کے دستخط کی ضرورت تھی۔ اس غرض سے وہ مرزا قادیانی کے پاس گئے۔ ان کی لڑکی محمدی بیگم نہایت حسین وجمیل تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ مرزا قادیانی اس پر فریفتہ تھے اور انہیں یہ ایک موقع مل گیا۔ احمد بیگ کو تو اس وقت یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہماری عادت ہے کہ جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہئے۔

پھر استخارہ کیا اور احمد بیگ کو حسب ذیل خط لکھا: ’’خداتعالیٰ نے اپنے کلام پاک سے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ اگر آپ اپنی دختر کلاں (محمدی بیگم) کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں تو وہ تمام نحوستیں آپ کی دور کر دے گا۔ اگر یہ رشتہ وقوع میں نہ آیا تو آپ کے لئے دوسری جگہ رشتہ کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا اور اس کا انجام درد اور تکلیف اور موت ہوگی۔ یہ دونوں طرف برکت اور موت کی ایسی ہیں کہ جن کو آزمانے کے بعد میرا صدق یا کذب معلوم ہوسکتا ہے۔‘‘ (ملخص از مکتوبات مرزا مندرجہ اخبار نور افشاں، ۱۰؍مئی ۱۸۸۸ء، منقول از آئینہ کمالات مصنفہ مرزا ص۲۷۹،۲۸۰، خزائن ج۵ ص۲۷۹،۲۸۰)

پھر اشتہار بھی دیا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے: ’’اس خدائے قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں (محمد بیگم) کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ...... یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت ایک رحمت کا نشان ہوگا...... لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر میں تفرقہ اور تنگی پڑے گی...... خداتعالیٰ نے مقرر کیا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی۔ ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کو ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں۔‘‘ (اشتہار مرزا مورخہ ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۵۹، منقول از آئینہ کمالات مصنفہ مرزا ص۲۸۱ تا ۲۸۸ ملخصاً، خزائن ج۵ ص ایضاً)

اس پیش گوئی کے اجزاء یہ ہیں:

۱...... نکاح نہ ہوا تو لڑکی کا انجام برا ہوگا۔

۲...... مرزا قادیانی کے علاوہ جس شخص سے بیاہی جائے گی وہ شخص نکاح کے بعد اڑھائی سال کا ہو جائے گا۔

۳...... احمد بیگ (لڑکی کا والد) تین سال تک مر جائے گا۔

۴...... ان کے گھر میں تنگی وتفرقہ پڑے گا۔

۵...... اور انجام کار وہ لڑکی مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی۔ کیونکہ: ’’یہ درست ہے کہ اس عورت کا آسمان پر میرے ساتھ نکاح پڑھا گیا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۳۲، خزائن ج۲۲ ص۵۷۰)

مرزا قادیانی کے ارشاد بموجب یہ پیش گوئی الہامی تھی۔ اس لئے یہ کام اﷲ کا تھا۔ اس نکاح کے بعد مرزا قادیانی بے فکر ہو کر بیٹھے رہتے۔ کیونکہ اﷲتعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہی ہوتا ہے جو اس کی منشاء ہو۔ لیکن اس الہام اور وعدۂ خداوندی کے باوجود مرزا قادیانی نے بھی ہر ممکن کوشش کی۔

چنانچہ احمد بیگ کو خط لکھا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے: ''اے عزیز سنئے! آپ کو کیا ہوگیا ہے کہ آپ میری سنجیدہ بات کو لغو سمجھتے ہیں۔ میں عہد استوار کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ اگر آپ نے...... میری بات کو مان لیا تو میں اپنی زمین اور باغ میں آپ کو حصہ دوں گا...... اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی لڑکی کو اپنی زمین اور مملوکات کا ایک تہائی دوں گا اور میں سچ کہتا ہوں۔ اس میں سے جو کچھ مانگیں گے آپ کو دوں گا...... آپ مجھے مصیبتوں میں اپنا دستگیر اور بار اٹھانے والا پائیں گے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۳، خزائن ج۵ ص ایضاً)

دوبارہ لکھا: ''ہزاروں پادری شرارت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو...... یہ عاجز...... آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تا کہ خداتعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔''

(منقول از کلمۂ فضل ربانی ص۱۲۳تا۱۲۵، مؤلفہ قاضی فضل احمد)

پھر دھمکی دی۔

مرزا قادیانی کے پہلی بیوی سے دو بیٹے تھے۔ فضل احمد اور سلطان احمد۔ فضل احمد کی شادی مرزا علی شیر کے ہاں ہوئی جو مرزا احمد بیگ کا بہنوئی تھا۔ مرزا قادیانی نے ایک خط مرزا علی شیر کو اور دوسرا اس کی زوجہ کو لکھا۔ مضمون یہ تھا:

السلام علیکم!

میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی (محمدی بیگم) کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ (بیوی) اس مشورے میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس مشورہ کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا، ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس کو خوار وذلیل کیا جاوے۔ میں نے ان کی (آپ کی بیگم) خدمت میں لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادے سے باز نہ آئیں اور اپنے بھائی (احمد بیگ) کو اس نکاح سے روک نہ دیا تو پھر ایک طرف جب محمدی بیگم کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف سے فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کردوں گا۔ (مکتوب مرزا قادیانی مندرجہ کلمہ فضل رحمانی ص۱۲۵، مورخہ ۴؍مئی ۱۸۹۱ء)

سوچنے کا مقام ہے کہ نکاح کی بشارت اللہ تعالیٰ نے دی۔ تشہیر مرزا قادیانی نے کی۔ اڑ بیٹھے لڑکی کے والدین اور پٹ گیا غریب فضل احمد جسے بیوی کے چھوڑنے اور محروم الارث ہونے

کا نوٹس مل گیا۔ کوئی پوچھے اس کا کیا قصور؟ اگر قصور تھا تو خدا تعالیٰ کا۔ جس نے اپنی تجلیوں، وباؤں اور تازیانوں سے کام نہ لیا۔ بات کہہ ڈالی اور اسے منوانے کا کوئی انتظام نہ کیا۔

دوسرے بیٹے سلطان احمد کے متعلق اشتہار دیا: ''میرا بیٹا سلطان احمد اور اس کی تائی اس تجویز میں ہیں کہ عید کے دن یا اس کے بعد اس لڑکی (محمدی بیگم) کا کسی سے نکاح کیا جائے۔ لہٰذا میں آج کی تاریخ سے کہ ۲؍مئی ۱۸۹۱ء ہے۔ عوام اور خواص پر بذریعہ اشتہار ہذا ظاہر کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس ارادے سے باز نہ آئے تو اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہوگا اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے۔''

(اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت ج۲ص۱۱، مجموعہ اشتہارات ج۱ص۲۲۱)

کتنے گھر برباد ہوئے۔

۱...... فضل احمد کا گھر۔

۲...... دونوں بھائی (فضل احمد اور سلطان احمد) محروم الارث اور عاق۔

۳...... دونوں کی والدہ کو طلاق۔

اصل پیش گوئی کی عبارت پڑھئے۔ ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی پڑے گی۔

اور دیکھئے کہ تفرقہ کی مصیبت کہاں جا ٹوٹی؟ پھر کیا ہوا۔ یہی کہ عید کے معاً بعد (مئی ۱۸۹۱ء) محمدی بیگم کا نکاح سلطان احمد سے ہوگیا۔ مرزا قادیانی دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور مرزا قادیانی کو وحی کرنے والا خدا بھی ان لوگوں کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ حالانکہ ایسا کرنے پر مرزا قادیانی لڑکی کے والد اور خاوند کی موت کے الہامات شائع کر چکے تھے۔

(شہادت القرآن ص۸۱، خزائن ج۶ص۳۷۶)

۱۸۹۰ء میں مرزا قادیانی نے خدا سے حسب ذیل دعا کی: ''اے خدائے قادر وعلیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا...... یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔''

(اشتہار مورخہ ۲۷؍اکتوبر ۱۸۹۴ء، دیکھو تبلیغ رسالت ج۳ص۱۸۶، مجموعہ اشتہارات ج۲ص۱۱۶)

پھر ہوا کیا۔ یہی کہ مرزا قادیانی محمدی بیگم کی حسرت ہی حسرت دل میں لئے کامل نامرادی سے چل دیئے اور ان کی آسمانی منکوحہ سے کوئی اور صاحب ہی مدتوں لطف اندوز ہوتے رہے۔

نکاح آسمانی ہو اور بیوی نہ ہاتھ آئے　　رہے گی حسرت دیدار تا روز جزا باقی

پھر بے شمار حیلوں، دعاؤں اور وظیفوں کے باوجود آتھم بھی صحیح سالم باقی رہا۔ عیسائیوں، دیگر لوگوں حتیٰ کہ مسلمانوں نے ایسے ایسے پوسٹر چسپاں کئے کہ خدا کی پناہ۔ گویا کہ ایسا ذلیل کیا کہ جس کی مثل نہیں۔

عیسائیوں کی طرف سے بڑی تعداد میں دل آزار پوسٹر شائع ہوئے۔ مثلاً:

اوّل......　ایسی مرزا کی گت بنائیں گے
سارے الہام بھول جائیں گے
خاتمہ ہووے گا نبوت کا
پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے

دوم......　پنجۂ آتھم سے مشکل ہے رہائی آپ کی
توڑ ہی ڈالیں گے وہ نازک کلائی آپ کی
جھوٹ ہیں باطل ہیں دعوے قادیانی کے سبھی
بات سچی ایک بھی ہم نے نہ پائی آپ کی
خوب ہے جبریل اور الہام والا وہ خدا
آبرو سب خاک میں کیسی ملائی آپ کی

سوم......　اب دام مکر اور کسی جا بچھایئے
بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

وغیرہ وغیرہ[1]!

مرزا قادیانی کی چالیں

۱......　جب محمدی بیگم کی شادی ہوچکی اور مرزا قادیانی باوجود اپنی ہر قسم کی کوششوں کے ناکام

---

[1] ہمیں ان اشتہارات کے نقل کرنے میں روحانی کوفت ہورہی ہے۔ لیکن چونکہ موضوع سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے مجبور ہیں۔ ہمارا مقصد محض تحقیق ہے۔ دل آزاری نہیں۔ (مؤلف)

ڈپٹی آتھم صاحب سے مرزا قادیانی کا مباحثہ ہوا جو پندرہ دن تک جاری رہا۔ یہ ۵/جون ۱۸۹۳ء کی بات ہے۔ آخر مرزا قادیانی نے ایک پیش گوئی شائع کی کہ جھوٹا آج سے پندرہ ماہ کے اندر ’’ہاویہ میں گرایا جائے گا۔‘‘ ایک سال کے گذر جانے کے بعد ۶/ستمبر ۱۸۹۴ء کی صبح کو یہ پوسٹر عیسائیوں نے شائع کئے۔ (مؤلف)

(پیش گوئی مورخہ ۵/جون ۱۸۹۳ء، مندرجہ جنگ مقدس ص۱۸۸، خزائن ج۶ ص۲۹۲)

ہوگیا تو مریدوں کی تسلی کے لئے اشتہار دیا کہ: ’’وحی الٰہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ بیاہی نہیں جائے گی۔ یہ تھا کہ ضرور ہے کہ اوّل دوسری جگہ بیاہی جائے...... خدا پھر اس کو تیری طرف لائے گا۔‘‘ (الحکم ج۹ نمبر۲۳ ص۲، مورخہ ۳۰؍جون ۱۹۰۵ء)

۲...... جب مرزا قادیانی پوری طرح مایوس ہوگئے تو آپ نے ۱۹۰۷ء میں لکھا: ’’خدا کی طرف سے ایک شرط یہ بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ ’’ایتھا المرأۃ توبی توبی فان البلاء علٰی عقبک‘‘ (اے عورت توبہ کر کہ مصائب تیرا پیچھا کر رہے ہیں۔ پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا یا تو نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۳، خزائن ج۲۲ ص۵۷۰)

پیش گوئی کو دوبارہ غور سے پڑھئے۔ یہ نئی شرط وہاں نہیں ملے گی ؎

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

اچھا مان لیا کہ یہ شرط بھی تھی اور ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو پھر ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۵ء تک پورے چودہ برس مسلسل یہ کیوں کہتے رہے کہ خدا پھر اس کو تیری طرف لائے گا۔ کیا فسخ نکاح کی اطلاع خداتعالیٰ نے آپ کو نہ دی تھی؟ پھر یہ بات بھی سمجھ سے بالاتر ہے کہ عورت کے توبہ کرنے سے نکاح کا رشتہ کیسے ٹوٹ گیا۔

’’یہ درست ہے کہ اس عورت کا آسمان پر میرے ساتھ نکاح پڑھا گیا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۳۲، خزائن ج۲۲ ص۵۷۰)

اگر کوئی بیوی کسی گناہ سے توبہ کرے تو کیا اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے؟ پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ نکاح پڑھا۔ زبردستی کی اس کے اقربا نے کہ سلطان احمد کے حوالے کر دی۔ فضل احمد اور سلطان احمد کی والدہ کو طلاق دی مرزا قادیانی نے اور توبہ کرے محمدی بیگم؟ کس بات پر؟ کس قصور پر؟ مان لیا کہ محمدی بیگم نے قصور کیا اور اس نے توبہ کر لی۔ تو پھر وہ اللہ کا باندھا ہوا رشتہ نکاح کیسے ٹوٹ گیا؟ کھولئے فقہ کی کوئی کتاب اور پڑھئے باب النکاح۔ کیا وہاں کوئی ایسی دفعہ موجود ہے کہ اگر بیوی گناہوں سے تائب ہو تو وہ شوہر پر حرام ہو جاتی ہے۔

پھر شوہر کا تعلق صرف عورت سے تھا کہ ’’اے عورت توبہ کر‘‘ لیکن اسے پورا کیا ’’ان لوگوں نے؟‘‘ کن لوگوں نے؟ عورت کے اقربا نے۔ کس طرح؟ کیا وہ تائب ہو کر معافی مانگنے آئے تھے؟ کیا انہوں نے سلطان احمد کو مجبور کیا تھا کہ وہ محمدی بیگم کو طلاق دے دے؟ کیا وہ حلقہ

بیعت میں شامل ہوگئے تھے؟ اگر ان میں سے کوئی بات ہی واقع نہیں ہوئی تو پھر ’’ان لوگوں نے‘‘ اس شرط کو پورا کیسے کیا؟

یہ جملہ بھی خوب ہے۔ ’’نکاح یا تو فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔‘‘ آپ تسلیم فرماتے ہیں کہ نکاح آسمان پر پڑھا جاچکا تھا تو پھر تاخیر میں کیسے پڑ گیا؟ اور اگر فسخ ہوگیا تھا تو اللہ کا فرض تھا کہ اپنے رسول کو مطلع کرتا۔ پورے انیس برس تک آپ اس عورت کی واپسی کے منتظر رہے اور اللہ نے ایک مرتبہ بھی یہ نہ فرمایا کہ انتظار نہ کیجئے۔ ہم نکاح فسخ کر چکے ہیں۔ یہ جملہ صاف بتلاتا ہے کہ جناب مرزا قادیانی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعاً کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ وہ متردادنہ انداز میں یہ نہ کہتے کہ: ’’نکاح فسخ ہوگیا ہے یا تاخیر میں پڑ گیا ہے۔‘‘

نکاح فسخ ہوا تھا یا مؤخر۔ اللہ کو تو معلوم تھا اگر اللہ اپنے رسول کو بھی حقیقت حال سے آگاہ کردیتا تو وہ فسخ وتاخیر میں سے صرف ایک صورت کا ذکر کرتے۔

اب پھر اس دعاء کے الفاظ پڑھئے جو مرزا قادیانی نے ۱۸۹۴ء میں اللہ تعالیٰ سے کی تھی کہ: ’’اے خدائے قادر وعلیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا...... یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔‘‘

اس دعا میں دو باتیں تھیں:

۱...... آتھم کا میعاد کے اندر مرنا۔

۲...... محمدی بیگم کا آخرکار مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا۔

جب یہ دونوں ہی پوری نہ ہوئیں تو مرزا قادیانی عیسائیوں کے مقابلہ میں سخت ذلیل ہوئے اور محمدی بیگم کے معاملہ میں بھی کامل نامرادی سے چل بسے۔ جس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ یہ دونوں پیش گوئیاں اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہ تھیں بلکہ یہ محض افتریٰ تھا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے بھی بڑھ کر کوئی ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ ’’من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ الکذب‘‘

احمدی حضرات اگر غور نہ فرمائیں تو ہمارا کیا قصور؟ مرزا قادیانی اپنی نسبت اور اپنے متعلق خود فیصلہ فرماگئے ہیں۔ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں: ’’بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئیوں سے بڑھ کر کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۱ ص۱۱۸، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۵۹)

مرزا قادیانی مراق کے مریض تھے جسے وہ خود تسلیم کرتے ہیں۔ اس مرض کی علامات میں سے ہے کہ: ’’بعض عالم اس مرض میں مبتلا ہو کر دعویٰ پیغمبری کرنے لگتے ہیں اور اپنے بعض اتفاقی واقعات کو معجزات قرار دینے لگتے ہیں۔‘‘ (مخزن حکمت طبع پنجم ج۲ ص۱۳۵۴)

مرزا قادیانی بھی چونکہ مراقی تھے۔ انہوں نے بھی پیغمبری کا دعویٰ کیا بلکہ اس قدر عریض وطویل دعوے کئے کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت ظاہر کی۔ مگر یہ تمام دعوے محض اس مرض کی بدولت تھے جو صرف زبانی دعوؤں تک ہی محدود رہے۔ حقیقت ان میں کچھ نہ تھی۔ ’’نکاح آسمانی‘‘ کو مرزا قادیانی نے اپنی صداقت کا ایک نشان ظاہر کیا۔ یہ بھی ان میں سے ایک دعویٰ تھا مگر پورا نہ ہوا۔

مرزا قادیانی دراصل انبیاء کے نقال واقع ہوئے ہیں جو کسی پیغمبر کے متعلق معلوم ہوا وہی اپنی نسبت کہہ دیا اور اپنے اوپر اسے چسپاں کرنے کی بے جا کوشش کی۔ یہ بات مرزا قادیانی کی عادت میں داخل تھی۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اسی عادت کی بناء پر جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کا واقعہ پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح حضور ﷺ سے کر دیا تو مرزا قادیانی نے بھی حضور ﷺ سے برابری کا دعویٰ کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ محمدی بیگم کا نکاح میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کر دیا ہے۔ اب ہم ان دونوں واقعات کا ذیل میں مقابلہ کرتے ہیں۔

نکاح آسمانی

سچا نبی سچی وحی

جب مخبر صادق نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش اپنی پھوپھی کی لڑکی کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زید رضی اللہ عنہ بن حارث کے ساتھ کرنا چاہا تو حضرت زینب اور اس کے بھائی عبداللہ نے اپنی خاندانی شرافت اور زید کی غلامی کے خیال سے اس کو ناپسند کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ’’ماکان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسوله ان یکون لهم الخیرة من امرهم‘‘ یعنی جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو کسی مسلمان مرد اور عورت کو اپنے اس معاملہ میں اللہ ورسول کے خلاف کرنے کا اختیار نہیں کیونکہ جو اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے وہ سخت گمراہ ہے۔ یہ سن کر عبداللہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا مان گئے اور رسول اللہ ﷺ نے زید سے اس کا نکاح کر دیا۔

چونکہ زینب رضی اللہ عنہا دل سے زید رضی اللہ عنہ کو چاہتی نہ تھیں اور ہمیشہ ان میں شکررنجی رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بذریعہ خفی بتادیا کہ زید رضی اللہ عنہ اس کو طلاق دے دے گا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ سے نکاح ہوگا۔ اس لئے جب زید رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دینی چاہی تو آنحضرت ﷺ نے محض لوگوں کی طعنہ زنی کے خوف سے اس منشاء الٰہی کو دل میں چھپائے ہوئے زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''**واذا تقول للذی** (احزاب)'' کہ جب آپ زید سے جسے اللہ نے نعمت اسلام سے نوازا اور آپ نے آزاد کر کے اور متبنٰی بنا کر احسان کیا تھا۔ صرف لوگوں کو طعنہ زنی کے خوف سے منشاء الٰہی کو دل میں چھپائے ہوئے کہہ رہے تھے کہ اس کو طلاق نہ دے بلکہ اس کو اپنے پاس رکھ۔ حالانکہ آپ کو صرف اللہ سے ڈرنا اور منشاء ایزدی کو ظاہر کردینا تھا۔ پس جب زید اسے طلاق دے چکا تو بعد عدت کے ہم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ سے نکاح کردیا۔ ''**زوجناکھا**'' تاکہ مسلمانوں کے متبنٰی جب اپنی بیویوں کو طلاق دیں تو ان کو ان کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج یا گناہ نہ ہو اور اس تقدیر الٰہی کا پورا ہونا ضروری تھا اور وہ یوں ہوکر رہا کہ حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا۔

اس پر لوگوں نے طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا تو یہ آیت نازل ہوئی: ''**ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین** (احزاب)'' کہ محمد تم میں سے کسی ایک شخص کے بھی نسب میں حقیقی باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

اس نکاح کی چند خصوصیات اور فوائد ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱...... حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے زید رضی اللہ عنہ سے نکاح سے مساوات اسلامی کو وہ عظیم الشان منظر نظر آیا کہ جس کی مثال اور کہیں نہ ملے گی کہ آزاد وغلام کی تمیز اٹھادی گئی۔

۲...... پھر حضور ﷺ کے ساتھ نکاح سے جاہلیت کی ایک قدیم رسم کہ متبنٰی اصلی بیٹے کا حکم رکھتا ہے مٹ گئی۔

۳...... ولیمہ میں تکلف ہوا۔

۴...... نکاح کے لئے وحی الٰہی آئی۔

۵...... حجاب کا حکم نازل ہوا۔ حضور ﷺ نے دروازے پر پردہ لٹکادیا۔ بغیر اجازت اندر جانے کی ممانعت ہوگئی۔

۶...... یہ واقعہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لئے دوسری ازواج کے مقابلہ میں باعث فخر ہوا۔ جس کا وہ اظہار کیا کرتی تھیں۔

۷...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اگر وحی میں سے کچھ چھپاتے تو یہ آیت چھپاتے: ’’واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ‘‘ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۸...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے۔‘‘

۹...... سچی وحی کو عبداللہ اور زینب رضی اللہ عنہا دونوں مان گئے۔

۱۰...... سچی وحی کا حکم حرف بحرف پورا ہوا۔

تلک عشرۃ کاملۃ

نتیجہ

یہ واقعہ یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح، حضور ﷺ اور آپ ﷺ پر وحی الٰہی کی صداقت پر دال ہے۔ اس میں آپ کامل طور پر کامیاب ہوئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا بلکہ وہ اسے فخر جانتی تھیں۔ اس وحی الٰہی نے مسلمانوں کے لئے بے شمار برکتوں اور سہولتوں کے دروازے کھول دیئے۔ گویا آپ کے لئے اور امت کے لئے بھی مفید ثابت ہوئی۔ جس پر عمل کر کے رہتی دنیا تک امت محمدیہ فائدہ اٹھاتی رہے گی۔

جھوٹا نبی جھوٹی وحی

مرزاقادیانی کو الہام ہوتا ہے: ’’وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحٰی‘‘

(اربعین نمبر۲ ص۳۷، خزائن ج۱۷ ص۳۸۵)

گویا مرزاقادیانی اپنی خواہش نفسانی سے تو بولتے ہی نہیں بلکہ وہ وحی الٰہی ہوتی ہے جو وہ ارشاد فرماتے ہیں اور انہیں اپنی وحی اور الہامات کا کامل یقین ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

آنچہ من بشنوم زوحی خدا بخدا پاک دانمش زخطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم از خطاہا ہمیں است ایمانم

نیز فرماتے ہیں: ’’میں خداتعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ خدا کی کتاب قرآن شریف اور دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں۔ اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے اوپر نازل ہوتا ہے۔ خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۲۱۱، خزائن ج۲۲ص۲۲۰)

اب مرزا قادیانی کے ان الہامات وحی اور خدا کے کلام کو ملاحظہ فرمائیے جو مرزا قادیانی کو محمدی بیگم سے نکاح آسمانی کے متعلق نازل ہوتا رہا۔

۱...... ’’اس خدائے قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص (مرزا احمد بیگ) کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی پڑے گی۔‘‘

(اشتہار از طرف مرزا قادیانی مورخہ ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ص۱۵۷،۱۵۸)

۲...... ’’یہ درست ہے کہ اس عورت (محمدی بیگم) کا آسمان پر میرے ساتھ نکاح پڑھا گیا۔‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۲، خزائن ج۲۲ص۵۷۰)

۳...... ’’اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز کے نکاح میں آجانا۔ یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ کلمہ موجود ہے کہ: ’’**لا تبدیل لکلمات اللہ**‘‘ (یعنی اللہ کی بات بدل نہیں سکتی) یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔‘‘

(اعلان ۶؍ستمبر ۱۸۹۴ء، مندرجہ تبلیغ رسالت ج۳ص۱۱۵، مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۳)

۴...... ’’وحی الٰہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ بیاہی نہیں جائے گی۔ یہ تھا کہ ضرور ہے کہ اوّل دوسری جگہ بیاہی جائے...... خدا پھر اس کو تیری طرف لائے گا۔‘‘

(الحکم مورخہ ۳۰؍جون ۱۹۰۵ء ص۲)

۵...... ’’اے احمقو! یہ پیش گوئی...... کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج۱ص۱۱۸)

اس پیش گوئی کے اجزاء یہ ہیں۔

۶...... مرزا قادیانی کا نکاح محمدی بیگم سے آسمان پر ہوگیا ہے۔

۷...... اگرلڑکی کے والدین نے نکاح نہ کیا تو:

الف...... لڑکی کا انجام برا ہوگا۔

ب...... جس سے بیاہی جائے گی وہ نکاح کے بعد اڑھائی سال کے اندر فوت ہو جائے گا۔

ج...... احمد بیگ تین سال تک مرجائے گا۔

۸...... آخر کار لڑکی مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی۔

ان میں سے کوئی بات بھی پوری نہ ہوئی بلکہ سب کی سب خلاف ظہور پذیر ہوئیں۔ جس سے مرزا قادیانی کا کذب اظہر من الشّمس ہوگیا۔

۹...... جھوٹی وحی کو نہ محمدی بیگم نے مانا اور نہ اس کے اقارب نے۔

۱۰...... جھوٹی وحی کا ایک جز بھی پورا نہ ہوا۔

نتیجہ

یہ واقعہ یعنی محمدی بیگم سے نکاح مرزا قادیانی کی نبوت اور ان پر وحی الٰہی کی پرزور تردید کرتا ہے۔ بلکہ اس سے مرزا قادیانی کے افترائ علی اللہ کا ثبوت ملتا ہے۔ اس وحی سے مسلمانوں کو تو کیا خود مرزا قادیانی کو بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مرزا قادیانی کے سارے الہامات ووحی محض ذاتی اغراض تک ہی محدود تھے۔ اس میں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کیونکہ مرزا قادیانی محمدی بیگم سے نکاح میں کامیاب نہ ہوئے۔ یہی نہیں ان کے خطوط کے مطالعہ سے ان کے چال چلن پر شبہ ہوتا ہے اور مرزا قادیانی رہتی دنیا تک ناکام ونامراد اور بدنام رہیں گے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے تم

اس قدر پرزور دعوے اور الہامات کی بارش کے باوجود منکوحہ آسمانی نہ ملی اور چل بسے۔

نکاح آسمانی ہو اور بیوی نہ ہاتھ آئے رہے گی حسرت دیدار تا روز جزا باقی

اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک سلیم العقل انسان کے لئے اسی ایک ہی واقعہ میں عبرت ناک سبق موجود ہے۔ جس سے مرزا قادیانی کی اخلاقی کمزوری کا بین ثبوت ملتا ہے۔ اس واقعہ کی موجودگی میں مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت تو کجا مرزا قادیانی کی نسبت صالحیت کا گمان بھی باطل ٹھہرتا ہے۔

دروغ آدمی را کند شرمسار دروغ آدمی را کند بے وقار

(۲)

معیار دوم ''الہامات''

جب ہم مرزا قادیانی کے الہامات کو بنظر غور دیکھتے ہیں تو بالکل ہی حیران رہ جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه** (قرآن)'' ہم نے تمام انبیاء کو ان کی اپنی قوم ہی کی زبان میں رسول بنا کر بھیجا ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''**لم یبعث اللہ نبیًا الا بلغته قومه**'' اللہ نے جو نبی بھیجا وہ اس کی اپنی قوم کی زبان میں بھیجا ہے۔ (احمد، تجرید الاحادیث ص ۲۸۵)

مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں: ''یہ بالکل لغو اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو۔'' (چشمہ معرفت ص۲۰۹، خزائن ج۲۳ ص۲۱۸)

الہامی زبان

قرآن وحدیث کے الفاظ میں اس مفہوم کو ادا کرنے میں حصر ہے یعنی صرف قوم کی زبان میں اور انبیاء کی طویل تاریخ میں ایک بھی استثناء موجود نہیں۔ مرزا قادیانی بھی اس امر کو لغو اور بیہودہ قرار دیتے ہیں۔ ''انسان کی اصل زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو۔''

کیا یہ مقام حیرت نہیں؟ کہ مرزا قادیانی کی زبان تو پنجابی تھی مگر انہیں الہام کبھی عربی میں کبھی فارسی میں کبھی اردو میں اور کبھی انگریزی میں ہوتا ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ:

۱...... اللہ نے اپنی سنت کو بدل دیا۔ جو پہلے انبیاء کو ان کی اقوام کی زبان میں وحی نازل کرتا رہا مرزا قادیانی کے لئے وہ سنت قائم نہ رہی۔ ''**ولن تجد لسنة اللہ تبدیلا**''

۲...... مرزا قادیانی کو پنجابی کے علاوہ دوسری زبانوں میں وحی نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے (نعوذ باللہ) مرزا قادیانی کے ارشاد کے مطابق ایک لغو اور بیہودہ امر کا ارتکاب کیا۔ جو خدا کی شان سے بعید ہے۔

۳...... جب مرزا قادیانی عربی کو کامل اور پاک زبان قرار دیتے ہیں اور دوسری زبانوں کو کثیف وتاریک[۱] تو پھر اللہ تعالیٰ نے عربی کے سوا دوسری کثیف زبانوں میں کیوں الہامات نازل فرمائے۔

---

[۱] مرزا قادیانی کہتا ہے: ''یہی (عربی) ایک پاک، کامل اور علوم عالیہ کا ذخیرہ اپنے مفردات میں رکھتی ہے اور دوسری زبانیں ایک کثافت اور تاریکی کے گڑھے میں پڑی ہوئی ہیں۔ اس لئے وہ اس قابل ہرگز نہیں ہوسکتیں کہ خدا تعالیٰ کا کامل اور محیط کلام ان پر نازل ہو۔'' (آریہ دھرم حاشیہ در حاشیہ ص۷، خزائن ج۱۰ ص۸)

۴...... نیز مرزا قادیانی نے ایک پاک اور کامل زبان کو چھوڑ کر کیوں بیشتر تصانیف وتالیفات اردو جیسی کثیف زبان میں شائع کیں؟

۵...... مرزا قادیانی کی عربی زبان میں الہامات عموماً قرآنی آیات ہیں جن میں کہیں کہیں نیا پیوند لگا ہوا ہے۔

۶...... یہ قرآنی آیات دوبارہ اللہ تعالیٰ نے کیوں نازل فرمائیں؟

۷...... کیا یہ قرآن سے غائب ہو چکی تھیں؟

۸...... یا اللہ کے پاس عربی زبان کے الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا؟ حالانکہ وہ خود فرماتا ہے کہ اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور اللہ کے کلمات تحریر میں لائے جائیں تو یہ سمندر کیا اس جیسے اور سمندر بھی ختم ہو جائیں گے۔ مگر اللہ کے معلومات ختم نہ ہوں گے۔ (سورۂ کہف آخری رکوع[۱])

۹...... یہ کیا بات ہے کہ یہ پیوند فصاحت کے لحاظ سے قرآنی آیات کا ہم پلہ نہیں۔ مثلاً: ’’**ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق وتھذیب الاخلاق**‘‘ یہ تہذیب الاخلاق کا جوڑ کس قدر غیر الہامی واجنبی ہے۔

’’**انت منی بمنزلۃ ولدی**‘‘ تو میرے بیٹے کی جا بجا ہے۔

یہ منزلت کا استعمال خالص پنجابی قسم کا ہے۔ اس الہام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اولاد بھی ہے اور اللہ کی کوئی اولاد نہیں۔ جب مشبہ بہ ہی مفقود ہے تو پھر یہ تشبیہ کیسے صحیح ہوئی؟

۱۰...... مرزا قادیانی کو الہام ہوتا ہے: ’’**یا مریم اسکن**‘‘ مریم مونث ہے۔ اس لئے ’’**اسکنی**‘‘ چاہئے تھا۔ کیا اللہ تعالیٰ صرف ونحو سے بھی واقف نہیں اور (نعوذ باللہ) مذکر مؤنث کی تمیز نہیں رکھتا؟

تلک عشرۃ کاملۃ

وحی الٰہی کے متعلق تو ارشاد خداوندی ہوتا ہے: ’’**فاتو بسورۃ من مثلہ**‘‘ (اس کے ہم پلہ کوئی سورت بنالاؤ) مگر کسی کو آج تک یہ جرأت نہ ہو سکی۔

۱؎ مرزا قادیانی کا کوئی منچلا مرید قرآن کی آیت: ’’**ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ**‘‘ (بے شک یہی بات پہلے صحیفوں میں لکھی ہے) سے کہیں استدلال نہ کر بیٹھے۔ اسے سوچ سمجھ کر یہ بات کہنی چاہئے۔ کیونکہ صحیفوں کے احکام تو ایک ہو سکتے ہیں مگر زبانیں مختلف تھیں اور یہاں سوال ہی زبان اور الفاظ کا ہے۔ (مؤلف)

مگر مرزا قادیانی کا (حقیقت الوحی ص۱۰۲، خزائن ج۲۲ ص۱۰۵) پر الہام ہے: ’’بہت سے سلام میرے تیرے پر ہوں۔‘‘

یہ مضمون اس سے بہتر صورت میں بھی ادا ہوسکتا تھا۔ مثلاً: ’’تجھ پہ لاکھوں سلام‘‘، ’’تجھ پر میرا سلام‘‘ وغیرہ

’’بہت سے‘‘ یہاں ’’سے‘‘ کا کون سا موقعہ ہے؟

’’میرے سلام‘‘ کی جگہ ’’سلام میرے‘‘ کیوں؟ تقدیم مضاف الیہ کی کوئی وجہ ہونی چاہئے۔ تجھ پہ کی جگہ ’’تیرے پر‘‘ مہمل ہے۔ ’’تیرا‘‘ ضمیر اضافت ہے۔ اس کے ساتھ مضاف الیہ کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً: تیرا بھائی۔ تیری کتاب۔ تیرے کبوتر وغیرہ۔ اہل زبان نے ’’تیرے نفس‘‘ اور ’’میرے نفس‘‘ کے لئے ’’تجھ‘‘ اور ’’مجھ‘‘ کے الفاظ رائج کررکھے ہیں۔ اس لئے:

یہ غلط ہیں	یہ صحیح ہیں
(۱) وہ میرے کو کہتا ہے۔	(۱) وہ مجھ کو کہتا ہے یا مجھے کہتا ہے۔
(۲) وہ تیرے کو بلاتا ہے۔	(۲) وہ تجھ کو بلاتا ہے یا تجھے بلاتا ہے۔
(۳) میں نے قلم تیرے کو دیا تھا۔	(۳) میں نے قلم تجھ کو دیا تھا یا تجھے دیا تھا۔
(۴) تیرے پر سلام۔	(۴) تجھ پہ سلام۔

مان لیا کہ مرزا قادیانی پنجابی تھے۔ اچھی اردو نہیں جانتے تھے۔ لیکن اللہ کو کیا ہوگیا تھا کہ اس نے بھی غلط زبان کا استعمال شروع کردیا۔

نہ صرف غلط ہی بلکہ بعض اوقات مہمل بھی۔

غلط زبان میں الہامات

1- We can what we will do.

2- Though all men should be angry, God is with you.

3- He shall help you.

4- Words of God not can exchange.

اس فقرے کا ترجمہ یوں کیا ہے: ’’خدا کے کام بدل نہیں سکتے۔‘‘ یعنی Words کے معنی کئے ہیں اور ایسی لغو زبان ہے کہ سکول کے بچے بھی پڑھ کر ہنس دیں۔

5- You have to go Amristar.

6- He halts in Peshawar.

(مکتوبات احمدیہ جلداوّل ص۶۸)

7- God is coming by His army.

8- I shall give you a large party of Islam.

9- I am quarler.

10- I am by Isa. He is with you to kill enemy.

(براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ درحاشیہ ص۴۸۴، خزائن ج۱ ص۵۷۶)

تلک عشرۃ کاملۃ

ہے کوئی فقرہ درست ان الہامات میں؟ یہ خدا کا کلام ہے۔(نعوذ باللہ) کس قدر مقام حیرت ہے کہ خدا انگریزی نہیں جانتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی پانچویں جماعت کے کسی بچے کی انگریزی ہے۔ سیرۃ المہدی میں درج ہے۔

''جناب مرزا قادیانی نے سیالکوٹ کی محرری کے زمانے میں ایک نائٹ سکول میں انگریزی کی صرف ایک دو ابتدائی کتابیں پڑھیں۔'' (ملخص سیرت المہدی حصہ اوّل ص۱۳۷)

معلوم ہوتا ہے یہ اسی تعلیم کا کرشمہ ہے۔

پھر پڑھئے جناب مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں: ''یہ بالکل لغو اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو۔''

(چشمہ معرفت ص۲۰۹، خزائن ج۲۳ ص۲۱۸)

لہٰذا مرزا قادیانی کے الہامات ان کی اپنی تحریر بموجب ایک لغو اور بیہودہ کلام کا مجموعہ ہے۔

عجیب الہامات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱...... ''میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا۔'' (البشریٰ ج۲ ص۷۹)

۲...... ''انت من مائنا وھم من فشل'' (اربعین نمبر۲ ص۳۷، خزائن ج۱۷ ص۳۸۵)

’’توہمارے پانی سے ہے اور وہ بزدلی سے ہیں۔‘‘

(انجام آتھم ص۵۵، خزائن ج۵ ص۵۵)

۳...... ’’بابوالٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے۔‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴۳، خزائن ج۲۲ ص۵۸۱)

۴...... ’’حضرت مسیح موعود نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت میں اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا۔‘‘ (ٹریکٹ نمبر۳۴، اسلامی قربانی ص۱۲، مصنفہ قاضی یار محمد)

۵...... ’’آئی لو یو، آئی ایم ود یو۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ درحاشیہ ص۴۸۰، خزائن ج۱ ص۵۷۱)

۶...... ’’ڈگری ہوگئی ہے مسلمان ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ درحاشیہ ص۵۵۲، خزائن ج۱ ص۶۵۹)

۷...... ’’اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۰۴، خزائن ج۲۲ ص۱۰۷)

۸...... ’’زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۰۴، خزائن ج۲۲ ص۱۰۷)

۹...... ’’خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے...... ایک آدمی میرے پاؤں چوم رہا تھا اور میں کہہ رہا تھا کہ میں حجراسود ہوں۔‘‘

(اربعین نمبر۴ حاشیہ ص۱۵، خزائن ج۱۷ ص۴۴۵)

۱۰...... ’’۵/مارچ ۱۹۰۵ء کو خواب میں ایک فرشتہ دیکھا جس نے اپنا نام ٹیچی ٹیچی بتایا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۳۳۲، خزائن ج۲۲ ص۳۴۶)

’’اتنے میں تین فرشتے آسمان سے آئے۔ ایک کا نام خیراتی تھا۔‘‘

تلک عشرۃ کاملۃ

یہ ہے مرزا قادیانی کے عجیب وغریب الہامات کا مجموعہ۔ جن کا نہ سر ہے نہ پیر۔ نہ کوئی فائدہ نہ نقصان۔ سراسر مضحکہ خیز اور نامعقول کلام ہے۔

مہمل الہامات

مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

۱...... ’’خدا کی فیلنگ اور خدا کی مہر نے کتنا بڑا کام کیا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۹۶، خزائن ج۲۲ ص۹۹ حاشیہ)

۲...... ’’بڑے تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اس دن خدا کی طرف سے سب پر اداسی چھا جائے گی۔ یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ پھر تیرا واقعہ ہوگا۔ تمام عجائبات قدرت دکھانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۰۷،۱۰۸، خزائن ج۲۲ ص۱۱۰،۱۱۱)

۳...... ’’فی شائل مقیاس۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۲۸۰، خزائن ج۲۲ ص۲۹۲)

۴...... ’’ایلی ایلی لما سبقتنی ایلی اوس‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۱۳، خزائن ج۱ ص۶۱۲ حاشیہ درحاشیہ)

۵...... ’’ربنا عاج‘‘ (براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ درحاشیہ نمبر۳ ص۵۵۵، خزائن ج۱ ص۶۶۲)

۶...... ’’اشکر نعمتی رایت خدیجتنی‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۵۸، خزائن ج۱ ص۶۶۶ حاشیہ درحاشیہ)

(میری نعمت کا شکر کر کہ تو نے میری خدیجہ کو دیکھ لیا)

۷...... ’’ھو شعنا نعسا‘‘ (براہین احمدیہ حصہ چہارم درحاشیہ ص۵۵۶، خزائن ج۱ ص۶۶۴)

۸...... پریشن، عمر، پراطوس یعنی پڑاطوس یعنی پلاطوس۔ (مکتوبات احمدیہ ج۱ ص۶۸)

۹...... ’’۲۴فروری ۱۹۰۵ء کو حالت کشفی میں جب کہ حضور کی طبیعت ناساز تھی۔ ایک شیشی دکھائی گئی جس پر لکھا تھا: خاکسار پیپرمنٹ‘‘ (مجموعہ الہامات ومکاشفات ص۳۸)

۱۰...... ’’دس دن کے بعد میں موج دکھاتا ہوں۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۴۶۹، خزائن ج۱ ص۵۵۹)

تلک عشرة کاملة

مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں: ’’خدا تعالیٰ کا کلام لغو باتوں سے منزہ ہونا چاہئے۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۳۷۶، خزائن ج۳ ص۲۹۳)

ناظرین خود فیصلہ کرلیں۔ ان الہامات میں کوئی کام کی بات ہے؟ اگر مرزا قادیانی کے سب الہامات لغویات نہیں تو اور کیا ہیں؟

ایں دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ

(۳)

معیار سوم ''قبولیت دعا''

مرزا قادیانی کی تصانیف میں کئی ایسے واقعات ہیں جنہیں دعا کے سلسلہ میں پیش کیا جاسکتا ہے مگر صرف تین مشہور واقعات زیر بحث لاتے ہیں جنہیں خاص وعام بخوبی جانتے ہیں۔ ایک کا تعلق مولوی ثناء اللہ سے ہے جو مرزا قادیانی کے سرگرم مخالفین سے تھے اور دوسرے کا ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب سے جو اوّل اوّل مدتوں مرزا قادیانی کے حلقۂ ارادت سے وابستہ رہے اور آخر میں منحرف ہوگئے اور تیسرا واقعہ آپ کے ''پسر موعود'' کا ہے جس میں مرزا قادیانی کی بشارات، الہامات اور دعا تینوں کا یکجا پول کھلتا ہے اور حق وصداقت اور کذب وافتراء میں نمایاں فرق ایسا ظاہر ہو جاتا ہے کہ مزید تحقیق کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ بلکہ ایک حق بین نظر کے سامنے مرزا قادیانی کے صدق وکذب کے متعلق ہمیشہ کے لئے ایک فیصلہ کن منظر پیش ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم تینوں واقعات درج کرتے ہیں۔ ناظرین خود دیکھ لیں گے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

مرزا قادیانی نے بشارات، فہم قرآن وقبول دعا کے سلسلے میں علماء اسلام کو چیلنج دے رکھا تھا کہ وہ آئیں اور مقابلہ کریں۔ اس چیلنج کو وہ باربار دہراتے رہے۔ ۱۹۰۲ء میں مولوی ثناء اللہ مقابلہ میں اتر آئے۔ مولوی صاحب نے یہ چیلنج کس طرح قبول کیا۔ اس کی کہانی خود مرزا قادیانی کی زبانی سنئے۔

''میں نے سنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ درخواست کرتا ہے کہ میں (ثناء اللہ) اس طور کے فیصلے کے لئے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ دعا کریں کہ جو شخص ہم میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی ہی میں مرجائے…… پس ہمیں کوئی انکار نہیں کہ وہ ایسا چیلنج دیں۔ کیونکہ ان کا چیلنج ہی فیصلہ کے لئے کافی ہے۔ مگر شرط یہ ہوگی کہ کوئی موت قتل کی رو سے واقع نہ ہو۔ بلکہ محض بیماری کے ذریعہ سے ہو۔ مثلاً طاعون سے یا ہیضہ سے یا اور کسی بیماری سے تا ایسی کارروائی حکام کے لئے تشویش کا موجب نہ ٹھہرے اور ہم یہ بھی دعا کرتے رہیں گے کہ ایسی موتوں سے فریقین محفوظ رہیں۔ صرف وہ موت کاذب کو آوے جو بیماری کی موت ہوتی ہے۔'' (اعجاز احمدی ص۱۴،۱۵، خزائن ج۱۹ ص۱۲۱،۱۲۲)

پھر مرزا قادیانی کا اپنا اقراری بیان ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں: ’’میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں اس مقابلہ میں مغلوب رہا تو میری جماعت کو چاہئے جو ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے کہ سب مجھ سے بیزار ہو کر الگ ہو جائیں۔ کیونکہ جب خدا نے مجھے جھوٹا قرار دے کر ہلاک کیا تو میں جھوٹے ہونے کی حالت میں کسی پیشوائی اور امامت کو نہیں چاہتا بلکہ اس حالت میں ایک یہودی سے بھی بدتر ہوں اور ہر ایک کے لئے جائے عار و ننگ اور جو شخص ایسے چیلنج سے فتنہ کو فرو کرے گا بشرطیکہ وہ صادق نکلے۔ صفحہ روزگار میں بڑی عزت کے ساتھ اس کا نام منقوش رہے گا اور جو شخص دجال بے ایمان مفتری ہوگا اس کی ہلاکت سے مقولہ مشہورہ کی رو سے کہ: ’’خس کم جہاں پاک‘‘ سے دنیا کو راحت حاصل ہوگی۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۱۶، خزائن ج۱۹ ص۱۲۴)

اس کے بعد مرزا قادیانی ۱۹۰۷ء میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف کھلا خط اشتہار کی صورت میں تحریر کر کے شائع کرتے ہیں۔ جس کا مضمون یہ تھا:

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب وتفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ مجھے ہمیشہ اپنے پرچہ میں مردود وکذاب ودجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں...... میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا...... اے میرے پیارے مالک! اگر یہ دعویٰ مسیح ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں تو اے میرے پیارے مالک! میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین! مگر اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون، ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے...... میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے! اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور مولوی ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو در حقیقت تیری نگاہ میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں اٹھالے۔

(اشتہار محررہ مورخہ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء، مندرجہ تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۲۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۷۸،۵۷۹)

قادیان کے اخبار ’’بدر‘‘ میں مرزا قادیانی کی روزانہ ڈائری شائع ہوا کرتی تھی۔ اسی تاریخ کی ڈائری میں یہ فقرہ بھی تھا: ’’ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی۔‘‘

اس اشتہار میں کسی پوسٹر کی شرط نہیں تھی بلکہ مرزا قادیانی نے اپنی صداقت کے لئے غیر مشروط طور پر صادق کی زندگی میں کاذب کی موت کو بطور معیار پیش کر دیا تھا۔ اس اشتہار میں جس خشوع اور خضوع سے دعا کی گئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ البتہ اس اشتہار میں ایک شرط ملتی ہے اور وہ یہ کہ جھوٹا انسانی ہاتھ سے ہلاک نہ ہو بلکہ طاعون اور ہیضہ وغیرہ سے مرے۔

پھر ہوا کیا؟ ایک سال اکیس دن کے بعد:

’’حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا...... کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر حاجت ہوئی اور غالباً ایک دو دفعہ پاخانہ تشریف لے گئے...... اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا۔ مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانے نہ جا سکتے تھے۔ اس لئے چارپائی کے پاس ہی بیٹھ کر آپ فارغ ہوئے...... اس کے بعد ایک اور دست آیا۔ پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہوگئی۔‘‘

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص۱۰، روایت نمبر۱۲)

یہ ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کا واقعہ ہے: ’’حضرت مسیح موعود ۲۵؍مئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں...... رات کے پچھلے پہر یعنی صبح کے قریب مجھے جگایا گیا...... تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے۔‘‘ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص۹، روایت نمبر۱۲)

مرزا قادیانی کے خسر نواب میر ناصر صاحب اپنے خود نوشتہ حالات زندگی میں فرماتے ہیں: ’’حضرت صاحب جس رات کو بیمار ہوئے۔ اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا۔ جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا جب میں مرزا قادیانی کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو آپ (مرزا قادیانی) نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ’’میر صاحب! مجھے وبائی ہیضہ ہوگیا ہے...... دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔‘‘ (حیات ناصر مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی ص۱۴)

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا مرزا قادیانی کی دعا: ’’وہ جو تیری نگاہ میں درحقیقت مفسد اور کذاب ہے۔ اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے۔‘‘

قبول ہوئی یا نہیں؟

اگر ہوئی ہے تو پھر سچا کون ہے؟ مرزا قادیانی اس دعا کے ایک سال اکیس دن بعد ۱۹۰۸ء میں فوت ہوگئے اور مولوی ثناء اللہ صاحب مرزا قادیانی کی وفات کے بعد پورے بیالیس سال زندہ رہ کر ۱۹۵۰ء میں فوت ہوئے۔ گویا مرزا قادیانی کی موت نے فیصلہ کر دیا کہ مرزا قادیانی خود ہی کاذب تھے۔

یہ ٹھوس واقعات ہیں جنہیں تاریخ کے اوراق سے مٹایا نہیں جاسکتا۔ تاویلوں سے بہلایا اور نفس کو دھوکا دیا جاسکتا ہے لیکن حقیقت کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ حقیقت حقیقت ہے تاویل تاویل۔

مرزائی حضرات جن میں ایک خاصی تعداد وکیلوں، پروفیسروں، مجسٹریٹوں اور ججوں کی ہے جن کا کام ہی تلاش حقیقت ہے۔ کیا وہ ان واقعات کو بھی بنظر غور دیکھیں گے۔ شاید حقیقت وہ نہ ہو جو وہ سمجھے بیٹھے ہیں؟

ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب

ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب پورے بیس برس تک مرزا قادیانی کے حلقۂ عقیدت سے وابستہ رہے۔ پھر منحرف ہوگئے اور مرزا قادیانی کے رد میں کئی کتابیں لکھیں۔ مثلاً ’’المسیح الدجال‘‘ اور ’’کانا مسیح‘‘ وغیرہ۔ اسی پر بس نہ کی بلکہ ۱۲؍جولائی ۱۹۰۶ء کو ایک الہام شائع کر دیا کہ آج کی تاریخ سے تیس برس تک مرزا قادیانی فوت ہو جائیں گے۔ اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے ایک اشتہار شائع کیا جس کا مضمون یہ تھا۔

’’اس ڈاکٹر نے میرا نام کذاب، مکار، شیطان، دجال، شریر اور حرام خور رکھا ہے اور مجھے خائن، شکم پرست، نفس پرست، مفسد اور مفتری قرار دیا ہے...... اس پر بس نہیں...... بلکہ یہ پیش گوئی بھی صدہا آدمیوں میں شائع کی کہ یہ شخص تین سال کے عرصے میں فنا ہو جائے گا...... آج ۱۴؍اگست ۱۹۰۶ء کو پھر اس کا ایک خط...... مولوی نورالدین صاحب کے نام آیا۔ اس میں لکھا ہے کہ ۱۲؍جولائی ۱۹۰۶ء کو خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ یہ شخص اس تاریخ سے تین برس تک ہلاک ہو جائے گا۔

اس کے مقابل وہ پیش گوئی ہے جو خداتعالیٰ کی طرف سے یہاں عبدالحکیم صاحب کی نسبت مجھے معلوم ہوئی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: ''خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں۔ وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ فرشتوں کی کھنچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ پھر تو نے وقت کو نہ پہچانا، نہ دیکھا نہ جانا۔'' رب فرق بین صادق وکاذب ''(دعا) اے میرے خدا صادق وکاذب میں فرق کر کے دکھلا تو جانتا ہے کہ صادق و مصلح کون ہے۔''

(اشتہار مورخہ ۱۶/اگست ۱۹۰۶ء، تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۱۳، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۵۹،۵۶۰)

یعنی دوخداؤں میں ٹھن گئی۔ ڈاکٹر صاحب کے خدا نے کہا کہ مرزاقادیانی ۱۲/جولائی ۱۹۰۹ء سے پہلے فوت ہو جائیں گے اور مرزاقادیانی کے خدا نے اطلاع دی کہ: ''خدا کے مقبولوں پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔''

نیز ڈاکٹر صاحب کو ایک مہیب خطرہ سے ان الفاظ میں خبردار کیا۔ ''فرشتوں کی کھچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ پر تو نے وقت کو نہ پہچانا، نہ دیکھا، نہ جانا۔''

اور پھر جناب مرزاقادیانی نے دعا کی: ''اے میرے خدا صادق وکاذب میں فرق کر کے دکھا۔''

اس پیش گوئی میں جس خطرے کا ذکر تھا۔ چند ماہ بعد اس کی تفصیل یوں پیش فرمائی: ''بعد اس کے ایک اور چراغ دین[1] پیدا ہوا۔ یعنی ڈاکٹر عبدالحکیم خان۔ یہ شخص بھی مجھے دجال ٹھہراتا ہے اور اپنے تئیں مرسلین میں شمار کرتا ہے...... تکبر اور غرور میں تو پہلے چراغ دین سے بھی بڑھ کر ہے اور گالیاں دینے میں اس سے زیادہ مشق ہے...... اس کی پیش گوئی نے جیسا کہ پہلے چراغ دین کے انجام سے خبر دی ہے اسی طرح اس علیم خبیر نے اس دوسرے چراغ دین کے انجام سے خبر دی ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۲۳،۱۲۴، خزائن ج۲۲ ص۱۲۶،۱۲۷)

مطلب یہ کہ ڈاکٹر کا انجام بھی چراغ دین کی طرح بھیانک ہوگا۔ یہ الہام پڑھ کر ڈاکٹر صاحب نے اپنے پہلے الہام میں یوں ترمیم کی: ''اللہ نے مرزاقادیانی کی شوخیوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے سہ سالہ میعاد میں جو ۱۱/جولائی ۱۹۰۹ء کو پوری ہوتی ہے۔ دس مہینے اور گیارہ دن اور گھٹا

[1] چراغ دین ساکن جموں نے مرزاقادیانی کی سخت مخالفت کی تھی۔ اتفاق کی بات ہے وہ طاعون سے بیمار ہوکر فوت ہوگیا۔ یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ (مؤلف)

دیئے اور مجھے یکم جولائی ۱۹۰۷ء کو الہاماً فرمایا کہ مرزا قادیانی آج سے چودہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔“

اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے ۵ نومبر ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بعنوان تبصرہ شائع کیا۔ یہ الہام بھی درج تھا: ”اپنے دشمن سے کہہ دے۔ خدا تجھ سے مواخذہ کرے گا اور تیری عمر کو بڑھاؤں گا۔ یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے صرف چودہ مہینے تیری عمر کے رہ گئے ہیں یا ایسا ہی دوسرے دشمن جو پیش گوئی کرتے ہیں۔ ان سب کو جھوٹا کروں گا۔“

(اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۲۱، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۹۱)

وفات سے چند روز پہلے مرزا قادیانی نے لکھا: ”آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے۔ وہ ڈاکٹر ہے اور پٹیالہ کا رہنے والا ہے۔ جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ۴ اگست ۱۹۰۸ء کو ہلاک ہو جاؤں گا اور یہ اس کی سچائی کے لئے ایک نشان ہوگا۔ یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجھے دجال، کافر اور کذاب قرار دیتا ہے۔ پہلے اس نے بیعت کی اور برابر بیس برس تک میرے مریدوں ...... میں داخل رہا۔ اس کی پیش گوئی کے مقابل پر مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا کی نظر میں صادق ہے۔ خدا اس کی مدد کرے گا۔“

(چشمہ معرفت ص۳۲۱، ۳۲۲، خزائن ج۲۳ ص۳۳۶، ۳۳۷)

مقابلہ کی صورت بالکل صاف ہوگئی کہ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مرزا قادیانی کی وفات ۴ اگست ۱۹۰۸ء سے پہلے ہوگی۔ مرزا قادیانی نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے لمبی عمر کی بشارت دی ہے۔ نیز کہا ہے کہ: ”میں ان سب کو جھوٹا کروں گا...... خدا صادق کی مدد کرے گا۔“

لیکن ہوا کیا؟ یہی کہ صرف چند روز بعد جناب مرزا قادیانی کا انتقال ہوگیا اور ڈاکٹر صاحب برسوں بعد زندہ رہے۔

خدا کے وہ سب وعدے کیا ہوئے؟ آخر خدا نے بھی مرزا قادیانی کا ساتھ نہ دیا۔ مدد کی تو ڈاکٹر صاحب کی اور مرزا قادیانی کو ان کی زندگی میں وفات دے کر انہیں صادق اور مرزا قادیانی کو کاذب اور مفتری علی اللہ ہونے کا ثبوت بہم پہنچا دیا۔

برا ماننے کی بات نہیں۔ مورخ اور محقق کی تنقید ہمیشہ بے لاگ ہوتی ہے۔ وہ صرف

حقائق سے نتائج اخذ کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس کے شخصی عقائد اور نظریات کیا ہیں؟ مبارک ہیں وہ لوگ جو صرف حقیقت کے متلاشی اور حقیقت کے پرستار ہیں۔ انسان اسی وقت تک انسان ہے جب تک اس کا رشتہ حقیقت سے قائم ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ بھی مرزا قادیانی کے کذب وافتراء پر دال ہے ۔

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

پسر موعود

۲۰/فروری ۱۸۸۶ء کو مرزا قادیانی نے الہام ذیل شائع فرمایا: ''خدائے رحیم وکریم نے...... مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا...... تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا...... اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے...... وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا...... اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کی بیماریوں کو صاف کرے گا...... علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاوّل والآخر۔ مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء...... زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت حاصل کریں گی۔''

(تبلیغ رسالت ج۱ ص۵۸، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۰۱،۱۰۲)

پسر موعود کب پیدا ہوگا؟ فرمایا: ''ایسا لڑکا بموجب وعدۂ الٰہی نو برس کے عرصہ تک (یعنی ۲۰/فروری ۱۸۹۵ء تک) ضرور پیدا ہوگا۔''

(اشتہار ۲۲/مارچ ۱۸۸۶ء، تبلیغ رسالت ج۱ ص۷۲، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۱۳)

تاریخ اور ضرور کا لفظ نوٹ فرمالیجئے۔

۸/اپریل ۱۸۸۶ء کو ایک اور اشتہار کے ذریعے اعلان فرمایا: ''جناب الٰہی میں توجہ کی گئی تو آج ۸/اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔''

لیکن یہ نہیں ظاہر کیا گیا کہ جواب ہوگا۔ یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اس کے بعد یہ الہام ہوا: ''انہوں نے کہا۔ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں؟''

چونکہ یہ عاجز ایک بندۂ ضعیف ہے۔ اسی لئے اسی قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا گیا ہے۔ (تبلیغ رسالت ج۱ص۷۵، مجموعہ اشتہارات ج۱ص۱۱۷)

اس اشتہار میں ایک مدت حمل (یعنی نو ماہ کے اندر) تک ایک لڑکا پیدا ہونے کی بشارت تھی۔ لیکن مئی ۱۸۸۶ء میں ایک لڑکی پیدا ہوگئی۔

جب ۷/اگست ۱۸۸۷ء کو ایک لڑکا پیدا ہوا تو مرزا قادیانی نے اسے پسر موعود سمجھ کر اس کا نام بشیر احمد رکھا اور اعلان کیا: ''اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸/اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پاکر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا۔ آج ۱۶/ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷/اگست ۱۸۸۷ء میں بارہ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہوگیا۔ **فالحمد للہ علیٰ ذالک!** اس لڑکے کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔'' (تبلیغ رسالت ج۱ص۹۹، مجموعہ اشتہارات ج۱ص۱۴۱)

اس اشتہار کی خط کشیدہ عبارت کو دیکھئے اور پھر ۸/اپریل کے اشتہار کو پڑھئے۔ وہاں ''دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے'' کا اشارہ تک نہیں۔

بہرحال یہ لڑکا ۴/نومبر ۱۹۸۸ء کو فوت ہوگیا اور مرزا قادیانی نے مولوی نورالدین صاحب کو لکھا:

مخدومی و مکرمی مولوی نورالدین سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

میرا لڑکا بشیر احمد تئیس روز بیمار رہ کر آج بقضائے رب عزوجل انتقال کر گیا۔ انا للہ! اس واقعہ سے جس قدر مخالفین کی زبانیں دراز ہوں گی اور موافقین کے دلوں میں شبہات پیدا ہوں گے۔ اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔'' (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر۲، مؤلفہ یعقوب علی عرفانی)

''اس واقعہ پر ملک میں ایک سخت شور اٹھا اور کئی خوش اعتقادوں کو ایسا دھکا لگا کہ وہ پھر نہ سنبھل سکے۔ حضرت صاحب نے لوگوں کو سنبھالنے کے لئے اشتہاروں اور خطوط کی بھرمار کر دی اور لوگوں کو سمجھایا کہ میں نے کبھی یہ یقین ظاہر نہیں کیا کہ یہی وہ لڑکا ہے...... میرا یہ خیال تھا کہ شاید یہی وہ موعود لڑکا ہے۔'' (سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص۸۷)

’’جس قدر خدا نے مجھ سے مکالمہ ومخاطبہ کیا ہے…… تیرہ سو برس میں کسی شخص کو بجز میرے آج تک یہ نعمت عطاء نہیں کی گئی۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶)

اور بار بار فرمایا کہ: ’’مجھ پر وحی بارش کی طرح برستی ہے۔ حیرت ہے کہ اس وحی نے پندرہ ماہ میں آپ کو یہ بھی نہ بتلایا کہ بشیر احمد عنقریب فوت ہو جائے گا۔ اس لئے یہ پسر موعود نہیں۔ آخر وہ بارش کی طرح برسنے والی وحی کیا کرتی رہتی تھی۔‘‘

پیش گوئی سے پورے سوا تیرہ برس بعد ۱۴؍جون ۱۸۹۹ء کو آپ کے ہاں ایک اور لڑکا پیدا ہوا۔ جس پر بہت خوشیاں منائی گئیں اور مرزا قادیانی نے بڑے وثوق سے اعلان فرمایا: ’’میرا چوتھا لڑکا جس کا نام مبارک احمد ہے۔ اس کی نسبت پیش گوئی ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی…… سو خدا نے میری تصدیق اور تمام مخالفین کی تکذیب کے لئے اسی پسر چہارم کی پیش گوئی کو ۱۴؍جون ۱۸۹۹ء میں جو مطابق ۴؍صفر ۱۳۱۷ھ تھی بروز چہارشنبہ پورا کر دیا۔‘‘

(تریاق القلوب ص۴۳، خزائن ج۱۵ ص۲۲۱)

اگست ۱۹۰۷ء میں مبارک احمد تپ میں گرفتار ہوگیا۔ بیماری بڑھ گئی تو نو دن کے بعد مرزا قادیانی پر وحی نازل ہوئی: ’’قبول ہوگئی نو دن کا بخار ٹوٹ گیا۔‘‘

(اخبار بدر مورخہ ۲۹؍اگست ۱۹۰۷ء)

لیکن: ’’حکیم نورالدین صاحب…… نے نبض پر ہاتھ رکھا تو چھوٹ چکی تھی۔ انہوں نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا: حضور، کستوری لائیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام چابی لے کر قفل کھول ہی رہے تھے کہ مبارک احمد فوت ہوگیا۔‘‘

(خطبہ میاں محمود احمد صاحب الفضل ج۲۰ نمبر۴۷ ص۱۰ کالم۲، مورخہ ۱۸؍اکتوبر ۱۹۳۲ء)

ابھی قادیان ماتم کدہ بنا ہوا تھا کہ فرشتہ پھر ایک بشارت لے کر آ گیا۔ ’’جب مبارک احمد فوت ہوا۔ ساتھ ہی خدا نے یہ الہام کیا: ’’انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک‘‘ یعنی ایک حلیم لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس قائم مقام اور اس کا شبیہ ہوگا۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ دشمن خوش ہو۔ اس لئے اس نے بمجرد وفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دی تاکہ یہ سمجھا جائے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہے۔‘‘ (اشتہار مورخہ ۵؍نومبر ۱۹۰۷ء، تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۳۲، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۸۷)

لیکن اس کے ساڑھے پانچ ماہ بعد مرزا قادیانی کا انتقال ہوگیا اور ۱۹۰۴ء (ولادت دختر) کے بعد آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

ناظرین حضرات! آپ نے دیکھ لیا کہ اس پیش گوئی کے ساتھ تین ضمنی پیش گوئیاں بھی تھیں۔

۱...... بڑی پیش گوئی: (۱) پسر موعود کے متعلق۔

۲...... ضمنی پیش گوئی: (۱) اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں لڑکے کی بشارت۔ لیکن لڑکی کا پیدا ہونا۔

(۲) مبارک احمد کی بیماری میں وہ الہام کہ ''قبول ہوگئی...... بخار ٹوٹ گیا۔''

(۳) وفات مبارک احمد کے بعد غلام حلیم کی بشارت۔

کیا یہ چاروں پیش گوئیاں پوری ہوگئیں؟ اور مرزا قادیانی کی دعا قبول ہوگئی؟ کچھ بھی نہ ہوا اور مرزا قادیانی خود فرما گئے: ''جو شخص تحدی کے طور پر...... پیش گوئی اپنے دعویٰ کی تائید میں شائع کرتا ہے اگر وہ جھوٹا ہے تو خدا کی غیرت کا ضرور یہ تقاضا ہونا چاہئے کہ ابداً ایسی مرادوں سے اس کو محروم رکھے۔'' (ضمیمہ تریاق القلوب نمبر۲ ص۹۰)

چنانچہ مرزا قادیانی اپنی تحریر بموجب خدا کی غیرت میں آگئے اور ان سب مرادوں سے محروم رہ کر چل بسے اور دانشمندوں کے نزدیک اپنے جھوٹے ہونے کا خود ہی فیصلہ کر گئے۔

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں ... مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے

(۴)

معیار چہارم ''معارف قرآنی'' اور مرزا قادیانی

مرزا قادیانی نے قرآن کریم کی کوئی تفسیر نہیں لکھی جس سے ان کی قرآن فہمی کا کماحقہ اندازہ ہوسکے۔ ان کی تمام تصانیف میں چند آیات کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ وہاں بھی کہیں اپنی نبوت ثابت کرنے کے لئے آیات کی تاویل ہے اور کہیں تراجم کی تحریف سے کام لیا ہے۔ ایسی تاویلات وتحریفات کو تفسیر قرآن کا نام دینا بھی میرے نزدیک گناہ عظیم ہے۔ اگرچہ یہ میری اپنی رائے ہے مگر میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ وقت دور نہیں کہ ناظرین بھی مطالعہ کے بعد میری رائے سے اتفاق کرنے لگیں۔

البتہ مرزا قادیانی نے صرف سورۂ فاتحہ کی الہامی تفسیر، ایک خطبہ الہامیہ اور قصیدہ اعجازیہ تجویز فرمائے اوران کی صحت اوراعجاز پر بہت لمبے چوڑے دعوے کئے کہ ان جیسا کوئی لکھ نہیں سکتا۔ مگران سب میں صرفی ونحوی اورلغوی اغلاط کی بھرمار ہے اور جس کلام کا مجموعہ ہی اغلاط کا انبار ہوتو اس کی فصاحت وبلاغت کا دعویٰ سراسر جہالت ہے اور پھر ایسے مجہول ونامعقول کلام کو خدائے برتر کی طرف منسوب کرنا کس قدر حماقت اور ظلم ہے۔ ’’ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ الکذب‘‘ بعض حضرات نے ان سب میں اغلاط کی نشان دہی کی ہے اور بعض شعراء نے قصیدے کا جواب بھی لکھا ہے۔ جن میں سے ایک قاضی ظفرالدین صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور بھی ہیں۔ ان کا طویل قصیدہ فصیح عربی زبان میں ہے جو عروض ونحو کی غلطیوں سے پاک ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کا قصیدہ اعجازیہ بے شمار اشعار عروضی ونحوی اغلاط سے مملو ہیں۔

اب ہم بطور نمونہ کے مشتے ازخروارے مرزا قادیانی سے چند آیات کی تفسیر پیش کرتے ہیں۔ .... ناظرین خود بخود جان لیں گے کہ مرزا قادیانی کا قرآن فہمی میں کیا مقام ہے؟ اور ان کا کلام فصاحت وبلاغت کی بلندیوں سے کس قدر پست اور گرا ہوا ہے۔

تفسیر مرزا قادیانی

تفسیر مرزا کا عنوان اگرچہ اس مضمون کے لئے درست ہے مگر لفظ ’’تفسیر‘‘ مجھے کچھ ایسا معزز نظر آتا ہے کہ مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ اسے مرزا قادیانی کے ساتھ استعمال کر کے اس لفظ کو بدنام کیا جائے۔ کیونکہ تفسیر کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ کسی آیت سے اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ سے کیا مراد ہے؟ اس لئے میں تفسیر کے بجائے تاویل کا لفظ استعمال کروں گا۔ پس ذیل میں تاویلات مرزا صاحب کا بیان ہوگا اور تاویل وہ حربہ ہے جس سے کوئی چاہے تو خدا بن سکتا ہے۔ کیسے؟ ابن العربی کے نظریہ ’’وحدت الوجود‘‘ کا مطالعہ کیجئے۔ بدھ کے نروان اور آریوں کے ویدانت کو دیکھئے۔ اگر ان قدیم نظریوں پر کوئی کتاب نہ ملے تو کسی پادری کے پاس جائیے وہ باپ بیٹے اور روح القدس کی خدائی پہ وہ دلائل دے گا کہ آپ سر پیٹ کر رہ جائیں گے۔ تاویل کے زور سے آپ ایک فاسق کو جنتی اور اولیاء کو جہنمی بنا سکتے ہیں۔ تاویل وہ آگ ہے جو مکروہ حرم سب کو پھونک سکتی ہے۔ تاویل سے ہم رسول کو خدا اور خدا کو عبد بنا سکتے ہیں۔ مثلاً ہم کہہ رہے ہیں کہ سورہ فاتحہ میں خدا رسول سے کہہ رہا ہے:

''ایاک نعبد'' اے رسول! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں: کیا سورۂ فاتحہ میں کوئی ایسی رکاوٹ موجود ہے جو ہمیں اس تفسیر سے روک سکے؟ بس اسی قسم کی مرزا قادیانی کی تفسیر ہے۔ آپ ذیل میں خود ملاحظہ فرمالیں گے۔

(۱) معجزہ شق القمر کی تاویل

مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اقترب الساعة وانشق القمر وان یروا ایه یعرضوا ویقولوا سحر مستمر'' یعنی قیامت نزدیک آئی اور چاند پھٹ گیا اور جب یہ لوگ خدا کا کوئی نشان دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ایک پکا جادو ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر شق القمر ظہور میں نہ آیا ہوتا تو ان کا حق تھا کہ وہ کہتے کہ ہم نے تو کوئی نشان نہیں دیکھا اور نہ اس کو جادو کہا۔ اس سے ظاہر ہے کہ کوئی امر ضرور ظہور میں آیا تھا۔ جس کا نام شق القمر رکھا گیا۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ایک عجیب قسم کا خسوف تھا۔ جس کی قرآن شریف نے پہلے خبر دی تھی اور یہ آیتیں بطور پیش گوئی کے ہیں۔ اس صورت میں شق کا لفظ محض استعارہ کے رنگ میں ہوگا۔ کیونکہ خسوف کسوف میں جو حصہ پوشیدہ ہوتا ہے وہ گویا پھٹ کر علیحدہ ہو جاتا ہے۔ ایک استعارہ ہے۔''

(چشمہ معرفت ص۲۲۳، خزائن ج۲۳ ص۲۳۲)

''اس وقت کافروں نے شق القمر کے نشان کو ملاحظہ کر کے جو ایک قسم کا خسوف تھا یہی کہا تھا کہ اس میں کیا انوکھی بات ہے۔ قدیم سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے کوئی خارق عادت امر نہیں۔''

(نزول المسیح ص۱۲۸، خزائن ج۱۸ ص۵۰۶،۵۰۷)

''ایک صاحب نے (مرزا قادیانی سے) پوچھا۔ شق القمر کی نسبت حضور ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا: ہماری رائے میں یہ ہی ہے کہ وہ ایک قسم کا خسوف تھا ہم نے اس کے متعلق اپنی کتاب چشمہ معرفت میں لکھ دیا ہے۔''

(اخبار بدر قادیان ج۷ نمبر۱۹،۲۰ ص۵ کالم۳، مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء، قادیانی مذہب ص۳۶۰)

دیکھا مرزا قادیانی نے حضور ﷺ کے معجزہ ''شق القمر'' کو محض ایک خسوف یعنی چاند گرہن سے تعبیر کیا ہے اور حضور ﷺ کا معجزہ تسلیم نہیں کیا۔ مرزا قادیانی نے کافروں کا جو یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے شق القمر کے نشان کو دیکھ کر یہ ہی کہا تھا کہ: ''اس میں کیا انوکھی بات ہے؟ قدیم سے ایسا ہی چلا آرہا ہے۔'' اس کی سند کہاں ہے؟ اگر مرزا قادیانی پیش نہیں کر سکے تو ان کے

امتی ہی کوشش کر کے ہمیں کوئی تاریخی کتاب کا حوالہ دیں۔ ورنہ یہ سراسر جھوٹ ہے اور صریحاً واقعات کے خلاف۔ قرآن تو کہتا ہے کہ وہ پکار اٹھے کہ یہ کیا جادو ہے۔ اس لئے کہ انہیں عام عادت کے خلاف نظر آیا۔ آیت کی صحیح تفسیر حسب ذیل ہے۔

تفسیر حقانی میں ہے: ’’**اقتربت الساعۃ** ‘‘ کہ وہ گھڑی یعنی قیامت کی ساعت (بمعنی وقت) قریب آ لگی۔ آنے والی چیز کا جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے وہ قریب ہوتی جاتی ہیں۔ خصوصاً جب کہ اس کے آثار وعلامات نمودار ہونے لگتے ہیں۔ پھر تو اور بھی اس کا قریب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ قیامت کے آثار وعلامات میں سے جس طرح آنحضرت ﷺ کا مبعوث[1] ہونا ہے۔ اسی طرح چاند کا پھٹنا بھی اس کی ایک بڑی نشانی ہے۔ جس کا اشارہ پہلے انبیاء علیہم السلام نے کیا ہے۔ اس لئے اس کے بعد فرمایا ہے۔ ’’**شق القمر** ‘‘ اور چاند پھٹ گیا۔ جمہور مفسرین اور تمام اہل سنت والجماعت کا یہ قول ہے کہ آیت کے ظاہری معنی مراد ہیں۔ کس لئے کہ جب اپ مکے میں تھے تو کفار نے آپ سے کوئی معجزہ طلب کیا تھا۔ تب آپ نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور اس کے دو ٹکڑے لوگوں کو دکھائی دیئے۔ ’’اس بات کو محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند امام احمد وغیرہ میں مذکور ہے۔ اس معجزہ کو دیکھ کر کفار نے یہ کہہ دیا کہ محمد نے جادو کر دیا ہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔‘‘ (تفسیر حقانی ج۷ ص۱۷۱)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ قرآن کریم کے حاشیہ پر اس واقعہ کو یوں نقل فرماتے ہیں: ’’ہجرت سے پیشتر نبی کریم ﷺ منٰی میں تشریف فرماتھے۔ کفار کا مجمع تھا۔ انہوں نے آپ سے کوئی نشانی طلب کی۔ آپ نے فرمایا آسمان کی طرف دیکھو۔ ناگاہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہوگیا۔ ایک ٹکڑا ان میں سے مغرب کی اور دوسرا مشرق کی طرف چلا گیا۔ بیچ میں پہاڑ حائل تھا۔ جب سب نے خوب اچھی طرح یہ معجزہ دیکھ لیا۔ دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔ کفار کہنے لگے کہ محمد نے چاند پر یا ہم پر جادو کر دیا ہے۔ اس معجزہ کو شق القمر کہتے ہیں اور یہ ایک نمونہ اور نشانی تھی قیامت کی کہ آگے سب کچھ یوں ہی پھٹے گا۔ طحاویؒ اور ابن کثیرؒ وغیرہ نے اس

---

[1] امام احمد نے مسند میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا: میں اور قیامت اس طرح سے ہیں اور اپنی دو انگلیوں کو ملا کر دکھلایا کہ اس طرح اسے یکے بعد دیگرے ہیں اور اسی لئے آپ ﷺ کا ایک نام حاشر بھی ہے۔ آپ قیامت کے ساتھ ملے ہوئے ہیں یعنی آپ کے اور قیامت کے درمیان میں کوئی نبی نہیں بلکہ آپ ہی اب قیامت تک کے لئے نبی ہیں۔ فہوالمراد! (مؤلف)

واقعہ کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور کسی عقلی دلیل سے آج تک اس طرح کے واقعات کا محال ہونا ثابت نہیں کیا جاسکا اور محض استبعاد کی بناء پر ایسی قطعی الثبوت چیزوں کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ استبعاد تو اعجاز کے لئے لازم ہے۔ روزمرہ کے معمولی واقعات کو ''معجزہ'' کون کہے گا۔''

(۲) خانہ کعبہ

''من دخلہ کان اٰمنا '' یہ آیت مبارک خانہ کعبہ کے متعلق ہے کہ جو اس میں داخل ہوا، اس نے امن پایا۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب قادیانی لاہوری فرماتے ہیں: ''دوسرا کھلا نشان خانہ کعبہ کے متعلق یہ ہے کہ: ''ومن دخلہ کانا اٰمنا (القرآن) ''یعنی یہ ایک امن کا مقام ہے۔ یہ بھی خصوصیت ساری دنیا میں صرف خانہ کعبہ کو ہی حاصل ہے کہ وہ امن کا مقام ہے۔''

(نکات القرآن حصہ سوم ص ۲۶۷)

لیکن مرزا قادیانی الہام کی بناء پر یہی صفت اپنی قادیانی مسجد کی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

مسجد قادیان

''بیت الفکر'' سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور آخری فقرہ مذکورہ بالا ''ومن دخلہ کان اٰمنا ''اسی مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔''

(براہین احمدیہ ص ۵۵۸، خزائن ج۱ ص ۶۶۷ حاشیہ درحاشیہ نمبر۴)

قرآن تو امن کا مقام خانہ کعبہ کو قرار دیتا ہے جو مکہ معظّمہ میں ہے اور اب تک دنیا بھر میں امن والا مقام ظاہر ہے اور سب کو تسلیم ہے۔ مگر مرزا قادیانی اپنی بنائی ہوئی مسجد جو قادیان میں واقع ہے یہ رتبہ اسے عنایت فرماتے ہیں۔ مگر بے چارے مرزا قادیانی کو کیا معلوم تھا کہ ان کی وفات کے بعد یہ مقام مسلمانوں سے چھن جائے گا اور مرزا قادیانی کے الہام کا جھوٹ ظاہر ہو جائے گا۔

(۳) واتخذوا من مقام ابراھیم مصلٰی

اور مقام ابراہیم علیہ السلام کو نماز کی جگہ بناؤ۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ''یہ قرآن

شریف کی آیت ہے اوراس مقام میں اس کے یہ معنی ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام جو بھیجا گیا ہے تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کے طرز پر بجالاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونہ پر اپنے تئیں بناؤ اور جیسا کہ ''مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد'' میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا آخرزمانہ میں ایک مظہر ہوگا۔ گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا۔ ایسا ہی آیت: ''واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ'' اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخرزمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اوران سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔'' (اربعین نمبر۳ ص۳۱،۳۲، خزائن ج۱۷ ص۴۲۰،۴۲۱)

اب غور فرمایئے کہ: مقام ابراہیم خانہ کعبہ میں ایک پتھر اور جگہ کا نام ہے۔ جس کے متعلق حکم ہوتا ہے کہ یہ جگہ ہمیں محبوب ہے۔ اس کی عظمت یوں کرو کہ یہاں نماز پڑھو۔

مرزاقادیانی کی اس تاویل کو اللہ کے اس حکم سے کوئی مناسبت ہے؟

صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے کعبہ کا طواف کر کے مقام ابراہیم کی طرف قصد کیا اوراس کے پیچھے دورکعت نماز پڑھ کر یہ آیت پڑھی: ''واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ'' (تفسیر حقانی ج۲ ص۳۲۸)

یہ ہے صحیح تفسیر جو قرآن کا مفہوم ہے اور امت مسلمہ اسی کے مطابق عمل پیرا ہے۔ چنانچہ یہاں دورکعت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سنت کہتے ہیں۔ مگر استحباب مؤکد میں سب کا اجماع ہے۔ (تفسیر عزیزی) لیکن مرزاقادیانی کی تفسیر کو غور سے دیکھئے کہ صحیح منشاء خدا سے کوئی نسبت ہے؟ ہرگز نہیں۔ صرف وہم وگمان تک ہی محدود ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ بے بنیاد خیالات اور اوہام کا نام ان کے ہاں تفسیر قرآن ہے۔

مرزاقادیانی نے جو چند آیات قرآنیہ کی بزعم خود تفسیر کی ہے وہ بھی فی الحقیقت تفسیر نہیں ہے بلکہ تحریف قرآن ہے اور علماء نے ان کی تردید میں بے شمار کتابیں لکھی ہیں۔ یہاں ہم نے صرف چند بطور نمونہ کے درج کر دی ہیں۔ انہی پر باقی کو بھی قیاس کیا جائے۔ ورنہ اس کے لئے الگ کتاب درکار ہے۔ لہٰذا مرزاقادیانی نے اپنی صداقت کے جو معیار خود تجویز فرمائے ہیں ان کے مختصر بیان سے ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگا کہ ان میں سے ایک بھی مرزاقادیانی کی صداقت کا

ثبوت بہم نہیں پہنچاتا بلکہ چاروں کے چاروں معیاران کے کذب پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی پیش گوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں۔ ان کے بے معنی اور لغو کلمات کا مجموعہ نظر آئے۔ قبولیت دعا کا ڈھونگ محض بے اصل ثابت ہوا اور مرزا قادیانی کی تحریف قرآن یا بزعم ان کے تفسیر کو معارف قرآن سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ جیسا کہ واضح ہو چکا۔ غرضیکہ چاروں معیاد میں مرزا قادیانی چاروں شانے چت گرنے کے مصداق ٹھہرے۔

ضمیمہ

چند اعتراضات کے جوابات مع ازالہ چند شبہات

حیات مسیح علیہ السلام پر تین روشن دلائل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیرت زا پیدائش کا ذکر حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں سب سے پہلے سورۂ آل عمران میں کیا ہے۔ جس میں ایک ہی رکوع میں اللہ تعالیٰ نے تین بار بالوضاحت بیان فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔

۱...... حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب فرشتے نے مریم سے کہا کہ اے مریم حق تعالیٰ تجھے ایک کلمہ کی بشارت دے رہے ہیں جس کا نام نامی واسم گرامی مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا اور وہ ’’وجیهاً فی الدنیا والآخره‘‘ ہوگا۔

اس آیت کی مکمل تفسیر کے لئے چند مقامات ذہن میں رکھئے۔

موجودہ معاشرہ میں تین قومیں اہل کتاب شمار ہوتی ہیں: (۱) یہودی۔ (۲) عیسائی۔ (۳) مسلمان۔

(۱) یہودی تو سرے سے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن چلے آرہے ہیں۔ ان کی موجودگی میں بھی انہوں نے ان کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کیں۔ حتیٰ کہ آپ کو صلیب پر لٹکانے کی ٹھانی اور اپنے خیال میں ان کو صلیب پر لٹکا بھی دیا گیا اور ان کے اس دنیا سے اٹھائے جانے کے بعد بھی تاہنوز اسی طرح بغض وکینہ کی آگ میں جل رہے ہیں۔

(۲) دوسرے نمبر پر عیسائی آتے ہیں۔ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیوی زندگی میں ان کی دعوت ایمان کو قبول تو کیا مگر یہ اس قدر کمزور اور پست حال تھے کہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام ان کی معیت میں مخالف اقوام پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ بقول انجیل اسی وجہ سے آپ نے پہاڑوں، جنگلوں اور باغات وغیرہ میں چھپ چھپ کر اپنا وعظ سنایا۔ چنانچہ آخری وقت میں جب حکومت نے آپ کو باغ کے ایک گوشہ سے گرفتار کیا تو اس وقت صرف بارہ حواری آپ کے ساتھ تھے۔ جن میں سے ایک یہودا اسکریوتی غدار تھا۔ باقی گیارہ میں سے درجہ کے لحاظ سے پطرس سب سے بڑا تھا۔ جب جناب مسیح علیہ السلام کو حکومت کے سپاہی گرفتار کر کے لے گئے تو سوائے پطرس کے کسی نے بھی آپ کا پیچھا نہ کیا۔ پطرس بڑے جوش سے ان سپاہیوں کے پیچھے اپنے استاد کو دیکھنے کے لئے گیا مگر کچہری میں جا کر مرغ کے بانگ اپنے سے پہلے وہ بھی اپنے استاد کا تین بار انکار کر چکا۔ غرضیکہ اپنی اس دنیوی زندگی میں عیسائیوں کے ہاتھوں بھی آپ کو دنیوی وجاہت دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔

(۳) تیسرے نمبر پر مسلمان آتے ہیں جو اہل کتاب بھی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کا ایمان بھی ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ (جو کہ قرآن اور احادیث صحیحہ صریح سے مستنبط ہے) کہ آخری زمانہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ آپ دجال کو قتل کر کے مخالف اقوام پر غلبہ حاصل کریں گے۔ اس دنیا پر حکومت الٰہیہ قائم کریں گے۔ اپنی باقی ماندہ حیات مستعار کے ایام وجاہت دنیوی سے گزاریں گے۔

اب اگر بقول امت مرزائیہ حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات سے انکار کیا جائے تو علاوہ دیگر مفاسد دینیہ کے قرآن پاک کی اس آیت کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ تمام تواریخ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی پہلی دنیوی زندگی میں وجاہت اور غلبہ دینوی کا ایک دن بھی نہیں دیکھا بلکہ ساری عمر دنیوی لحاظ سے یہودیوں کے ہاتھوں آئے دن نئی نئی تکالیف دیکھتے رہے اور عیسائیوں نے آپ کی کوئی امداد نہ کی بلکہ آپ کے سب سے بڑے حواری نے مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تین بار آپ کا انکار کیا۔ لہٰذا یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے پہلے ہی جسد عنصری کے ساتھ پھر ایک بار اس کرۂ ارض پر رونق افروز ہوں گے اور دنیوی وجاہت حاصل کریں گے۔ کیونکہ قرآن پاک کی پیش گوئی ہے: ’’وجیھا فی الدنیا والآخرہ‘‘ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں باوجاہت اور حق تعالیٰ کے مقربین سے ہوں گے۔

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

دوسری بات جو کہ اگلی آیت میں حق تعالیٰ نے جناب مسیح علیہ السلام کی بابت تعجب خیز

بتلائی وہ یہ ہے کہ ’’یکلم الناس فی المھد و کھلا ‘‘ کہ آپ ماں کی گود ہی میں اور ادھیڑ پنے میں گفتگو کریں گے۔

یہ ارشاد حق تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ یہ بات تو واقعی حیران کن ہے کہ ایک بچہ اپنی پیدائش کے فوراً بعد ماں کی گود ہی میں لوگوں سے باتیں کرے اور باتیں بھی معقول کرے مگر آپ کا زمانہ کہولت میں باتیں کرنا جو کہ اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ بیان فرمایا ہے۔ ذرا بھی حیران کن معلوم نہیں ہوتا۔ ظاہری نگاہ میں آیت کا یہ ٹکڑا بے فائدہ اور مہمل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن باریک بین نگاہیں اور وہ نگاہیں جو کہ دین کے اسرار ورموز کو پہچانتی ہیں صاف طور پر دیکھ رہی ہیں کہ اس ٹکڑے میں بھی حق تعالیٰ بالوضاحت حیات مسیح کا بیان فرمارہا ہے۔

حضرت مسیح کو ہمارے عقیدہ کے مطابق آج ۱۹۵۹ء سال آسمان پر بجسد عنصری گئے ہوئے ہوگئے ہیں اور یہ پتہ نہیں اور کتنا عرصہ حق تعالیٰ نے آپ کو وہاں رکھنا ہے۔ اب جب بھی آپ واپس زمین پر تشریف لائیں گے تو آپ اسی طرح لوگوں سے باتیں کریں گے جس طرح اپنی پہلی دنیوی زندگی میں کرتے تھے۔ حالانکہ کوئی آدمی بھی اتنا عرصہ زندہ رہ کر لوگوں سے اس طرح باتیں نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس کے قویٰ اور اعضاء اس قدر کمزور اور مضمحل ہوجاتے ہیں کہ اس میں دیگر قویٰ کے معدوم ہوجانے کے ساتھ ساتھ قوت گویائی بھی عنقاء ہوجاتی ہے اور وہ کسی سے کلام نہیں کرسکتا۔ لہٰذا حضرت حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ دونوں باتیں بطور معجزہ بیان فرمائیں۔ اوّل کا ظہور پہلی دنیوی حیات میں ہوا اور ثانی کا ظہور دوسری دنیوی زندگی میں، جب آپ پھر اپنے اسی جسم کے ساتھ اس کرۂ ارض پر جلوہ فرما ہوں گے۔ لیکن اگر مسیح علیہ السلام کو زندہ نہ مانا جائے تو قرآن پاک کی آیت کا یہ ٹکڑا بالکل مہمل اور بے معنی ہوجاتا ہے جو کہ ناممکن اور محال ہے۔

اس کے بعد ایک اور آیت میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ’’ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل ‘‘یعنی اس بچے (مسیح علیہ السلام) کو حق تعالیٰ کتاب وحکمت اور توراۃ اور انجیل سکھائے گا۔ سورۂ مائدہ میں جہاں جناب مسیح علیہ السلام پر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات جتانے کا ذکر کیا ہے وہاں دیگر انعامات کے علاوہ اس انعام کا بدیں الفاظ ذکر کیا: ’’واذ علمتک الکتاب والحکمۃ ‘‘یعنی اے مسیح علیہ السلام! میں نے تجھے کتاب وحکمت اور توراۃ وانجیل کا علم عطاء فرمایا۔

سارا قرآن پڑھ جائیے آپ کو جناب رسالت مآب ﷺ اور جناب مسیح علیہ السلام کے ماسوا کسی نبی کے ساتھ ''کتاب وحکمت'' عطاء ہونے کے الفاظ نہیں ملیں گے اور قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی کتاب وحکمت کا جملہ آیا ہے وہاں اس کے معنی ''قرآن وسنت'' ہی کے آئے ہیں۔ قرآن پاک میں ایک مقام بھی ایسا نہیں جہاں ''کتاب وحکمت'' کے معنی ''قرآن وسنت'' کے علاوہ کوئی اور آئے ہوں۔ ''کما اتفق جمیع المفسرین'' اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن وسنت تو حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے چھ سو سال بعد منصۂ شہود پر آئے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ دو مرتبہ کتاب وحکمت کا ذکر کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ حالانکہ اپنی پہلی زندگی میں آپ نے لوگوں کو کتاب وحکمت کی تعلیم نہیں دی اور قرآنی آیت صاف طور پر کہہ رہی ہے کہ وہ کتاب وحکمت کی تعلیم ضرور دیں گے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں ''الکتاب'' سے مراد ''انجیل'' ہے تو یہ ایک لایعنی بات ہوگی۔ کیونکہ مقامات (سورۂ آل عمران اور مائدہ) پر کتاب وحکمت کے ساتھ ''تورات وانجیل'' کے الفاظ صاف طور پر اس تاویل کو سراسر غلط اور لایعنی قرار دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہاں قرآن وسنت ہی مراد ہے۔

سو ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تاحال آسمان پر زندہ ہیں۔ قرب قیامت میں زمین پر نزول فرمائیں گے اور اپنے زمانہ کہولت میں قرآن وسنت کی تعلیم کی اشاعت کریں گے۔ جہاد اکبر سے کفار اور منکرین اسلام کو ختم کر کے دنیوی وجاہت اور غلبہ حاصل کریں گے۔ اگر یہ بات تسلیم نہ کی جائے تو متذکرۃ الصدر آیات کی صحیح تفسیر ہو ہی نہیں سکتی اور کتاب وحکمت کے معنی ''قرآن وسنت'' کرنے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ ماننے کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ وھو المراد!

قرآن کی صحیح ترجمانی

الفرقان فی معارف القرآن مؤلفہ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب فاروقی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور سے چند اقتباسات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں جن کے مطالعہ سے مسیح علیہ السلام کے متعلق چند شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔

مکر کی تشریح

’’ومکروا ومکراللہ واللہ خیر الماکرین ‘‘اورانہوں نے تدبیر کی اوراللہ نے بھی تدبیر کی اوراللہ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔

افسوس ہے کہ بعض کوتازہ اندیش لوگوں نے اس قسم کی آیات پر بے جا اعتراضات کئے ہیں اور پھران کے جواب میں لوگوں کو عجیب عجیب حیرانیاں پیش آئی ہیں۔ہمیں دفاع کی خاطر دورازکارتاویل کی ضرورت نہیں بلکہ ذراغورکرنے سے خودہی مطلب صاف نظرآنے لگتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مکر کرنے والا یا توان قوانین الٰہیہ سے یک قلم ناواقف محض اور بے خبر ہوتا ہے جن کے مطابق انسانی اعمال کے نتائج وثمرات ظہور پذیر ہوتے ہیں یا وہ کسی جوش غضب اورطیش میں آکران اصول وکلیات کوعمداً نظرانداز کردیتا ہےاوران جرائم کاارتکاب شروع کردیتا ہے۔جن کا نتیجہ تباہی وبربادی کے سوااور کچھ نہیں ہوسکتا۔کون شخص ہے جو چاہ کن راچاہ درپیش کی شہرۂ آفاق حقیقت سے ناآشنا ہےاورجس نے اس کوبکرات ومرأت سنااورسمجھا نہ ہومگر پھر بھی ہم روزمرہ اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ بعض مکارلوگ ایک بے گناہ شخص کواپنے دام فریب میں مبتلا کرکے ہلاک وبربادکرنا چاہتے ہیں۔لیکن ان کا یہ دجل وفریب دراصل خودان کی تباہی کے سامان فراہم کرتا جاتا ہے۔یہاں تک کہ پیمانہ لبریز ہوجاتا ہےاورقبل اس کے کہ وہ بے گناہ ان کے دام فریب میں گرفتار ہو۔وہ خودہی عذاب الٰہی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

اس آیت میں دراصل اس جزئے اعمال کے قانون کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات صالحہ کوفنا کرنے اوران کا نام ونشان مٹادینے کی خفیہ تدبیریں کی ہیں۔لیکن خدائے حق نواز کا فیصلہ اس کے خلاف ہے۔اس لئے وہ تو ناکام وخاسر رہتے ہیں اورحضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ضرر ونقصان سے بچالئے جاتے ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ اس کی مزید تشریح وتوضیح کے لئے کچھ اورآیات بھی پیش کردیں کہ حقیقت اصلیہ سامنے آجائے۔

ا...... سورۂ انفال میں آتا ہے:’’واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک اویخرجوک ویمکرون ویمکراللہ واللہ خیر الماکرین‘‘

کفار مکہ رسول اللہ ﷺ کوگرفتار قتل یا جلاوطن کرنے کی خفیہ تدابیر میں مصروف ہیں۔

مگر وہ آپ کے غبار راہ کو بھی نہیں پاسکتے۔ ناکام وخاسر غار ثور سے گھروں کو واپس لوٹتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پورے اطمینان کے ساتھ مدینہ میں رونق افروز نظر آتے ہیں۔

۲…… سورۂ یوسف میں ہے:’’وما کنت لدیھم اذا جمعوا امرھم وھم یمکرون‘‘ برادران یوسف علیہ السلام عزم صمیم کر کے آتے ہیں کہ یوسف کو مار ڈالیں گے مگر باوجود اس کے کامیاب نہیں ہوتے اور یوسف علیہ السلام زندہ سلامت رہتے ہیں۔

۳…… سورۂ نمل میں حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق بھی آیا ہے’’مکروا مکروا مکرنا مکرا وھم لا یشعرون‘‘ کفار نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی فکر میں ہیں۔ مگر نتیجہ بالکل ان کے خلاف نکلتا ہے۔ ارشاد ہوا ہے پس دیکھو ان کی خفیہ تدبیر کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے ان کو اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر دیا۔ سو ان کے ظلم کے سبب ان کے گھر مسمار ہوئے پڑے ہیں۔ بے شک اس میں جاننے والوں کے لئے بڑی نشانی ہے اور جو ایمان لائے تھے اور ڈرتے تھے ان کو ہم نے بچالیا۔

۴…… ’’والذین یمکرون السیات لھم عذاب شدید ومکر اولئک ھو یبور‘‘ اور جو لوگ بری تدبیریں سوچتے رہتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر وہی نابود ہوگا۔

۵…… اسی سورہ میں آگے چل کر آیا ہے:’’ولا یحیق المکر السیٔ الا باھله‘‘ یعنی بری تدبیر کا وبال بری تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے۔

۶…… ’’قد مکر الذین من قبلھم فاتی اللہ بنیانھم من القواعد فخر علیھم السقف من فوقھم واتٰھم العذاب من حیث لا یشعرون‘‘ ان کے اگلے لوگ مکر کرتے ہیں۔ پس ان کی عمارت پر بنیادوں کی جانب سے اللہ کا حکم آیا۔ پھر ان کے اوپر سے ان پر چھت گر پڑی اور ان پر ایسی جانب سے عذاب آیا کہ ان کو خبر بھی نہ تھی۔

یہ تمام آیات تمہارے سامنے ہیں۔ ان کو پڑھو اور بار بار پڑھو۔ ان کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ جو لوگ انبیاء ورسل کی مخالفت کرتے ہیں ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے

ہیں اورارباب حق وصدق کی تباہی وبربادی کے منصوبے سوچتے ہیں۔ وہ خود ہی بمصداق چاہ کن را چاہ درپیش ورطۂ ہلاکت میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

از مکافات عمل غافل مشو گندم از گندم بروید جوز جو

یہودیوں نے خدا کے ایک برگزیدہ انسان کو قتل کرنے کی کوشش کی مگر خدا نے انہیں دوسروں کا نظام ومحکوم بنادیا اوران پر غیروں کی بندگی کی لعنت نازل کردی۔ اسی طرح جس قوم اور فرد نے راہ حق سے خوف کیا ہے۔ دوسروں کو منحرف ہونے کی ترغیب دی ہے اوردعوت حق وصدق کی کوششوں کو پلٹنے کی ٹھان لی ہے توانجام کار وہی ناکام وخاسر رہے ہیں۔ ’’الا ان حزب الشیطن هم الخسرون‘‘

یہاں تک تو مکر کی تشریح قرآن سے پیش کی گئی ہے۔ اب لغوی تحقیق ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ مکر: حیلہ کرنا، داؤ کرنا، باب نصر سے مصدر۔ مکر کے معنی ہیں کسی کو آزار پہنچانے کے لئے تکلیف سے بچانے کے لئے اس طرح مخفی تدبیر کرنا کہ بے سان وگمان اس کا نتیجہ ظاہر ہو جائے۔ اسی لئے مکر کی دوقسمیں ہیں۔ ’’مکر حسن‘‘ پسندیدہ مکر اور ’’مکر سئی‘‘ ناپسندیدہ مکر۔ قرآن کریم میں ’’ولا یحیق المکر وسی الا باهله‘‘ (برے مکر کی افتاد مکر کرنے والے ہی پر پڑتی ہے) مکر کو اسی لئے سی (برے) سے مقید کیا گیا۔ جہاں تک اللہ تبارک وتعالیٰ کا تعلق ہے، اس کا مکر بہرحال حسن ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس مدبر وحکیم کا کوئی فعل حکمت ومصلحت اور کائنات کے عمومی فائدے سے خالی نہیں ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی کوئی تدبیر بظاہر کسی فرد یا گروہ کے لئے نقصان دہ ہو۔ مگر جمعیت انسانی کے لئے ہرحال اس میں ہزاروں فوائد پوشیدہ ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں دومقامات پر اللہ تعالیٰ کو ’’خیر الماکرین‘‘ فرمایا ہے۔ ایک سورۂ آل عمران میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قاتلوں کے پھندے سے بچانے اور خود قاتل کو اس میں پراسرار طریقہ پر پھنسا دینے کا ذکر ہے اور دوسرے سورۂ انفال میں جہاں رسول اکرم ﷺ کے خلاف قتل یا گرفتاری وجلاوطنی کی سازش کو ناکام بنانے اور آپ کو مدینہ منورہ کے دارالامن میں عزت وکرامت کے ساتھ پہنچانے کا ذکر ہے تو ان دونوں جگہ جہاں ’’خیر الماکرین‘‘ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کافروں کی تدبیر سے بہتر کامیاب اور غالب تھی۔ وہاں اس طرف بھی اشارہ کرنا ہے کہ وہ ’’خیر‘‘ اور پسندیدہ چیز تھی۔

ابوداؤد کی ایک حدیث میں جو دعا تلقین فرمائی گئی ہے اس کا ایک جملہ یہ ہے۔

''وامکر لی ولا تمکر علی ''اے اللہ! وہ تدبیر کیجئے جو میرے حق میں ہو۔ وہ تدبیر نہ کیجئے جو میرے حق میں نہ ہو۔ یعنی اے مدبر کائنات تو جو تدبیر وتصرف عمل میں لاتا ہے وہ تو سراسر حق ہوتا ہے مگر صورت حالات ایسی کر دے کہ کوئی بات میرے خلاف نہ پڑے۔
(تفسیر المنار باضافہ ص۹/۶۵۱، بحوالہ قاموس ص۵۲۶،۵۲۷)

عیسیٰ علیہ السلام سے وعدہ ہائے خداوندی

''اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ ثم الی مرجعکم فاحکم بینکم فی ما کنتم فیہ تختلفون ''﴿جس وقت اللہ نے کہا اے عیسیٰ! میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تم کو اپنی جانب اٹھانے والا ہوں اور جو کافر ہیں ان سے تجھ کو پاک کرنے والا ہوں اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی ہے ان کو ان پر جنہوں نے تیرا انکار کیا۔ قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں۔ پھر میری جانب تم کو لوٹنا ہے۔ پھر میں ان باتوں میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا۔ جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔﴾

اس تدبیر کا ظہور اس وقت ہوا جب کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گرفتار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ خیال ہوا کہ ان بدبختوں کی سعی وکوشش کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ میری تعلیم کا نشان مٹ جائے گا اور اللہ کا نام لینے والا کوئی بھی نہ رہے گا۔ غزوہ بدر کے موقعہ پر اسی قسم کا خیال رسول اللہ ﷺ کو بھی ہوا تھا۔

لیکن ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو اطمینان دلایا کہ غم کرنے کی کوئی بات نہیں۔ اس وقت یہ لوگ نہ تمہیں گرفتار کر سکتے ہیں اور نہ تم پر کسی قسم کا غلبہ حاصل کر سکتے ہیں۔ بلکہ ہم تمہیں وقت موعود پر طبعی موت سے ماریں گے۔ اسی حفاظت کو دوسری جگہ اظہار نعمت کے طور پر ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔''واذ کنت کففت بنی اسرائیل عنک ''جب بنی اسرائیل کو میں نے تم سے روک دیا۔ اگر روایات یہود کے مطابق ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گرفتار ہونا تسلیم کر لیں تو یہ آیت غلط ٹھہرتی ہے اور باز رکھنے کا وہ مفہوم باقی نہیں رہتا جو اس کا اصلی مطلب ہے۔ اسی قسم کی آیت ایک اور جگہ بھی آتی ہے۔''اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ ھم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم فکف ایدیھم عنکم ''اللہ کا وہ انعام یاد کرو جو تم پر ہوا۔ جب بعض لوگوں نے ارادہ کیا کہ تمہاری طرف ہاتھ بڑھائیں تو اس نے ان کے ہاتھوں کو قتل سے روک دیا۔

رسول اللہ ﷺ اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم دیت وصول کرنے کی غرض سے بنونصیر کے پاس جاتے ہیں۔ وہ لوگ آپ کو وہاں بٹھا کر اس لئے وہاں سے ہٹ جاتے ہیں کہ چکی کا پاٹ اوپر سے گرا کر آپ کو شہید کردیں۔ مگر آپ کو ان کے خدع وفریب کی اطلاع مل جاتی ہے۔ اٹھ کر وہاں سے چلے جاتے ہیں اور ان کی تمام تدبیریں اکارت جاتی ہیں۔ پس اس آیت کو پیش نظر رکھ کر ہمیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالفین اپنی حیلہ سازیوں میں بالکل ناکام وخاسر رہے ہیں۔

آیت زیر بحث میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چار وعدے کئے ہیں۔ اسی ترتیب سے ہم ان کی ضروری تشریح کرتے ہیں۔

الف...... ’’انی متوفیک‘‘ ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سخت ترین دشمن بن گئے تھے۔ سب کے سب اسی فکر میں تھے کہ انہیں مار ڈالیں۔ چنانچہ عید[1] کے روز انہیں پلاطوس والی شام کے پاس لے گئے اور اس کی عدالت میں حسب ذیل الزامات لگائے:

۱...... یہ اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتا ہے۔ لوگوں کو قیصر کا محصول ادا کرنے سے روکتا ہے اور حکومت کے خلاف بغاوت کے جراثیم پھیلاتا ہے۔

۲...... یہ کافر ہے۔ اس لئے یہ ملت اسرائیل کی سخت توہین وتذلیل کرتا ہے اور اپنے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتا ہے۔

پہلے الزام کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب یہ تھا کہ دنیا میں انبیاء ورسل اصلاح انسانیت کے لئے آتے ہیں نہ کہ فساد فی الارض کے لئے۔ میں بغاوت نہیں پھیلاتا بلکہ اصلاح کا بیج بو رہا ہوں۔ دوسرے جرم کی بابت وہ یہ کہتے تھے کہ دراصل تم خود شریعت اسرائیل کو ترک کر چکے ہو۔ اب تمہارے اکاذیب واباطیل ہیں۔ جنہوں نے مذہب کا نام اختیار کر لیا ہے۔ پس میں آیا ہوں کہ تم کو اصل تورات کی طرف لے آؤں۔ مگر یہودیوں نے ان کی کسی بات کو بھی تسلیم نہ کیا اور حاکم شہر کو مجبور کیا کہ وہ ان کی موت کا فتویٰ صادر کرے۔

[1] عید۔ خوشی کا دن۔ عود سے ماخوذ ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں۔ عید کو عید اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے۔ ہر قوم وملت میں عید کا رواج ہے اور وہ اسے اپنے اپنے طریقے پر مناتی رہی ہے۔

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

توفی کی تحقیق

''لغت میں توفی کے معنی ''اخذ الشی وافیا تاما'' کے آتے ہیں۔ یعنی کسی چیز کا پورا پورا حصہ لینا۔ مثلاً اپنی زندگی کا پورا حصہ پالیتا ہے۔ اس لئے اس کو بھی متوفی کہتے ہیں۔ ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا'' اللہ جانوں کو ان کے مرتے وقت قبض فرمالیتا ہے۔ دوسری جگہ آتا ہے: ''قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم'' کہہ دو کہ ملک الموت جو تم پر مقرر ہے تمہاری جان قبض کرے گا۔ بعض لوگ قرآن نہ جاننے کی وجہ سے بیان کرتے ہیں کہ قرآن میں جس جگہ توفی کا لفظ ذی روح کے لئے استعمال ہوا ہے اور اللہ اس کا فاعل ہے تو اس کے معنی قبض روح کے سوا اور کچھ نہیں ہوتے۔ اس قاعدہ کی غلطی واضح کرنے کے لئے صرف ایک آیت پیش کردینا کافی ہے۔ ''وھو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ماجرحتم بالنہار'' اور وہی ہے جو رات کو تمہیں سلادیتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم دن میں کرچکے ہو۔

قرآن نے تمام اختلافات دور کرنے کے لئے آل عمران کی ابتداء میں ایک قاعدہ معین کردیا ہے اور وہ یہی ہے کہ متشابہات کو محکمات پر عرض کیا جائے۔ اسی قاعدہ کے مطابق ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات وحیات کے متعلق قرآن کی آیات میں درس وفکر کرتے ہیں تو سب سے پہلے سورۂ نساء ہمارے سامنے آتی ہے جس میں دو باتوں کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ''ماقتلوہ وما صلبوہ'' یہودیوں نے نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل ہی کیا اور نہ ہی صلیب دیا۔ ان محکمات کو تسلیم کرنے کے بعد ان وعدوں کو یاد کیجئے جو گزشتہ آیات میں مریم سے کئے گئے ہیں۔ ''یکلم الناس فی المھد وکھلا'' ان دو میں سے صرف ایک کے ایفاء کا تذکرہ سورۂ مریم میں آتا ہے: ''انی عبداللہ اتانی الکتاب'' (میں اللہ کا بندہ ہوں اور مجھے کتاب دی گئی ہے) مگر دوسرے وعدے کے متعلق قرآن بالکل خاموشی اختیار کرتا ہے جس سے صاف طور پر یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ نزول قرآن تک یہ وعدہ پورا نہیں ہوا تھا۔ (ورنہ اس دوسرے وعدہ کا بھی ذکر آنا لازمی تھا) تمام قرآن دیکھ جاؤ۔ کسی نبی کے ساتھ یہ دو وعدے نہیں کئے گئے اور نہ خصوصیت کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ گویا یہ عیسوی خصوصیات ہیں جو اور پیغمبروں میں موجود نہ تھیں۔

ان امور کی بناء پر متوفیک کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتے کہ میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کرنیوالا ہوں۔ صاحب کشاف فرماتے ہیں: ''متوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخر اجلک الیٰ اجل کتبتہ

لک و ممیتک حتف الفک لا قتلا بایدیھم ''تمہیں کفار سے محفوظ کر کے اس وقت تک زندہ رکھوں گا جب تک تمہاری طبعی موت کا وقت نہ آ جائے اور میں تم پر طبعی موت طاری کروں گا اور کفار کے ہاتھوں تم قتل نہ ہو گے۔

آیات کی نظم وترتیب بتاتی ہے کہ ان وعدوں کی غرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت وکرامت کا اظہار ہے۔ اگر متوفیک کے معنی وہ نہ لئے جائیں جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں تو ان کی کوئی خصوصیت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ علامہ زمخشری ہی کا مطلب درست اور اقرب الیٰ الصواب ہے اور بخاری نے جو ابن عباسؓ سے اس کے معنی ممتیک نقل کئے ہیں تو وہ بھی اس کے منافی نہیں بلکہ بصیغہ اسم فاعل[1] ہونے کی وجہ سے عین مطابق ہیں۔

توفی کے معنی کسی چیز کو پورا لینا ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے سلسلہ میں ''**فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم** ''تو جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی میری امت کے لوگوں کا نگران تھا تو یہاں توفی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم وجان کے ساتھ اٹھا لینا اور اللہ تعالیٰ کا انہیں بال بیکا ہونے دیئے بغیر اپنی حفاظت میں لے لینا مراد ہے اور یہ معنی بالکل لغت کے مطابق اور حدیث صحیحہ کے موافق ہیں۔

توفی کا اطلاق موت پر بھی ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ جان کو پورے طور پر لے لیتا ہے اور نوم (نیند) پر بھی کیونکہ اس میں ہوش وحواس کو لے لیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا: ''**وھو الذی یتوفاکم باللیل** ''(اللہ ہی رات کے وقت تمہارے ہوش وحواس اپنے قبضے میں کر لیتا ہے) اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں اس کا اطلاق جسم وجان دونوں کو لے لینے کے لئے ہوا۔

---

[1] اسم فاعل کا عمل ہمیشہ زمانہ مستقبل میں ہوتا ہے۔ مثلاً ''**ھو ذاھب** '' وہ جانے والا ہے۔ ''**انی فاعل** ''میں کرنے والا ہوں۔ یعنی نہ وہ ابھی گیا ہے۔ نہ میں نے کچھ کیا ہی ہے بلکہ اس کے جانے اور میرے کرنے کا فعل بعد میں ہونے والا ہے جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوا۔ اب غور کیجئے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کی دشمنی اور پے درپے مخالفتوں سے اندیشہ ہوا کہ وہ آپ کو قتل کر ڈالیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ آپ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔ کیونکہ یہ یقین جان لیجئے کہ آپ کے مارنے والا تو میں ہوں۔ بس آیت کا اس سے زیادہ مطلب نہیں۔ صرف آپ کو تسلی دینی مقصود تھی۔ آپ کی موت کب واقع ہوگی۔ اس سے یہ آیت کیا تمام قرآن مجید خاموش ہے۔ (مؤلف)

علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں: ’’توفی‘‘ کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا پورا لے لینا۔ موت پر توفی کا اطلاق اس لئے کیا گیا کہ اس میں روح مکمل طور پر قبض کر لی جاتی ہے۔ نوم (نیند) پر اس کا اطلاق اس لئے کیا گیا کہ اس میں بھی موت کی طرح حواس کا احساس زائل ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار سے نوم پر توفی کا اطلاق مجھ پر ہوگا مگر فلاسفہ مغرب کے ایک جدید گروہ کی رائے میں انسان کی دو روحیں ہیں[1]۔ نیند کی حالت میں ان میں سے ایک سلب کر لی جاتی ہے اور موت کی صورت میں دونوں۔ اس رائے کے مطابق نوم پر بھی توفی کا اطلاق حقیقی ہوگا۔

(تفسیر المنارج۷ص۴۷۸)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: موت اور نوم میں لفظ توفی کا استعمال قرآن کریم ہی نے شروع کیا ہے۔ جاہلیت والے تو عموماً اس حقیقت سے ہی ناآشنا تھے کہ موت یا نوم میں خداتعالیٰ کوئی چیز ان سے وصول کر لیتا ہے۔ اسی لئے لفظ توفی کا استعمال موت اور نوم پر ان کے یہاں شائع نہ تھا۔ قرآن مجید نے موت وغیرہ کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لئے اوّل اس لفظ کا استعمال شروع کیا تو اسی کو حق ہے کہ موت ونوم کی طرح ’’اخذ روح مع البدن‘‘ کے نادر مواقع میں بھی اسے استعمال کرے۔ بہرحال آیت حاضرہ میں جمہور کے نزدیک توفی سے موت مراد نہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح ترین روایت یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ ’’کما فی روح المعانی‘‘ وغیرہ! زندہ اٹھائے جاتے ہیں یا دوبارہ نازل ہونے کا انکار سلف میں کسی سے منقول نہیں بلکہ تلخیص الجبیر میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور ابن کثیر وغیرہ نے احادیث نزول کو متواتر کہا ہے اور اکمال اکمال العلم میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی تصریح نقل کی ہے۔ (فوائد القرآن بحوالہ قاموس القرآن ص۱۶۵،۱۶۶)

رافعک الیّ

رافعک الیّ اور تمہیں اپنے پاس بلانے والا ہوں۔ بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ واؤ

[1] اس سے معلوم ہوا کہ روح کی مثال مانند بجلی کے ہے۔ بجلی کی بھی دو رو (Currents) ہوتی ہیں۔ ایک مثبت دوسری منفی۔ ان دونوں کے ملنے سے بجلی کام کرتی ہے۔ شاید فلاسفہ کی تحقیق بھی اسی کے قریب ہو۔ واللہ اعلم بالصواب! یعنی ایک کے قبض کرنے سے آدمی سو جاتا ہے اور کچھ احساس باقی نہیں رہتا اور دونوں کے قبض کرنے سے موت واقع ہوتی ہے۔ گویا جس طرح دونوں رو (Currents) کے ملاپ سے بجلی وجود میں آتی ہے۔ اسی طرح دونوں روحوں کے ملاپ سے کامل روح بنتی ہے۔ (مؤلف)

ہمیشہ ترتیب کے لئے ہوا کرتی ہے مگر قرآن کریم کی حسب ذیل آیات اس قاعدہ کلیہ کو توڑتی ہیں۔ ''واتموا الحج والعمرة لله'' حالانکہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ کر سب سے پہلے عمرہ کے ارکان ادا کرنے پڑتے ہیں۔ ''فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدوا لهم کل مرصد'' ظاہر ہے کہ پہلے پکڑنا اور پھر قتل کرنا ہوگا۔ ایک اور آیت بھی سامنے رکھ لیجئے: ''واوحینا الیٰ ابراهیم واسماعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وعیسیٰ وایوب ویونس وهٰرون وسلیمان واٰتینا داؤد زبورا'' پس ان تمام تصریحات سے واضح ہوگیا کہ واؤ کا ترتیب کے لئے ہونا ضروری نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ حکومت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے وہ کسی دوسری قوم کی طرف ہجرت نہیں کر سکتے اور یہ لوگ سب کے سب دشمن بن گئے ہیں۔ اب اگر وہ مصلوب ہو جائیں تو ''یکلم الناس فی المهد وکهلا'' کا دوسرا وعدہ پورا نہیں ہو سکتا۔ پس اس کے پورا کرنے کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ فی الحال ان کو مخالفین کے خدہ اور فریب سے بچا لیا جائے۔ یہ تم جانتے ہو کہ ان کی پیدائش عام قاعدے کے خلاف ہوئی ہے۔ ''فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشرا سویا'' تو ہم نے ان کی جانب اپنی روح کو بھیجا تو وہ ان کے آگے پورا آدمی بن آیا۔ اس روحانیت کا اثر ان کی جسمانی قوتوں پر پہلے ہی سے غالب تھا۔ اب جب کہ مخالفین ان کے قتل پر تلے ہوئے ہیں تو وہ میسر روحانیت بن جاتے ہیں اور عالم مثال کی قوتیں ان کو اوپر اٹھا لیتی ہیں اور یوں ہجرت الی اللہ و ترک وطن کی منزل بھی طے ہو جاتی ہے۔

باقی رہیں وہ احادیث جن سے بعض لوگوں نے تمسک کر کے یہ فیصلہ کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو وہ کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔ اس لئے کہ محدثین نے قاطبۃً ان کے غلط اور موضوع ہونے کا فیصلہ کر دیا ہے۔

تیسرا وعدہ

''ومطهرک من الذین کفروا'' یہودیوں کی کوشش یہی ہے کہ تجھے سولی پر لٹکا کر لعنتی موت ماریں۔ مگر میں تجھے ان سے بچا لوں گا اور اس لعنتی موت سے محفوظ رکھوں گا۔ رہی وہ تاریخ جو انہوں نے تمہاری پیدائش اور تمہارے مشن کے متعلق مرتب کی ہے اور جن کو غلطی سے عیسائیوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اس سے بھی میں تمہیں پاک کروں گا۔ تمہارے بعد ایک اور نبی

آئے گا جو تمہاری تطہیر اور پاکیزگی بیان کرے گا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ جنہوں نے قرآن کریم کے ذریعہ تمام حقائق مستورہ کو بے نقاب کر دیا۔ یوحنا کی انجیل میں ہے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا وہ میرا اجلال ظاہر کرے گا۔ (یوحنا:۱۶، باب:۱۳،۱۴)

فضیلت وبرتری

''وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامة'' یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صاف صاف انکار کر دیا۔ اس لئے وہ کافر ہیں اور اس آیت میں یہی لوگ مراد ہیں۔ ابن مریم کو قبول کرنے والے مسلمان اور عیسائی ہیں۔ اگرچہ مسلمان تو حقیقۃً عیسیٰ علیہ السلام کو نبی اللہ مانتے ہیں اور عیسائی صرف ظواہر کے پجاری ہیں۔ مگر اتباع کا اطلاق دونوں پر ہوگا۔ اس لئے یہ دونوں گروہ بنی اسرائیل پر غالب رہیں گے۔

دو قسمیں

اگرچہ قرآن حکیم نے نبوت کے اشتراک عام کی وجہ سے سب انبیاء کرام کو نبی کہا ہے مگر پھر بھی ان کی بعض خصوصیات کی بناء پر ان کو دو سلسلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

الف...... ایک سلسلہ تو انبیاء موسسین کا ہے جو اپنی دعوت سے جدید قومیتوں کی بنیاد ڈالتے ہیں۔

ب...... دوسرے انبیاء مجددین ہیں جو مذاہب سابقہ کی اصلاح وتجدید کے لئے آتے ہیں۔

انبیاء موسسین میں ان رسل عظام کی جلیل القدر ہستیاں ممتاز نظر آتی ہیں۔

کے متعلق ''وجیها فی الدنیا والآخره'' آیا ہے۔ فافهم!

مجھے ایک پرانا واقعہ یاد آ گیا جس کا اس بحث سے کسی قدر تعلق ہے۔ اس لئے اسے ذیل میں واضح کئے دیتا ہوں۔ امید ہے کہ ناظرین کا دلچسپی کا باعث ہوگا۔

مکالمہ

حیات وممات مسیح

۱۹۲۶ء کا واقعہ ہے کہ ایک دن میرے اور مسٹر محمد الطاف صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ نوشہرہ چھاؤنی ضلع پشاور کے درمیان حیات وممات مسیح کے سلسلہ میں خدا کے ہر چیز پر قادر

ہونے پر گفتگو ہوئی۔ متنازعہ فیہ آیت یہ تھی: ’’**وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیما**‘‘

انہوں نے کہا کہ یہاں رفع سے عیسیٰ علیہ السلام کا اٹھالینا مراد نہیں بلکہ عام قاعدہ سے وفات مراد ہے۔ عیسیٰ کسی کے مرجانے پر ہم اس کی عزت کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ فلاں اٹھ گیا اور مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ مر گیا ہے۔

میں نے کہا کہ اگر عام قاعدہ وفات کو یہاں عزت کے لئے لفظ رفع سے ظاہر کرنا ہے تو ’’**کان اللہ عزیزاً حکیما**‘‘ کے اضافہ کی کوئی ضرورت نہ تھی اور جب یہ جملہ آیت کا موجود ہے تو اس کا استعمال ظاہر کرتا ہے کہ یہاں خاص رفع مراد ہے۔ جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ جانا قرآن سے ثابت ہوا۔ یا یہ حصہ آیت کا قرآن سے نکال ڈالئے۔ اس پر الطاف صاحب کوئی جواب نہ دے سکے۔

دوسرے موقع پر الطاف صاحب کہنے لگے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے تو ان کے زندہ رہنے کے لئے کھانے پینے اور بول وبراز کا آسمان پر کیا انتظام ہے؟

میں نے کہا کہ جس خدائے قدوس نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں کئی دن زندہ رکھا اور اصحاب کہف کو تین سو نو سال بغیر کھائے پئے اور بغیر حاجت بول وبراز زندہ رکھا۔ اس سے کچھ بعید نہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور کو کسی مصلحت کی بناء پر اس سے زیادہ مدت کے لئے زندہ رکھے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ’’**ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر**‘‘

سیکرٹری جماعت احمدیہ: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے ایک قانون بنا رکھا ہے جس کے مطابق دنیا میں عمل درآمد ہوتا ہے اور زندگی اور موت کے متعلق خدائی قانون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور مارتا ہے۔ پھر قیامت کے دن زندہ کرے گا۔ پھر نہیں مارے گا جو اس آیت سے ظاہر ہے۔ ’’**کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتاً فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون**‘‘ اس لئے کیا آپ قرآن سے کوئی نظریہ بتلاسکتے ہیں کہ کوئی مرنے کے بعد زندہ کیا گیا ہو؟ حالانکہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ میں بھی مانتا ہوں۔

سرفراز: بے شک ایک نہیں کئی مثالیں پیش کرسکتا ہوں۔ سنئے اور غور سے سنئے۔ قرآن کے پہلے ہی پارہ کے چھٹے رکوع میں ہے کہ جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے اور ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم خدا کو ظاہر باہر نہ دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے زمانہ کے یہود کو اس واقعہ کی یوں اطلاع دیتا ہے۔

''واذ قلتم یٰموسیٰ لن نؤمن لک حتیٰ نری اللہ جھرۃ فاخذتکم الصعقۃ وانتم تنظرون ثم بعثنکم من بعد موتکم ''جب تم لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ ہرگز نہ مانیں گے جب تک ہم اللہ کو علانیہ نہ دیکھ لیں تو تمہیں بجلی نے لے لیا یعنی مار دیا۔ پھر ہم نے بعد تمہاری موت کے دوبارہ زندہ کیا۔

سیکرٹری جماعت احمدیہ: چوہدری صاحب آپ سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں پر بجلی کی کڑک سے غشی طاری ہوگئی۔ ورنہ وہ مرے نہ تھے اور لفظ بعث کے معنی بھیجنے کے ہوتے ہیں۔

سرفراز: لیکن اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: ''ثم بعثناکم من بعد موتکم'' کہ پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں زندہ کیا۔ اس آیت میں تین لفظ قابل غور ہیں۔ ثم سے ظاہر ہے کہ ان کی موت اور دوبارہ جی اٹھنے میں کچھ وقفہ ضرور تھا۔ پھر لفظ موت اور بعد خصوصیت سے اس مفہوم کو واضح کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد یہاں دوبارہ زندہ کرنا ہی مراد ہے۔

سیکرٹری جماعت احمدیہ: اچھا کوئی اور مثال پیش کیجئے۔

سرفراز: لیجئے دوسرے ہی پارہ کے سولہویں رکوع میں اس سے زیادہ واضح الفاظ میں اس امر کو ثابت کیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا آیت کے متعلق تو روایت سے ثابت ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے ستر آدمی تھے جو بجلی سے ہلاک ہوئے اور پھر زندہ کئے گئے۔ لیکن مندرجہ ذیل واقعہ میں تو کوئی روایت نہیں بلکہ قرآن خود اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے: ''الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاء ھم'' ﴿کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا (یعنی ان کے حالات پر غور نہیں کیا) جو باوجود ہزاروں کی تعداد میں ہونے کے موت سے ڈر کر اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تو اللہ نے ان سے کہا مر جاؤ (وہ مر گئے) پھر ان کو زندہ کر دیا۔﴾

روایات میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت حزقیل علیہ السلام کے عہد میں بنی اسرائیل پر گزرا تھا۔ ان کے نبی نے ان کو دشمن سے جہاد کا حکم دیا تو وہ موت کے خوف سے ڈر کر بھاگ نکلے۔ روایات میں زیادہ سے زیادہ تعداد ستر ہزار ہے اور کم سے کم چار ہزار۔ پیغمبر نے بددعا کی تو اللہ نے ان پر موت طاری کر دی۔ درمنثور میں ہے کہ ایک مدت دراز تک وہ وہاں پڑے رہے۔ ہڈیاں تک گل سڑ گئیں۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کا ادھر سے گزر ہوا تو انہوں نے ان کی اس حالت پر اظہار افسوس کیا اور دعا مانگی کہ الہ العالمین ان کو موت کے عذاب سے نجات دے تاکہ

ان کی زندگی خود ان کے لئے اور دوسروں کے لئے عبرت وبصیرت بن جائے۔ پیغمبر کی دعا مقبول ہوئی وہ زندہ ہوکر نمونہ عبرت وبصیرت بنے۔

(تفسیر ابن کثیر ج۲ص۱۳۴، روح المعانی ج۲ص۱۳۸، قصص القرآن ج۲ص۲۰)

اب تو واضح ہوگیا کہ خدا دنیا میں بھی دوبارہ زندہ کرسکتا ہے اور اس ذات باری تعالیٰ نے ہزاروں زندہ کر کے دکھا دیئے ہیں۔ اس آیت میں لفظ ''بعث'' نہیں جو ذومعنی ہے بلکہ ''احیاء'' ہے جس کے معنی ہی ہیں زندہ کرنا۔ زندگی بخشنا۔ اس آیت میں صاف طور پر ان کی موت کے بعد دوبارہ حیات کا ذکر ہے۔ اس لئے اگر ہم کہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اٹھائے جانے، آسمان پر بغیر کھائے پیئے زندہ رکھنے اور آسمان سے وقت معین پر نازل فرمانے پر بھی قادر ہے۔ اس میں کون سی عجب بات ہے اور اس آیت میں ایک نہیں دو نہیں ہزاروں کو دوبارہ دنیا میں زندگی بخشنا مذکور ہے۔

سیکرٹری جماعت احمدیہ: یہ جو آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو مارڈالا یہ قرآن میں کہاں ہے؟ اور پھر ایک مدت دراز تک مردہ رہنا کیسے معلوم ہوا؟

سرفراز: ان کا مرنا قرآن سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ ارشاد ہوا: ''موتوا'' وہ مرگئے۔ ان کے مرجانے کے بعد ہی دوسرا حکم ہوا۔ جس سے انہیں زندگی بخشی جو ''ثم احیاھم'' سے ظاہر ہے قران کے لفظ ''ثم'' سے ان کے مرنے اور پھر جی اٹھنے کے درمیان کچھ وقت گزرنا یقینی ہے اور اس وقت کا ایک زمانہ دراز ہونا روایت سے ثابت ہے جو میں ابھی درمنثور کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں۔ اچھا میں ایک اور آیت پیش کرتا ہوں۔ جس سے زمانہ دراز تک مردہ رہ کر پھر زندہ ہونا بھی قرآن سے ثابت ہوجائے گا۔

تیسرے پارے کے تیسرے رکوع میں حضرت عزیر علیہ السلام کا ذکر ہے کہ وہ ایک شہر پر سے گزرے جو زلزلہ کی وجہ سے زمین میں دھنس گیا تھا اور اس کے باشندے فناہ ہوچکے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شہر اللہ پھر کیسے آباد کرے گا۔ اللہ کو آپ کا اس کی قدرت وقوت میں تعجب کرنا ناگوار گزرا۔ حضرت ممدوح آگے چل کر ایک درخت کے سایہ میں ٹھہر گئے۔ اپنے گدھے کو درخت سے باندھ دیا اور اپنا کھانا پانی پاس رکھ کر آرام کے لئے لیٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پورے ایک سو سال کے لئے ماردیا اور پھر زندہ کیا۔ ''فاماته الله مائة عام ثم بعثه'' پھر ان سے (بذریعہ فرشتہ کے) دریافت کیا کہ آپ کب سے یہاں پڑے رہے

ہیں؟ کہنے لگے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔’’قال کم لبثت قال لبثت یوم او بعض یوم‘‘

سیکرٹری جماعت احمدیہ: (بات کاٹ کر) بس حضرت عزیر علیہ السلام خود کہہ رہے ہیں کہ ایک دن یا دن سے کم۔ پھر ان کی موت کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے؟

سرفراز: برادر من! ذرا آگے بھی پڑھئے۔ان کے ایسا کہنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارا خیال صحیح نہیں۔’’بل لبثت مائة عام‘‘ بلکہ آپ سو سال پڑے رہے ہیں اور اس کی دلیل یہ بتلاتی کہ ذرا اپنے گدھے کی طرف بھی تو دیکھو۔ وہ مرا پڑا ہے اور پھر اللہ کی اور قدرت ملاحظہ ہو کہ چونکہ آپ کو جی اٹھنے پر کھانے پینے کی حاجت تھی تو وہ سو سال میں بھی تازہ رہا۔جیسا کہ ارشاد ہوا:’’فانظر الیٰ طعامک وشرابک لم یتسنه‘‘

سیکرٹری جماعت احمدیہ: (پھر بات کاٹ کر) دیکھئے جناب! یہ ایک ہی دن کا معاملہ ہوگا۔اسی لئے تو ان کا کھانا اور پانی خشک نہیں ہوئے۔ ورنہ سو سال بھی کوئی کھانا پانی بغیر خشک ہوئے رہ سکتے ہیں۔عزیر علیہ السلام کو خواب میں معلوم ہوا ہوگا کہ وہ ایک سو سال پڑے رہے ہیں۔ ورنہ فی الحقیقت یہ ایک دن کا ہی قصہ ہوگا۔

سرفراز: افسوس! آپ لوگ خدا کی قدرت، حکمت اور قوت کے منکر ہو رہے ہیں۔ یہاں تو عزیر علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ میں ایک دن یا دن کا حصہ یہاں بے خبری کے عالم میں پڑا رہا ہوں۔لیکن اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہو رہا ہے کہ یہی تو ہماری قدرت کامل کا کرشمہ ہے کہ تمہیں ایک دن یا دن سے بھی کم معلوم ہوا ہے مگر حقیقت میں ہم نے تمہیں وفات دے دی تھی اور اسی حال میں تم یہاں سو سال تک پڑے رہے۔اب دوسری قدرت ملاحظہ ہو کہ کھانا پانی تو خراب نہیں ہوا۔مگر گدھے کی طرف دیکھو اس کی ہڈیاں بھی گل سڑ کر ایک دوسری سے علیحدہ ہو چکی ہیں۔اب ذرا غور سے دیکھنا کہ ہم ان بکھری ہوئی ہڈیوں کو تمہارے سامنے ہی کیسے اکٹھا کرتے ہیں اور گوشت کیسے چڑھاتے ہیں۔’’وانظر الیٰ العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحمًا‘‘ عزیر علیہ السلام نے گدھے کی بکھری ہوئی ہڈیوں کو اکٹھا ہوتے اور ان پر گوشت پست آتے اپنی آنکھوں سے سامنے دیکھ لیا اور جب گدھا بھی زندہ ہو کر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا تو بے ساختہ پکار اٹھے۔’’قال اعلم ان الله علی کل شیٔ قدیر‘‘ اب میں نے خوب جان لیا ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہاں سے اٹھ کر جو واپس لوٹتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی شہر پہلے سے بھی زیادہ آباد اور پررونق ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو بھی شک ہوا تھا مگر

وہ تو مان گئے۔اب دیکھتا ہوں آپ کیا جواب دیتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت تو ایک مدت دراز کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا ثبوت بھی قرآن سے مل گیا۔اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ کے کہنے کے مطابق وہ ایک دن یا دن کا حصہ تھا تو ایک ہی دن میں گدھے کی ہڈیاں کیسے بکھر گئیں؟ اوران کو اکٹھا کرنے اور گوشت چڑھانے کا کیا مطلب؟

سیکرٹری صاحب سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔آخر کہنے لگے کہ پوچھ کر بتلاؤں گا مگر نہ آج تک بتلا سکے ہیں اور نہ شاید قیامت تک بھی بتلا سکیں ۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں راہ کہ تو می روی بترکستان است

دوسرا واقعہ

میں نے مقدمہ کتاب میں لکھا ہے کہ قرآن کے صحیح مفہوم کو پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ منجملہ دیگر لوازم تفسیر کے خواتیم آیات قرآنی کا بھی لحاظ رکھا جائے۔ کیونکہ یہ صرف قرآن کا معجزہ ہے کہ وہ آخری آیت میں مضمون کا نچوڑ رکھ دیتا ہے۔ذیل کے واقعہ سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آجائے گی۔ کیونکہ اس میں آخری حصہ آیت سے ہی میں نے استدلال کیا۔جس کا میرے مرزائی دوست[1] سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور بحث ختم ہوگئی۔واقعہ یوں ہے۔

پہلے میں نے ان کی اجازت سے کہ میں سوال کروں۔ان سے مرزا قادیانی کی نبوت پر قرآن سے صریح آیت کا مطالعہ کیا جو مرزا قادیانی کی صحیح صحیح نشان دہی کر سکے۔مگر وہ اس طرف ہرگز نہ آئے اور یہی رٹ لگاتے چلے گئے کہ جب تک مسیح علیہ السلام کی حیات وممات کا فیصلہ نہ ہو جائے۔اس وقت تک ہم مرزا قادیانی کے متعلق کوئی آیت نہیں پیش کر سکتے۔میں نے انہیں کہا کہ اگر آپ کو وفات مسیح علیہ السلام مفید ہے تو چلئے میں اس بحث کو ختم کرنے کے لئے تھوڑی دیر تک مانے لیتا ہوں کہ مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔آپ اصل بحث کی طرف آیئے اور مدعی نبوت کا دعویٰ کسی صریح آیت قرآنی سے پیش کیجئے۔مگر نہ تو وہ کوئی آیت ہی پیش کر سکے اور نہ اس صورت اور طرز آغاز بحث کو ہی تسلیم کیا اور بضد ہو کر مجھ سے حیات مسیح علیہ السلام پر آیت قرآنی کے طالب ہوئے۔اس پر میں نے حسب ذیل آیت پیش کی۔

---

[1] بابو فیروز الدین صاحب جو میرے گاؤں موضع کالرہ دیوان سنگھ ضلع گجرات (پنجاب) کے رہنے والے تھے جو بعد میں میجر ہو کر فوج سے ریٹائر ہوئے اور اپنے مرزائی عقیدہ پر ہی قائم رہ کر وفات پائی۔(مؤلف)

’’وما قتلوہ وما صلبوہ ولٰکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً ‘‘ ﴿نہ اس (عیسیٰ علیہ السلام) کو انہوں نے قتل کیا۔ نہ سولی دی بلکہ ان کو اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ وہ خود شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو اس کا کچھ بھی یقین نہیں بلکہ صرف گمان کی پیروی کررہے ہیں اور انہوں نے اس کو قطعاً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔﴾

قتل وصلیب کی نفی کے بعد رفع کا ذکر ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ زندہ اٹھالیا۔

میرے دوست نے کہا کہ یہ ترجمہ غلط ہے۔ صحیح ترجمہ یوں ہے کہ مسیح علیہ السلام کو یہودیوں نے قتل تو نہیں کیا مگر وہ اپنی طبعی موت سے مر گئے اور اللہ نے ان کی روح کو لیا اور قرآن نے یہاں اٹھانا محاورۃً کہا ہے جیسے ہم کہا کرتے ہیں کہ فلاں آدمی اٹھ گیا تو مراد ہوتی ہے کہ وہ مر گیا۔

اس پر میں نے کہا کہ اگر اس آیت کا آخری جملہ ’’وکان اللہ عزیزاً حکیماً‘‘ قرآن ہی کی آیت ہے تو میرا کیا ہوا ترجمہ درست ہے اور آپ کا غلط اور اگر آپ اسے قرآن کی آیت نہیں مانتے۔ یہ الگ بات ہے۔ پھر دلیری کیجئے اور اسے قرآن سے نکال ڈالئے۔

میرے دوست نے کہا کہ میں اسے قرآن کی آیت ہی مانتا ہوں۔ مگر آپ یہ کیسے کہتے ہیں کہ آیت کے مان لینے سے میرا بیان کردہ مفہوم اور ترجمہ غلط ٹھہرتا ہے۔

میں نے جواب میں کہا کہ اس لئے آپ کا بیان کردہ مفہوم اور ترجمہ غلط ہوجاتا ہے کہ یہاں لفظ ’’رفع‘‘ کو آپ کے نظریہ کے مطابق اگر عموم پر محمول کیا جائے تو آیت کا آخری حصہ بے سود و معنے ہوجاتا ہے۔ اگر فی الواقع یہی بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بھی درست ہوتی تو آیت کو ’’بل رفعہ اللہ الیہ ‘‘ پر ختم ہوجانا چاہئے تھا مگر یہاں تو اس کے آگے ارشاد ہوتا ہے۔ ’’وکان اللہ عزیزاً حکیما ‘‘ اور اللہ غالب اور زبردست حکمت والا ہے۔ اگر دوسرے انسانوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صرف روح اٹھایا گیا تھا تو پھر اس میں حکمت کی کون سی بات رہ جاتی ہے؟

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش عام انسانوں سے مختلف ہوئی ہے۔ اسی طرح ان کا رفع آسمانی بھی دوسرے انسانوں سے بالکل مختلف ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے خود ماں بیٹے دونوں کو اپنی عجائبات قدرت کی نشانی فرمایا ہے: ’’وجعلنا ابن مریم

وامہ اٰیۃ ‘‘تو پھران کے حالات کے عجیب وغریب ہونے میں سوال ہی کیا باقی رہ جاتا ہے۔لہٰذا دوسرے لوگوں کا تو وفات کے بعد روح ہی اٹھایا جاتا ہے۔مگر عیسیٰ علیہ السلام کا روح کے ساتھ جسم بھی اٹھایا گیا۔کیونکہ ان کی موت کا ابھی وقت آیا نہیں تھا اور اس واقعہ میں ذات باری تعالیٰ نے زبردست حکمت سے کام لیا ہے اور وہ اس پر قادر ہے اور اگر اس ترجمہ اور تشریح کو تسلیم نہ کیا جائے تو آپ کے ترجمہ اور مفہوم کی بناء پر آیت کا یہ آخری جملہ فضول ٹھہرتا ہے اور قرآن کی نسبت یہ گمان کہ اس میں فضول آیات بھی ہوسکتی ہیں۔سخت گستاخی اور جسارت ہے۔

اس پر میرا معزز دوست خاموش ہوگیا اور کوئی جواب نہ دے سکا اور بحث ختم ہوگئی۔

بھلا جس خدا نے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں کئی روز تک بغیر کھائے پیئے زندہ رکھا۔جس خدا نے عزیر علیہ السلام کو سو سال کے لئے ماردیا اور پھر زندہ کیا۔جس خدا نے اصحاب کہف کو تین سو سال سے زائد بغیر کھانے پینے کے زندہ رکھا اور اٹھایا۔اس خدائے برتر سے کیا بعید ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی زیادہ مدت کے لئے اصحاب کہف کی طرح زندہ رکھے اور پھر اٹھا کر اپنی قدرت کی نشانی دکھائے جو کئی آیات قرآنی اور بے شمار احادیث صحیحہ کی تعبیر ہو۔

جو حضرات یہاں لفظ ’’رفع‘‘ کے استعمال کو باعث عزت واحترام پر محمول کرتے ہیں وہ سراسر غلطی پر ہیں۔کیونکہ جب رفع کسی قرینہ کے ساتھ مذکور ہو تو اس کا لحاظ رکھا جائے گا اور اس کے معنی بطور قرینہ کے ہوگا۔مثلاً ’’نرفع درجات من نشاء‘‘ میں درجات ’’ورفعنا لک ذکر‘‘ میں ذکر بطور قرینہ ہے۔اس لئے قرینہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے معنی کئے جائیں گے۔لیکن یاد رہے کہ جب لفظ ’’رفع‘‘ کا صلہ الیٰ ہو تو اس کے معنی خصوصیت کے ساتھ اٹھانا ہو جاتے ہیں۔لہٰذا یہاں آیت زیر بحث میں رفع صلہ الیٰ کے ساتھ استعمال ہوا ہے اور دوسری آیت ’’یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی‘‘ میں بھی رفع صلہ الیٰ کے ساتھ آیا ہے۔اس لئے دونوں جگہ عزت واحترام کی موت ہرگز نہیں بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کا اٹھانا مراد ہے اور اٹھانا بھی روح مع الجسد ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اٹھانا نہ کہ ان کی روح کا۔فھو المراد!

نیز صراح ص۲۵۰ میں ہے کہ: ’’نزدیک گردانیدن کسے را با کسے صلۃ بالیٰ‘‘ یعنی رفع کا معنی کسی کو کسی کے نزدیک کردینا کسی کے پاس لے جانا اس کا صلہ الیٰ ہوا کرتا ہے۔مثلاً ’’رفعہ الی الحاکم‘‘ وہ حاکم کے پاس لایا گیا۔قال ابوہریرۃ ﷛ ’’لسارق التمر لا رفعنک الیٰ رسول اللہ ﷺ (بخاری)‘‘ حضرت ابوہریرہ ﷛ نے کھجوروں کے چور سے کہا کہ میں تجھے

ضرور بالضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں تیری شکایت کے لئے لے چلوں گا۔ اگر رفع کے معنی اعزاز واکرام کے ہوتے تو اس جگہ حضرت ابوہریرہؓ کیا اس چور کو جناب رسالت مآب ﷺ کی سرکار والاتبار میں عزت دلانا چاہتے تھے؟ آیت زیر بحث میں سوا آسمان پر اٹھالے جانے کے دوسرے معنی ہوتے ہی نہیں۔ لہٰذا اس آیت کا صحیح مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

''فلما توفیتنی'' کی تفسیر

سورۂ مائدہ میں ذکر آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے انعامات گنوانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا۔ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری والدہ کو دو معبود بنالو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے۔ تیری ذات پاک ہے یہ میں کیسے کہہ سکتا ہوں جس کا مجھے حق نہیں اور اگر میں نے ایسا کہا بھی تھا تو تو خوب جانتا ہے اور تو جو میرے جی میں ہے اسے بھی جانتا ہے۔ لیکن جو تیرے جی میں ہے اسے میں نہیں جانتا۔ بلاشبہ تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے تو انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جو تو نے ہی حکم دیا تھا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ ''**وکنت علیہم شہیدًا ما دمت فیہم**'' میں ان پر اس وقت تک گواہ ہوں جب تک میں ان میں رہا۔ ''**فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم**'' جب تو مجھے (پورا اٹھا) لے گیا پھر تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ پھر ساتھ ہی عرض کریں گے۔ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو معاف کردے تو بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ جواب دے چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''**ھذا یوم ینفع الصادقین صدقہم**'' یہ وہ دن ہے جس میں راست بازوں کی راست بازی ہی کام آئے گی۔ ان کے لئے باغات ہیں جن میں نہریں بہتی ہیں۔ اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (سورۂ مائدہ)

سیاق وسباق عبارت سے ظاہر ہے اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ یہ سوال وجواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن ظہور پذیر ہوگا مگر مولوی محمد علی لاہوری کی تحریف معنوی بھی قابل ذکر ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ کلام عالم برزخ کا ہے جو نزول قرآن

سے پہلے ہو چکا ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نعش ملنے پر شاگردوں نے ان کا علاج کر کے چنگا کر لیا اور پھر وہ شام سے فرار ہو کر مصر اور مصر سے کشمیر پہنچے اور گمنامی کی حالت میں انتقال فرما گئے اور اپنے دعوے پر دو دلائل پیش کئے۔ اوّل یہ کہ اذ قال اللہ ماضی کا صیغہ ہے اور دوسری دلیل یہ کہ اگر جمہور کے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کا انتقال نہیں ہوا اور قیامت کے قریب نازل ہوں گے۔ تو ضروری ہے کہ ان کو اپنی امت نصاریٰ کے عقیدہ الوہیت مسیح کا علم ہو چکا ہوگا۔ کیونکہ نصاریٰ نے ان کے رفع کے زمانہ تک تثلیث کو نہیں اپنایا تھا اور اگر ایسا ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب ایسے اسلوب پر نہ ہوتا جس سے ان کی لاعلمی ظاہر ہوتی ہے۔

مولوی محمد علی لاہوری نے قران کی تحریف معنوی پر یہ اقدام محض اپنے پیرومرشد مرزا قادیانی کے دعویٰ کو تقویت پہنچانے کی غرض سے کیا ہے۔ ورنہ ان کی دلیل اوّل کا جواب اسی آیت کی تفسیر میں ایک اصول بیان کرتے ہوئے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ دیتے ہیں۔ جس کی بیسیوں مثالیں قرآن میں موجود ہیں۔

قرآن میں: ''قیامت کے بہت سے امور ماضی کے صیغوں سے مذکور ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کے وقوع اور اثبات کی تاکید مقصود ہے اور حدیث سے بھی یہی ثابت ہے کہ یہ واقعہ قیامت کا ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حافظ ابن عساکر نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے کہ جب قیامت ہوگی تو انبیاء اور ان کی امتیں بلائی جائیں گی۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو پکارا جاوے گا۔ اللہ ان کو اپنی نعمتیں یاد دلاوے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام ان سب کا اقرار کریں گے۔ اس کے بعد اللہ کہے گا: ''**انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین**'' (کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنالو؟) یہ روایت طویل ہے ہم نے اس جگہ پر بقدر ضرورت نقل کی اور اس قصہ کے آخر میں جو آیت آئندہ آوے گی۔ ''**ھذا یوم ینفع الصادقین**'' (آج کے دن سچوں کی سچائی ان کو فائدہ دے گی اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ وغیرہ) یہ بھی دلیل اس بات کی ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن کا ہے۔''

(تفسیر اکسیر اعظم ج۷ص۹)

اور دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس رکوع سے پہلا رکوع جہاں سے قیامت کا حال شروع ہے۔ سب انبیاء علیہم السلام سے حسب ذیل سوال ہوگا اور غور فرمایئے کہ وہ کیا جواب دیں گے: ''**یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لاعلم لنا انک انت علام**

الغیوب (مائدہ)'' ﴿قیامت کا وہ دن (قابل ذکر ہے) جب اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو جمع کرے گا۔ پھر کہے گا تم (اپنی اپنی امتوں کی جانب سے) کیا جواب دیئے گئے۔ وہ پیغمبر کہیں گے (تیرے علم کے سامنے) ہم کچھ نہیں جانتے۔ بلاشبہ غیب کی باتوں کا تو ہی خوب جاننے والا ہے۔﴾

ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا ''لا علم لنا'' (ہم نہیں جانتے ہمیں کوئی علم نہیں) فرمانا علم حقیقی کی نفی پر ہی مبنی ہوگا۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ درحقیقت اپنی امتوں کے جواب سے لاعلم ہیں کہ کس نے ایمان کو قبول کیا اور کس نے انکار کیا۔ جواب کا مقصد اگر یہ ہو تو یہ صریح جھوٹ اور کذب بیانی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی جانب اس عمل بد کی نسبت ناممکن ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کا یہ جواب سطورہ بالا حقیقت کے ہی پیش نظر ہوگا۔ ظاہر حالت کے علم سے انکار پر مبنی نہیں ہوگا۔ اس کے لئے خود قرآن عزیز ہی شاہد عدل ہے۔ کیونکہ وہ متعدد جگہ یہ کہہ رہے ہیں کہ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں پر شہادت دیں گے کہ ہم نے ان تک خدا کا پیغام پہنچا دیا تھا اور یہ کہ انہوں نے ہماری دعوت کو قبول یا رد کر دیا تو ان ہر دو مقامات پر نظر رکھنے کے بعد یوں کہا جائے گا کہ پاس ادب کے طریقہ پر اوّل انبیاء علیہم السلام کا یہی جواب ہوگا جو سورۂ مائدہ میں مذکور ہے۔ لیکن جب ان کو خدائے برتر کا یہ حکم ہوگا کہ وہ صرف اپنے علم کے مطابق شہادت دیں۔ تب شہادت دیں گے۔

ٹھیک اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب ایک جلیل القدر پیغمبر کی عظمت شان کے عین مطابق ہے۔ وہ پہلے بارگاہ رب العزت میں عذرخواہ ہوں گے کہ یہ کیسے ممکن تھا کہ میں ایسی نامناسب بات کہتا جو قطعاً حق کے خلاف ہے۔ ''سبحٰنک ما یکون لی ان اقول مالیس لی بحق'' (پاکی تجھ ہی کو زیبا ہے۔ میرے لئے کیسے ممکن تھا کہ میں وہ بات کہتا جو میرے کہنے کے لائق نہیں) پھر پاس ادب کے طور پر خدا کے علم حقیقی، حقیقی ولامتناہی کے سامنے اپنے علم کو ہیچ اور بے علمی کے مترادف ظاہر کریں گے۔ ''ان کنت قلته فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی وما اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب'' (اگر میں نے یہ بات ان سے کہی ہوتی تو یقیناً تیرے علم میں ہوتی۔ اس لئے کہ تو وہ سب کچھ جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں تیرا بھید نہیں پاسکتا۔ بلاشبہ تو غیب کی باتوں کا خوب جاننے والا ہے) اور اس کے بعد اپنے فرض کی انجام دہی کا حال گزارش کریں گے۔ ''ما قلت لهم الا ما امرتنی به ان اعبدوا الله ربی وربکم'' (میں نے اس بات کے سوا جس کا تو نے مجھے حکم دیا ان سے اور کچھ نہیں کہا۔ وہ یہ

کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے) اور پھر امت نے اس دعوت کا کیا جواب دیا؟ اس کے متعلق خاص امور کی شہادت کا بھی اس اسلوب کے ساتھ ذکر کریں گے جس میں ان کی شہادت خدا کی شہادت کے مقابلہ میں بے وقعت نظر آئے۔ ''**وکنت علیهم شهیدًا ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علیٰ کل شئ شهید**'' (اور میں اس وقت تک کا گواہ ہوں جب تک میں ان کے درمیان رہا۔ پھر جب تو مجھے پورا اٹھالے گیا۔ تب تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے) اور اس کے بعد یہ جانتے ہوئے کہ امت میں مومنین قانتین بھی ہیں اور منکرین بھی وقوع عذاب اور طلب مغفرت کا اس انداز میں ذکر کریں گے۔ جس سے ایک جانب خدا کے مقرر کردہ پاداش عمل کے قانون کی خلاف ورزی بھی مترشح نہ ہو اور دوسری جانب امت کے ساتھ رحمت وشفقت کے جذبہ کا جو تقاضا ہے وہ بھی پورا ہو جائے۔ چنانچہ عرض کریں گے: ''**ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفر لهم فانک انت العزیز الحکیم**'' (اگر تو ان سب کو عذاب دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر بخش دے پس تو ہی بلاشبہ غالب حکمت والا ہے) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی عرضداشت پیش کر چکیں گے تو رب العالمین اپنے قانون عدل کا یہ فیصلہ سنادیں گے تاکہ مستحق رحمت ومغفرت کو مایوسی پیدا نہ ہو بلکہ مسرت وشادمانی سے ان کے قلوب روشن ہو جائیں گے اور مستحق عذاب بھی غلط توقعات قائم نہ کر سکیں گے۔ ''**قال[1] الله هذا یوم ینفع الصادقین صدقهم**'' یعنی اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یہ ایسا دن ہے کہ جس میں راست بازوں کی راست بازی ہی کام آسکتی ہے۔

ان تمام تفصیلات کا حاصل یہ ہے کہ آیات زیر بحث کا سیاق وسباق صراحت کرتا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے روز پیش آئے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ملاء اعلیٰ پر اٹھالئے جانے کے وقت پیش نہیں آیا۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی ابتداء ''**یوم یجمع الرسل**'' سے کرنا اور انتہاء واقعہ ''**هذا یوم ینفع الصادقین صدقهم**'' پر ہونا روز قیامت کے سوا اور کسی دن پر صادق نہیں آسکتا اور اس ایک قطعی بات کے علاوہ دوسرے کسی احتمال کی مطلق گنجائش ہی نہیں۔

اب ہم اصل مقصد کی طرف لوٹتے ہیں کہ یہاں ہم نے تفسیر آیت: ''**فلما**

[1] قال بھی ماضی کا صیغہ ہے مگر اس سے قیامت کے دن کی گفتگو مراد ہے۔ قیامت کے ایسے یقینی واقعات کو اللہ ماضی کے صیغہ میں ہی بیان کرتا ہے۔ گویا اس کے علم میں یہ واقعات ہو چکے ہیں۔ اگرچہ ان کا وقوع آئندہ ہونے والا ہے۔

توفیتنی ‘‘ کی کرنی ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ آیت میں یہ لفظ کیوں اختیار کیا گیا ہے۔

حیات ورفع مسیح علیہ السلام سے متعلق گزشتہ مباحث میں ’’توفی‘‘ کی حقیقت پر کافی روشنی پڑ چکی ہے اور سورۂ مائدہ کی آیات مسطورہ بالا کی تفسیر کے بھی تمام پہلو واضح ہو چکے ہیں۔ تاہم قرآن کے اعجاز بلاغت اور اسلوب بیان کی لطافت سے مستفید ہونے کے لئے چند سطور اس مسئلہ پر بھی سپرد قلم کرنا مناسب ہے کہ اس مقام پر قرآن نے عیسیٰ علیہ السلام کے قیام ارضی کو ’’مادمت فیهم‘‘ سے اور کائنات ارضی سے انقطاع تعلقات کو ’’توفیتنی‘‘ سے کیوں تعبیر کیا۔

گزشتہ بحث میں یہ تو ثابت ہو چکا کہ توفی کے حقیقی معنی ’’اخذ وتناول‘‘ پورا پورا لے لینے کے اور موت کے معنی میں بطور کنایہ اس کا استعمال ہوتا ہے اور یہ کہ کنایہ میں حقیقی معنی برابر ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ مجاز کی طرح یہ نہیں ہوتا کہ حقیقی معنی سے جدا ہو کر لفظ غیر موضوع لہ میں استعمال ہونے لگے۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن کا یہ عقیدہ ہوتا کہ ان کو موت آ چکی اور سوال وجواب کا یہ سلسلہ موت کے اسی وقت سے متعلق ہے نہ کہ قیامت کے دن سے تو پھر بلاغت اور معانی کا تقاضا یہ تھا کہ اس موقعہ پر حیات اور ’’موت‘‘ ایک دوسرے کے متضاد الفاظ کو استعمال کیا جاتا تاکہ یہ حقیقت واضح ہو سکتی کہ سوال جواب کا معاملہ موت کے ہم قرین ہے اور پھر لفظ موت کی صراحت اپنے مقابل لفظ حیات طالب ہوتی مگر قرآن نے ان دونوں الفاظ کے بجائے مادمت فیہم کو حیوٰۃ اور توفی کو موت کی جگہ استعمال کیا ہے تو یہ کس لئے اور کس مقصد سے؟ یا بغیر کسی حکمت ومصلحت کے اسلوب اختیار کیا ہے؟ جمہور امت تو اس کا ایک ہی جواب رکھتی ہے اور وہ یہ کہ قرآن نے دوسرے مقامات کی طرح اس مقام پر بھی اعجاز وایجاز سے کام لیا ہے اور ان دولفظوں میں وہ حضرت مسیح موعود کی زندگی رفع، نزول اور موت تمام مراحل کو سمو دینا چاہتا ہے۔ وہ اگر یہ کہتا ’’ماحییت‘‘ میں جب تک زندہ رہا اور ’’فلما امتنی‘‘ پس جب تو نے مجھ کو موت دے دی۔ تو پھر اس کا مطلب یہ ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی عام حالات کے مطابق دو ہی مراحل پیش آئے ہیں۔ زندگی اور موت اور ان دونوں مرحلوں کے درمیان کوئی خاص صورت حالات پیش نہیں آئی۔ لیکن جب کہ یہ خلاف واقعہ تھا اور ان کی زندگی اور موت کے درمیان دو اہم مراحل پیش آ چکے ہوں گے۔ ایک ملا اعلیٰ کی جانب بقید حیات رفع اور دوسرا کائنات ارضی پر دوبارہ رجوع (نزول) اس لئے ازبس ضروری ہوا کہ حیات اور موت کی جگہ دو ایسے الفاظ اختیار کئے جائیں جو ان چاروں مراحل پر صادق آ سکیں اور جب کہ متعدد مقامات پر حسب حال ان

مراحل کی تفصیل بیان ہوچکی ہے تو اعجاز بلاغت کا یہی تقاضا ہے کہ اب ان کو ایجاز واختصار کے ساتھ بیان کیا جائے۔

صورت حالات کا یہی نقشہ تھا جس کے لئے قرآن عزیز نے ''ماحییت'' کی جگہ ''مادمت فیھم'' استعمال کیا تا کہ یہ جملہ اختصار کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کے دونوں حصوں پر حاوی ہوجائے۔ اس حصہ پر بھی جو ابتداء زندگی سے شروع ہوکر ''رفع الی السماء'' پر ختم ہوتا ہے اور اس حصہ پر بھی جو ''نزول ارضی'' سے شروع ہوکر موت پر جاکر ختم ہو جاتا ہے۔ یہ عربی زبان اور قرآن کا اعجاز ہے۔ ورنہ کسی دوسری زبان کے الفاظ میں یہ جامعیت پائی نہیں جاتی اور اسی طرح قرآن نے ''فلما امتنی'' کی جگہ ''فلما توفیتنی'' کا اسلوب بیان اختیار کیا تا کہ یہ جملہ بھی پہلے جملے کی طرح باقی دونوں مرحلوں کو اپنے اندر سمولے۔ اس مرحلے کو بھی جو ''رفع الی السماء'' کی صورت میں نمودار ہوگا۔ کیونکہ موت سے تو صرف ایک ہی حقیقت ظاہر ہوسکتی تھی مگر ''توفی'' میں بیک وقت دونوں حقیقتیں موجود تھیں۔ حقیقی معنی کے لحاظ سے صرف ''اخذ وتناول'' یعنی پورا پورا لینا اور کنایہ کے اعتبار سے اخذ وتناول کے ساتھ ساتھ ''موت'' جیسا کہ سطور بالا میں کنایہ اور مجاز کے معنی میں باہمی فرق سے معلوم ہوچکا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے۔ خدایا! جو وقت میں نے ان کے درمیان گزرا اس کے لئے تو میں بے شک شاہد ہوں۔ لیکن توفی کے اوقات میں ان پر فقط تو ہی نگہبان رہا۔ باقی تیری شہادت تو ہر حالت میں ہر وقت ہر شئے پر حاوی ہے۔

مسئلہ متعلقہ کی یہ پوری بحث اس سے قطع نظر کہ نبی معصوم ﷺ نے آیات کی تفسیر میں کیا ارشاد فرمایا ہے۔ لغت، معانی، بلاغت کے پیش نظر تھی۔ ورنہ ان آیات کی تفسیر میں ایک مومن صادق کے لئے وہ صحیح مرفوع احادیث کافی ہیں جن کو محدثین نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ مثلاً مشہور محدث حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ سے جو حدیث نقل کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: ''جب قیامت کا دن ہوگا تو تمام انبیاء علیہم السلام کو اور ان کی امتوں کو بلایا جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام بھی بلائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اوّل ان کے سامنے اپنی ان نعمتوں کو شمار کرائے گا جو دنیا میں ان پر نازل ہوتی رہیں اور عیسیٰ علیہ السلام ان سب کا اعتراف کریں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ ''ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ'' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام انکار فرمائیں گے۔ پھر نصاریٰ بلائے جائیں

گے اوران سے سوال کیا جائے گا تو وہ دروغ بیانی کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہاں عیسیٰ علیہ السلام نے ہم کو یہی تعلیم دی تھی۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سخت خوف طاری ہو جائے گا۔ بدن کے بال کھڑے ہو جائیں گے اور خشیت الٰہی سے ان کا رواں رواں بارگاہ صمد میں سجدہ ریز ہو جائے گا اور یہ مدت ایک ہزار سال معلوم ہوگی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نصاریٰ کے خلاف حجت قائم کر دی جائے گی اوران کی خود ساختہ صلیب پرستی کا راز فاش کر دیا جائے گا اور پھر ان کو جہنم میں جھونک دیئے جانے کا حکم ہو جائے گا۔'' (ابن کثیر تفسیر سورۂ مائدہ، قصص القرآن ج۴ ص۱۷۱)

اور محدث ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہؓ سے بسند صحیح یہ روایت نقل کی ہے:

''حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے ان کی امت کے متعلق سوال کرے گا تو اپنی جانب سے عیسیٰ علیہ السلام پر جواب بھی القاء کر دے گا۔'' اور اس القاء کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر القاء ہوگا کہ وہ یہ جوب دیں۔ ''**سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق**'' یعنی پاکی تجھ ہی کو زیبا ہے۔ میرے لئے کیسے ممکن تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے حق نہیں۔ وغیرہ! (ابن کثیر تفسیر سورۂ مائدہ، قصص القرآن ج۴ ص۱۷۱)

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں سے متعلق اللہ کے سامنے جواب دہ ہوں گے اور معاملہ کے پیش آنے سے قبل خائف وہراساں ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے ایک ہوں گے اوران پر بھی خوف طاری ہو رہا ہوگا۔ جب ان سے امت مشرکانہ بدعت پر سوال ہوگا تو وہ درگاہ صمدی میں کس طرح عہدہ برآ ہوں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ قادیانی اور لاہوری دونوں کی تفسیر کا معیار یہ نہیں ہے کہ وہ قرآن کی آیات کے حقائق ومعارف اور مصاعب قرآن کی زبان سے سننا چاہتے ہیں بلکہ پہلے سے ایک باطل عقیدہ کو عقیدہ اپنا لیتے ہیں۔ پھر اس کے سانچہ میں قرآن کو ڈھالنا چاہتے ہیں اور جب قرآن اس سانچہ میں ڈھلنے سے انکار کرتا ہے تو تحریف وتاویل کے حربہ سے زبردستی اس پر مشق ستم کرنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ ایسا کرتے وقت اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ قرآن امت کی ہدایت کے لئے رہتی دنیا تک ''امام مہدی'' ہے۔ اس لئے کوئی گمراہ خواہ کتنی ہی تحریف معنوی کی کوشش کرے۔ ہمیشہ ناکام وخاسر رہے گا اور خود قرآنی اطلاقات ہی اس کے عقیدہ وفکر کی بطالت کے لئے ناطق ہوں گے۔ بلکہ بمصداق دروغ گورا حافظہ نہ باشد وہ اکثر اپنے ہی متضاد اقوال کی بھول

بھلیاں میں پھنس کر اپنی کذب بیانی اور تفسیری افتراء پر مہر لگا دیتا ہے جس کی شہادت تازہ ابھی سطورہ بالا میں نقل ہو چکی ہے۔

الحاصل سورۂ مائدہ کی ان آیات کی تفسیر وہی صحیح ہے جو جمہور امت کی جانب سے منقول ہے اور قادیانی اور لاہوری کی تفسیر بالرائے الحاد وزندقہ سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ صحیح احادیث سے جب یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ گفتگو قیامت کے دن ہوگی۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آکر فوت ہو چکے ہوں گے تو پھر ''توفیتنی'' کا معنی اگر وفات بھی لیا جائے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلی بار رفع آسمانی اور بعثت ثانی کے بعد یہاں وفات کا ذکر ہو رہا ہے نہ کہ رفع آسمانی سے پہلے وفات پانے کا۔

جماعت بندیوں سے الگ ہو کر اگر قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو قرآن کی کسی آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ قرآن ڈنکے کی چوٹ ان کی زندگی اور جسم وروح کے ساتھ ان کے رفع آسمانی کا اعلان کرتا ہے۔ ان کو قرب قیامت کی نشانی ظاہر کرتا ہے اور ارشادات نبی کریم ﷺ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔ انجیل بھی ان کی بعثت ثانی کی تائید وتصدیق کرتی ہے۔ یہی عقیدہ جمہور اہل اسلام کا حضور ﷺ سے لے کر آج تک مشہور ومعروف چلا آتا ہے۔ اس سے اختلاف رکھنے والی ایک مٹھی بھر جماعت سراسر غلطی پر ہے جو ہم نے اوپر واضح کر دیا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حقیقت مرزائیت

(حصہ سوم)

''حامدًا ومصلیًا. اما بعد'' ناظرین کرام! آپ قرآن وحدیث اور اقوال مرزا قادیانی کی روشنی میں کامل ایک سو دلائل ختم نبوت کے ثبوت میں پڑھ چکے ہیں۔ جن سے اظہر من الشمس ہے کہ مرزا قادیانی اپنے دعویٰ نبوت میں کاذب ہیں۔

یہ تو ہوئی حقیقت مرزا قادیانی۔ اب ان کی امت کا حال بھی سنئے کہ امت کیوں معرض

وجود میں آئی اور اس نے کیا کام کیا اور کیا کام کررہی ہے؟ اس کا مختصر سا بیان حسب ذیل ہے۔ اس امت کو ہم ’’حزب المنافقین‘‘ ثابت کریں گے اور اس کا بیان ’’حقیقت مرزائیت‘‘ کہلائے گا۔

۱۸۵۷ء کے بعد اس فتنہ مرزائیت کو جن اغراض کے تحت برطانوی استعمار نے جنم دیا۔ وہ مرزاغلام احمد قادیانی کی اپنی تحریروں سے ظاہر ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو سلطنت برطانیہ کے زیرسایہ آنے کی دعوت دی۔ اپنے مشن کی بنیاد ہی اطاعت حکومت برطانیہ اور حرمت جہاد پر رکھی۔ تمام عمر اپنی پولیٹیکل اغراض کے لئے اسلام اور مسلمانوں کی بربادی کی خاطر برطانوی سلطنت کی جاسوسی کرتے رہے اور آج تک ان کا بیٹا موجودہ خلیفہ اور تمام مرید اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ مسلمانوں اور پاکستان سے جو انہیں چھپی دشمنی ہے۔ وہ بھی اب پوشیدہ نہیں رہی۔

شروع شروع میں انگریز مسلمانوں کے اتفاق اور جہاد سے بہت خائف تھے۔ چنانچہ سرولیم ہنٹر آئی سی.ایس اپنی کتاب ’’انڈین مسلمانز‘‘ جو ۱۸۷۱ء میں شائع ہوئی اور جس کا اردو ترجمہ بھی ’’ہمارے ہندوستانی مسلمان‘‘ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں: ’’برطانوی حکومت کو ہندوستان میں مستقل خطرہ درپیش ہے وہ فاتح اور مفتوح کا تعاون ہے۔ میں نے اس کتاب میں اس ’’جنگجو جماعت‘‘ کی گزشتہ تاریخ اور موجودہ ضروریات کو بالوضاحت بیان کردیا ہے جس کے متعلق ہندوستان کے انگریزی حکام نے بار بار اعلان کیا تھا کہ وہ ہماری سلطنت کے لئے ایک مستقل خطرہ ہے۔‘‘

سید احمد بریلویؒ جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد رشید تھے اور ایک متقی بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک اصلاحی تحریک کا آغاز کیا۔ ان کی ہردلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ مسلمان تو مسلمان ہندو بھی آپ کی طرف کھنچے آتے تھے۔ مولانا عبدالاحد صاحب کا بیان ہے: ’’حضرت سید احمدؒ صاحب قدس سرہ کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زیادہ ہندو وغیرہ کفار مسلمان ہوئے اور تیس لاکھ مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جو سلسلہ بیعت آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کے ذریعہ پھیلا ہوا ہے۔ اس میں تو کروڑوں آدمی آپ کی بیعت میں ہیں۔‘‘ (سوانح احمدی بحوالہ انگریز اور وہابی ص۱۹)

آخر سید احمدؒ نے شمالی پنجاب فتح کر لیا۔ پشاور کو اپنا دارالسلطنت قائم کیا اور اپنے خلیفہ اسلام ہونے کا اعلان کردیا اور اسلامی قوانین جاری کردیئے لیکن وہ جلد ہی شہید ہوگئے جس کے بعد فوراً ہی ان کا اقتدار جاتا رہا اور سلطنت بھی مٹ گئی۔

انگریزوں نے اس تحریک کو ’’تحریک وہابیت‘‘ سے موسوم کیا اور مسلمانوں میں ایک وہابی فرقے کا اضافہ ہوا جو آگے چل کر کچھ سے کچھ ہوگیا۔ مگر ہمیں یہاں اس سے کچھ بحث نہیں۔ ڈاکٹر ہنٹر وہابیوں کے عقائد بیان کرتا ہوا لکھتا ہے: ’’وہابی اصل میں سینوں کی ایک ترقی یافتہ جماعت کا نام ہے۔‘‘

نیز لکھتا ہے: ’’ہندوستانی وہابیوں نے اپنے امام کی تبلیغ دین کو منجانب اللہ ثابت کرنے کے بعد تمام معمولی مسائل کو چھوڑ کر اپنی توجہ جہاد کے اہم اصول کی طرف مبذول کردی۔‘‘

’’وہابی اپنی رائے کی ابتداء اسی اعلان سے کرتے ہیں کہ ہندوستان اب دارالحرب ہے۔ لہٰذا اس کے حاکموں کے خلاف جہاد کرنا فرض ہوگیا ہے۔‘‘

’’انگریزوں کے خلاف ضرورت جہاد پر اگر وہابیوں کی نظم ونثر کی مختصر سے مختصر کیفیت بھی لکھنے کی کوشش کی جائے تو اس کے لئے بھی ایک دفتر چاہیے۔ اس جماعت نے بہت سا ادب پیدا کر دیا جو انگریزی حکومت کے زوال کی پیش گوئیوں سے پر اور ضرورت جہاد کے لئے وقف ہے۔‘‘

یہ کسی مسلمان یا کسی اور ہندوستانی کا بیان نہیں بلکہ ایک ذمہ دار انگریز افسر کا بیان ہے جس سے ظاہر ہے کہ انگریز مسلمانوں کے اتحاد واتفاق اور جہاد سے بلاشبہ خائف تھے۔

یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ انگریز ایک بڑی چالباز قوم ہے اور اپنا کام نکالنے میں ایسی ہوشیار ہے کہ مخالف ہی کو گانٹھ کر اپنا الّو سیدھا کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ ان کا اصول بھی ’’Divide and Rule‘‘ پھوٹ ڈال کر حکومت کرنا تھا۔ لہٰذا اس کام کے سرانجام دینے کے لئے بڑے بڑے علماء کو پھانسنے کی کوشش کی گئی۔ مگر غدار سے مولوی سے بھی یہ نہ ہوسکا کہ وہ جہاد کو حرام قرار دے یا حضور پرنور ﷺ کی ختم نبوت پر حملہ کرے اور اس مسلمہ عقیدہ کو توڑ پھوڑ کر خود نبوت کا دعویدار بن بیٹھے۔

آخر انگریزی حکومت کے افسران کو ایک ایسے عالم کی اشد ضرورت درپیش تھی جو اس مقصد کے حل کرنے میں ان کا آلۂ کار بن سکے۔ قسمت کی خوبی دیکھئے۔ مرزا قادیانی ان کے ہاتھ لگے اور وظیفہ خوار[1] بن گئے۔ پھر کیا تھا۔ ’’جس کا کھایئے اس کے گن گایئے۔‘‘ مرزا قادیانی

[1] یہ مرزا قادیانی کی خود تسلیم ہے کہ وہ سرکار انگریزی کے خود کاشتہ پودا ہیں۔ (درخواست مرزا قادیانی بحضور جناب لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب مندرجہ تبلیغ رسالت ج۷ ص۱۹، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۱)

انگریزی حکومت کی لگے تعریف کرنے اور بقول خودان کی تعریف میں پچاس الماریاں لکھ ماریں۔

(تریاق القلوب ص۱۵، خزائن ج۱۵ ص۱۵۵)

اس حقیقت کو علامہ اقبال مرحوم نے مندرجہ ذیل شعر میں کس خوبی سے ادا کیا ہے۔

ترديد حج میں کوئی رسالہ رقم کریں ــــــ رد جہاد میں تو بہت کچھ لکھا گیا

اگر غور سے دیکھا جائے تو اس ایک ہی شعر میں علامہ موصوف نے مرزا قادیانی کے تمام دعوؤں کو رد کر دیا۔ مسیحیت اور مہدویت کا دعویٰ تو یوں رد ہو گیا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ مہدی موہود اور مسیح موعود دونوں حج کریں گے۔ مگر حج مرزا قادیانی کو نصیب نہ ہوا۔ اگر کہا جائے کہ مرزا قادیانی کو اپنی جان کا خوف تھا تو یاد رہے کہ انبیاء صادقین ایسے بزدل نہیں ہوا کرتے۔ وہ دینی فرائض کے ادا کرنے میں بڑی سے بڑی دنیوی طاقت سے کبھی خائف ومرعوب نہیں ہوئے۔

اس شعر نے تو درحقیقت مرزا قادیانی کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔ کیونکہ حج ہر اس مؤمن پر فرض ہے جو خانہ کعبہ تک آنے جانے کی زاد راہ کی استطاعت رکھتا ہو اور مرزا قادیانی کی استطاعت سے کسی کو انکار نہیں جب کہ وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ: ''اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۲۱۱، خزائن ج۲۲ ص۲۲۱)

اب وہ ایک خاصے رئیس بن چکے تھے۔ پھر بھی حج نہ کیا۔ جس سے مرزا قادیانی کا نبی، مجدد اور صالح ہونا تو درکنار وہ ایک مومن کامل بھی کہلانے کے مستحق نہ رہے۔ یہ شعر کیا ہے؟ گویا ایک کوزے میں دریا بند کر دیا گیا ہے۔ جس سے مرزا قادیانی کے تمام دعوؤں پر پانی پھر جاتا ہے اور سب کی سب بلند پروازیاں خاک میں مل کر رہ جاتی ہیں۔

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے تم ــــــ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

مرزا قادیانی اور مسئلہ جہاد

جہاد موقوف

''جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے...... اور پھر مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔''

(اربعین نمبر۴ ص۱۳ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۴۴۳)

جہاد حرام

’’آج سے دین کے لئے لڑنا حرام ہوگیا۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۹ ص۳۶، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۸۴)

’’ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود جانتا ہے اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے۔‘‘ (ضمیمہ رسالہ جہاد ص۷)

چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال　　دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

(درثمین اردو، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۹۷)

مسئلہ جہاد کا بدترین ہونا

’’ظاہر ہے کہ انگریز کس انصاف کے ساتھ ہم سے پیش آئے ہیں۔ یاد رکھو کہ اسلام میں جہاد کا مسئلہ ہے۔ میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۲۴، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۸۴)

یضع الحرب

پیشتر اس کے کہ میں قرآن وحدیث سے فلسفہ جہاد۔ اس کی فرضیت واہمیت اور خوبیوں پر روشنی ڈالوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ناظرین کی خدمت میں یہ واضح کردوں کہ مرزا قادیانی نے جو یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر جہاد حرام ہو جائے گا اور وہ لڑائی نہیں لڑیں گے بلکہ قلم کے زور سے اسلام پھیلائیں گے یا وہ جہاد کو اسلام کا بدترین مسئلہ تصور کریں گے۔ یہ کہاں تک درست ہے؟ اور اس کے لئے اصل کیا ہے؟

مرزا قادیانی اور ان کی امت کا یہ مشہور کرنا کہ حدیث میں مسیح موعود کے لئے ’’یضع الحرب[۱]‘‘ آیا ہے کہ وہ لڑائی موقوف کردیں گے۔ بالکل غلط اور سراسر تحریف ہے۔ کتب صحاح کی

---

۱ مرزا بشیرالدین محمود خلیفہ قادیان سے راقم الحروف کی جون ۱۹۳۷ء سے ستمبر ۱۹۴۱ء تک کئی مسائل کی تحقیق میں خط وکتابت جاری رہی۔ دوران خط وکتابت میں چوہدری محمد شریف صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ اپنے خط مورخہ ۳۱ / جولائی ۱۹۳۸ء میں جو تحریر کیا گیا تھا۔ لکھتے ہیں: ’’آپ (مرزا قادیانی) ہی وہ ہیں جو یضع الحرب کے مصداق ہیں۔‘‘ اس خط وکتابت کا وہ حصہ جو بشارت ’’اسمہ احمد‘‘ کے متعلق ہے اور جس کا جماعت احمدیہ آج تک کوئی جواب نہیں دے سکے اور شاید قیامت تک بھی نہ دے سکے۔ مؤلف کے رسالہ ’’مصداق بشارت احمد‘‘ نامی میں ملاحظہ فرمائیے۔ (مؤلف)

کسی کتاب میں یہ الفاظ موجود نہیں۔ مرزا قادیانی اوران کی جماعت نے ’’**یضع الجزیة**‘‘ کے بجائے ’’**یضع الحرب**‘‘ مشہور کردیا جو حقیقت کے خلاف ہے۔ تاویل تو خیر ایک چیز ہے۔ جس میں رائے اور مراد وغیرہ میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ لیکن ہم کیا کہیں مرزا قادیانی اوران کی جماعت کو جھوٹ بولنے اور حدیث میں تحریف کرنے سے بھی شرم نہیں آتی۔ کیا مرزائی حضرات ’’**یضع الحرب**‘‘ کتب صحاح میں سے کسی ایک میں دکھا سکتے ہیں؟

نزول وحیات مسیح

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’ایک بھی ایسی آیت نہیں پائی جاتی جو مسیح کے زندہ ہونے، زندہ اٹھائے جانے پر ایک ذرہ بھی اشارہ کرتی ہو۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص۷۵۶، خزائن ج۳ ص۵۰۸)

نیز لکھتے ہیں: ’’امام بخاری صاحب اوّل درجہ پر ہمارے دعویٰ کے شاہد اور حامی ہیں اور مخالفوں کے لئے ہرگز ممکن نہیں کہ ایک ذرہ بھر بھی اپنے خیالات کی تائید میں کوئی حدیث صحیح بخاری کی پیش کرسکیں۔ سو درحقیقت صحیح بخاری سے وہ منکر ہیں نہ ہم۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص۹۰۵، خزائن ج۳ ص۵۹۴)

اب ہم مرزا قادیانی کا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان ملاحظہ ہو۔ مرزا قادیانی کے فقرات کا خلاصہ یہ ہے:

۱...... حضرت مسیح علیہ السلام کے زندہ ہونے پر ایک آیت بھی اشارہ نہیں کرتی۔
۲...... حضرت مسیح علیہ السلام کے زندہ اٹھائے جانے پر ایک آیت بھی اشارہ نہیں کرتی۔
۳...... صحیح بخاری میں کوئی بھی حدیث نہیں ہے جو حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کرتی ہو۔

اب ہم تینوں امور کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہی حدیث میں ثابت کئے دیتے ہیں۔ مرزا قادیانی تو وفات پاچکے ہیں اوران کی امت کو سیدھے راہ پر لانا کوئی آسان کام نہیں۔ البتہ ہم منصف مزاج مسلمانوں کی تسلی کے لئے حیات مسیح علیہ السلام، نزول مسیح، مذہب صحابہ رضی اللہ عنہم اور مذہب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ واضح کئے دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ شاید کوئی احمدی حضرات میں سے بھی طالب حق ہو اور وہ حق کو قبول کرلے اور ہماری محنت ٹھکانے لگے۔

امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے۔ باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام۔ یعنی عیسیٰ بن مریم کے نزول کا باب۔

’’عن ابن شهاب ان سعید المسیب سمع اباهریرة قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلاً یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبله احد حتیٰ تکون السجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیها ثم یقول ابی هریرة فاقرؤا ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته‘‘ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ قسم ہے مجھے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ بے شک قریب ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہوکر اتریں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ کو اٹھادیں گے۔ مال کو کثرت ہو جائے گی۔ اسے کوئی قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ دنیا اور دنیا بھر کے سب مال ومتاع سے ایک سجدہ اچھا معلوم ہوگا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم نزول عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل اس ارشاد نبوی کی تائید میں قرآن سے چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو: ’’ان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته‘‘ کیونکہ اس میں صاف طور پر رب کریم نے فرمادیا ہے کہ جتنے اہل کتاب ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفات پانے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔

۱...... مرزا قادیانی اور ان کی امت ذرا آنکھ کھول کر دیکھے کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی ہے یا نہیں۔

۲...... براہ مہربانی بتلادیں کہ امام بخاری اس حدیث کو کیوں اپنی کتاب میں لائے ہیں؟

۳...... یہ بھی غور کر کے بتلائیں کہ ’’ان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته‘‘ قرآن کی آیت ہے یا نہیں؟

۴...... براہ کرم فرمائیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو روایت حدیث کے وقت شکی اور ضدی طبیعت والوں کا اس حدیث پر ایمان لانے کے لئے اس آیت کے پڑھنے کو فرماتے ہیں تو ان کا مذہب کیا تھا؟

۵...... عنایت فرما کر یہ بھی ظاہر کردیں کہ مرزا قادیانی نے کیوں اس حدیث کو دانستہ چھپا لیا ہے۔

۶...... کیوں اس آیت کو مخفی رکھ کر صحابی سے اس کی تفسیر عیاں کو پنہاں کردیا ہے۔

مرزا قادیانی اوران کی جماعت خواہ ان امور کا جواب دیں یا نہ دیں۔ مگر مسلمانوں پر تو مرزا قادیانی کے وہ تینوں امور تنقیح طلب جوان کے فقرات مندرجہ بالا سے اخذ کئے گئے ہیں۔ بخوبی ثابت ہوگئے اور ایک ہی متصل صحیح مرفوع حدیث سے اتنی باتیں پایہ ثبوت کو پہنچ گئیں۔ امام بخاری کا مذہب، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی بابت رسول خدا ﷺ کا ارشاد، علامات زمانہ نزول مسیح، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، قرآن کی آیت اوراس کی تفسیر اور صحابی کا مذہب۔

آیت میں موتہ سے مراد موت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ اسے امام المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا ہے۔ جمہور صحابہ کا یہی مذہب ثابت ہے۔

اس حدیث کے لفظ لفظ پر علماء نے بحث کی ہے۔ لہٰذا انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ میں صحیح حدیث سے یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا قادیانی نے جو حدیث میں تحریف کی ہے اور ''یضع الجزیة'' کے بجائے ''یضع الحرب'' بنادیا ہے اور مشہور یہ کیا ہے کہ مسیح موعود لڑائی نہیں کریں گے۔ یہ سراسر غلط ہے۔ بلکہ میں صحیح حدیث پیش کرتا ہوں جس سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کی خاطر لوگوں سے لڑیں گے۔ حدیث ملاحظہ ہو:

''عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال لیس بینی وبینه نبی یعنی عیسیٰ وانه نازل فاذا رایتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبیاض بین ممصرتین کان رأسه یقطروان لم یصبه بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویهلک الله فی زمانه الملل کلها الا اسلام ویهلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی فیصلی علیه المسلمون (ابوداؤد ج۲ ص۱۳۵)''

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ تم میں اتریں گے۔ جب ان کو دیکھو تو پہچان لو۔ قد ان کا درمیانہ ہوگا۔ رنگ سرخ وسفید اور لباس زردی مائل گویا ان کے سر سے باوجود نہ کرنے کے پانی ٹپکتا ہوگا۔ ''فیقاتل الناس علی الاسلام'' وہ اسلام کے لئے لوگوں سے لڑیں گے۔ خدا ان کے زمانہ میں تمام مذاہب کو محو کردے گا۔ صرف اسلام باقی رہے گا۔ وہ دجال کو ہلاک کریں گے اور زمین پر چالیس سال تک قیام کریں گے۔ پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کے نماز جنازہ پڑھیں گے۔'' (ابوداؤد)

اس حدیث میں چند امور قابل غور ہیں:

۱...... اوّل: وہی عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے جن کے بعد میرے سوا کوئی نبی نہیں ہوا جو حدیث کے اس فقرہ سے ظاہر ہے۔ ’’لیس بینی وبینہ نبی وانہ نازل‘‘

۲...... دوم: ان کے چہرہ کی رنگت اور لباس کے رنگ کی جدا تشریح جس سے مرزا قادیانی کی وہ تاویل کہ زرد رنگ ہونے سے بیمار ہونا مراد لی ہے غلط ٹھہرتی ہے۔

۳...... سوم: اسلام کی خاطر جنگ کرنا مرزا قادیانی کے دعویٰ روحانی فتح وشکست اور قلمی وتحریری زور آزمائی کو غلط ثابت کرتا ہے۔

۴...... چہارم: ان کے زمانہ میں کل مذاہب کا اسلام کے سوا مٹ جانا مرزا قادیانی کے زمانہ سے جس کو وہ خود بھی کفر وظلمت کا زمانہ مانتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا علیحدہ اور ممتاز ہونا ظاہر ہے۔

۵...... پنجم: ’’ثم یتوفی‘‘ کے لفظ سے حیات بالفعل ثابت ہے۔ کیونکہ وہ زمانہ رسول تک تو اس ارشاد سے زندہ ثابت ہوتے ہیں اور وفات بعد میں ہوگی۔

۶...... ’’ششم: ’’فیصلی علیہ المسلمون‘‘ سے ثابت ہے کہ ان کی آمد دوم اور ممات اسلام پر ہوگی۔ کیونکہ اگر وہ عیسائیت کے لئے آتے تو عیسائی ان کی نماز جنازہ پڑھتے مگر نماز جنازہ ان کی مسلمان پڑھیں گے۔‘‘

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام اسلام کی خاطر لوگوں سے لڑیں گے اور اس قدر لڑیں گے کہ تمام مذاہب باطلہ کو مٹا دیں گے۔ صرف اسلام ہی اسلام باقی رہ جائے گا۔ اس حدیث سے مرزائیوں کے اس ناپاک حملے کا بھی جواب ہوگیا جو وہ یہ کہتے ہیں کہ جب مسیح موعود جزیہ موقوف کریں گے تو حضرت مسیح علیہ السلام ناسخ احکام اسلام ٹھہرتے ہیں۔ بھلا جب اسلام کے سوا کوئی مذاہب ہی نہ رہا تو جزیہ کس سے لیں گے۔ جب کہ حدیث میں آیا ہے: ’’لیس علی المسلم جزیۃ‘‘ کہ مسلمان پر جزیہ نہیں ہے (احمد) یہی مطلب ہے جزیہ کے گر جانے کا بھی کہ مسیح موعود اپنے ماتحت غیر مذہب کو نہیں رہنے دیں گے۔ یا وہ مسلمان ہوں گے یا اسے قتل کر دیں گے۔ بالآخر اسلام ہی اسلام رہ جائے گا۔ گویا مسیح موعود جنگ کرنے میں متشدد ہوں گے۔ مرزا قادیانی جیسے بزدل نہ ہوں گے کہ ڈر کے مارے حج بھی نہ کیا۔

بہ بیں تفاوت راہ

مسیح موعود تو جنگ میں سختی کریں اور مرزا قادیانی جہاد کو حرام بتلائیں اور اسلام میں اس مسئلہ جہاد و بدترین قرار دیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بات دراصل یہ ہے کہ مرزا قادیانی ایک غلام قوم میں پیدا ہوئے اور غلامانہ ذہنیت رکھتے تھے۔ ان میں جہاد کی جرأت کہاں؟ کبھی لومڑی بھی شکار کھیل سکتی ہے؟ شکار کھیلنا شیروں کا کام ہے۔ مجاہدین اسلام شیران خدا ہیں۔

مرزا قادیانی تو انگریزوں کے ''خود کاشتہ پودا'' تھے۔ ان کی زندگی انگریزوں کی غلامی کے لئے وقف تھی۔ ان کا کافی لٹریچر انگریزوں کی تعریف میں موجود ہے اور اسی لئے انہوں نے جہاد کو حرام قرار دیا۔ ورنہ اللہ کے نزدیک مذہبی اور دینی جنگ یعنی جہاد نہایت پسندیدہ چیز ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ''**ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفًا کانھم بنیان مرصوص** (الصف: ۱)'' ﴿اللہ تعالیٰ (خاص طور پر) ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستہ میں اس طرح لڑتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی پختہ عمارت ہے۔﴾

جس سے ظاہر ہے کہ جہاد تو خدا کی پسندیدہ چیز ہے۔ اس آیت کو کس نے منسوخ کر دیا ہے۔

فلسفہ جہاد

کائنات عالم کا ایک ایک ذرہ ہمارے لئے عبرتوں اور بصیرتوں کے سینکڑوں خزانے اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے۔ ''**وفی الافاق وفی انفسکم افلا تبصرون**'' مگر ہماری غفلت وخود فراموشی کی یہ کیفیت ہے کہ ہم ان عجائبات قدرت کو روزمرہ دیکھتے ہیں مگر ان سے کوئی بھی درس عبرت حاصل نہیں کرتے اور نہیں جانتے کہ کارساز قدرت نے ان میں کیا کیا حکمتیں رکھی ہیں۔

ایک تناور درخت کے سایہ میں تم چھوٹا سا پودا لگاتے ہو مگر چند روز کے بعد وہ مرجھا جاتا ہے۔ جنگل میں ہزارہا درخت لہلہا رہے ہیں مگر صرف آبنوس کی لکڑی ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کی کنگھیاں بن کر زلف محبوب کی معطر لٹوں سے ہم کنار ہوتی ہیں اور باقی درخت ایندھن کے کام آتے ہیں۔ سمندروں میں بڑی بڑی مچھلیاں منہ کھولے ہوئے تیرتی پھرتی ہیں اور جو چھوٹی مچھلی ان کے سامنے آتی ہے اسے نگل جاتی ہیں۔ جنگل میں ہزاروں لاکھوں جانور رہتے ہیں مگر

اس کی حکمرانی صرف شیر ہی کو نصیب ہوتی ہے۔ ہاتھی کا کام ہی یہی ہے کہ صدہا کیڑے مکوڑوں کو اپنے پاؤں تلے روند دے اور اسے پتہ بھی نہ ہو۔ بکری صرف اسی لئے پیدا ہوئی ہے کہ اپنے مالک کے لئے تر نوالہ کا کام دے۔ ہر چیز اپنی زندگی اور بقاء کی محبت رکھتی ہے۔ اس لئے جگہ خالی نہیں ہوسکتی۔ تاوقتیکہ دونوں میں کشمکش نہ ہو۔ اسی کو اصطلاح میں قانون تنازع للبقاء کہتے ہیں۔ گویا ہر چیز اپنے آپ کو باقی رکھنے کے لئے دوسری سے جنگ کرتی ہے اور اس کوشش میں رہتی ہے کہ اپنے حریف اور مدمقابل کو فنا کر دے۔

دنیا میں سینکڑوں قوتیں مصروف عمل ہیں۔ مگر ان کا ظہور نہ ہوتا۔ جب تک ان کا باہمی تصادم نہ ہو۔ سمندر کی موجوں میں تلاطم موجود ہے مگر معلوم اسی وقت ہوگا جب ہوا کے تیز وتند جھونکے پانی کو تھپیڑے ماریں گے۔ عطر کی شیشی اگر بند کی بند ہی رہے تو وہ مشام جان کو معطر نہیں کرسکتی۔ اس کی بوئے جانفزا بار بار کے ملنے ہی سے پھلتی ہے۔ اخلاق بھی ایک عظیم الشان قوت ہے۔ اگر انسان جنگلوں اور پہاڑوں میں زندگی بسر کرتا تو اس کے تمام اخلاقی کمالات پہاڑ کے تاریک غاروں میں چھپ کر رہ جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی فرزند آدم کو اخلاق کی نمائش کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے رہبانیت کو ناجائز قرار دیا۔ لہٰذا انسان کا اخلاقی جوہر بھی دنیا کی دوسری قوتوں کی طرح تصادم اور کشمکش ہی کے ذریعہ ممتاز ہوسکتا ہے۔

جنگ سے انسان کو سخت ٹھوکر لگتی ہے۔ اس کا نظام اخلاق بالکل بدل جاتا ہے اور وہ قوتیں ابھر آتی ہیں جو اب تک پوشیدہ تھیں جو قومیں ہمیشہ جنگ میں مصروف رہتی ہیں۔ ان میں شجاعت ایک قومی سیرت بن جاتی ہے۔ وہ بالطبع اولوالعزم، بلند حوصلہ، باضابطہ، مشقت پسند اور فیاض ہوتی ہیں۔ ان میں چستی وچالاکی آجاتی ہے۔ میدان جنگ میں نہ صرف اپنی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ بلکہ دوسروں کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اس لئے خودغرضی کی جگہ دوسروں کی اعانت کا صحیح جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ قومی الفت ومحبت کا ولولہ ظہور کرتا ہے۔

آج جس قدر جھگڑے ہیں، فسادات رونما ہوتے ہیں۔ اختلافات کی وجہ سے ہر ایک دوسرے کو چیرنے پھاڑنے کی فکر میں رہتا ہے تا ان سب کا بہترین فیصلہ بھی صرف تلوار کی نوک ہی کرسکتی ہے۔ آپ نہیں دیکھتے کہ یورپ کے متعصب عیسائیوں نے ترکوں کی نسبت کیسی کیسی بدگمانیاں پھیلادی تھیں۔ ان کو یورپ کا مرد بیمار کہا جاتا تھا۔ ان کو تہذیب کا دشمن اور تمدن کا مخالف کہا جاتا تھا۔ وہ حکومت کرنے کے ناقابل تھے مگر آج وہی یورپ ان کو مہذب بھی کہتا ہے۔ اپنی

سفید رنگ حکومتوں میں اس کو شامل بھی کرتا ہے اور اخبارات ہیں کہ ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں؟ کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے تلوار کے زور سے یورپ پر واضح کر دیا کہ ان کی تلوار سب سے زیادہ تیز ہے۔ تو کسی کو طاقت نہ ہوئی کہ تجربہ کے لئے اپنی گردن پیش کرے اور تمام مغرور حکومتوں نے خود بخود ان کے مطالبات کو تسلیم کر لیا۔

اب ذرا میدان جنگ کو چھوڑ کر شہروں کے گلی کوچوں کی سیر کریں۔ رات کو پولیس کے سپاہی پاسبانی کرتے ہیں۔ اس لئے جب کبھی شہریوں کے سامنے چور اور ڈاکو کا نام لیا جاتا ہے تو وہ کانپ اٹھتے ہیں اور بزدلی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کو صرف اپنی جان کا خیال دامن گیر ہو جاتا ہے اور اس خود غرضی و نفس پرستی کی وجہ سے دوسروں کی حفاظت کے خیال اور ان کی امداد سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ ان کی عصبیت جاتی رہتی ہے۔ یہی پولیس کی نگرانی ان کے اندر نامردی۔ پست ہمتی اور عیش پرستی پیدا کر دیتی ہے۔ ان کی تمام تر توجہ فنون لطیفہ کی طرف ہو جاتی ہے۔ رقص وسرود میں انہیں لطف آتا ہے۔ لہو ولعب کو وہ پسند کرتے ہیں اور بالکل عورتیں بن جاتے ہیں۔ قیصر وکسریٰ کی حکومتیں عیش پرستی کی وجہ سے صرف عورتوں ہی سے آباد تھیں۔ اس لئے عرب کے جنگجو مرد اٹھے اور انہوں نے آناً فاناً تمام ممالک پر قبضہ کر لیا۔

اس تمہید کے بعد اب تعلیمات قرآنیہ کی طرف آیئے جس نے اپنے فلسفیانہ انداز میں ان تمام بصیرتوں اور دانائیوں کو صرف ایک ہی آیت میں بیان کر کے دریا کو کوزے میں بند کر دیا۔ ہم نے جنگ کی جس قدر برکات حوالہ قلم کی ہیں ان کو پھر ایک مرتبہ ذہن نشین کر کے حسب ذیل آیات کی تلاوت سے حلاوت اندوز ہوں۔

’’**ولو لا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذوفضل علی العالمین**‘‘ ﴿اور اگر خدا ایک جماعت کو دوسری جماعت کی مدافعت کی قوت نہ دیتا تو دنیا برباد ہو جاتی۔ لیکن خدا تو تمام نظام عالم کو اس کے تمام احتیاجات وضروریات بخشنے والا ہے۔ اس لئے تمام دنیا پر قوت کو تقسیم کر دیا۔﴾

دوسری جگہ فرمایا: ’’**ولو لا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلٰوت ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرًا**‘‘ ﴿اگر خدا ایک جماعت کو دوسری جماعت کی مدافعت کی قوت نہ دیتا تو حق اور صداقت کا دنیا میں کوئی محافظ نہ رہتا اور خدا پرستی مظلوم ہو کر فناہ ہو جاتی۔ شریعت کی تعلیم گاہیں اور معبد منہدم ہو جاتے۔ صلوٰۃ الٰہی کا ادا کرنا جرم بن جاتا ہے اور وہ تمام مسجدیں اجڑ جاتیں۔ جن میں خدائے واحد کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے۔﴾

ایک جماعت کی سچائی اور دوسری کے بطلان کی حقیقت بھی اسی جنگ سے معلوم ہوسکتی ہے: ’’**لیحق الحق ویبطل الباطل**‘‘ ﴿تاکہ حق کو حق اور باطل کو باطل کردے۔﴾

دنیا میں امن وامان نہیں قائم ہوسکتا۔ جب تک تلوار ہاتھ میں نہ لی جائے اور صلح کی آرزو نہیں پیدا ہوسکتی۔ جب تک سطح زمین پر انسانوں کا خون نہ بہایا جائے۔

گویا جنگ جو کی جاتی ہے تو اس کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ فساد کا خاتمہ ہو۔ کیونکہ اگر دنیا میں بدنظمی رہی اور فتنہ کا وجود باقی رہا تو ایک شخص بھی آرام سے زندگی بسر نہ کر سکے گا۔ دین الٰہی برباد ہو جائے گا۔ ارباب حق ظلم وجور کا شکار ہوں گے اور انسانی ترقی رک جائے گی۔ اس لئے فرمایا کہ جو جنگ وقتال کو برا سمجھتے ہیں وہ ذرا کان کھول کر سنیں۔

’’**والفتنة اکبر من القتل**‘‘ ﴿اور مار ڈالنے سے بھی زیادہ خطرناک فتنہ کا وجود ہے۔﴾

لہٰذا فتنہ کو مٹانے کے لئے جہاد لازمی ہے۔ اسی لئے فرمایا: ’’**وقاتلوهم حتٰی لاتکون فتنة ویکون الدین کله لله**‘‘ ﴿اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہے اور سب اللہ کا دین ہو جائے۔﴾

فرضیت جہاد

مخالفین اسلام ایک لمحہ کے لئے بھی یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں کا کسی قسم کا فائدہ حاصل ہو۔ ’’**مایود الذین کفروا من اهل الکتاب ولا المشرکین ان ینزل علیکم خیر من ربکم**‘‘ ﴿کافر اہل کتاب اور مشرکین نہیں چاہتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی خیر وبرکت نازل ہو۔﴾

اہل کتاب یہ جاننے کے باوجود کہ اسلام سچا دین ہے۔ محض حسد اور کینہ کی وجہ سے اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو دین حق سے برگشتہ کر کے کافر بنا دیں۔

’’**ودکثیر من اهل الکتٰب لویردونکم من بعد ایمانکم کفارًا حسدا من عند انفسهم من بعد ما تبین لهم الحق**‘‘ ﴿اس بات کے بعد بھی کہ اہل کتاب پر حق واضح ہو چکا ہے۔ دلی حسد کی وجہ سے یہی چاہتے ہیں کہ مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کافر بنا دیں۔﴾

یہود اور عیسائی مسلمانوں سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ دنیا سے اسلام کو مٹا نہ دیں کبھی باز نہ آئیں گے۔

’’ولا یزالون یقاتلونکم حتیٰ یردوکم عن دینکم ان استطاعوا‘‘ ﴿اور کافر تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تم کو تمہارے دین سے لوٹا دیں۔﴾

کافروں کی عادت ہے کہ لوگوں کے سامنے اسلام پر اعتراض کرتے رہیں تاکہ عوام الناس کے دلوں میں اس کی طرف سے نفرت پیدا ہو جائے۔

’’یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم (الصف:۱)‘‘ ﴿یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں۔﴾

ان گزشتہ تصریحات سے جہاں آپ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ مخالفین اسلام برابر اس فکر میں رہتے ہیں کہ دنیا سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دیں۔ حق کی جگہ باطل کا فروغ ہو۔ علم اور تہذیب کی جگہ جہالت، جہالت اور بربریت کا دور دورہ ہو اور امن کی جگہ فتنہ وفساد کھڑا ہو جائے۔ وہاں یہ حقیقت بھی سامنے آگئی کہ جنگ دراصل دنیا کے لئے آیۂ رحمت ہے۔

جہاد کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہے کہ عاجزوں، درماندوں، عورتوں اور بچوں کو ظالموں کے ہاتھ سے نجات دلائی جائے اور اگر جہاد نہ کیا جائے تو ایسے کمزوروں کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ لہٰذا ارشاد باری ہوتا ہے: ’’وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذی یقولون ربنا اخرجنا من ھٰذہ القریۃ الظالم اھلھا‘‘ ﴿تم خدا کی راہ میں ضعیف مردوں عورتوں اور بچوں کے بچاؤ کے لئے کیوں نہیں جنگ کرتے۔ حالانکہ وہ دعائیں کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جہاں کے باشندے بڑے ظالم ہیں۔﴾

گویا دنیا میں ایک مسلمان کا وجود صرف اس لئے ہے کہ وہ ظلم وجور کو روکے۔ کسی پر تعدی نہ ہونے دیں اور حق کو بلند وبرتر کرے۔ جو قومیں دوسروں کی غلام ہیں اور آزادی کی آرزومند ان کو آزاد کرانے میں سربکف کوشش کرے اور ہر ایک کی امداد واعانت کے لئے ہر لحہ وہر آن پادررکاب رہے۔

کیا فی الحقیقت جنگ دنیا کے لئے آیۂ رحمت نہیں؟ بے شک یہی تمام علوم حقہ اور صحیح عقائد کی اشاعت کا سبب بنتی ہے۔ اس کی وجہ سے انسانی جذبات، ملکوتی خصائل اور قومی سیرت کی

تکمیل ہوتی ہے۔ یہی قوموں میں شریفانہ احساس، خودداری، عصبیت، بلند حوصلگی، فیاضی اور قربانی پیدا کرتی ہے اور اسی کے ذریعہ سے قانون بقائے اصلح کا نفاذ ہوتا ہے۔ اسی لئے ضروری ہوا کہ وہ شریعت جو بانگ دہل اپنی تکمیل کا اعلان کرتی ہے۔

’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا‘‘ ﴿آج میں تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر چکا اور تم پر اپنا احسان پورا کیا اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔﴾

اپنے ماننے والوں کو جہاد کی تعلیم دے کیونکہ اس کے بغیر امن قائم ہی نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ کتاب وسنت نے نہایت ہی تفصیل سے اس موضوع پر روشنی ڈالی اور اس کے ہر گوشے پر بحث ونظر کی۔ ارشاد ہوتا ہے: **’’کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسیٰ ان تکرھوا شیئًا وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شرلکم‘‘** ﴿تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو گراں ہے اور عجب نہیں کہ ایک چیز کو تم گراں سمجھو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔﴾

دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا: **’’یایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم‘‘** ﴿اے نبی! ان کفار ومنافقین کے ساتھ جہاد کرو اور ان کے ساتھ نہایت ہی سختی کرو۔﴾

پھر حکم ہوتا ہے: **’’یایھا النبی حرض المؤمنین علی القتال‘‘** ﴿اے نبی! مسلمانوں کو جنگ کرنے کی ترغیب دیجئے۔﴾

جب جہاد فی سبیل اللہ نوع انسانی کے لئے برکات الٰہی کے صدہا مخفی خزانے کھول دیتا ہے اور اس پر ہر قسم کی رحمتوں کے دروازے مفتوح ہو جاتے ہیں تو ظاہر بات ہے کہ بنی آدم کی خیرخواہی کے لئے اپنے آپ کو جان جوکھوں میں ڈالنا کس قدر مفید نتائج پیدا کرے گا اور جس شخص کا دل اس ولولہ جہاد سے خالی ہو اور اس قلب میں زندگی بھر ایک مرتبہ بھی نوع انسانی کی خدمت کا خیال نہ پیدا ہوا ہو۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی شخص بدنصیب ہوسکتا ہے اور اگر وہ اسی حالت میں مرگیا تو دربار رسالت سے اس کی نسبت یہ فتویٰ صادر ہوتا ہے کہ وہ منافق کی موت مرا۔

منافق کی موت مرنا

’’من مات ولم یغزو ولم یحدث نفسہ بہ مات علی شعبۃ من النفاق (مسلم)‘‘ ﴿جس شخص نے نہ تو کبھی جہاد میں شرکت کی اور نہ اس کے دل میں اس کا شوق پیدا ہوا

اور وہ اسی حالت میں مر گیا اور وہ نفاق کی موت مرا۔﴾

بعض لوگ رہبانیت (ترک دنیا) کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔ مگر جو لوگ اسے پسند کرتے ہوں وہ ذرا کان کھول کر ارشاد نبوی کو سن لیں۔''رھبانیة امتی الجھاد فی سبیل اللہ (بیھقی، تجرید الاحادیث ص ۱۷۲)'' ﴿میری امت کی رہبانیت (ترک دنیا) جہاد فی سبیل اللہ ہے۔﴾

بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ:''ای الناس افضل'' بہترین انسان ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''ومن یجاھد بنفسہ ومالہ'' وہ مسلمان جو اپنی جان اور مال اللہ کی راہ میں قربان کر دے۔ ترمذی میں ہے:''من رابط لیلة فی سبیل اللہ کانت لہ کالف لیلة صیامھا وقیامھا'' جس شخص نے صرف ایک رات سرحد اسلام کی پاسبانی کی اس کو ایک ہزار دن کے روزوں اور ایک ہزار شب کے قیام کا ثواب ملے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب غزوہ تبوک کے لئے تین سو اونٹ دربار رسالت کی نذر کئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''لا یضر عثمان ما عمل بعدھا (ترمذی)'' اس کے بعد اگر عثمان رضی اللہ عنہ کوئی نیکی نہ کرے تو اسے کوئی چیز بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ فوراً جنت میں داخل ہوگا۔

جس وقت تمام عالم اسلام پر غیروں کا حملہ ہو رہا ہو اس وقت تو ایک لمحہ کے لئے بھی جہاد میں شریک ہونا کرۂ ارضی کی تمام نعمتوں اور لذتوں سے بہتر ہوتا ہے۔''الغدوة او روحة فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما فیھا'' ایک دوسری روایت میں آتا ہے۔''خیر من ما تطلع علیہ الشمس القمر (بخاری)'' جہاد فی سبیل اللہ میں صبح یا شام کے وقت جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو پھر جنت کی نعمتیں دیکھنے کے بعد کسی کو دنیا میں واپس لوٹنے کی آرزو نہیں ہوتی۔ لیکن شہید بار بار خداوند قدوس سے عرض کرتا ہے کہ میں پھر دنیا میں جاؤں اور میں تیرے نام پر دوسری دفعہ ذبح ہوؤں تاکہ تیرے کلمہ حق کے لئے جان دینے کی لذت ایک ہی مرتبہ نہ ختم ہو جائے۔ (بخاری)

بلکہ دوسری روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ وہ دس مرتبہ بار بار اللہ کی راہ میں قتل ہونے کی آرزو کرتا ہے۔''فیقتل عشر مرات''

سبحان اللہ! ایک مجاہد کے لئے کس قدر اجر وثواب کا وعدہ دیا گیا ہے۔ ترمذی میں ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی شرکت خواہ وہ تھوڑی سی دیر کے لئے ہو تمہاری ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:''حرس لیلة فی سبیل اللہ افضل لہ من الف لیلة

یقام لیلھا ویصام نھارھا ''ایک شخص ہزار رات برابر نماز میں مصروف رہے اور ایک ہزار دن کے روزے رکھے۔ مگر اس سے وہ مجاہد فی سبیل اللہ بازی لے جاتا ہے جو صرف ایک رات لشکر اسلام کی پاسبانی کرتا ہے۔ کس قدر مبارک ہے وہ آنکھ جو رات بھر صرف اس لئے کھلی رہے کہ عساکر اسلامی کی چوکیداری کرے۔'' **وحرمت النار علیٰ عین سھرت فی سبیل اللہ (احمد)** ''وہ آنکھیں کبھی دوزخ میں داخل نہیں ہوسکتیں جو میدان میں لشکر کی حفاظت کریں۔ ان پاؤں کی خاک آنکھوں کا سرمہ بنانے کے قابل ہے جو جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر غبار آلود ہوئے ہوں اور مسند احمد میں ہے کہ جو پاؤں ایک لحہ کے لئے بھی اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے ہوں تو پھر وہ جہنم میں داخل نہیں ہوسکتے۔

کتب الٰہیہ میں جہاد پر جنت کا وعدہ

''ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنة یقاتلون فی سبیل اللہ ویقتلون ویقتلون وعداً علیہ حقًا فی التوراته والانجیل والقراٰن ومن اوفٰی بعھدہٖ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذالک ھو الفوز العظیم''

﴿بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس قیمت پر خرید لیا ہے کہ ان کے لئے جنت ہے۔ یہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ توراۃ انجیل اور قرآن میں اللہ کے ذمہ سچا وعدہ ہوچکا اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون ہے تو اس سودے پر خوشیاں مناؤ جس کا معاملہ تم نے اللہ سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔﴾

جو لوگ قرآن حکیم کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ اس کی حفاظت کے لئے اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ مخالفین کو تلوار کے گھاٹ اتارتے ہیں اور خود بھی جام شہادت نوش کرتے ہیں۔ یہی جنتی ہیں اور یہ وعدہ ہر کتاب الٰہی میں موجود ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے کے انبیاء علیہم السلام کو جہاد کا حکم دیا ہے اور قرآن تو جہاد کی تعلیم سے بھرا پڑا ہے۔ مجھے تو تمام قرآن میں ایک آیت بھی جہاد کے حکم کو منسوخ کرنے والی نظر نہیں آئی۔ اگر مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کو معلوم ہے تو پیش کرے مگر وہ یہ قیامت تک بھی نہ کرسکیں گے۔

جہاد مسلمان کے لئے مسرت وشادمانی ہے اور منافق کے لئے موت

''واذا ما انزلت سورة فمنھم من یقول ایکم زادته ھٰذہ ایمانًا فاما

الذین اٰنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الیٰ رجسھم وما توا وھم کافرون (انفال)'' ﴿اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کا ایمان اس سورت نے بڑھادیا۔ سو جو ایمان رکھتے ہیں ان کا ایمان بھی بڑھادیا اور وہ شادمان اور خوش بھی ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں مرض ہے تو اس سورت نے ان میں ان کی گندگی پر ایک اور گندگی بڑھادی اور وہ کافر ہی مر گئے۔﴾

جب قرآن کریم کی کسی سورت میں لوگوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت دی جاتی ہے تو اہل ایمان اس حکم کے سنتے ہی مسرت وشادمانی کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ ایمان کا بقا ضروری ہے اور یہ نہیں باقی رہ سکتا جب تک مرکزی قوت کو تمام بیرونی حملوں سے محفوظ نہ کردیا جائے اور اس کے لئے جہاد ضروری ہے۔

مگر یہی حکم منافقین کے لئے موت ثابت ہوتا ہے۔ ان کی خباثت میں اور ترقی ہوتی ہے اور جہاد کی مصلحتوں سے واقف نہیں اور اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تو دنیاوی حکومت کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ورنہ مذہب کے لئے لڑنا حرام ہے۔

حکومت اور جہاد

جہاد فی سبیل اللہ کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ وہ انسانوں کو غلام بنائے۔ نوآبادیات کے لئے دوسروں کے ممالک پر چھاپہ مارے۔ تجارتی اغراض کی خاطر غیروں کی جائیداد پر قبضہ کرے اور سرمایہ داری کے اصول کی خاطر ادنیٰ قوموں کو اپنی غلامی میں لائے۔ جیسا کہ آج باوجود ادعائے تہذیب وشائستگی اور صلح وامن بدبختانہ یورپ کی سفید رنگ آبادی کر رہی ہے۔ یورپ ادنیٰ اقوام کی حفاظت کو آڑ بنا کر اسلام کے مقابلہ میں صلیبی جنگ کھڑی کرنا چاہتا ہے۔

برخلاف اس کے جہاد کی اصلی غرض وغایت قوموں کی آزادی، غریبوں کی اعانت۔ ان کے حقوق کی حفاظت اور کلمۂ حق کی نشرواشاعت ہے۔ ''من قاتل لتکون کلمة اللہ ھی العلیا فھو سبیل اللہ'' کے الفاظ بابانگ دہل اس حقیقت کا اعلان کر رہے ہیں کہ اسلام نہ تو یورپ کی مفروضہ قومیت کا دلدادہ ہے۔ جس کا عفریت آج ہر تعلیم یافتہ کے سر پر سوار ہے اور نہ وہ وطنیت کے بے معنی لفظ کو اپنے اغراض فاسدہ کے لئے آڑ بناتا ہے۔ بلکہ وہ ان سب سے بالاتر ایک عام انسانی برادری کا پیغامبر ہے جس میں سیاہ وسفید اور رومی وشامی کی کوئی تمیز نہیں۔ وہ انسانوں کے حقوق کا نگران کار اور ہر جگہ صرف سچائی کو حکمران دیکھنے کا آرزومند ہے۔

جنگ اور جہاد

مخالفین اسلام عموماً اور اہل یورپ خصوصاً جب جہاد کا نام سنتے ہیں تو کانپ اٹھتے ہیں اور ان کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ ذرا سمجھ سے کام لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ جنگ اور جہاد میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جہاں جنگ سراسر ظلم ہے وہاں جہاد یکسر رحمت ہے اور نوع انسانی کے لئے صدہا برکتوں کا موجب۔ مسلمانوں کو کتاب وسنت میں جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ جنگ کی اجازت ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں دی گئی۔ اس لئے کہ دونوں ایک دوسرے کے بخط مستقیم مخالف ہیں۔ جنگ میں انسان کو پوری آزادی ہوتی ہے۔ وہ کسی عہدنامہ کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ اپنی بات کا پابند نہیں رہتا اور ہر قسم کے وحشیانہ جرائم کا مرتکب ہوتا ہے اور اسی کو وہ جنگ کی پالیسی قرار دیتا ہے۔

ذرا تاریخ عالم پر غور کیجئے۔ قانون جنگ کی رو سے پھٹنے والے گولوں کا استعمال جائز نہ تھا۔ مگر جب بوئروں اور انگریزوں کی لڑائی ہوئی تو انگریزوں نے ان گولوں سے کام لیا۔ دم دم کی گولیاں سخت ہلاکت انگیز اور ممنوع استعمال تھیں۔ مگر انہوں نے ہنگامہ ۱۹۵۷ء میں ان کو ہندوستانیوں پر استعمال کیا۔ جب دشمن ہتھیار ڈال دے اور حریف کی اطاعت قبول کرے تو پھر اس پر ہتھیار اٹھانا جائز نہیں۔ مگر تسلیم پلونا کے بعد بھی آدھ گھنٹہ تک روسی توپ نے پلونا پر گولہ باری کی۔ تجارتی بندرگاہوں پر گولہ پھینکنا ممنوع تھا۔ لیکن اطالیہ نے ۱۹۱۱ء میں ساحل بیروت پر گولہ باری کی۔ غیر مسلح جوانوں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کا قتل کرنا جائز نہیں۔ مگر گزشتہ جنگ عظیم میں یہ سب کچھ ہوا۔ بلکہ دشمن کی عورتوں کے پستان کاٹ کر انہیں ننگا کیا گیا اور ان کی شرمگاہوں میں سنگینیں گھونپ گھونپ کر انہیں اس بے رحمی سے ہلاک کیا گیا کہ آج بھی ان مظالم کے بیان سے انسان کی روح کانپ اٹھتی ہے۔ گیس اور ایٹم بم کا استعمال ممنوع تھا۔ مگر امریکہ نے ایٹم بم استعمال کر کے جاپان کو اپنا غلام بنالیا اور ایک ملک کا ملک تباہ وبرباد کر ڈالا۔ یہ نتائج ہیں جو جنگ کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں۔

برخلاف اس کے جب ایک مسلمان کہتا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہوں تو اس لفظ کے کہتے ہی وہ دراصل اپنے اوپر صدہا پابندیاں عائد کر لیتا ہے جو کتاب وسنت نے اس پر لازم کر دی ہیں اور وہ گویا تمام دنیا کو امن اور سلامتی کا پیغام دے دیتا ہے کہ اب اس کی بے پناہ تلوار صرف ان لوگوں کی رگ گلو پر چلے گی جو حق کی راہ میں رکاوٹ پیدا کریں گے۔ صرف اس کے

ہاتھ پاؤں بندھ جائیں گے اور وہ ان حدود سے تجاوز نہیں کر سکے گا۔ اسے حکم دیا گیا ہے: ’’**وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا**‘‘ ﴿صرف ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔﴾

اس لئے صاف طور پر کہا جاتا ہے کہ جب دشمن ہتھیار ڈال دے تو تم بھی فوراً قتل وقتال سے رک جاؤ۔ اگر وہ صلح کی درخواست کریں تو اسی وقت اپنی تلوار نیام میں کرلو۔

لڑائی کی اجازت اس لئے دی جاتی ہے کہ دنیا میں امن قائم ہو اور ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہو۔ اگر اسلام کی حکومت قائم ہو جائے گی تو مسلمان اچھی باتوں کے کرنے کا حکم دیں گے اور بری باتوں سے روکیں گے۔ یعنی اسلامی حکومت کا ساری دنیا پر قائم ہونا ہی ساری دنیا کی اصلاح اور امن وامان کا واحد ذریعہ ہے اور دنیا کی اصلاح وفلاں اسی میں ہے کہ اس پر اسلام کی حکومت ہو۔

کیا ان تصریحات کے باوجود بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جہاد کا مقصد قتل وخونریزی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ جب آپ فوج کو کسی مہم پر بھیجتے تو ارشاد فرماتے: ’’**لا تقتلوا شیخاً فانیاً ولا طفلًا ولا صغیرًا ولا امرأۃً** (ابوداؤد)‘‘ ﴿کسی بوڑھے کو، بچے کو، کمسن کو اور عورت کو قتل نہ کرو۔﴾

جہاد فی سبیل اللہ اور جنگ کے درمیان ہم نے اوپر جو کچھ فرق بیان کیا ہے وہ محض الفاظ نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بہترین جانشینوں نے ان کو عملی جامہ پہنا کر دکھا دیا کہ دنیا میں صرف ایک مسلمان ہی اپنے اقرار کا پابند بن سکتا ہے۔ یورپ کی موجودہ تاریخ آپ کے سامنے ہے جس میں بدعہدی کے سوا اور کوئی چیز نہیں دکھائی دیتی۔

رسول اللہ ﷺ فاتحانہ حیثیت سے اس شہر مکہ میں داخل ہوتے ہیں، جہاں ان پر بے حد مظالم کئے گئے ہیں۔ جس جگہ آپ کے رفیقوں کو گرم پتھروں اور تپتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا تھا۔ قانون جنگ اس امر کی اجازت دیتا تھا کہ تمام سرزمین حرم میں خون کی ندیاں بہادی جائیں اور ایک دشمن بھی باقی نہ رہے۔ لیکن جب خدا کا رسول، امن کا پیغامبر، مجسمہ رحمت اور سلامتی کا پیکر اس میں داخل ہوتا ہے تو حسب ذیل اعلان کرتا ہے:

۱...... جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔
۲...... جو شخص خانہ کعبہ میں چلا جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
۳...... جو شخص اپنے گھر میں بیٹھا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔

۴...... جو شخص ابوسفیان کے گھر میں جارہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
۵...... جو شخص حکیم بن حزم کے گھر جارہے اسے قتل نہ کیا جائے۔
۶...... بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔
۷...... زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔
۸...... اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔
۹...... بوڑھوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔
۱۰...... عورتوں کو قتل نہ کیا جائے۔

تلک عشرة کاملة

پھر آپ نے مجرمین کے گروہ سے دریافت کیا کہ تم اپنے کرتوتوں سے خوب واقف ہو۔ مجھ سے کس سلوک کی امید رکھتے ہو؟

وہ اخلاق نبوی سے ناواقف نہ تھے۔ پتھروں کے بدلے دعا دینے والے کو خوب جانتے تھے۔ کہنے لگے۔ آپ ہمارے شریف بھائی اور شریف برادرزادہ ہیں۔ مگر جو معاملہ اور سلوک آپ ﷺ نے ان سے کیا وہ ان کی توقع سے کہیں بڑھ کر تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:''**لا تثریب علیکم الیوم** ''آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں۔''**یغفر اللہ لنا ولکم**'' خدا ہماری اور تمہاری خطائیں معاف فرمائے۔

ہندہ جس نے حضرت حمزہؓ کا جگر چبایا تھا اسے بھی معاف کردیا۔ وحشی جس نے امیر حمزہؓ کو قتل کیا تھا اسے بھی معافی دے دی۔ ہبار جس نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی کو مکہ سے مدینہ جاتے وقت پتھر مارے تھے جس کا آخری نتیجہ ان کا انتقال ہوا، اسے بھی معاف کیا گیا۔ اس قسم کی معافی کی نظیر اگر دنیا کی تاریخ میں کوئی اور نہیں اور یقیناً نہیں تو اس انسان کے سید البشر، فخر نوع انسان اور رحمت للعالمین ہونے میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے۔ عفو کی تعلیم دنیا میں بہت لوگ دے سکتے ہیں مگر خود اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو اپنی بربادی چاہنے والوں کو ہی نہیں بلکہ اس کے لئے پورا زور لگانے والوں کو ان پر غلبہ پاکر ان کو ایسا معاف کرنا کہ ملامت تک بھی ان کے ان افعال پر نہ کی جائے۔ یہ نہ مسیح کی زندگی میں پایا جاتا ہے اور نہ کسی مسیح کی زندگی میں اس کا نمونہ مل سکتا ہے۔ یہ فخر صرف اسلام ہی کے حصہ میں آیا ہے۔

اب آپ ایک قدم اور آگے بڑھیں جس وقت حضرت ابوبکرؓ، اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرتے ہیں تو فوج کے سامنے حسب ذیل خطبہ دیتے ہیں:''لوگو! ٹھہرو میں تمہیں دس حکم

دیتا ہوں۔ انہیں خوب یاد رکھو۔ خیانت نہ کرنا۔ دھوکا نہ دینا۔ سردار کی نافرمانی نہ کرنا۔ کسی شخص کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹنا۔ بچے، بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا۔ کھجور یا کسی اور میوہ دار درخت کو نہ کاٹنا نہ جلانا۔ بکری، گائے یا اونٹ کو غذا کی ضرورت کے سوا ذبح نہ کرنا۔ تم ایسے لوگوں سے ملو گے جو عبادت گاہوں میں گوشہ گیر ہو کر بیٹھے ہوں گے۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا تمہیں ایسے آدمی ملیں گے جو تمہارے پاس مختلف قسم کے کھانے برتنوں میں رکھ کر لائیں گے۔ جب تم کھاؤ تو ہر ایک پر اللہ کا نام لینا وغیرہ وغیرہ! خدا کا نام لے کر روانہ ہو۔ خدا تم کو دشمن کے ہتھیار اور طاعون سے محفوظ رکھے۔''

حضرت عمرؓ کا داخلہ بیت المقدس تو اس درجہ زبان زد خاص وعام ہے کہ اس پر لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ البتہ ان کے عہد نامہ کے چند الفاظ قابل ذکر ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

''یہ وہ امان نامہ ہے جو امیر المؤمنین عمرؓ نے ایلیا والوں کو دیا ہے۔ ایلیا والوں کی جان، مال، گرجے، صلیب، بیمار، تندرست سب کو امان دی جاتی ہے اور ہر مذہب والے کو امان دی جاتی ہے۔ ان کے گرجاؤں میں سکونت نہ کی جائے گی اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے احاطوں کو بھی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور مالوں میں کسی قسم کی کمی کی جائے گی۔ نہ مذہب کے بارے میں کسی قسم کا تشدد کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کو کوئی ضرر پہنچائے گا اور ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے اور ایلیا والوں کا فرض ہے کہ وہ جزیہ دیں...... الخ!''

لیکن آج دنیا میں ظلم وجور کی حکومت ہے۔ خیالات فاسدہ کا دور دورہ ہے۔ دنیا کی حرص اور خودغرضی نے یورپ کی مسیحی اقوام کو درندوں اور بھیڑیوں کی طرح ایشیائی اقوام کے لئے خون آشام بنادیا ہے۔ فراعنہ عصر کی استبدادیت نے انسانی آزادی کو سلب کرلیا ہے۔ قومیت اور وطنیت کے لئے معنی الفاظ نے نوع انسانی کا خیال دلوں سے دور کردیا ہے۔ مرزا قادیانی نے دعویٰ مہدویت اور مسیحیت کر کے مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ سے دور کردیا ہے۔ بعض کج فہموں اور کوتاہ اندیشوں نے اس کو مدافعانہ جنگ پر محمول کیا ہے۔ لیکن آپ یقین کیجئے کہ ان میں سے ایک بات بھی ذرہ برابر اپنے اندر سچائی نہیں رکھتی۔ قران حکیم کے الفاظ اس قسم کی رکیک تاویلات کے ہرگز متحمل نہیں ہوسکتے۔

مسلمان تو ''خیر امة'' کے معزز ترین لقب سے سرفراز کئے گئے ہیں۔ ''تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر'' تو ان کا طرائے امتیاز ہے۔ دنیا سے برائی کو دور کرنا اور

نیکی کا پھیلاؤ تو مسلم کے اوّلین فرائض ہیں۔ پھر کیا اب وقت نہیں آیا کہ مسلمان قرآن حکیم کی حقیقت سے خوب واقف ہوں اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں اس کلمۂ حق کی آواز پہنچادیں اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہوں اور یہ جہاد فی سبیل اللہ کے بغیر ناممکن ہے۔

اب دیکھئے مرزا قادیانی نے جہاد فی سبیل اللہ کی خوبیوں، مصلحتوں اور اہمیتوں سے ناآشنا ہونے کے باعث اس آیت رحمت جہاد فی سبیل اللہ کو حرام ٹھہرایا۔ نماز پڑھنے اور دوسرے لوگوں کو چند اعمال کی تبلیغ کرنے کو ہی حقیقت اسلام قرار دیا اور صرف ان ہی باتوں کو اعلیٰ تعلیم اسلام خیال کرلیا اور ان کی وجہ سے اپنے آپ کو حقیقی جہاد فی سبیل اللہ سے مستثنیٰ سمجھ لیا۔ مگر حسب ذیل آیات اس حقیقت کو یوں بےنقاب کرتی ہیں: ’’**اجعلتم سقایة الحاج وعمارة المسجد الحرام کمن اٰمن باللہ والیوم الآخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظلمین**‘‘ ﴿کیا تم نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کی تعمیر وآباد رکھنے کو اس شخص جیسا ٹھہرالیا ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک یہ برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔﴾

اس آیت کے شان نزول میں ابن جزیر نے بیان کیا ہے کہ عثمان بن طلحہ، عباس اور علی رضی اللہ عنہم میں ایک مرتبہ گفتگو ہوئی۔ جس میں ہر ایک اپنے آپ کو دوسرے پر ترجیح دیتا تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں بیت اللہ کا کلید بردار ہوں۔ اگر چاہوں تو اس میں سو بھی سکتا ہوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میرے ذمہ حاجیوں کو پانی پلانا اور اس کی نگرانی ہے۔ میں بھی مسجد الحرام میں سونے کا مجاز ہوں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں ان باتوں کو تو نہیں جانتا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اب تک جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اسباب نزول میں ایک اور روایت بھی ہے جس کو مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں نعمان بن بشیر انصاری سے نقل کیا ہے۔ نعمان کہتے ہیں کہ میں چند اصحاب کے ساتھ منبر نبوی کے قریب بیٹھا ہوا تھا کہ تین آدمیوں نے آپس میں یہ گفتگو شروع کی۔ ایک نے کہا۔ قبول اسلام کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے کے سوا اور کسی نیکی کی ضرورت نہیں۔ دوسرے نے کہا بلکہ مسجد حرام کی آبادی ضروری ہے۔ تیسرے نے جواب دیا۔ ’’**بل الجھاد فی سبیل اللہ خیر مماقلتم**‘‘ سب سے بہتر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ مسجد نبوی کا احترام ضروری ہے۔ نماز سے فارغ ہوکر دربار رسالت میں جاکر اس سوال کو پیش کردیں گے۔ چنانچہ جمعہ کے بعد یہ لوگ گئے اور اس تمام گفتگو کو جناب رسالت مآب ﷺ سے عرض کیا تو اس کے جواب میں

یہ آیت نازل ہوئی۔

ان دونوں روایات نے دراصل اس آیت کی تفسیر ہی کر دی کہ جب کہ عالم اسلام پر مصیبتوں اور تکلیفوں کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا رہا ہو اور دشمنان دین وملت نے مسلمانوں کو برباد کرنے کے لئے اپنی مجتمعہ قوت سے کام لیا ہو۔ تمام مقدس مقامات خطرے میں ہوں۔ لاکھوں مسلمان کفار کے ظلم سے تنگ آکر رات کو اٹھ اٹھ کر مضطربانہ دعائیں مانگتے ہوں۔ جن کی آہ نیم شبی کنگرۂ عرش کو بھی ہلا دیتی ہو۔ جب کہ اسلام اپنے ہر فرزند سے اس امر کا طالب ہو کہ وہ اپنا فرض ادا کرے اور اپنا آخری قطرۂ خون اسلام وخلافت کے بچانے کے لئے صرف کر دے اور جامعہ اسلامیہ کی حفاظت کے لئے سربکف کوشش کرے۔ اس وقت علمائے سوء کا مدارس میں بیٹھ کر کتاب وسنت کے محض الفاظ کو دہراتے رہنا چند ابتدائی مسائل پر اپنی تمام قوت صرف کر دینا۔ خانقاہوں میں بیٹھ کر صرف زبانی اللہ اللہ کے نعرے لگانا اور سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانا اور دن رات تسخیر قلوب کے اوراد ووظائف ہی میں منہمک رہنا محض بیکار ہے اور مرزاقادیانی کا اسے حرام قرار دینا سراسر لغو اور بے بنیاد ہے اور جو لوگ صرف انہیں اعمال کو اصل مذہب اور اساس ملت خیال کرتے ہیں ان سے یہ کیونکر توقع ہو سکتی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے غوامض واسرار اور حقائق ومعارف تک رسائی حاصل کر کے پورے مسلمان بن سکیں گے۔ ان کی تمام تر ذہانت وفطانت تو اپنے آپ کو اس حقیقت اسلامیہ سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش میں صرف ہوتی ہے مگر وہ یاد رکھیں کہ قرآن حکیم کا نازل کرنے والا ایسے انسانوں کو ظالموں کے گروہ میں داخل کرتا ہے اور اس کے نزدیک ان لوگوں کی پرپشہ کے برابر بھی عزت وتوقیر نہیں۔ قرآن نے دوسری جگہ اس کو احب الاعمال الی اللہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ’’**ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفًا کانھم بنیان مرصوص** (سورۂ صف)‘‘

نماز روزہ تو دراصل شریعت اسلامیہ کا ایک رکن ہے اور جب تک انسان تمام احکام الٰہیہ کا پابند نہ ہو۔ وہ کبھی سچا مسلمان نہیں بن سکتا۔ سورۂ بقرہ نے بتایا: ’’**لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب**‘‘ سورۂ نساء نے اس پر اور روشنی ڈالی۔ جہاں اس نے قصر رکعات اور قصر جماعت پر بحث کی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے طرز عمل سے قصر اوقات بھی ثابت کر دیا تو پھر ایک ابتدائی ارکان اسلام پر عامل اور مجاہد فی سبیل اللہ میں برابری کی کوئی نسبت ہی نہیں اور جو یہ خیال کرے کہ یہ دونوں برابر ہیں یا جہاد ہی کو منسوخ قرار دے تو یاد رکھو قرآن حکیم ایسے لوگوں کو ظالم کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اس لئے کہ قوموں کی حیات وممات کے راز سے وہ

واقف نہیں۔ اگر آپ کو خیال ہو کہ احادیث میں افضل الاعمال نماز کو کہا گیا ہے تو وہ بھی اپنے درجہ میں ٹھیک ہے۔ یعنی انفرادی حیثیت میں وہی بہترین عمل ہے۔ مگر جب قوم کی زندگی اور موت کا سوال ہوگا تو اس وقت اعلیٰ ترین عمل یہی جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا جائے گا۔

رئیس المنافقین

ہم نے کتاب وسنت سے جو کچھ واضح کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاد کی آیات سب محکمات ہیں۔ اس لئے جہاد کو نہ کسی نے آج تک منسوخ کیا ہے اور نہ تاقیامت منسوخ ہوسکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا مسیح موعود جہاد کو ہرگز منسوخ نہیں کریں گے بلکہ اس قدر جہاد کریں گے کہ کسی مخالف کو ہی نہ چھوڑیں گے۔ یا وہ مسلمان ہو جائے گا یا اسے قتل کر دیں گے یا کم از کم مطیع ہوکر رہے گا۔ دجال کو قتل کریں گے۔ یہ قتل بھی جہاد ہی کی بدولت ہوگا۔ مومن کے لئے جہاد کا حکم شادمانی کا باعث ہے۔ منافق کے لئے غم اور موت کا حکم رکھتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے جہاد نہ کیا اور جہاد کی محبت دل میں نہ رکھی اور مر گیا تو وہ منافق کی موت مرا۔ جہاد کی غرض وغایت قوموں کی آزادی، غریبوں کی اعانت، ان کے حقوق کی حفاظت اور کلمہ حق کی نشرواشاعت ہے۔

وتلک عشرة كاملة

اس سے مرزا قادیانی کی زندگی اور موت کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ اسلام پر تھی یا منافقت پر۔ مرزا قادیانی ساری عمر جہاد کی مخالفت کرتے رہے۔ کبھی ان کے دل میں جہاد کا شوق پیدا نہ ہوا۔ بلکہ انہوں نے اپنے زعم باطل میں جہاد کو حرام قرار دیا۔ اپنی قوم کو کافروں کے پنجے سے چھوڑانے کے بجائے تمام عمر انگریز پرستی اور قوم کو انگریز کا غلام بنانے میں صرف کردی۔

خودی کو بیچ کھانا کام جن کا فرنگی کی رضا اسلام جن کا
جلائیں گے وہ شمع کبریائی دہائی یا رسول اللہ دہائی
غلام اور امت خیرالوریٰ میں یہ گستاخی ہے شان مصطفیٰ میں

قادیانی تلوار

’’حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں وہ مہدی موعود ہوں اور گورنمنٹ برطانیہ میری وہ تلوار ہے جس کے مقابلے میں ان علماء کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ پھر ہم احمدیوں کو اس فتح سے کیوں خوشی نہ ہو۔ عراق، عرب ہو یا شام۔ ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی

چمک دیکھنا چاہتے ہیں۔‘‘

(اخبار الفضل قادیان ج۶ نمبر۴۲، مورخہ ۷/دسمبر ۱۹۱۸ء، بحوالہ پاکستان میں مرزائیت ص۶ از جانباز مرزا)

انگریز کافر کا غلام اور اپنی قوم کو انگریز کا غلام بنانے والا تو صحیح معنوں میں حضورﷺ کا امتی کہلانے کا بھی حقدار نہیں۔ چہ جائیکہ اسے اس سے بڑھ کر مانا جائے یا وہ کوئی ایسا دعویٰ کرے۔ مرزا قادیانی کے ان اوصاف کی بناء پر ہم انہیں رئیس المنافقین کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ ایک ایسی جماعت چھوڑ گئے جو بظاہر تو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر حقیقت میں وہ مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہیں اور پکے منافقین کا گروہ ہے۔ اس لئے ہم انہیں حزب المنافقین کے نام سے یاد کریں گے۔ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

حزب المنافقین

رسول اور امت کا تعلق کیا ہوتا ہے۔ خدا کو تو تقریباً ساری دنیا مانتی ہے۔ نہ ماننے والوں کی تعداد دنیا میں ہمیشہ ناقابل التفات اور بہت ہی قلیل رہی ہے۔ اس سے یہاں بحث نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امت کی جداگانہ ہستی اس کے رسول سے متعلق ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے یہودی کہلائے اور عیسائی اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی مانتے تھے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے عیسائی مشہور ہوئے۔ مسلمان ان دونوں حضرات پر ایمان رکھتے ہیں مگر چونکہ ان کے بعد ایک نئے نبی محمدﷺ پر ایمان لانے سے ایک بالکل نئی اور الگ امت بن گئے اور مسلمان کہلائے۔ اب اگر محمد رسول اللہﷺ کے بعد کوئی شخص ایک نئے نبی پر ایمان لائے گا تو وہ ایک نئی امت کا فرد ہوگا۔ مرزائی حضرات اپنے آپ کو مسلمان نہیں بلکہ احمدی کہلانا فخر جانتے ہیں اور مسلمانوں کو غیر احمدی بلکہ کافر کہتے ہیں۔ مسلمانوں کو مرزا قادیانی پر ایمان نہ لانے کی پاداش میں سابقہ ملت سے خارج قرار دے دینا اور ان کی جگہ خود وہ ملت بن بیٹھنا بوالعجبی انتہائی بددیانتی اور پرلے درجہ کی منافقت ہے۔ ذرا یہ بھی تو سوچئے کہ کسی نئے رسول پر ایمان لانے سے سابقہ رسل اور ان کی کتب کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔ آج ہمارے نزدیک توریت اور انجیل کی تعلیمات کا صرف وہ حصہ درست ہے جس کی تصدیق قرآن سے ہوتی ہے۔ باقی حصہ یا محرف ہیں یا منسوخ۔ بعینہ یہی پوزیشن مرزائی حضرات مرزا قادیانی کی تشریف آوری کے بعد رسول کریمﷺ اور قرآن کی سمجھتے ہیں۔

چنانچہ مرزا بشیرالدین یوں تحریر فرماتے ہیں: ’’پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جب کوئی نبی

آجائے تو پہلے نبی کا علم بھی اسی کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ یوں اپنے طور پر نہیں مل سکتا اور بعد میں آنے والا نبی بمنزلہ سوراخ کے ہوتا ہے۔ پہلے نبی کے آگے دیوار کھینچ جاتی ہے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ سوائے آنے والے نبی کے ذریعہ دیکھنے کے۔ یہی وجہ ہے کہ اب کوئی قرآن نہیں سوائے اس قرآن کے جو حضرت مسیح موعود نے پیش کیا اور کوئی حدیث نہیں سوائے اس حدیث کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں نظر آئے اور کوئی نبی نہیں سوائے اس کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں دکھائی دے۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ کا وجود اسی ذریعہ سے نظر آئے گا کہ حضرت مسیح موعود کی روشنی میں دیکھا جائے۔ اگر کوئی چاہے کہ آپ سے علیحدہ ہو کر کچھ دیکھ سکے تو اسے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ ایسی صورت میں اگر کوئی قرآن کو بھی دیکھے گا تو وہ اس کے لئے ''یھدی من یشاء'' والا قرآن نہیں ہوگا بلکہ ''یضل من یشاء'' والا قرآن ہوگا۔''

(میاں محمود احمد قادیانی کا خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل ج۱۲ نمبر۴ ص۸ بابت ۱۵ر جولائی ۱۹۲۴ء)

قادیانی عقائد

لفظ ''قادیانی'' میں نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ نام نہاد احمدیت یعنی امت مرزائی کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک جماعت ان میں سے قادیانی کہلاتی ہے اور دوسری لاہوری۔ اختلاف یہاں سے پڑا کہ مرزا قادیانی کی وفات کے بعد سب نے حکیم نورالدین کو مرزا قادیانی کا خلیفہ اوّل تسلیم کر لیا مگر حکیم نورالدین کی وفات کے بعد خلافت کا جھگڑا ہوا۔ اکثریت نے ان کے فرزند مرزا بشیرالدین محمود کو خلیفہ دوم منتخب کیا۔ وہ لوگ مرزا قادیانی کی نبوت کے قائل تھے اور مولوی محمد علی جو خلافت کے امیدوار تھے خلافت سے محروم ہو کر الگ ہو گئے اور مرزا قادیانی کی نبوت کا انکار کر دیا۔ مگر انہیں مجدد اور مسیح موعود مانتے رہے۔ یہ لوگ لاہوری پارٹی کے نام سے موسوم ہوئے۔ ان کے سرگروہ مولوی محمد علی تھے جو وفات پا چکے ہیں۔ مگر یہ جماعت بھی بدستور قائم ہے۔

ہمارے نزدیک قادیانی جماعت مرزا قادیانی کی صحیح پیرو ہے جو مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کو تسلیم کرتی ہے۔ اگرچہ وہ دعویٰ بلا دلیل ہی کیوں نہ ہو اور یہی جماعت ہماری مخاطب بھی ہے۔ لاہوری جماعت تو امت مرزائیہ میں اگر سچ کہا جائے تو جماعت منافقین ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کے اس قدر واضح اور کھلے دعویٰ نبوت کا انکار کرتی ہے اور محض تاویلات بعیدہ سے اپنا دل بہلاتی ہے۔

قرآن اور مسیح موعود

بھلا ان دونوں جماعتوں کی عقلمندی ملاحظہ ہو۔ قرآن میں تو مسیح موعود کا کہیں نام نہیں۔ لے دے کر چند روایات ہیں اور جن روایات میں اس کا تذکرہ ہے۔ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ان کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے اور وہی قیامت کے قریب آسمان پر سے تشریف لائیں گے۔ اسی لئے انہیں مسیح موعود کہا گیا ہے اور بس۔

مسیح موعود کے عقیدہ کی بناء

یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ قرآن میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں تو اس عقیدہ آمد مسیح کی بناء چند روایات ہوئیں جنہیں یقین سے تو کوئی واسطہ نہیں۔ صرف ظن ہی ظن ہے اور ظن عقیدہ میں مفید نہیں۔ ’’ان الظن لا یغنی عن الحق شیئاً‘‘

اب جب کہ یہ لوگ اس بات کے قائل ہوگئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام وفات پاچکے ہیں تو گویا انہوں نے خود ہی ان روایات کو ظنی جان کر قبول نہیں کیا بلکہ رد کر دیا ہے تو پھر جب وہ روایات قابل استناد نہ رہیں تو مسیح موعود کا وجود ماں سے پیدا ہوگیا۔ جب کہ اس کی جڑ ہی کٹ چکی۔ لہٰذا مولوی محمد علی نے مرزا قادیانی کو مسیح موعود تسلیم کرنے میں سخت غلطی کی۔ جس طرح ان کی نبوت سے انکار کیا تھا۔ اس سے بھی انکار لازم تھا۔ مگر یہ بات زندگی بھر ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا قائل ہونا ہی مسیح موعود کی آمد کے اعتقاد سے صریح ہاتھ دھونا ہے۔

اب ہم قادیانی جماعت کے چند عقائد اگلی سطور میں درج کرتے ہیں۔

مسئلہ تناسخ

’’مسیح موعود کا آنا بعینہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کا دوبارہ آنا ہے۔ یہ بات قرآن سے صراحتہً ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ دوبارہ مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے آئیں گے۔‘‘ (الفضل قادیان ج۲ نمبر۲۴، مورخہ ۷؍اگست ۱۹۱۵ء)

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

میں ابھی احمدیت میں بطور بچہ ہی کے تھا جو میرے کانوں میں یہ آواز پڑی۔ مسیح موعود محمد است وعین محمد است۔ (الفضل قادیان ج۲ نمبر۲۴، مورخہ ۷؍اگست ۱۹۱۵ء)

''اورآپ (مرزا قادیانی) کو چونکہ آنحضرت ﷺ کا بروزی وجود عطاء کیا گیا تھا۔ اس لئے آپ عین محمد تھے۔'' (الفضل قادیان مورخہ ۱۶/ستمبر ۱۹۱۵ء)

میرے اور مرزابشیرالدین محمود کے درمیان چند مسائل پر ۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۰ء تک خط وکتابت جاری رہی اور یہ سلسلہ میرے ایک احمدی دوست بابو فیروزالدین کی وساطت سے قائم ہوا۔ اسی دوران میں بابو صاحب موصوف نے اپنے خط مورخہ ۲۳/مئی ۱۹۳۹ء میں مرزا قادیانی کے متعلق حسب ذیل تحریر کیا۔

''وآخرین منهم لما یلحقوا بهم سے بھی مرزا قادیانی نے یہی ثابت کیا ہے کہ آخرزمانہ میں یعنی اس زمانے میں ایک جماعت صحابہ رسول پاک کے مانند ظاہر ہونی ہے اور ان میں رسول پاک کی مانند ایک رسول ہوگا جس کا نام احمد ہوگا اور وہ میں ہوں۔ یعنی مرزا قادیانی بالفاظ دیگر مظہر رسول پاک اصل رسول حضرت محمد رسول اللہ ہیں اور اصل صحابہ ان کے صحابہ تھے۔ اب اس زمانہ میں مظہر رسول پاک ہوگا اور اسی طرح صحابہ ہوں گے۔ اس کا درجہ نبوت ہوگا مگر کوئی نئی نبوت نہ ہوگی۔ نہ کوئی نیا قرآن وکلمہ وقبلہ ہوگا۔ سب وہی اسلام ہوگا جو کہ پہلے تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے صفت محمدیت کے ماتحت آپ ظاہر ہوئے۔ اب صفت احمدیت کے ماتحت۔ پہلے بھی وہ خود تھے۔ تمام دنیا کی طرف مبعوث تھے۔ خود ہی قرآن کی تفسیر کرتے تھے۔ اب بھی وہی ہیں اور وہی پہلے والا کام ہے۔ تمام دنیا کی ہدایت اور تفسیر قرآن ضرورت زمانہ کے مطابق اب بھی وہ کررہے ہیں۔ مگر وجود خاکی وہ نہیں جو پہلے تھا۔ وہ وجود تو دفن ہو چکا۔ وجود اب دوسرا ہے۔ مگر روح وہی ہے اور خود ہی اپنی گمراہ امت کی ہدایت کے واسطے پھر دوبارہ مبعوث ہوئے ہیں۔''

میں نے اس کی نقل مرزا بشیرالدین کو بذریعہ رجسٹری بھیج کر یہ دریافت کیا کہ کیا یہ مسئلہ تناسخ پر ایمان لانا نہیں؟ میں نے چٹھی یکم/نومبر ۱۹۳۹ء کو لکھی تھی۔ جس کا جواب آج تک موصول نہیں ہوا۔ اگر ان کا یہ عقیدہ نہ تھا تو مجھے یہ فوراً لکھ دیا ہوتا۔ جس سے ظاہر ہے کہ بابو صاحب کا عقیدہ قادیانی جماعت کی صحیح ترجمانی ہے۔

اب دیکھئے بابو صاحب لکھتے ہیں کہ: ''ان میں رسول پاک کی مانند ایک رسول ہوگا۔'' جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے سوا کوئی دوسرا آدمی ہوگا۔ مگر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ: ''پہلے بھی وہ خود تھے اور اب بھی وہی ہیں اور دوسرے حضور کا پہلا وجود نہ ہونا اور روح کا وہی ہونا اور دوسرا جسم اختیار کرنا صریحاً مسئلہ تناسخ پر ایمان لانا ہے جو عقائد وتعلیمات اسلام کے خلاف ہے۔''

عین محمد ہونے کا دعویٰ

اور یہ جو مرزا قادیانی نے فرمایا ہے کہ: ’’مسیح موعود عین محمد است‘‘ اور الفضل نے جسے ان الفاظ میں دہرایا ہے کہ آپ عین محمد تھے۔ اس کا بھی وہی مطلب ہے جو بابو صاحب نے واضح کیا ہے۔ لہٰذا یہ تناسخ کی تعلیم بالکل عقائد اسلام کے خلاف ہے۔

بعض احمدی حضرات اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ عینیت سے مراد صرف وحدت اوصاف وکمالات ہیں۔ پھر بھی بات نہیں بنتی۔ اس لئے کہ:

حضرت محمد ﷺ	مرزا غلام احمد قادیانی
۱-حضور ﷺ امی تھے۔	مرزا قادیانی کئی کتابوں کے مصنف۔
۲-حضور ﷺ عربی تھے۔	مرزا قادیانی تھے عجمی۔
۳-حضور ﷺ قریشی تھے۔	مرزا قادیانی فارسی النسل تھے۔
۴-حضور ﷺ دنیوی لحاظ سے اپنے پاس کچھ رکھتے نہ تھے بلکہ غربا میں تقسیم کردیتے۔	مرزا قادیانی زمین وباغات کے مالک تھے اور چندہ جمع کر کے رئیس بن گئے۔
۵-حضور ﷺ نے مدنی زندگی کے دس برس میں جزیرۂ عرب زیرنگین کرلیا تھا	مرزا قادیانی جہاد وفتوحات کے قائل ہی نہ تھے اور جہاد کو حرام بتلایا۔
۶-حضور ﷺ کے ہاں قیصر وکسریٰ کے استبداد کو فتح کرنے کا پروگرام تھا۔	مرزا قادیانی کے ہاں انگریز کے جابرانہ تسلط کو قائم رکھنے کے منصوبے تھے۔
۷-حضور ﷺ کے ہاں اسلام کو آزادی کا مترادف قرار دیا گیا تھا۔	مرزا قادیانی کے ہاں انگریز کی غلامی پہ قناعت تھی بلکہ اس پر فخر تھا۔
۸-حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم انبیاء لانرث ترکہ سے حصہ نہیں پاتے اور آنحضرت ﷺ نے اپنے باپ سے کوئی وراثت نہ پائی۔	مرزا قادیانی نے اپنے باپ سے وراثت پائی (اقرار مرزا بشیرالدین مندرجہ خط جولائی ۱۹۳۷ء بنام راقم الحروف)
۹-آپ ﷺ نے فرمایا:’’لا نورث ما ترکناہ صدقۃ‘‘ جو ہم (انبیاء) وفات کے وقت چھوڑیں وہ صدمہ ہے یعنی بیت المال ہے امت کا ہے۔ اس میں وراثت نہیں چلتی اور ایسا ہی ہوا کہ حضرت فاطمہ ؓ نے باغ فدک کا مطالبہ کیا۔ مگر اس حدیث کی بناء پر کچھ نہ ملا۔	مرزا قادیانی کا ترکہ ان کی اولاد لڑکے لڑکوں میں شریعت کے مطابق تقسیم ہوا۔ بحوالہ خط مذکور یاد رہے کہ شریعت کے مطابق تقسیم امت کے لئے ہے نہ کہ نبی کے لئے۔

۱۰-حضور ﷺ کا نکاح خدا نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے آسمان پر کردیا اور وہ ذی شان نکاح زمین پر بھی ہوا۔ جس پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوسری ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں۔	مرزا قادیانی نے بھی اعلان کیا کہ ان کا نکاح خدا نے محمدی بیگم کے ساتھ آسمان پر کردیا ہے۔ مگر وہ زمین پر باوجود ہزار کوشش کے نہ ہوسکا اور مرزا قادیانی اس حسرت کو دل ہی دل میں لئے چل بسے اور اپنے کذب پر مہر تصدیق ثبت کر کے چل دیئے کیونکہ فرماتے تھے کہ: ’’بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔‘‘ (اشتہار مورخہ ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۵۹)

تلک عشرۃ کاملۃ

الغرض نہ وحدت جسم وروح کا دعویٰ درست ہے نہ وحدت اوصاف وکمالات کا۔ تو پھر ہم کیسے باور کرلیں کہ محمد ﷺ عین غلام احمد تھے یا مرزا غلام احمد عین محمد تھے۔

ایں خیال است ومحال است وجنون

مسلمانوں اور مرزائیوں میں اختلاف

’’یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں (یعنی مسلمانوں) سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان (مسلمانوں) سے ہمیں اختلاف ہے۔‘‘ (تقریر مرزا بشیر الدین محمود مندرجہ الفضل ج۱۹ نمبر۱۳ بابت ۳۰؍جولائی ۱۹۳۱ء)

حضرت مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ ان کا (یعنی مسلمانوں کا) اسلام اور ہے اور ہمارا اور۔ ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور۔ ہمارا حج اور ہے ان کا حج اور۔ اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔ (تقریر خلیفہ قادیان مندرجہ الفضل بابت ۲۱؍اگست ۱۹۱۷ء)

سادہ لوح مسلمان خواہ مخواہ انہیں اپنے ساتھ ملاتے ہیں۔ خلیفہ صاحب کی ان تقریروں سے صاف ظاہر ہے کہ مرزائیوں کی ہر چیز مسلمانوں سے الگ ہے۔

مسلمانوں سے قطع تعلق

۱...... ’’تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا۔‘‘

(حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص۱۸، خزائن ج۱۷ ص۶۴)

۲...... ’’غیراحمدیوں سے دینی امور میں الگ رہو۔‘‘ (نہج المصلی ص۳۸۲)

احمدی کی مسلمان کے پیچھے نماز جائز نہیں

۱...... ’’خداتعالیٰ چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے پھر جان بوجھ کران لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے۔ منشاء الٰہی کے مخالف ہے۔ میں تم کو بتاکید منع کرتا ہوں کہ غیراحمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔‘‘

(الحکم مورخہ ۷/ فروری ۱۹۰۳ء، یہی فتویٰ بچند الفاظ مختلفہ دیکھو فتاویٰ احمدیہ ص۱۹)

۲...... ’’ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیراحمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ وہ خداتعالیٰ کے ایک نبی (مرزاغلام احمد) کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔‘‘

(انوار خلافت مصنفہ مرزامحمود احمد قادیانی ص۹۰)

۳...... ’’باہر سے لوگ بار بار پوچھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے اتنی دفعہ میں یہی جواب دوں گا کہ غیراحمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں! جائز نہیں!! جائز نہیں!!!‘‘ (انوار خلافت ص۸۹)

مسلمانوں سے رشتہ ناطہ حرام

خلیفہ قادیان لکھتے ہیں کہ میرے والد صاحب سے:

۱...... ’’ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو۔ لیکن غیراحمدیوں میں نہ دو۔‘‘ (انوار خلافت ص۹۴)

۲...... ’’حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی احمدی غیراحمدی کو لڑکی نہ دے۔‘‘

(برکات خلافت ص۷۵)

۳...... ’’جو شخص غیراحمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے؟ کیا کوئی غیراحمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دے۔ ان لوگوں کو کافر کہتے ہو۔ مگر تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے۔ مگر تم احمدی ہو کر کافر کو دیتے ہو۔‘‘ (ملائکۃ اللہ ص۴۶)

مسلمان کے جنازہ کی نماز ناجائز

۱...... مرزا قادیانی نے اپنے ایک فرمانبردار بیٹے کی نماز جنازہ نہ پڑھی جو آپ پر ایمان نہ لایا تھا۔ یہ قصہ بہت طویل ہے اس لئے صرف حوالہ تحریر کیا جاتا ہے۔ (انوار خلافت ص۹۱)

۲...... ’’غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر ہوئے۔ اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے۔ لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے۔ وہ تو مسیح موعود کا مکفر نہیں۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا۔‘‘

(انوار خلافت ص۹۳)

۳...... ’’قرآن شریف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص جو بظاہر اسلام لے آیا ہو۔ لیکن یقینی طور پر اس کے دل کا کفر معلوم ہوگیا ہو تو اس کا بھی جنازہ جائز نہیں۔ پھر غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔‘‘ (انوار خلافت ص۹۲)

مرزائیوں کا حج قادیان میں ہوتا ہے

۱...... ’’ہمارا سالانہ جلسہ ایک قسم کا ظلی حج ہے۔‘‘

(الفضل ج۲۰ نمبر۶۶ ص۵، مورخہ یکم؍دسمبر۱۹۳۲ء)

۲...... ’’ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے۔ خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے[۱]۔‘‘ (ملخص از برکات خلافت ص۵)

تمام اہل اسلام کافر اور دائرہ اسلام سے خارج

’’کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں۔‘‘ (آئینہ صداقت از مرزا محمود ص۳۵)

---

[۱] خدا نے محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی سے بذریعہ کئی الہامات کے پختہ طور سے کیا۔ مگر وہ بیچارے حسرت لے کر چل بسے اور محمدی بیگم تمام عمر کسی دوسرے کے نکاح میں رہی۔ پھر خدا تعالیٰ نے قادیان کو مرزائیوں کے حج کے لئے قبلہ مقرر کیا۔ وہ ہندوؤں کے قبضہ میں چلا گیا۔ اب مرزائی بیچارے خدا کی کون کون سی بات کو مانیں۔ کوئی بھی تو پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ کاش! یہ لوگ خدا پر افتراء سے ڈرتے۔ (مؤلف)

مخالفین کوموت کے گھاٹ اتارنا (یعنی مسلمانوں کو)

انتقام لینے کا زمانہ: ’’اب زمانہ بدل گیا ہے۔ دیکھو پہلے جو مسیح آیا تھا اسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا۔ مگر اب مسیح اس لئے آیا کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارے...... حضرت مسیح نے مجھے یوسف قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں مجھے یہ نام دینے کی کیا ضرورت تھی۔ یہی کہ پہلے یوسف کی جو ہتک کی گئی ہے اس کا میرے ذریعہ ازالہ کر دیا جائے۔ پس وہ تو ایسا یوسف تھا جسے بھائیوں نے گھر سے نکالا تھا مگر اس یوسف نے اپنے دشمن بھائیوں کو گھر سے نکال دیا۔ پس میرا مقابلہ آسان نہیں۔‘‘ (عرفان الٰہی ص۹۴،۹۵)

مخالفین کو سولی پر لٹکانا (یعنی مسلمانوں کو اور مسلمان مولویوں کو)

’’خدا تعالیٰ نے آپ (مرزا قادیانی) کا نام عیسیٰ رکھا ہے تاکہ آپ سے پہلے عیسیٰ کو تو یہودیوں نے سولی پر لٹکایا تھا۔ مگر آپ زمانہ کے یہودی صفت لوگوں کو سولی پر لٹکائیں۔‘‘

(تقدیر الٰہی مصنفہ مرزا محمود قادیانی ص۲۹)

مسلمانوں سے انتہائی چھپی دشمنی کا ثبوت ان حوالہ جات سے بالکل عیاں ہے۔ ایسے ہی چھپے دشمنان اسلام کے متعلق ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔ **’’قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر‘‘** کہ ان کے منہ سے عداوت ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے وہ تو بہت ہی بڑھ کر ہے۔ (القرآن پارہ:۴، رکوع:۳)

مسلمان فرقوں کی باہم تکفیر بازی اور مرزائیت

مسلمانوں میں مختلف گروہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے رہے ہیں۔ اگر ایک ایک کی تکفیر پر دوسرے کو امت سے کاٹ دینے کا سلسلہ شروع کر دیا جائے تو سرے سے کوئی امت مسلمہ باقی نہ رہے گی۔ یہ ایک سوال ہے جو سادہ لوح مسلمان مرزائیوں کی حمایت میں کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس تکفیر کی بعض غلط اور بری مثالوں کو پیش کر کے یہ کلی حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ تکفیر ہمیشہ غلط ہی ہوتی ہے اور سرے سے کسی بات پر کسی کی تکفیر ہونی ہی نہ چاہئے۔ فروعات کے ذرا ذرا سے اختلاف پر تکفیر کر دینا اگر ایک غلط حرکت ہے تو اسی طرح دین کی بنیادی حقیقتوں سے کھلے کھلے انحراف پر تکفیر نہ کرنا بھی سخت غلطی ہے۔ جو لوگ بعض علماء کی بے جا تکفیر بازی سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ ہر قسم کی تکفیر سرے سے ہی بے جا ہے ان سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ہر شخص ہر حال میں

مسلمان ہی رہتا ہے۔ خواہ خدائی دعویٰ کر بیٹھے یا نبوت کا مدعی ہو یا اسلام کے بنیادی عقائد سے صریحاً منحرف ہو جائے۔

جن گروہوں کی باہمی تکفیر بازی کو آج حجت بنایا جارہا ہے۔ ان سب کے سربرآوردہ علماء ابھی کراچی میں جمع ہوئے اور بالاتفاق اسلامی حکومت کے اصول مرتب کئے۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو مسلمان سمجھتے ہوئے ہی یہ کام کیا۔ اس سے بڑھ کر اس بات کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے کے بعض عقائد کو کافرانہ عقائد کہنے اور سمجھنے کے باوجود ایک دوسرے کو خارج از دائرہ اسلام نہ کہتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ اندیشہ فرضی اور بے معنی ہے کہ قادیانیوں کو الگ کرنے کے بعد مختلف گروہوں کو امت سے کاٹ پھینکنے کا ایک سلسلہ چل پڑے گا۔

قادیانیوں کی تکفیر کا معاملہ دوسرے گروہوں کی باہمی تکفیر بازی سے بالکل مختلف نوعیت رکھتا ہے۔ قادیانی ایک نئی نبوت لے کر اٹھے ہیں۔ جو لازماً ان تمام لوگوں کو ایک امت بناتی ہے جو اس نبوت پر ایمان لے آئیں اور ان تمام لوگوں کو کافر بنا دیتی ہے جو اس پر ایمان نہ لائیں۔ اسی بناء پر قادیانی تمام مسلمانوں کی تکفیر پر متفق ہیں اور تمام مسلمان ان کی تکفیر پر متفق۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک بہت بڑا بنیادی اختلاف ہے جس کو مسلمانوں کے باہمی فروعی اختلافات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

منعم علیہ

ایک دلچسپ دلیل اور بھی سنئے۔ سورۂ فاتحہ میں مسلمانوں کو سکھایا گیا ہے کہ وہ دعائیں مانگیں۔ ’’اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ‘‘ یعنی دکھا ہمیں سیدھی راہ، ان لوگوں کی راہ جن پر اے اللہ تو نے انعام کیا ہے اور دوسری جگہ ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے تو اسے بلاشبہ ان لوگوں کی رفاقت نصیب ہوتی ہے۔ جن پر خدا نے انعام کیا ہے۔ وہ نبی اور صدیق، شہید اور صالحین اور جس کسی کے ساتھی ایسے ہوں تو ایسے ساتھی کیا ہی اچھے ساتھی ہیں[1]۔ اب مرزائی حضرات اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں:

[1] آیت یہ ہے: ’’ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النّبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا‘‘

۱...... جس طرح صدیق، شہداء، صلحاء کے راستے پر چل کر ایک مومن خود صدیق، شہید یا صالح بن سکتا ہے۔اسی طرح انبیاء کے راستے پر چل کر وہ نبی بھی بن سکتا ہے۔

۲...... جس طرح صدیقین، شہداء، صلحا کی معیت (ساتھ) سے یہ ہوسکتا ہے کہ وہ مرد مومن خود صدیق، شہید صالح ہو۔اسی طرح انبیاء کی معیت کے یہ معنے ہیں کہ وہ نبی بھی ہوسکتا ہے۔

قرآن کریم کی رو سے یہ دلیل اوراس سے مستنبط نتائج دونوں غلط ہیں۔ پہلا نتیجہ یہ ہے کہ جس کے راستہ پر کوئی چلتا ہے وہ خود بھی وہی کچھ ہوسکتا ہے۔قرآن کریم میں صراط مستقیم پر چلنے کی دعا ہر مسلمان کوسکھائی گئی ہےاورصراط مستقیم کے متعلق اسی قرآن میں ہے کہ:''ان ربی علیٰ صراط مستقیم''﴿بے شک میرارب صراط مستقیم پر ہے۔﴾

یعنی صراط مستقیم خود خدا کی راہ ہے۔ اللہ خود صراط مستقیم پر ہے۔اگر یہ دلیل صحیح مانی جائے کہ جوجس کے راستے پر چلتا ہے خود بھی وہی بن جاتا ہے تو صراط مستقیم پر چلنے والے انسان کو خدا بھی بن جانا چاہیئے۔(نعوذ باللہ من ذالک)

اب سنئے دوسرا نتیجہ۔یعنی جوجس کی معیت ہوتا ہے خود بھی وہی کچھ بن سکتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:''محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینھم''محمد اللہ کے رسول ہیں اوروہ لوگ جوان کے ساتھ ہیں کفار کے مقابلہ میں سخت اورایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں تواس دلیل سے ماننا پڑے گا کہ نبی اکرمﷺ کی معیت میں جس قدرصحابی تھے۔سب کے سب نبی تھے۔پھرایک قدم اورآگے بڑھئے۔قرآن کریم میں ہے:''ان اللہ مع المومنین ان اللہ مع الصابرین''بلکہ یہاں تک کہ''ھو معکم اینما کنتم''جہاں بھی تم ہواللہ تمہارے ساتھ ہے۔اگر یہ دلیل صحیح مانی جائے کہ جوجس کے ساتھ ہوتا ہے وہ ہی بن جاتا ہےتو تمام مومنین بلکہ تمام انسان خدابن سکتے ہیں اوراگر نبی کی اطاعت سے انسان نبی بن سکتا ہےتواس منطق کی رو سے خدا کی اطاعت انسان کو(معاذ اللہ) خدا بھی بن جانا چاہیئے۔ یہ تو ماننا پڑے گا کہ انسان خدا کی اطاعت سے خدانہیں بن سکتا۔ بلکہ وہ صرف اتنے ہی مدارج طے کرسکتا ہے جتنے مدارج کی قرآن کریم میں تصریح ہے۔اسی طرح نبی کی اطاعت سے بھی انسان نبی نہیں بن سکتا۔نبوت کسبی نہیں کہ اطاعت سے مل جائے۔ بلکہ یہ وہبی ہے۔خدا جسے چاہتا ہے اسے نبوت

عطاء فرماتا ہے اور اب تو نبوت ختم ہو چکی۔ لہٰذا نبوت کے نیچے جتنے مقام ہیں جن کی تصریح قرآن نے کر دی ہے۔ ان مقامات تک ہی پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ خبط نبوت سے پہلے خود مرزا قادیانی بھی انعام خداوندی کو ان ہی مقامات تک محدود سمجھتے تھے۔ چنانچہ حمامتہ البشریٰ ص ۶۹ پر ارشاد ہے: ''ہمیں محمد کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں۔ کیونکہ آپ کی برکات ہر زمانہ پر محیط اور آپ کے فیض اولیاء اور اقطاب اور محدثین کے قلب پر...... وارد ہیں۔''

اور اسی لئے اپنے آپ کو ایک ولی سے بھی زیادہ نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ''ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنحضرت ﷺ اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ ہم اس کے قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔''

(اشتہار مرزا قادیانی مورخہ ۲۰/شعبان ۱۳۱۴ھ، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۲۹۷)

لیکن جب مرزا قادیانی خود نبی بن بیٹھے تو ان حدود کی توجیہہ یوں کر دی گئی: ''پہلے نبیوں کی امت کے لوگ ایک حد تک پہلے نبی کی تربیت کے نیچے ترقی پاتے پاتے رک جاتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر نظر فرماتا تھا اور جن کو اس قابل پاتا کہ وہ نبی بن سکیں۔ ان کو اپنے فضل سے بڑھاتا اور براہ راست نبی بنا دیتا تھا۔ لیکن ہمارے آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس مقام بلند پر کھڑا کیا اور آپ نے استادی کا ایسا اعلیٰ درجہ حاصل کر لیا کہ آپ اپنے شاگردوں کو اس امتحان میں پاس کرا سکتے ہیں...... ان کے (گزشتہ انبیاء کے) مدرسہ کا آخری امتحان نبوت نہ تھا بلکہ ولایت تھا۔ پھر نبوت بلاواسطہ موہبت سے ملتی تھی۔ لیکن ہمارے آنحضرت ﷺ کو ایسا درجہ استادی ملا کہ مدرسہ کو کالج تک بڑھا دیا گیا اور آپ کی شاگردی میں انسان نبی بھی بن سکتا ہے۔'' (القول الفیصل ص۱۴،۱۵، مصنفہ مرزا محمود خلیفہ قادیان)

لیجئے! ان نبوت کی دو قسمیں ہو گئیں۔ ایک نبی اکرم ﷺ سے پہلے کی نبوت جو وہبی طور پر ملتی تھی اور ایک رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بعد کی نبوت جو اکتساباً ملتی ہے۔ اب ذرا دجل وفریب کے اس لطیف پردے پر نگاہ رکھئے کہ اپنی نبوت کے جواز میں مسلمانوں کے جذبات کو کس طرح ہاتھ میں رکھا گیا ہے۔ یعنی مسلمانوں سے کہا یہ گیا کہ مرزا قادیانی کی نبوت تو نبی اکرم ﷺ

کی عظمت کی دلیل ہے جو بات کسی اور نبی کو حاصل نہ تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوگئی۔ یعنی بالفاظ دیگر جو چیز پہلے خدا نے اپنے اختیار میں رکھی ہوئی تھی۔ اسے رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں دے دیا۔ ظاہر ہے کہ اس دلیل سے سادہ لوح مسلمان ضرور فریب کھا جائے گا۔ اس لئے کہ اسے رسول اللہ ﷺ سے ایسی عقیدت ہے کہ وہ حضور ﷺ کے علومرتبت کے اس نگاہ فریب دام تزویر کو حقیقت پر محمول کر لے گا اور جھٹ سے نبوت مرزا قادیانی کا قائل ہو جائے گا۔ لیکن جب مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان لے آئے گا تو رفتہ رفتہ اس نئے نبی کو تیرہ سو سال پرانے نبی پر ترجیح دے گا اور یوں جذباتی طور پر اسے بھی مان لے گا کہ مرزا قادیانی کا رتبہ رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑا ہے۔ اس لئے کہ خود مرزا قادیانی کا ارشاد ہے کہ: ''ہلاک ہو گئے جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا۔ مبارک ہے وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اسی کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔'' (کشتی نوح ص۵۶، خزائن ج۱۹ ص۶۱)

اوراس کی تشریح میں خلیفہ دوم قادیان فرماتے ہیں: ''(مرزا قادیانی کے متعلق) آخری زمانہ کا نبی ایک اصطلاح ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ (مرزا قادیانی) کے توسط کے بغیر کسی کو نبوت کا درجہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اب کوئی نبی ایسا نہیں آسکتا۔ جو یہ کہے کہ رسول اللہ سے براہ راست تعلق پیدا کر کے نبی بن سکا۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ میری اتباع کے بغیر کسی کو قرب الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا۔ پس آئندہ کوئی نبی ہو اس کے لئے حضرت موعود پر ایمان ضروری ہے۔''

(الفضل بابت ج۲۰ نمبر۱۳۰ ص۷، مورخہ ۲؍مئی ۱۹۳۳ء، ختم نبوت ادارہ طلوع اسلام ص۸۰)

علامہ پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ: یہ لوگ خدا، رسول، قرآن اور اسلام کے ساتھ کس قدر مذاق کر رہے ہیں۔ یہ مدعی نبوت نہ نبوت کے مقام کو سمجھتا ہے نہ اس کے منصب کو۔ نہ اسے قرآن کا کچھ علم ہے نہ نظام دین کا پتہ۔ نہ اسے اپنے ہی متعلق یاد رہتا ہے کہ میں آج کیا کہہ رہا ہوں اور کل کیا کہہ گیا تھا؟ پھر ان لوگوں کی منافقت کا یہ عالم ہے کہ مسلمانوں کو کافر بھی کہتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے مخصوص سیاسی اور معاشی مراعات ومفاد کے حصول کے لئے اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار بھی کراتے رہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مشرکین اور کفار نے اسلام کو کبھی اس قدر نقصان نہیں پہنچایا۔ جس قدر منافقین نے پہنچایا۔ قرآن کریم کو

دیکھئے۔ وہ شروع ہی سے مسلمانوں کو ان کی سازشوں سے آگاہ کرتا چلا آیا ہے۔ یہی وہ منافق ہیں جن کے متعلق وہ کہتا ہے کہ یہ بڑھ بڑھ کر قسمیں کھائیں گے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم رسول اللہ کو خدا کا رسول جانتے ہیں۔ ''نشهد انک رسول الله'' لیکن خدا شاہد ہے کہ یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ ''والله يشهد ان المنافقين لكذبون'' یہ اس لئے کہ یہ لوگ ایمان کے بعد پھر چکے ہیں اور کھلا ہوا کفر اختیار کر چکے۔ ''ذالک بانهم اٰمنوا ثم کفروا'' یہ وہ ہیں کہ ہر جگہ اعلان کرتے پھرتے ہیں۔ ''اٰمنا بالله وباليوم الآخر'' ہم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے: ''ماهم بمومنين'' یہ قطعاً مومن نہیں ہیں۔ جس مسلمانوں سے ملتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ لیکن جب اپنے زعماء کے پاس جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تو ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ آپ ان لوگوں سے بات کیجئے۔ ان میں عجیب قسم کی نفسیاتی کیفیت محسوس کریں گے۔ ضد، ہٹ دھرمی، کورفہمی، نہ دلیل وبرہان سے کوئی واسطہ نہ علم وعقل سے کوئی تعلق۔ قرآن اس نفسیاتی کیفیت کو دل کی بیماری سے تعبیر کرتا ہے۔ اگر ان میں کچھ ذہنی دیانت ہی ہوتی تو یہ لوگ بھائیوں کی طرح کھلے طور پر قرآن سے انکار کر کے ایک الگ گروہ بن جاتے۔ اس صورت میں ان کا شمار منافقین میں نہ ہوتا۔ منکرین میں ہوتا اور ان کی طرف سے آنے والے خطرات کی نوعیت بھی ایک دشمن کی وار کی سی ہوتی۔ مارآستین کے نیش کی سی نہ ہوتی۔ غور کیجئے کہ گزشتہ پچاس سال سے ان لوگوں نے ملت اسلامیہ کی توجہات کو کن لاحاصل مباحث پر مرکوز کر کے اس کی قوت وتوانائی کو کس بری طرح سے ضائع کیا ہے۔ یہ ان کی بڑی گہری سازش تھی۔

(احمدیت اور اسلام وختم نبوت ص۸۰،۸۱)

ڈاکٹر اقبال اور مرزائیت

ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا تھا جب ایک نئی نبوت بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی۔ جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا۔ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر میرے رویہ میں کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل سکے۔ بقول ایمرسن صرف پتھر اپنے آپ کو نہیں جھٹلا سکتے۔ (حرف اقبال ص۱۳۱)

قادیانی سیاست

ممالک اسلامیہ میں مرزائیت کا پروگرام

ایرانی گورنمنٹ نے جو سلوک مرزا علی محمد باب بانی فرقہ بابیہ اور اس کے بے کس مریدوں کے ساتھ محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے کیا اور جو ستم اس فرقہ پر توڑے گئے۔ وہ ان دانشمند لوگوں پر مخفی نہیں ہیں جو قوموں کی تاریخ پڑھنے کے عادی ہیں اور پھر سلطنت ٹرکی نے جو ایک یورپ کی سلطنت کہلاتی ہے جو برتاؤ بہاء اللہ بانی فرقہ بہائیہ اور اس کے جلاوطن پیرووٴں سے ۱۸۶۱ء سے لے کر ۱۸۹۲ء تک پہلے قسطنطنیہ، پھر ایڈریانوپل اور بعد ازاں مکہ کے بعد جیل خانہ میں کیا۔ وہ بھی دنیا کے اہم واقعات پر اطلاع رکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

برٹش گورنمنٹ کا مرزائیوں کے لئے فضل ایزدی اور سایۂ رحمت ہونا

دنیا میں تین ہی بڑی اسلامی سلطنتیں کہلاتی ہیں اور تینوں نے جو تنگ دلی اور تعصب کا نمونہ اس شائستگی کے زمانہ میں دکھایا وہ احمدی قوم کو یہ یقین دلائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ احمدیوں کی آزادی تاج برطانیہ کے ساتھ وابستہ ہے اور چونکہ خدا نے برٹش راج میں سلامتی کے شاہزادہ مرزا قادیانی کو دنیا کی رہنمائی کے لئے بھیجا۔ گویا خدا نے تمام دنیا کی حکومتوں پر بلحاظ فیاضی، فراخ دلی اور بے تعصبی کے برٹش گورنمنٹ کو ترجیح دی۔ لہٰذا تمام سچے احمدی جو مرزا قادیانی کو مامور من اللہ اور ایک مقدس انسان تصور کرتے ہیں۔ بدوں کسی خوشامد اور چاپلوسی کے دل سے یقین کرتے ہیں کہ برٹش گورنمنٹ ان کے لئے فضل ایزدی اور سایۂ رحمت ہے اور اس کی ہستی کو وہ اپنی ہستی خیال کرتے ہیں۔ (اخبار الفضل قادیان ج۲ نمبر۳۸، مورخہ ۱۳؍ستمبر ۱۹۱۴ء)

مسلم لیگ

’’میاں محمود احمد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حدبہ کے بڑے افسر سے حضرت (مرزا قادیانی) ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ ان افسر صاحب نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کا مسلم لیگ کے متعلق کیا خیال ہے۔ فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ لوگ سیاسیات میں دخل دیں۔ صاحب بہادر نے کہا کہ مرزا قادیانی مسلم لیگ کوئی بری چیز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ایک دن یہ بھی بڑھتے بڑھتے بڑھ جائے گی۔ صاحب بہادر نے کہا کہ مرزا قادیانی آپ نے کانگریس کا خیال کیا ہوگا۔ لیگ کا حال کانگریس کی طرح نہیں۔ کانگریس کی بنیاد چونکہ خراب رکھی گئی تھی۔ اس لئے وہ

مضر ثابت ہوئی۔ لیکن مسلم لیگ کے تو ایسے قواعد بنائے گئے ہیں کہ اس میں باغیانہ عنصر پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ حضرت نے فرمایا۔ آج آپ کا یہ خیال ہے تھوڑے دنوں تک لیگ بھی وہی کام کرے گی جو آج کانگریس کر رہی ہے۔'' (رسالہ ریویوج۱۹ نمبر۱، ماہ جنوری ۱۹۲۰ء)

فضول مشغلہ

ہمیں یاد ہے کہ مسلمانوں کے حقیقی مصلح اور دنیا کے سچے ہادی حضرت مسیح موعود ومہدی آخرالزمان علیہ السلام کے حضور جب اس مسلم لیگ کا ذکر آیا تو مرزا قادیانی نے اس کی نسبت ناپسندیدگی ظاہر فرمائی۔ پس کیا کوئی ایسا کام جسے خدا کا برگزیدہ مامور پسند نہ فرمائے۔ مسلمانوں کے حق میں سازگار و بابرکت ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں اب بھی اگر مسلمانوں کو اپنی حقیقی نفع وضرر کی کچھ فکر ہے تو ایسے فضول مشاغل سے باز رہیں۔ جن کے نتائج نہ تو ان کو دنیا کا فائدہ دے سکتے ہیں نہ دین کا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کئی سال سے یہ نیشنل کانگریس کی نقل ہوتی ہے۔ اس سے مسلمانوں نے کیا کچھ حاصل کیا۔ (الفضل ج۳ نمبر۸۷، مورخہ ۱۸ر جنوری ۱۹۱۶ء)

تحریک مسلم لیگ زہریلی ہوا ہے

یہ خدا کا فضل ہے کہ جو سیاسی ہوا چلی ہے اس سے آپ باہر ہیں۔ خدا کا احسان ہے کہ تمہاری جماعت اس زہریلی ہوا سے بچی ہوئی ہے۔ (پیغام صلح مورخہ ۲۲ر دسمبر ۱۹۴۸ء)

مسلم لیگ ملحدانہ تحریک ہے

لیکن یہ مذہب کے تفرقہ کی وجہ سے ہوا۔ مذہب پر سراسر بہتان ہے۔ یہ سب کچھ انہیں ملحدانہ تحریکوں کا کارنامہ ہے۔ اگرچہ مذہب کے نام پر سرانجام دیا گیا ہے۔

(الفضل قادیان مورخہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۴۷ء)

کانگریس کی تعریف

بے شک کانگریس کے اصول بڑے جمہوری تھے۔ (الفضل مورخہ ۱۳ر اپریل ۱۹۴۸ء)

پاکستان غلط تقسیم

ہم نے یہ بات پہلے بھی کئی بار کہی ہے اور اب پھر کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہر تقسیم اصولاً غلط ہے۔ (الفضل مورخہ ۱۳ر اپریل ۱۹۴۸ء)

اکھنڈ ہندوستان

ہندوستان میں ہمیں دوسری اقوام کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہئے اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت رکھنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیشین گوئیاں جو ہندوؤں کے متعلق ہیں اسی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ مثلاً جے سنگھ بہادر، مرزاغلام احمد کی جے اور اے گوپال تیری مہا گیتا میں لکھی ہے۔ اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہندو مسلم سوال اٹھ جائے اور ساری قومیں شیروشکر ہوں تاکہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں۔ بے شک یہ کام مشکل ہے مگر اس کے نتائج بہت شاندار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں۔ بہرحال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں شیروشکر ہوکر رہیں۔

(ارشادات مرزابشیرالدین محمود، الفضل مورخہ ۱۵/اپریل ۱۹۴۷ء)

عارضی تقسیم

ممکن ہے عارضی طور پر افتراق پیدا ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا رہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے۔ بہرحال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے۔ (الفضل مورخہ ۵/اپریل ۱۹۴۷ء ص۳ کالم ۱،۲، ارشادات مرزامحمود)

مجذوب کی بڑ اور ناممکن العمل

پاکستان ریزولیوشن ۱۹۴۰ء پر سرظفراللہ کی تصریحات

’’جہاں تک ہم نے اس پر غور کیا ہے ہم اسے مجذوب کی بڑ اور ناممکن العمل خیال کرتے ہیں۔‘‘ (ڈیوائیڈ ڈانڈیا ص ۲۰۷)

ہندوستان کے وفادار

مسٹر گاندھی کی موت کا پیغام جوامر مرزائیہ نے بھیجا۔ اس میں پنڈت نہرو کو لکھا اور حلفاً لکھا۔ خدا جانتا ہے کہ باوجود اس کے کہ ہمارے مقدس مرکز سے زبردستی نکالا گیا ہے۔ ہم آپ کے اور آپ کی حکومت کے خیر خواہ ہیں۔ (الفضل مورخہ ۲/فروری ۱۹۴۸ء)

مرزائی حضرات مرزاقادیانی کی تعلیم کی پردہ پوشی تو کر سکتے ہیں لیکن ان حقائق کو جھٹلا نہیں سکتے۔ جن سے صاف ظاہر ہے کہ مرزائیت اسلام میں سراسر منافقت ہے۔ مرزاقادیانی رئیس المنافقین ہیں اور ان کی جماعت منافقین کا گروہ ہے۔ مسلمانوں کو ان سے فائدہ کی توقع سعی

لاحاصل ہے۔ کیونکہ مرزائیوں کے سیاسی عقائداوران کی پاکستان دشمنی سے بھی پردہ اٹھ گیا کہ یہ تحریک پاکستان کے استحکام اوردفاع کے لئے کتنی جان توڑکوشش کررہی ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے تم

مدارنجات

(حصہ چہارم)

''یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یوقنون اولئک علیٰ ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون''

مرزا قادیانی نے بزعم خود اپنی وحی، تعلیم اور بیعت کو مدارنجات قرار دیا ہے۔اس کے مطالعہ سے ناظرین مرزا قادیانی کے دعویٰ کی لغویت اور مدارنجات کی حقیقت سے آشنا ہوں گے کہ وہ فقط اللہ تعالیٰ،اس کے انبیاء سابقین اورختم نبوت پر ایمان محکم اوراب صرف اتباع سنت نبی کریم ﷺ پر موقوف ہے۔

دیباچہ

''بسم اللہ الرحمن الرحیم. حامدًا ومصلیًا. اما بعد''

بعدحمدوثنائے باری تعالیٰ وصلوٰۃ وسلام برحضورسرورعالم ﷺ یہ بندہ حقیروناچیزعرض پردازہے کہ مرزاغلام احمد قادیانی اپنی وحی، تعلیم اور بیعت کوتمام جہان کے لوگوں کے لئے مدار نجات قرار دیتے ہیں اور ہم سب دنیا بھر کے لئے مسلمان مدارنجات اتباع نبی کریم ﷺ پر موقوف سمجھتے ہیں۔اگرفی الحقیقت ایساہی ہو۔جیسا کہ مرزاقادیانی اپنی نسبت فرماتے ہیں اورایک مٹھی بھرجماعت اسے تسلیم کرتی ہےتو پھرآج تمام دنیاکے مسلمان جومرزاقادیانی کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے وہ سب کافرٹھہرتے ہیں۔حالانکہ جماعت احمدیہ ساری دنیامیں ابھی تک چند لاکھ سے تجاوزنہیں کرسکی اورحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اختلاف امت کے موقع پر''اتبعوا السواد الاعظم''بڑے گروہ کی پیروی کرنا۔توگویابڑی جماعت جوحضور ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونےاورآپ کے بعدنبی نہ آنے پرایمان رکھتی ہے۔کروڑوں کی تعدادمیں ہے۔لہٰذاوہی راستہ پرہےاورفرمایاکہ جوجماعت سے نکل گیاوہ جہنم میں گیا۔''فمن شذ شذ فی النار''

لہٰذا ہم اختصار سے مدار نجات قادیانی اور مدار نجات قرآنی پر روشنی ڈالتے ہیں تاکہ سادہ لوح مسلمان اس فریب سے آگاہ ہوکر بچ جائیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ قرآن کریم آسمانی کتابوں میں آخری کتاب ہے۔اس کے بعد نہ کوئی کتاب ہے نہ تعلیم الٰہیہ،اور تعلیم کا دعویٰ بغیر کتاب کے بے بنیاد ہے۔ارشاد باری ہوتا ہے:''**ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شئ**''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر بہتان باندھے یا کہے مجھ پر وحی اتری ہے۔حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہیں اتری۔

ارشاد ہے کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ کی بابت غلط خیال قائم کرے۔یعنی یہ کہے کہ اللہ نے کوئی کتاب نہیں اتاری۔جیسا کہ مشرکین مکہ کہتے تھے یا یوں کہے کہ قرآن اگر وحی ہے اور محمد ﷺ نبی ہیں تو وحی میری طرف بھی آتی ہے اور میں بھی نبی ہوں (جیسا کہ مرزا قادیانی کا خیال ہے) حالانکہ خدا فرماتا ہے وحی اس پر نہیں آئی اور نہ وہ نبی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو دعویٰ کرے کہ میں نبی ہوں اور میرے اوپر وحی آتی ہے۔ حالانکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی ہوسکتا ہے اور نہ کسی پر وحی رسالت آسکتی ہے۔وہ بھی سب سے بڑا ظالم ہے۔ یہ آیت دلالۃً ظاہر کرتی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت ووحی کے جھوٹے دعویدار ہوں گے مگر وہ سب کذاب ہوں گے۔جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد تقریباً تیس جھوٹے مدعیان نبوت ہوں گے۔حالانکہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور جو دعویٰ کرے کہ میں نبی ہوں تو وہ کافر ہے۔کذاب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آئندہ کے لئے نبی اور وحی اس لئے موقوف ہوگئے کہ قران مجید میں سب کچھ موجود ہے اور کسی نئی بات کی نہ ضرورت ہے اور نہ کوئی انسان کی بہتری کی راہ اس سے اچھی نکال سکتا ہے۔وحی بے ضرورت نہیں آتی۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ جب وحی کی ضرورت نہیں تو ظاہر ہے کہ نبی کی بھی ضرورت نہیں۔اب جو یہ کہے کہ میں نبی ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے وہ اس آیت کی رو سے جھوٹا ہے اور سب سے بڑا ظالم ہے۔

جمیع العلم فی القراٰن لٰکن

تقاصر عنہ اتہام الرجال

(امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ تو کافر ہے ہی۔ مگر جو اس مدعی نبوت سے یہ کہے کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کیا معجزہ رکھتا ہے وہ بھی کافر ہوا کیونکہ اس کے ایمان میں پختگی نہیں کہ حضور ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور دعویٰ نبوت صریح کفر ہے۔

اس مضمون کی اشاعت سے ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی وحی کوئی وحی الٰہی نہیں اور ان کی تعلیم جب کتاب کے بغیر ہے تو پھر تعلیم کیسی؟ پھر تعلیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان کا یہ گمان کہ ان کی وحی، تعلیم اور بیعت مدار نجات ہے۔ سراسر بے بنیاد اور الحاد ہے۔ خدا اس سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے اور جو حضرات اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ خدا انہیں اس مضمون کو پڑھ کر غور وفکر کرنے اور سمجھنے کی توفیق دے کہ وہ حق وباطل میں تمیز کر سکیں اور رحمۃ للعالمین کا دامن چھوڑ کر ادھر ادھر دربدر نہ بھٹکتے پھریں ؎

خلاف پیمبر کسے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(محمد سرفراز)

کالرہ کلاں ضلع گجرات

مورخہ ۱۵ر جولائی ۱۹۵۶ء

قادیانی مدار نجات

مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ”شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہ ہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی[1]۔“ (اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

[1] چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لئے خداتعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا۔ جیسا کہ ایک الہام الٰہی کی یہ عبارت ہے: ”واصنع الفلک باعیننا ووحینا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم“ یعنی اس تعلیم اور تجدید کی کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا۔ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اب دیکھو میرے خدا نے میری وحی اور تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔ (اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵ حاشیہ)

ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح (مولوی نورالدین) سے سوال کیا کہ مرزاقادیانی کے ماننے کے بغیر نجات ہے یا نہیں۔ فرمایا اگر خدا کا کلام سچا ہے تو مرزاقادیانی کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی۔

مندرجہ بالا تحریر میں مرزاقادیانی صاف دعویٰ تشریعی نبوت کا کر رہے ہیں اور حضور ﷺ کے بعد اپنی تعلیم، وحی اور بیعت کو مدار نجات قرار دے رہے ہیں۔ گویا خاتم النّبیین محمد ﷺ اور خاتم الکتب قرآن کریم کے بعد کوئی نبی، اس کی تعلیم اور وحی الٰہی ہوگی۔ جس کی پیروی مدار نجات قرار دی جاسکے۔ کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی شخص تمام قرآن کے احکام پر پورا پورا عمل کرے اور حضور ﷺ کے اتباع میں بدرجہ کمال عمل پیرا ہو۔ یعنی کتاب وسنت کی پیروی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑے۔ وہ رحمۃ للعالمین کا پورا پورا غلام ومتبع بن جائے۔ پھر بھی اگر وہ مرزاقادیانی کی بیعت نہ کرے تو اس کی نجات نہ ہوگی۔ خواہ وہ مسلمان عرب وعجم میں کہیں کا رہنے والا ہو۔ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کا باشندہ ہو۔ افریقہ کا ہو یا مریکہ کا۔ غرضیکہ دنیا کے کسی ملک کا رہنے والا ہو۔ خواہ اس کو مرزاقادیانی کی تعلیم ووحی کا علم بھی ہو یا نہ ہو۔ مگر اس کی نجات نہ ہوگی۔ وہ کافر ہے۔ یہ ہے قادیانی جماعت کا عقیدہ۔

اب ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ مرزاقادیانی خود کیا اعلان فرماتے ہیں۔ جس کی نقل جلی حروف میں ان کے فرزند ارجمند اور خلیفہ دوم مرزابشیرالدین محمود اپنی کتاب حقیقت النبوۃ میں حسب ذیل درج کرتے ہیں: ’’آپ[1] نے اعلان فرمادیا کہ میری نبوت تشریعی نبوت نہیں بلکہ میں قرآن کریم کا تابع ہوں اور یہ کہ مجھے بلاواسطہ نبوت نہیں ملی بلکہ آنحضرت ﷺ کے واسطہ سے آپ کی اطاعت سے آپ میں فنا ہوکر آپ کی غلامی سے ملی ہے۔‘‘ (حقیقت النبوۃ ص۶۹)

ان دونوں عبارتوں کو سامنے رکھ کر غور سے پڑھئے تو ان میں بعد المشرقین ہے یا زمین وآسمان کا فرق نظر آئے گا۔ اربعین کی عبارت میں لفظ ’’شریعت‘‘ کی تشریح کے بعد جس پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مرزاقادیانی یقیناً تشریعی نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ان کی وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور جس کی وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی وہی صاحب الشریعت نبی ہے۔

ان دونوں مختلف اقوال سے ہماری حیرانی کی کوئی انتہاء نہیں رہ جاتی۔ بھلا اس دعویٰ صاحب الشریعت نبی کی موجودگی میں اس اعلان کا کیا مطلب؟ کہ: ’’میری نبوت تشریعی نبوت

[1] یعنی مرزاقادیانی نے۔

نہیں بلکہ میں قرآن کریم کا تابع ہوں اور یہ کہ مجھے بلاواسطہ نبوت نہیں ملی...... آپ کی غلامی سے ملی ہے۔‘‘

کیا یہ اعلان محض سادہ لوح مسلمانوں کو پھانسنے کی غرض سے نہیں؟

ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور

علامہ اقبال مرحوم بھی ایسے گمراہ کن رہنماؤں کے متعلق کافی سوچ وبچار کے بعد حیران ہوکر کہہ اٹھے ؎

خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری

اس تعلیم کو مکروفریب نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ اس کی کیا تعبیر کریں۔ ہر سلیم العقل انسان ان دو متضاد دعوؤں کو دیکھ کر ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی صحیح تسلیم کرنے پر ہرگز تیار نہ ہوگا۔

اب آگے چلئے مرزامحمود قادیانی نہ قرآن سے اور نہ حدیث سے بلکہ خود اپنی طرف سے نبی کی تین قسمیں تجویز کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ’’ایک حقیقی نبی ہوتے ہیں جو شریعت لاتے ہیں۔ ایک مستقل نبی ہوتے ہیں جو شریعت تو نہیں لاتے مگر ان کو نبوت بلاواسطہ ملتی ہے اور ایک وہ نبی جو نہ شریعت لاتے ہیں اور نہ ان کی نبوت بلاواسطہ ہوتی ہے اور میں نے حضرت مسیح موعود کو اس تیسری قسم کی نبوت کا پانے والا لکھا ہے تو میری اس تصریح کی موجودگی میں کوئی شخص کس طرح جرأت کرسکتا ہے کہ لکھے کہ میں حضرت مسیح موعود کو حقیقی نبی خیال کرتا ہوں۔ جب کہ میری تقسیم کے مطابق حضرت مسیح موعود پہلے نبیوں میں شامل ہونے کے باوجود بھی حقیقی نبی نہیں ہیں۔‘‘

(حقیقت النبوۃ ص۸)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: ’’حضرت مسیح موعود نے حقیقی نبی کے خود یہ معنی فرمائے ہیں کہ جو نبی شریعت لائے۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے ہم ان کو ہرگز حقیقی نبی نہیں مانتے۔‘‘

(القول الفصل ص۱۲، حقیقت النبوۃ ص۲)

یہ ہے مرزائیت کا گورکھ دھندا

یہ جو نبیوں کی تھرڈ کلاس تجویز کی گئی ہے۔ اس کی ضرورت ہی کیا پڑ گئی۔ اس کے لئے ان کے پاس قرآن وحدیث سے کیا سند ہے؟ اس کی دلیل کتاب وسنت میں کہاں ہے کہ کبھی تھرڈ کلاس نبی بھی ہوا کریں گے؟ ذرا بتلائی جائے۔ بھلا جسے فرسٹ کلاس نبی میسر ہو، جسے سید ولد آدم فخر موجودات سردار دوجہاں اشرف الانبیاء کے اتباع کا فخر حاصل ہو۔ اس کی نظر میں تھرڈ کلاس نبی کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے؟

آج زمانہ ترقی کی طرف جارہا ہے۔ مگر چند مٹھی بھر سرگرداں جماعت تمام دنیا کو تنزل کی دعوت دے رہی ہے کہ ہمارے تھرڈ کلاس نبی کو مانو۔ حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ آج اس زمانہ تھرڈ ڈویژن میٹرک کو نہ ملازمت ہی دستیاب ہوتی ہے اور نہ کوئی کالج ہی خوشی سے داخل کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ پھر دنیا کا ترقی یافتہ اور ترقی خواہاں طبقہ تھرڈ کلاس معلم دین کو کیسے قبول کرے گا؟

جو لوگ اپنی نادانی سے یا کسی دنیوی غرض سے اس جماعت میں شامل ہوگئے ہیں۔ بہتر تو یہی ہے کہ وہ اپنی غلطی اور غلط راہ روی پر نظر ثانی کریں اور بعد غور وفکر کے اپنی اصلاح کر لیں۔ ورنہ یقین جان لیں کہ ان کی یہ روش انہیں کہیں کا نہ چھوڑے گی۔ دین ودنیا اور عاقبت سب کھو بیٹھیں گے۔ محض تاویلات سے اپنے جی کو خوش کر لینے سے کیا ہوتا ہے۔ لیکن تاویلات بعیدہ سے کسی سلیم العقل انسان کو قائل کر لینا آسان نہیں۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

ایک جگہ حضور ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو کافر کہنا اور دوسری جگہ خود ہی غیر تشریعی نبوت کا دعویدار بننا۔ پھر ایک جگہ تشریعی نبوت کا دعویٰ کرنا اور دوسری جگہ انکار کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ قائل صادق نہیں۔ پھر کسی دوسری دلیل کی حاجت نہیں رہ جاتی۔ یہ ایک فریب ہے جو سادہ لوح مسلمانوں کو دیا جاتا ہے کہ مجھے نبوت بلاواسطہ نہیں ملی۔ بلکہ حضور ﷺ کی غلامی سے ملی ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

میں چاہتا ہوں کہ اس فریب سے سادہ لوح مسلمانوں کو آگاہ کر دیا جائے تاکہ لوگ اس چال کی حقیقت سے آشنا ہو جائیں اور جان لیں کہ نبوت وہبی[1] چیز ہے کسبی نہیں اور آج تک کوئی ایک شخص بھی کسی نبی کے اتباع کے صلہ میں نبی نہیں ہوا۔ بلکہ نبوت ایک عطیہ ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے عطاء کرتا ہے۔ ’’ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء‘‘ اور یہ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قبل ہوتا رہا۔ اب یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب

[1] وہب، بخشش، عطیہ، تحفہ یعنی نبوت اللہ کی خاص عطاء کردہ چیز ہے۔ جس میں کسب، کمائی اور عمل و دخل نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء‘‘ یہ (نبوت) اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ نبوت میں کسی شخص کے عمل یا کسب وکمال کا کوئی دخل نہیں۔ یہ محض رب کی عطاء ہے جو لوگ کسی نبی کی اطاعت وفرمانبرداری سے حصول نبوت کے معتقد ہیں۔ وہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ سراسر غلطی پر ہیں۔ کسی نبی کی اطاعت سے کوئی نبی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ (مؤلف)

حضور اقدس ﷺ خاتم النّبیین ہوئے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ کی تعلیم کے بعد کوئی تعلیم نہیں۔ آپ کی کتاب قرآن کریم کے بعد کوئی کتاب نہیں۔ ’’فبای حدیث بعده یومنون‘‘ یہ وہ حقیقت ہے جو قرآن کی بے شمار آیات میں مذکور ہے۔

ایک سادہ لوح مسلمان کے لئے اس میں فریب یہ ہے کہ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ آخر حضور ﷺ کے طفیل اور حضور ﷺ ہی کے اتباع اور پیروی کی بدولت درجہ مرزا قادیانی کو ملا ہے۔ اس میں کیا حرج ہے؟ پس وہ مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان لے آتا ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے لامحالہ مرزا قادیانی کی تعلیم اور وحی پر بھی چاروناچار ایمان لانا پڑتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ ہوتا یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی پرحکمت تعلیم کو چھوڑ کر مرزا قادیانی کی بھول بھلیوں میں پھنس جاتا ہے اور ایک دن آتا ہے کہ وہ مرزا قادیانی کو حضور پرنور ﷺ پر یوں ترجیح دیتا ہوا مرزا قادیانی کے متعلق کہہ اٹھتا ہے۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں ۔۔۔ اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل ۔۔۔ غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

ان اشعار میں مرزا قادیانی کی شان کو حضور ﷺ کی شان میں سے بڑھا چڑھا کر ظاہر کرتا ہے اور پھر یہاں تک کہہ دیتا ہے کہ حضور ﷺ تو محض پہلی رات کے چاند تھے اور مرزا قادیانی چودھویں رات کے چاند ہیں۔ (الفضل ج۱۳ نمبر۷۳، مورخہ یکم رجنوری ۱۹۲۶ء)

پھر یہاں تک کہنے پر آمادہ ہو جائے گا جیسا کہ مرزا قادیانی کے خلیفہ اوّل حکیم نورالدین نے ایک آدمی کے سوال پر حسب ذیل کہا تھا: ’’میرا تو ایمان ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کریں اور قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیں تو بھی مجھے انکار نہ ہو۔ کیونکہ جب ہم نے آپ کو واقعی صادق اور منجانب اللہ پایا ہے۔ اب جو بھی آپ فرمائیں گے وہی حق ہوگا اور ہم سمجھ لیں گے کہ آیت خاتم النّبیین کے کوئی اور معنی ہوں گے۔‘‘

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل، مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی طبع دوم ص۹۸،۹۹)

اس طرح سادہ لوح مسلمان غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اپنی عاقبت برباد کر لیتا ہے۔ اب میں حضور ﷺ کے ارشادات سے اس دجل اور فریب کی حقیقت واضح کرتا ہوں: ’’حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے جنگ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکان پر چھوڑ دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ رہے ہیں تو لوگ کیا کہیں گے (کہ جہاد

چھوڑ کر بیٹھ رہے) تو اس پر حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’اما ترضی ان تکون منی بمنزلة ھارون موسیٰ ‘‘ کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہ نسبت حاصل ہو جو ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی خصوصی تنبیہ یہ فرمائی کہ خبردار کہیں اس نسبت سے دھوکا نہ کھانا۔ ایک فرق ضرور ہے۔ ’’الا انہ لا نبی بعدی ‘‘ کہ بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس حدیث کو بخاری، مسلم، ترمذی، احمد، ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی غیرموجودگی کے زمانہ میں اپنی قوم کی نگرانی کے لئے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کا انتخاب کیا تھا۔ اسی طرح میں اس موقعہ پر تمہارا انتخاب کرتا ہوں۔ لیکن اتنا فرق ضرور ہے کہ وہ نبی تھے تم نبی نہیں ہو اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ میرے بعد کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ تو حضرت علیؓ راضی ہوگئے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کو چونکہ نبوت کے ساتھ خلافت ملی تھی۔ اس لئے اس مجمل تعبیر سے یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ حضرت علیؓ کی خلافت بھی کہیں خلافت نبوت نہ ہو۔ اس لئے اس احتمال کو بھی برداشت نہیں کیا گیا اور اسے نہایت خوبی سے صاف کر دیا گیا تاکہ آنے والی امت محض الفاظ کے ابہام سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر حضرت علیؓ کو نبوت ملتی تو وہ یقیناً حضورﷺ کے اتباع ہی کی بدولت ہوتی۔ مگر جب اس احتمال کی بھی نفی کر دی گئی تو اب واسطہ اور بلاواسطہ کسی نبوت کا احتمال باقی نہیں رہا۔ نبوت کا کسی نبی کے اتباع سے ملنا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے لئے قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی لئے دنیا کی تاریخ میں کوئی نبی ایسا نہیں بتلایا جا سکتا جو کسی نبی کے اتباع کے صلہ میں انعامی طور پر نبی بنا دیا گیا ہو۔ یہ محض دماغی اختراع اور خودساختہ خیال ہے۔

ایک روز حضرت عمر فاروقؓ اپنے ایک یہودی دوست سے ملے تو اس نے آپ کو توراۃ کے چند جملے سکھائے اور ان کے متعلق حضورﷺ سے دریافت کرنے کی فرمائش کی۔ حضرت عمرؓ نے سادگی سے حضورﷺ کے روبرو اسی طرح بیان کر دیا۔ جس طرح ان کے دوست نے ان سے کہا تھا۔ حضورﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا: ’’لو اصبح فیکم موسیٰ ثم اتبعتموہ لضللتم (احمد) ‘‘ ﴿اگر (بفرض محال) موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس آ بھی جائیں اور تم ان کا اتباع کرنے لگ جاؤ تو تم ضرور گمراہ ہو جاؤ گے۔﴾

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا: ’’لو کان موسیٰ بن

عمران حی لما وسعه الا اتباعی ’’ ﴿یعنی اگر (بفرض محال) موسیٰ بن عمران علیہ السلام (آج) زندہ بھی ہوتے تو انہیں سوائے میرے اتباع اور میری پیروی کے کوئی چارہ نہ ہوتا۔﴾

ان ارشادات میں حضور ﷺ نے کس حسن وخوبی سے واضح فرمادیا ہے کہ اگر ایسی صورت میں بھی (جو درحقیقت واقع ہونے والی نہیں) تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتباع کروگے تو گمراہ ہوگے اور دوسرے موسیٰ علیہ السلام کو میری پیروی کے سوا کوئی راستہ ہی نہیں۔

ان احادیث صحیحہ کی روشنی میں ہم حسب ذیل نتیجے پر پہنچتے ہیں:

اوّل...... حضور ﷺ کے اتباع سے، آپ کی اطاعت سے، آپ کے واسطہ سے، آپ میں فنا ہوکر اور آپ کی غلامی سے نبی ہونا ایک لغو بات ہے۔ جس کی قرآن وحدیث میں کوئی دلیل نہیں۔ نبوت وہبی ہے کسبی شئے نہیں۔ لہٰذا مرزا قادیانی کا دعویٰ تھرڈ کلاس نبوت کا بھی محض افترائی من گھڑت اور باطل ہے۔

دوم...... اگر بفرض محال حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے بھی آتے اور اس وقت ہم ان کی پیروی کرنے لگ جاتے تو سب گمراہ ہوجاتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے بھی آتے اور اس وقت ہم ان کی پیروی کرنے لگ جاتے تو سب گمراہ ہوجاتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کس قدر جلیل القدر نبی گزرے ہیں۔ مگر ان کی پیروی بھی ہمارے کسی کام نہ آتی بلکہ ہمیں گمراہ بنادیتی۔ اسی طرح اب مرزا قادیانی کی پیروی بھی ہمارے کام کی چیز نہیں۔ بلکہ گمراہ کن ہے اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مدار نجات اب صرف حضور ﷺ کے اتباع میں ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کا یہ عقیدہ کہ مرزا قادیانی کی بیعت مدار نجات ہے ایک باطل عقیدہ ہے اور بالکل بے بنیاد۔

سوم...... بفرض محال اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور انہیں بھی حضور ﷺ کی پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا یعنی اب قیامت تک نجات صرف حضور ﷺ کے اتباع میں منحصر ہے۔

لہٰذا اتباع اب صرف حضور ﷺ ہی کی قیامت تک باقی ہے۔ دوسرے کسی کی نہیں اور نہ کوئی دوسرا نبی ہوگا اور اگر حضور ﷺ کے اتباع سے نبوت جاری ہوتی تو خیرامت لقب پانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی ہوتے یا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ہوتے۔ ان کے متعلق تو حضور پرنور ﷺ کی صحیح حدیث شاہد ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونے والا

ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ ’’لو کان بعدی نبی لکان عمر‘‘

یا پھر حضرت علیؓ ہی نبی بن جاتے۔ جنہیں حضورﷺ خود جنگ تبوک کے موقع پر خلیفہ بنا رہے ہیں۔ ان کی اپنے ساتھ حضرت ہارون اور موسیٰ علیہم السلام کی نسبت قرار دے رہے ہیں۔ لیکن اس نسبت کے بیان کرنے کے ساتھ ہی یہ بھی صاف طور پر فرمارہے ہیں کہ یہ نسبت تو بے شک ہوگی۔ لیکن اے علیؓ! ’’الا انک لست نبیًا (مسلم)‘‘ خبردار! بے شک تم نبی نہیں ہو۔ کیونکہ میرے بعد نبوت قطعاً بند ہے۔

ثابت ہوا کہ ایک تو مرزا قادیانی نبی نہیں۔ دوسرے ایک جماعت انہیں نبی جان کران کی پیروکرتی ہے بلکہ امت محمدیہ مسلمانوں سے کٹ کر بالکل الگ ہو چکی ہے۔ اس لئے یہ فرقہ گمراہ ہے اور یاد رہے کہ مدار نجات صرف اور فقط اتباع نبی کریم رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰﷺ پر منحصر ہے جو آیہ ’’قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ‘‘ سے ظاہر وعیاں ہے۔ مزید محتاج بیان نہیں۔

محمد کی غلامی ہے سند جنت میں جانے کی
فلاح دین و دنیا بھی فلاح دارین پانے کی

محمد شافع روزِ۱ جزا ہیں یہ یقیں ہے
جو چھینے یہ مقام ان کا یقیناً وہ لعیں ہے

دعویٰ ہو غلامی کا اور دکھلائے وہ یہ کردار
غضب ہے پھر مسلماں ہو نہیں ہرگز وہ ہے بدکار

خدا بس ہے عبادت کو محمد بس اطاعت کو
یہی راہ نجات ہے خیر امت کی نیابت کو

یہ ایماں ہے سرفرازی وہ کردار ہے سب عیاری
بخشش کو یہ کافی ہے وہ مکاری شرمساری

(سرفراز)

۱؎ اللہ تعالیٰ حضورﷺ سے وعدہ فرماتا ہے۔ ’’عسیٰ ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا‘‘ کہ عنقریب آپ کا رب آپ کو (قیامت کے دن) مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔ یہ وہ مقام ہے جو ساری مخلوق خدا میں صرف حضورﷺ کو نصیب ہوگا۔ آپ سجدے میں گر کر اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں گے تو اللہ فرمائے گا۔ اے محمد! سر اٹھا اور کہو تیری بات سنی جائے گی اور مانگ تجھ کو دیا جائے گا اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول ہوگی تو آپ عرض کریں گے۔ اے رب میری امت کو بخش دے (بخاری، مسلم) نیز قرآن میں آیت ’’ولسوف یعطیک ربک فترضٰی‘‘ اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو اس قدر (انعامات) عطاء کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ میں اشارۃً موجود ہے۔

۲؎ مگر مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’اراد اللّٰہ ان یبعثک مقامًا محمودًا‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۰۲، خزائن ج۲۲ ص۱۰۵) یعنی اللہ نے ارادہ کر لیا ہے کہ مقام محمود میں تمہیں کھڑا کرے گا۔ اب بتلائیے یہ حضورﷺ کا اتباع ہے۔ اطاعت اور غلامی ہے یا حضورﷺ کے مقام پر حملہ ہے۔

قرآنی مدارنجات

قرآنی مدارنجات بیان کرنے سے پیشتر تمہیداً میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بیان کامل طور پر سمجھ میں آسکے اوراس سے صحیح ترین اور پوراپورا نتیجہ اخذ ہوسکے۔’’**وما توفیقی الا باللہ**‘‘ قرآن وحدیث اوراقوال مرزا قادیانی سے حضورﷺ کا خاتم النّبیین ہونا اظہر من الشّمس ہے۔چنانچہ مرزا قادیانی خودفرماتے ہیں:

ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را بروشد اختتام

نیز مرزا قادیانی مع اپنی جماعت کے تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن خاتم الکتب سماویہ ہے یعنی شریعت کی آخری آسمانی کتاب ہے۔اس کے بعدکوئی شریعت نازل نہ ہوگی جوآیت:’’**فبای حدیث بعدہ یومنون**‘‘ سے ظاہر ہےاورخدا کی یہ آخری کتاب ایک حقیقت کوان الفاظ میں ظاہر کرتی ہے کہ ابتدائے آفرینش سے شریعت موسوی تک خدائے قدوس کی سنت ارسال وبعثت انبیاء کے متعلق یہ رہی کہ ہر نبی اپنے بعدانبیاء کی آمد کی اطلاع دیتا رہا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:’’**ولقد اٰتینا موسیٰ الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل**‘‘ بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کوکتاب (توراۃ) دی اوران کے بعدبھی رسولوں کوبھیجا۔یعنی پے درپے بھیجا۔یکے بعد دیگرے بھیجا۔

حضرت نوح،ابراہیم علیہما السلام اوران کی ذریت میں نبوت کا ذکر کرتے ہوئے بھی یہی ارشادہوا۔’’**ثم قفینا علیٰ اٰثارھم برسلنا**‘‘یعنی پھران کے پیچھےان کےقدموں پرہم نے رسول بھیجےیعنی پےدرپے بھیجتے رہے۔

مگرحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ نبوت میں اس سنت قدیمہ میں ایک عظیم الشان انقلاب آتا ہے کہ جہاں کثرت سے رسولوں کے آنے کی خبر دی جارہی تھی اور باربارخبردی جارہی تھی۔وہ یکدم صرف ایک رسول کی بشارت پرختم کردی گئی۔چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہ اعلان کیا گیا کہ اے بنی اسرائیل میں اللہ کی جانب سے تمہاری طرف رسول ہوکرآیا ہوں۔مجھ سے پہلے جوتوراۃ تھی اس کی تصدیق کرتاہوں:’’**ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد**‘‘اورمیرے بعد جوایک ہی رسول آنے والے ہیں جن کا نام نامی واسم گرامی احمد ہوگا ان کی آمد کی خوشخبری سنانے والاہوں۔

قرآن کے اس بیان کی تصدیق پہلے آسمانی صحیفوں سے بھی ہوتی ہے۔ باوجود تحریف کے ان کتابوں میں اب بھی یہ صداقت موجود رہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمارہے ہیں: ’’خداوند تمہارا خدا تمہارے لئے تمہارے ہی بیچ سے یعنی تمہارے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا۔[۱]‘‘

(استثناباب:۱۸، آیت:۱۵)

حضرت یسعیاہ ایک امی نبی کی خبر دے رہے ہیں: ’’اور پھر وہ کتاب کسی ناخواندہ کو دیں اور کہیں اس کو پڑھ اور وہ کہے میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔[۲]‘‘ (یسعیاہ باب:۲۹، آیت:۱۲)

تقریباً ہر قدیمی صحیفے میں آنے والے نبی کا ذکر ہے۔ مگر قرآن میں کسی آنے والے نبی کا اشارہ تک نہیں۔

جب ہم فطرت عالم پر غور کرتے ہیں تو ہر جزو ک میں ایک حرکت نظر آتی ہے۔ ہر حرکت ایک ارتقاء اور کمال کی متلاشی ہوتی ہے۔ پھر ایک چھوٹی سی گٹھلی سے حرکت کرتے کرتے ایک تناور درخت بن جاتا ہے۔ آخرکار اس پر پھل نمودار ہوتے ہیں تو یہ اس کا کمال سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح عالم نبوت میں بھی ایک تدریج نمایاں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام شریعتوں پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تمام نبوتیں کسی ایک کمال کی جانب متحرک ہیں۔ ہر پچھلی شریعت پہلی سے نسبتاً ارتقائی شکل میں نظر آتی ہے۔ اس لئے اس طبعی اصول کے مطابق ضروری ہے کہ یہ حرکت بھی کسی نقطہ پر جاکر ختم ہو۔ جس کو اس کا کمال کہا جائے۔ نبوت کا ارتقاء جہاں ختم ہوا ہے وہ مرکزی اور کامل ہستی آنحضرت ﷺ کی مبارک ہستی ہے اور قرآن نے حضور ﷺ کو خاتم النّبیین فرمایا اور اپنی آخری کتاب قرآن کریم میں سب سے آخری آیت جو نازل فرمائی وہ یہ ہے۔

’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم

۱؎ قرآن میں توراۃ کی اس آیت کی تصدیق ان الفاظ میں کی گئی ہے: ’’انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھدا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً‘‘ بے شک ہم نے تمہارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جیسا ہم نے فرعون کے پاس (موسیٰ علیہ السلام) ایک رسول بھیجا تھا۔

۲؎ جب جبرائیل علیہ السلام نے پہلی مرتبہ آپ ﷺ سے کہا اقراء پڑھئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’ما انا بقاری‘‘ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ توراۃ کے بیان کی اس واقعہ سے تصدیق ہوتی ہے۔

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

الاسلام دیناً‘‘یعنی آج تمہارا دین کمال کو پہنچ چکا۔اب ناقص نہ ہوگا۔خدا کی نعمت پوری ہو چکی ہے۔اب آئندہ اس سے زیادہ اس کے تمام کی توقع غلط ہے اور نظر ربوبیۃ اب ہمیشہ کے لئے دین اسلام کو پسند کر چکی ہے۔اس لئے کوئی دین اس کا ناسخ بھی نہیں آئے گا۔

کسی شخص کا صرف آخر میں آنا فضیلت کی کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ بلکہ سنت اللہ چونکہ یہ ہے کہ ہر شئے کا خاتمہ کمال پر کیا جائے۔اس لئے یہاں آپ کا تاخیر زمانی آپ کے انتہائی کمال کی دلیل ہے۔اس حقیقت کو آنحضرت ﷺ نے قصر نبوت ایک بلیغ تشبیہ دے کر واضح فرمادیا تھا۔

ترمذی میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوذر ؓ سے فرمایا:’’**یا اباذر اوّل الانبیاء اٰدم واٰخرھم محمد**‘‘﴿اے ابوذر!انبیاء علیہم السلام میں سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخر میں محمد ﷺ ہیں۔﴾ (ترجمان السنہ ج۱ص۳۹۵)

چونکہ سنت الٰہیہ یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو ختم فرمانے کا ارادہ کرتا ہے تو کامل ہی ختم کرتا ہے۔ناقص ختم نہیں کرتا۔نبوت بھی اب اپنے کمال کو پہنچ چکی تھی۔اس لئے مقدر یوں ہوا کہ اس کو بھی ختم کر دیا جائے۔اگر آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت جاری ہو تو لازم آئے گا کہ اس کا خاتمہ نقصان پر ہوا ہے۔ظاہر ہے کہ ایک نہ ایک دن عالم کا فنا ہونا ضروری ہے۔اس سے قبل کسی نہ کسی نبی کا آخری نبی ہونا بھی لازمی ہے۔اب اگر وہ آپ سے زیادہ اہل تو اس کے لئے اسلامی عقیدہ میں گنجائش نہیں اور اگر ناقص ہو تو خاتمہ نقصان پر تسلیم کرنا لازم ہوگا۔

اب جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں اور قرآن آخری کتاب شریعت ہے تو لامحالہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس میں نجات حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں بتلایا گیا۔یا اس میں مدار نجات کس بات کو قرار دیا ہے۔اس طریق کار پر موقوف ہے۔

قرآنی مدار نجات

قرآن کریم کے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآن کریم وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں اور نجات پانے والے مومنین کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور صلوٰۃ وزکوٰۃ پر کاربند ہوتے ہیں اور خاص بات یہ فرمائی کہ:’’**والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک بالآخرۃ ھم یوقنون**‘‘وہ اس وحی پر ایمان لائے ہیں جو آپ پر نازل ہوئی اور جو آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئی اور پھر قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ ان اوصاف کے مومنین ہی اپنے رب کی طرف سے

ہدایت پانے والے ہیں اور یہی لوگ کامیاب اور کامل نجات پانے والے ہیں۔’’اولئک علیٰ هدی من ربهم واولئک هم المفلحون‘‘ کا یہی مطلب ہے۔

یہاں لفظ فلاح قابل غور ہے۔اس کے معنی تمام کتب لغات میں پوری پوری کامیابی اور نجات کے ہیں۔ہم اس کی تائید میں ایک انگریز ولیم ٹامسن کی معجم العربیہ اور قادیانی جماعت کی قادیان میں چھپی ہوئی ’’تسهيم العربيه‘‘ عربی اردو لغات پیش کرتے ہیں:

(۱) معجم العربیہ یعنی عربی اردو ڈکشنری

’’فلح وفلاح‘‘ اقبال مندی، خوش نصیبی، کامیابی، نجات، دلجمعی، سلامتی۔

(۲) تسہیل العربیہ

’’فلح وفلاح‘‘ کامیابی، خوشحالی، بقاء، نجات۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل عقائد اور اعمال کو مدار نجات قرار دیا ہے۔

عقیدہ اور ایمان کے لئے

۱...... غیب پر ایمان۔غیب وہ شئے ہے جو محسوس نہ ہو۔یہاں وہ شئے مراد ہے جس کی اطلاع اللہ نے قرآن کریم میں رسول خدا ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے دی اور جسے ہم دیکھ نہیں سکتے۔مثلاً: اللہ، رسالت، جنت، دوزخ، قیامت وغیرہ۔

۲...... آپ کی طرف وحی الٰہی پر ایمان۔یعنی قرآن کریم کے وحی الٰہی ہونے پر ایمان۔

۳...... اس وحی الٰہی پر بھی ایمان جو آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی۔مثلاً توراۃ، انجیل، زبور اور دیگر صحائف وغیرہ۔

۴...... قیامت پر یقین۔یہ بھی ایمان ہی سے متعلق ہے کہ قیامت ضرور اور عنقریب آنے والی ہے۔

اعمال کے لئے

۱...... صلوٰۃ: اس لئے کہ فرض نماز بعد ایمان کے تمام امور اسلامیہ پر مقدم ہے۔حضور ﷺ نے نماز کو علامت ایمان قرار دیا اور قرآن میں بھی نماز کو ایمان کہا ہے۔

۲...... حج: بیت اللہ کی عمر میں ایک دفعہ زیارت جسے طاقت اور قدرت ہو۔یہ اگرچہ یہاں

مذکور نہیں مگر چونکہ حاجی بھی راہ خدا میں خرچ کرتا ہے اس کے ضمن میں آسکتا ہے۔

خدا نے نجات کے لئے مندرجہ بالا امور پر ایمان اور عمل کے صلے پر نجات کا وعدہ فرمایا ہے۔ خدا کا یہ آخری پیغام اور آخری کلام مرزا قادیانی کی نبوت۔ وحی، تعلیم اور بیعت کا کوئی ذکر نہیں آتا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ حضورﷺ اور قیامت کے درمیان کسی وحی کا ذکر موجود نہیں۔ نجات پانے والے کامیاب مسلمان کی تعریف صرف اتنی ہی بتائی ہے کہ وہ حضورﷺ اور سابق انبیاء کی وحی پر ایمان لانے کے بعد قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ حضورﷺ نے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی ملا کر فرمایا: ''بعثت انا والساعة کھاتین (بخاری)'' یعنی میں اور قیامت دونوں اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ اگر حضورﷺ کے بعد کسی نبی کی آمد مقدر ہوتی تو جس اللہ نے صلوٰۃ وزکوٰۃ پر اندازاً ڈیڑھ سو اور مطالعہ کائنات پر ساڑھے سات سو آیات نازل کیں۔ جس نے زمین پر چلنے، گفتگو کرنے، نکاح، طلاق، وضو، قربانی، تجارت اور قرض جیسے چھوٹے چھوٹے مسائل کو کھول کھول کر بیان کیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ امت مسلمہ کو ایک نبی کی آمد سے غافل رکھتا؟ اور حضورﷺ کے بعد صرف قیامت پر ایمان لانے کا حکم دیتا؟ جس اللہ نے پہلے انبیاء کو بار بار تاکید کی تھی کہ بعد میں آنے والے انبیاء پر بھی ایمان لانا۔ ان کے صحائف اس قسم کی پیشین گوئیوں سے لبریز ہیں۔ وہ اللہ مسلمانوں پر یہ ظلم نہیں کرسکتا تھا کہ پہلے تو حضورﷺ کو خاتم النّبیین قرار دیتا۔ پھر ایک سو آیات میں حضورﷺ پر اور حضورﷺ سے پہلے انبیاء کی وحی پر ایمان لانے کے بعد قیامت پر یقین رکھنے کی ہدایت کرتا اور ایسے لوگوں کو ''اولئک علیٰ ھدیً من ربھم واولئک ھم المفلحون'' ہدایت یافتہ وناجی قرار دیتا اور پھر چپکے سے (قادیان) میں ایک رسول بھی بھیج دیتا۔

حضورﷺ کو اپنی امت سے عشق تھا۔ ''عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمدﷺ کو تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے۔ وہ تمہیں سربلند دیکھنے کے لئے مضطرب ہیں۔ وہ تم پر بے حد مہربان اور شفیق ہیں تو جس رسول کو اپنی امت سے اس قدر محبت ہو کیا وہ برداشت کرسکتا تھا کہ ساری امت آنے والے نبی سے غافل رہ کر جہنم کا ایندھن بن جائے جس سے ظاہر ہے کہ کسی نبی کی بعثت مقدر ہی نہ تھی۔ ورنہ حضورﷺ کی وحی میں لازماً اس کا ذکر ہوتا۔ حدیث صحیح میں آتا ہے کہ: ''ایک دن کھڑے ہوکر آپ نے

قیامت تک کے حوادثات اور علامات، قیامت کا ذکر فرمادیا۔ مگر ان میں کسی آنے والے نبی کا کہیں ذکر نہیں کیا۔‘‘ (مشکوٰۃ)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ مومن کے لئے حسب ذیل چیزوں پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے: ’’امنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علیٰ رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل‘‘ ﴿اللہ اور رسول عربی پر ایمان لانے کے بعد اس کتاب پر جو رسول عربی پر اتری ہے اور ان کتابوں پر جو پہلے اتر چکی ہیں ایمان لاؤ۔﴾

یہاں پہلی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم تو موجود ہے۔ لیکن بعد میں آنے والی کسی وحی کا ذکر نہیں ہے۔ غور کا مقام ہے کہ جس اللہ نے حضور ﷺ اور گزشتہ انبیاء کی وحی پر ایمان لانے کا سو مرتبہ حکم دیا کہ وہ صرف ایک مرتبہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا: ’’وما ینزل من بعدک‘‘ کہ مومن آنے والے انبیاء پر بھی ایمان لائے گا۔ کیوں نہیں کہا؟ کیا اللہ کو ہماری گمراہی مقصود تھی؟ کیا کسی نبی پر ایمان لانا اس قدر مشکل تھا کہ اللہ نے اسے صیغہ راز میں ہی رکھنا مناسب سمجھا جو مسلمان پہلے سوا لاکھ انبیاء پر ایمان لاسکتا ہے۔ اسے صرف ایک دو اور نبی کو تسلیم کرنے میں کیا تکلیف ہوتی۔ صاف بات ہے کہ نبی کی آمد مقدر ہی نہیں تھی۔ ورنہ ساڑھے چھ ہزار آیات کا نازل کرنے والا خدا کم ازکم ایک آیت تو اس موضوع پر بھی نازل کر دیتا۔ جب ہم اس آیت کی شان نزول پر غور کرتے ہیں تو بات اور صاف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام (یہودی) جب ایمان لائے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ حضور (ﷺ)! ہم آپ پر بھی ایمان لائے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لائیں گے اور کسی نبی پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد ہوا کہ اس حکم سے ذرا بھی ہٹے تو یاد رکھنا کہ اسلام سے بہت دور جا پڑو گے تو گویا سب انبیاء سابقین پر ایمان لانے کو ضروری ٹھہرایا اور کسی بعد میں آنے والے نبی کا ذکر تک نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں حضور ﷺ پر اور حضور ﷺ کی وحی (قرآن) پر ایمان لانا اور ساتھ ساتھ انبیاء سابقین اور ان کی وحیوں (توراۃ، زبور، انجیل اور صحیفوں) پر ایمان لانا اور ایمان کی تکمیل کے لئے بالکل کافی ہے اور قرآن وحدیث میں حضور ﷺ کے بعد کسی نبی اور اس کی وحی کا اشارہ تک موجود نہیں اور جو لوگ اپنے زعم میں چند آیات سے اجراء نبوت کے قائل ہیں وہ محض تاویلات بعیدہ کے درپے ہیں۔ جن میں حقیقت کچھ بھی نہیں۔

احکام تیرے حق ہیں پر اپنے مفسر تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پاژند
(اقبال)

ایک اور مقام پر یہودیوں کی نافرمانیوں اور بے اعتدالیوں کے ذکر کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ گو اکثریت ان کی ایسے ہی بدکرداروں کی ہے مگر ان میں بھی کچھ لوگ جو علم میں پختہ ہیں وہ اور مومن اس (قرآن) کو مانتے ہیں جو اے نبی! آپ کی طرف نازل ہوا ہے اور اس کو بھی جو آپ سے پہلے نازل ہوا (یعنی تورات، زبور، انجیل اور صحائف انبیاء سابقہ) آیت یہ ہے:''لٰکن الراسخون فی العلم منہم والمومنون یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک''

گویا خدا نے ان لوگوں کو جو قرآن اور قرآن سے پہلے نازل شدہ کتب سماویہ پر ایمان رکھتے ہیں''راسخون فی العلم''فرمایا ہے۔یعنی یہ عقیدہ پختہ علم رکھنے والوں کا ہے اور حضور ﷺ کے بعد کسی آنے والے نبی یا وحی رسالت کا تذکرہ قرآن وحدیث میں نہیں اور آخر آیت میں فرمایا کہ ہم ایسے لوگوں کو جلد ہی بہت بڑا اجر دیں گے بالفاظ دیگر یہی عقیدہ باعث اجر عظیم ہے۔

بعض شرائط نجات

لوگوں کو چونکہ تجارت میں شغف اور دلچسپی ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کے اس میلان طبع کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک ایسی تجارت کی خبر دیتا ہے جو دردناک عذاب سے نجات دے۔چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:''یایہا الذین اٰمنوا ہل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم''﴿مسلمانو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے۔﴾

(وہ یہ ہے:)

۱...... ''تؤمنون باللہ''﴿اللہ پر ایمان لاؤ۔﴾

۲...... ''ورسولہ''﴿اور اس کے رسول پر بھی۔﴾

۳...... ''وتجاہدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم''﴿اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔﴾

''ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون یغفرلکم ذنوبکم ویدخلکم جنٰت

تجری من تحتها الانهر ومسٰکن طیبة فی جنّٰت عدن ذالک الفوز العظیم واخریٰ تحبونها نصر من اللّٰہ وفتح قریب وبشر المومنین (صف)'' ﴿یہ تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔ خدا تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو باغوں میں لے جا داخل کرے گا جن کے تلے نہریں بہ رہی ہوں گی اور عمدہ مکانات میں ہمیشہ کے باغوں میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے اور ایک دوسری جسے تم پسند کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور عنقریب فتح (سو اس کی بھی مسلمانوں کو) خوشخبری سنادو۔﴾

وہ تجارت جو دنیا میں غیروں کی غلامی اور آخرت میں جہنم کے عذاب سے نجات دے اور تم دونوں جگہ امن واطمینان کی زندگی بسر کرسکو۔ وہ اللہ اور رسول پر ایمان اور اس کی شریعت کے حفظ وصیانت کے لئے جانی ومالی قربانی ہے۔ ان شرائط پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فرائض کی ادائیگی میں جو تم سے غلطیاں سرزد ہوں گی وہ نظرانداز کردی جائیں گی اور ان کی بابت تم سے باز پرس نہ ہوگی۔ دنیا میں اللہ کی نصرت ویاوری ہر وقت تمہارے ہم رکاب رہے گی اور تم ہر جگہ کامیاب وبامراد رہوگے اور عاقبت میں عذاب جہنم سے نجات ملے گی اور عمدہ مکانات جنت میں ہمیشہ رہوگے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

ان آیات پر عمل کر کے صحابہ کرامؓ نے وہ کامیابی حاصل کی جس کی دنیا میں بہت کم مثالیں موجود ہیں اور یہ سب کچھ صحابہؓ اور مسلمانوں کو محض جہاد کی بدولت نصیب ہوا۔

غور سے دیکھو تو یہاں صحابہؓ کو خطاب ہورہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں دل سے ایمان لانا اور اس کا عملی ثبوت پیش کرنا مراد ہے۔ نجات کے لئے ایک سوداگری کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس میں دو شرطیں یہ بتائی گئی ہیں کہ اللہ اور رسول پر ایمان کے ساتھ اللہ کے راستہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرنا لازمی ہے۔ نجات حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں۔

قرآن کریم چونکہ آخری کتاب ہے۔ اسے کوئی منسوخ نہیں کرسکتا۔ جب یہ بات درست ہے تو لازمی طور پر اس کتاب نے جو نجات کے لئے شرائط بتلائی ہیں وہ بھی درست ہیں اور یقینی ہیں۔

آیئے! اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا یہ شرائط مرزا قادیانی اور ان کی جماعت میں پائی جاتی ہیں۔ بات بالکل صاف اور ظاہر ہے کہ نہ مرزا قادیانی نے کسی جہاد میں شرکت کی اور نہ کوئی روپیہ

پیسہ ہی جہاد میں صرف کیا نہ اپنی جماعت کو جہاد کی ترغیب دی بلکہ الٹا جہاد کو منسوخ قرار دیا اور اپنی قوم کو اس سے روکا اور انہیں انگریز کی غلامی کا سبق دیا ؎

حرمت جہاد پر بہت کچھ لکھا گیا — تردید حج پہ کوئی رسالہ رقم کریں

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

گویا علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہی شعر میں مرزا قادیانی کے تمام دعوؤں پر پانی پھیر دیا ہے اور ان کے کذب کو روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا ہے۔ یعنی باوجود مالدار ہونے کے آپ نے حج نہیں کیا اور تارک فرض ہوکر مرزا قادیانی ایک صالح مومن بھی نہ بن سکے تو پھر ان کے اس قدر طویل وعریض دعوؤں کا کیا حشر ہوا۔ وہ سب حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔

اگر کوئی کہے کہ مرزا قادیانی کو حج جانے میں جان کا خوف تھا تو وہ کیسے بزدل مدعی نبوت تھے۔ آخر جان تو یہاں رہ کر بھی بچا نہ سکے۔ بس اجل آئی اور مر گئے۔ اس فعل واعتقاد کی رو سے مرزا قادیانی کے اپنے ایمان کی کمزوری ظاہر ہے اور ان کی اپنی نجات ہی خطرے میں ہے چہ جائیکہ دوسروں سے نجات کی بیعت لی جائے۔

اگر قرآن خدا کی آخری کتاب اور غیر منسوخ ہے؟ تو جو کچھ میں نے کہا ہے وہ حرف بحرف درست ہے اور مرزا قادیانی کا اپنا ایمان کمزور اور نجات مخدوش ہے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی — کیں راہ کہ تومے روی بہ ترکستان است

(سعدی)

نمائشی اسلام

بہت فکر وتدبر کے بعد ہمیں تو مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کا ایمان زیادہ سے زیادہ ان دیہاتیوں کے ایمان جیسا معلوم ہوتا ہے جن کا ذکر قرآن میں یوں آتا ہے: ’’قالت الاعراب اٰمنا‘‘ ﴿دیہاتی کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے۔﴾

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دیجئے۔ ’’قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم ‘‘ ﴿کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔﴾

اور پھر صحیح اسلام اور حقیقی ایمان کا یوں ذکر فرمایا۔

حقیقی ایمان

’’انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللّٰہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللّٰہ اولئک ھم الصادقون ‘‘﴿مومن تو وہ ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان لائے۔ پھر شک میں نہ پڑے اور خدا کی راہ میں مال وجان سے جہاد کیا۔ یہی لوگ ایمان کے سچے ہیں۔﴾

اس آیت میں بھی اللہ اور رسول پر ایمان کے ساتھ مال وجان سے جہاد کو سچے مومن کی نشانی بتلائی ہے جو مرزا قادیانی اور ان کی جماعت میں پائی نہیں گئی۔ پھر ہم انہیں سچے مومن کیسے کہیں۔

جس طرح دیہاتی کہہ رہے تھے کہ ہم ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔تم ایمان نہیں لائے بلکہ اسلام لائے ہو یعنی ظاہری طور پر دنیوی اغراض کے مدنظر تم اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہو۔ ورنہ حقیقت یہ نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔ درحقیقت ایمان تو تمہارے اندر گھسا ہی نہیں۔ گویا تم اپنے بیان میں اللہ کو ایک ایسی چیز کی اطلاع دیتے ہو جو اس کے علم میں نہیں۔

اسی طرح مرزا قادیانی کا جہاد کو منسوخ کرنا بھی ہے کہ جس کا خدا کو علم تک نہیں۔ اس وقت دیہاتیوں کو جو جواب دیا گیا تھا۔ ہماری طرف سے وہی جواب مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کو قرآن کی اس آیت سے دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:’’قل اتعلمون اللّٰہ بدینکم واللّٰہ یعلم ما فی السمٰوات وما فی الارض واللّٰہ بکل شئ علیم ‘‘﴿ان سے کہو کہ کیا تم خدا کو اپنی دینداری جتاتے ہو اور خدا تو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں سے واقف ہے اور خدا ہر شئے کو جانتا ہے۔﴾

لہٰذا تم دیندار نہیں اور ایماندار نہیں۔

جہاد کا منسوخ کرنے والا درپردہ قرآن کو منسوخ قرار دیتا ہے اور آیات متعلقہ جہاد سب کی سب آیات محکمات غیر منسوخ اور واجب العمل ہیں اور مسلمان رہتی دنیا تک ان پر عمل کر کے دنیا میں غیروں کی غلامی سے آزاد اور کامیاب وبامراد ہوں گے اور نجات اخروی سے سرفراز وفائز المرام۔ گویا ان آیات پر عمل کرنے کی بدولت فلاح دارین حاصل کریں گے۔ اسی کو خدا نے ’’ذالک الفوز العظیم ‘‘فرمایا ہے۔یعنی جہاد کے صلے میں بہت بڑی کامیابی نصیب ہوگی۔

مقام غور

غوروفکر کے بعد مندرجہ بالا تصریحات سے واضح ہوجاتا ہے کہ:

اوّل…… ایمانیات میں حضورﷺ کے بعد کسی وحی کا ذکر نہیں۔ کسی اور تعلیم کی طرف اشارہ تک نہیں۔ تمام قرآن کا مطالعہ کرجائیے۔ آپ کو اس کے سوا کچھ نہیں ملے گا کہ حضورﷺ کامل انسان اور آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور قرآن کریم ایسی آخری اور کامل کتاب الٰہی ہے کہ جس کے بعد کسی اور تعلیم اور کتاب کی حاجت نہیں۔ لہٰذا مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کا یہ وہم وگمان کہ مرزا قادیانی حامل وحی تھے اور اپنی وحی میں مدعی تعلیم بھی تھے۔ صریح خلاف تعلیم قرآن سراسر باطل اور بے بنیاد عقیدہ ہے۔

دوم…… اعمال میں مرزا قادیانی کو مالی قربانی میں حج تک تو نصیب نہ ہوا۔ حالانکہ ان پر فرض تھا۔ گویا فرض کے تارک تھے اور جانی قربانی کا تو کیا کہنا۔ اس کے تو وہ قائل ہی نہ تھے بلکہ جانی قربانی جہاد جو فی الحقیقت آزادی کا پیغام ہے اور قوموں کو غلامی سے نجات دلا کر آزادی بخشتی ہے اس کے خلاف انگریز کی غلامی کے زندگی بھر حامی رہے اور جہاد کو حرام قرار دیا۔ کس قدر قرآن کے خلاف اور حکام خداوندی کے برعکس خیال ہے جسے مٹھی بھر جماعت اپنائے جارہی ہے۔ لہٰذا یہ بھی محض لغو اور بے بنیاد ہے اور سراسر عقل ونقل کے خلاف۔

نتیجہ

غرضیکہ مرزا قادیانی کا نہ ایمان کامل نہ عمل صالح ثابت ہے۔ بلکہ فقط ان کا دعوؤں پر زور ہے جو سب کے سب بلا دلیل رہے۔ کہا کہ یہ درست ہے کہ اس عورت (محمدی بیگم) کا آسمان پر میرے ساتھ نکاح پڑھا گیا۔ (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۲، خزائن ج۲۲ ص۵۷۰)

مگر وہ زمین پر ثابت نہ ہوا اور قادیان کو دارالامان کہا اور ’’من دخلہ کان اٰمنا‘‘ کو خانہ کعبہ کے بجائے مسجد قادیان کی صفت ظاہر کیا۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۵۸، خزائن ج۱ ص۶۶۷)

اور اس قوم نے اپنے سالانہ جلسہ کو قائم مقام حج کے قرار دیا۔ مگر خدا کی شان دیکھئے۔ قادیان جسے دارالامان کہا گیا وہ کفار کے قبضہ میں چلاگیا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم   نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے تم

خلاصہ بحث

خلاصہ اس بحث کا یہ نکلا کہ قرآن کریم جو اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کی طرف کامل اور آخری پیغام ہے اور جو ایک ایسی کتاب ہے جس کے کلام الٰہی ہونے اور اس کے مضامین کی صداقت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل ایمان وعمل کو مدارنجات قرار دیا ہے۔

ایمان کے لئے

۱...... اللہ پر ایمان۔ ’’اٰمنوا باللّٰہ‘‘ اسے اپنی ذات وصفات میں ’’وحدہ لا شریک لہ‘‘ جاننا۔

۲...... ’’ورسولہ‘‘ اور اس کے رسول پر ایمان۔ ’’محمد رسول اللّٰہ‘‘ یعنی قیامت تک وہ تمام مخلوق خدا کے لئے رسول ہیں اور وہ خاتم النّبیین ہیں۔

۳...... ’’یؤمنون بالغیب‘‘ غیب پر ایمان۔ اس میں جنت، دوزخ اور دوسری اخبار غیبیہ پر ایمان شامل ہے۔ فرشتے جنات وغیرہ بھی داخل ہیں۔ یہ سب غیب کی چیزیں ہیں اور قرآن میں مذکور ہیں۔

۴...... ’’یؤمنون بما انزل الیک‘‘ ایمان لانا اس پر جو حضورﷺ کی طرف نازل کیا گیا یعنی قرآن کریم۔

۵...... ’’وما انزل من قبلک‘‘ اس وحی الٰہی پر ایمان جو آپﷺ سے پہلے نازل کی گئی۔ یعنی توراۃ، زبور، انجیل اور دوسرے صحیفے جو پہلے انبیاء پر نازل ہوئے۔

۶...... ’’کل اٰمن باللّٰہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسولہ‘‘ اس آیت میں حضورﷺ اور مومنین کا اللہ، فرشتے، کتابوں اور سب رسولوں پر ایمان لانا واضح ہے۔

۷...... ’’وبالآخرۃ ھم یوقنون‘‘ قیامت پر یقین کہ عنقریب واقع ہونے والی ہے۔

عمل کے لئے

۸...... ’’یقیمون الصلوٰۃ‘‘ نماز پڑھنا جیسے حضورﷺ نے سکھائی ہے۔

۹...... ’’مما رزقنٰھم ینفقون‘‘ جو اللہ نے دیا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرنا۔ اس میں زکوٰۃ اور دیگر صدقات ادا کرنا سب آگئے۔ حج بھی اسی میں شامل سمجھئے۔

۱۰...... ’’تجاھدون فی سبیل اللّٰہ باموالکم وانفسکم‘‘ اللہ کے راستہ میں اپنے

مالوں اور جان سے جہاد کرنا۔یعنی مالی اور جانی قربانی پیش کرنا۔

’’فتلک عشرة کاملة‘‘

ان دس چیزوں پر ایمان وعمل کو اسلام مدار نجات قرار دیتا ہے اور حقیقت میں ان سب کا خلاصہ صرف ایک ہی فقرے میں سمٹ کر یوں آجاتا ہے کہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔’’قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی‘‘یعنی اے محمدﷺ لوگوں سے فرمادیجئے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔میری پیروی کرو۔

اور دوسری جگہ فرمایا:’’وما اٰتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنه فانتھوا‘‘ یعنی جو رسول خداﷺ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔گویا مدار نجات فقط اتباع نبی کریم پر منحصر ہے۔

خدا بس ہے عبادت کو محمد بس اطاعت کو یہی راہ نجات ہے خیر امت کی نیابت کو

(سرفراز)

کلمہ شہادت اور قادیانی

میاں محمد صاحب عروج اسلام بابت ماہ اکتوبر۱۹۵۹ء میں زیر عنوان’’حقیقی اسلام کیا ہے؟‘‘ قادیانی کلمہ شہادت کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:’’تحریک ختم نبوت سے ان پیشہ ور متشدد دینداروں نے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔جب انہیں اپنے سے اختلاف رائے رکھنے والوں کو اس بناء پر کافر کہنے سے منع کیا جاتا ہے کہ وہ کلمہ اور نماز روزہ کے پابند ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ کلمہ اور نماز تو قادیانی بھی پڑھتے ہیں۔اس کے باوجود وہ کافر ہیں۔اس لئے کلمہ اور نماز کسی کے مسلمان ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔‘‘

یہ انتہاء درجہ کا مغالطہ ہے جس میں یہ لوگ خود مبتلا ہیں اور دوسروں کو مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔نماز اور روزہ کی بات دوسری ہے۔جہاں تک کلمہ شہادت کا تعلق ہے قادیانی وہ نہیں پڑھتے۔اس لئے کلمہ شہادت ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ محمدﷺ اپنی ذات میں تنہاء نبی ہیں۔کسی اور کو ان کے ساتھ نبی نہ مانا جائے اور صرف انہیں کو مانا جائے اور ہر شخص جانتا ہے کہ قادیانی ایسا نہیں مانتے۔پھر ان کے کلمہ کا کیا اعتبار۔اس کے علاوہ تمام ملت اسلامیہ کے خلاف ان کا عقیدہ یہ ہے کہ محمدﷺ جس شخص کو نبوت کی مہر لگادیں وہ نبی بن سکتا ہے کیونکہ وہ خاتم الانبیاء یعنی نبیوں کی مہر لگانے والے ہیں۔

اس میں دوطرح کا الجھاؤ پایا جاتا ہے۔ ایک تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ پہلے انبیاء کے بغیر یہ مہر لگا کر دوسروں کو نبی بنانے کا اختیار صرف نبی آخرالزمان کو کیوں دیا گیا۔ اس کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ آخری نبی چونکہ تمام جہان کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس لئے انہیں یہ اختیار دیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب سارے جہان کے لئے وہ تشریف لائے تو پھر ان کے ساتھ کسی اور کی ضرورت کیا رہی کہ اسے مہریں لگوا کر نبی بنایا جائے۔ پھر خاتم کے معنی بند کرنے والا تو سمجھ میں آسکتا ہے لیکن اگر اس کے معنی مہر لگانے والا ہو تو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس کو مہر لگاتا ہے اور کب لگاتا ہے؟ اور جس کو خدا نبی بنا کر بھیجے وہ اس کی مہر کا محتاج کیوں ہوتا ہے۔

دوسرا الجھاؤ اس میں یہ ہے کہ ایک طرف وہ یہ اصول ٹھہراتے ہیں کہ آخری نبی اب موجود نہیں۔ اس لئے اصلاح امت کے لئے اور تجدید اسلام کے لئے نئے نبی کی ضرورت ہے۔ دوسری طرف یہ مانتے ہیں کہ وہ اپنے بعد دوسرے نبی بننے والوں کو نبوت کی مہر لگانے کے لئے موجود ہے۔ یہ صریح قسم کا تضاد ہے۔ جب وہ موجود نہیں تو نبوت کی مہر کیسے آکر لگا جاتا ہے اور اگر وہ دنیا میں موجود نہ رہتے ہوئے نبوت کی مہر لگا کر دوسروں کو نبی بنا سکتا ہے تو دوسروں کی اصلاح کر کے انہیں اچھا امتی کیوں نہیں بنا سکتا۔ جو نبی بنانے سے بدرجہ زیادہ آسان کام ہے۔ غرض جس طرح مسیح، مثیل مسیح، رفع مسیح اور نزول مسیح کے مجاز میں الجھاؤ ہے۔ اس سے زیادہ انہوں نے نبوت اور ختم نبوت کے مسئلہ میں الجھاؤ پیدا کر کے اسے گڑبڑ کر ڈالا ہے۔

یہ الجھاؤ اور تضاد جو کلمہ کے عقیدہ میں قادیانیوں نے ڈال دیا ہے اس کی وجہ سے ان کے کلمہ کے اقرار کی کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی اور ان کا کلمہ پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہو جاتا ہے۔ اس بناء پر یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ قادیانی کلمہ پڑھتے ہیں۔ یہ حال جب ان کے کلمہ کا ہے تو اس کے بعد ان کے دوسرے اعمال کا کچھ بھی وزن نہیں ہونا چاہئے۔

حقیقی اسلام بیان کرتے رسالہ مذکور میں حقیقت مرزائیت یہ بیان ہوئی ہے کہ ان کے کلمہ شہادت تک کا کچھ اعتماد نہیں تو پھر اعمال صالحہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے تم

اب ہم ذیل میں حضورﷺ کے مقامات کا مختصر سا بیان کرتے ہیں۔

مقام محمد

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ نے عہد نامہ میں حضورﷺ کے اسم گرامی سے

’’رسول اللہ‘‘ کا جملہ مٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت سورۂ فتح نازل فرمائی اور کفار کے جواب میں فرمادیا۔’’وکفٰی باللہ شہیداً محمد رسول اللہ‘‘ یعنی اگر کفار مانیں یا نہ مانیں۔ ایمان لائیں یا نہ لائیں تو حضورﷺ کا کیا بگڑتا ہے۔ صرف ایک اللہ ہی گواہ کافی ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں (ﷺ) آپ کا رسول خدا ہونا قیامت تک کے لئے قرآن میں محفوظ کردیا۔ جس کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔

سورۂ صف میں فرمایا:’’یریدون لیطفوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون‘‘ یہ کافر لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھادیں۔ حالانکہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جب کبھی کسی نے حضورﷺ پر کوئی اعتراض کیا تو قرآن شاہد ہے کہ حضورﷺ کے جواب دینے سے پہلے خدا نے خود اس کا جواب نازل فرمادیا۔ چنانچہ حضرت محمدﷺ نے جب اپنے آزاد کردہ غلام زید سے اپنی پھوپھی زاد بہن کے نکاح کا پیغام بھیجا تو حضرت زینبؓ کے بھائی نے انکار کردیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا:’’وما کان لمؤمن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضللاً مبینا (احزاب)‘‘ ﴿کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو شایاں یا لائق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو پھر ان کو اپنے کام میں کوئی اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہ ہوا۔﴾

اس آیت کے نزول پر وہ راضی ہوگئے اور نکاح ہوگیا۔ مگر ان میں نباہ کی صورت نہ بنی۔ حضورﷺ نے زید کو سمجھایا بھی مگر آخرکار زید نے انہیں طلاق دے دی۔

حضرت زیدؓ حضورﷺ کے آزد کردہ غلام تھے۔ مگر آپﷺ کو ان سے بہت محبت تھی۔ انہیں بچوں کی طرح پالا تھا۔ اس لئے لوگ انہیں زید بن محمد کہنے لگے۔ اس زمانہ میں کفار میں متبنّیٰ بیٹا بنانے کی رسم تھی۔ اس لئے جب زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی تو ان کی دلجوئی کے لئے خدا کے حکم سے آپ نے ان سے نکاح کرلیا۔’’زوجنکھا‘‘ ارشاد خداوندی ہوا کہ ہم نے خود اس عورت (زینبؓ) کا نکاح آپ سے کردیا۔ لوگ رسم دنیا کے مدنظر معترض ہوئے کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی اپنی بہو سے نکاح کرلیا ہے۔ اس پر اس سارے

واقعہ کو خدا نے قرآن میں نازل فرمایا۔ اسلام میں مساوات کا وہ منظر پیش کیا کہ جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے اور مسلمانوں کے لئے کس قدر سہولت کا دروازہ کھول دیا کہ متبنّی کبھی حقیقی بیٹا نہیں ہوسکتا اور اس کی بیوی سے نکاح جائز قرار دیا۔ کیونکہ رشتوں کی حلت وحرمت کا تعلق خون سے ہے اور یہاں خونی تعلق کا نام ونشان نہیں اور اس موقع پر حضور ﷺ کے ایک ایسے مقام کا ذکر فرمایا جو کسی نبی کو بجز آپ کے نصیب نہیں۔ چنانچہ فرمایا: ''**ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیین وکان اللہ بکل شیٔ علیما**'' ﴿محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں (کیونکہ آپ کی نرینہ اولاد تو بچپن میں ہی وفات پاچکی ہے پھر وہ کس طرح کسی شادی شدہ مرد کے باپ ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا وہ زید کے بھی باپ نہیں) بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النّبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔﴾

اس موقعہ پر مردوں کے لئے حضور ﷺ کے دنیوی باپ ہونے کا رد فرمایا۔ مگر اس کے مقابلے میں ان مردوں کے لئے تو کیا آپ کا سب کے لئے روحانی باپ ہونے کی انتہائی منزل کا ذکر فرمادیا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام پے درپے آتے رہے اور ان کے ماننے والے بھی ہوتے رہے مگر محمد ﷺ تو سب نبیوں کے ختم ہوجانے پر تشریف لائے ہیں اور قیامت تک اب کوئی نبی آنے کا نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! انبیاء کے اوّل آدم علیہ السلام اور آخر محمد ﷺ ہیں۔ لہٰذا روحانی باپ ہونے کی حیثیت اب صرف آپ ہی کی قیامت تک باقی رہ گئی ہے اور قیامت تک سب فرزندان توحید آپ ہی کے فرزند ہیں۔ جن کی تعداد ان شاء اللہ قیامت کو سب سے بڑھ کر جائے گی۔ یہی وہ بات ہے جسے اللہ خوب جانتا ہے اور لوگ نہیں جانتے۔

اس سے ظاہر ہوگیا کہ آپ ایک اعلیٰ رسالت کے مقام پر ہیں جس کی نظیر نہیں۔ اگر آپ کے مقامات کا قرآن وحدیث سے پورا تذکرہ کیا جائے تو اس کے لئے ایک علیحدہ تصنیف کی ضرورت ہے۔ یہاں ہم صرف آپ کے بلند مقام کی طرف اشارہ کر کے بتلادینا چاہتے ہیں کہ ان مقامات پر کسی دوسرے کی رسائی ناممکن ہے۔

بلند اس قدر ہے مقام محمد نہ پہنچے وہاں جبرائیل امین بھی

جو لوگ اپنی کور باطنی سے کسی وہم میں مبتلا ہیں اور اپنی پوشیدہ اور خفیہ مجالس میں ہجوں قسم اشعار پڑھ کر خوش ہوتے ہیں۔

غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں کہ محمد جس نے دیکھنے ہوں اکمل

وہ سراسر غلطی پر ہیں[1]۔

آپ اللہ کے رسول ہیں۔ مگر کیسے رسول؟ ایسے نہیں جیسے پہلے تھے۔ کیونکہ وہ تو سب کے سب کسی خاص قوم، ملک اور وقت کے لئے مبعوث ہوئے۔ وہ جانے کے لئے آئے اور چلے بھی گئے۔ مگر آپ کو ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ تمام لوگوں سے کہہ دیجئے ''**انی رسول اللہ الیکم جمیعا**'' کہ میں کسی خاص قوم، ملک یا وقت کے لئے نہیں آیا بلکہ میں تم سب کی طرف رسول ہوکر آیا ہوں اور جانے کے لئے نہیں بلکہ تمہارے ساتھ رہنے کے لئے آیا ہوں۔ گویا آپ تمام جہان کے لئے اور قیامت تک کے لئے اللہ کے رسول ہیں۔ جس کا اشارہ آیت ''**وآخرین منهم لما یلحقوبهم**'' میں موجود ہے۔ یعنی آپ ان کے لئے بھی رسول ہیں جن سے آپ ابھی ملے نہیں اور قیامت تک آنے والے ہیں۔ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کے ابد تک رسول ہونے کی خبر ان الفاظ میں دی ہے۔ چنانچہ اپنی قوم سے فرمایا: ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔'' (یوحنا: باب:۱۴، آیت:۱۶،۱۸)

---

[1] مرزا قادیانی نے بھی اپنے نکاح آسمانی کا دعویٰ کیا کہ ان کا نکاح آسمان پر محمدی بیگم سے ہوگیا ہے۔ مگر زمین پر وقوع پذیر نہ ہوا۔ مختصر قصہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے خویش واقارب میں ایک لڑکی حسین وجمیل محمدی بیگم تھی۔ کہیں اسے دیکھ لیا تو پسند آئی۔ اسے حاصل کرنے کے لئے مرزا قادیانی نے جھٹ اپنا الہام شائع کر دیا کہ: ''خدا نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ (احمد بیگ) کی دختر (محمدی بیگم) کو ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) کے نکاح میں لائے گا۔'' کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کو ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں۔ (اشتہار مرزا ۱۸۸۸ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۵۹، منقول از آئینہ کمالات اسلام ص۲۸۱،۲۸۸، خزائن ج۵ ص ایضاً) مرزا قادیانی نے اس پیش گوئی کو اپنے صادق یا کاذب ہونے کی دلیل قرار دیا تھا اور یہاں تک لکھا تھا کہ اگر یہ پوری نہ ہو تو ''میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔''

مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کو حاصل کرنے کے لئے ہر دنیوی کوشش بھی کی۔ الہامات کا ایک طومار لگا دیا مگر کچھ نہ بنا۔ سراسر ناکام ونامراد تمام حسرتیں دل ہی دل میں لئے چل بسے اور اپنی تحریر بموجب کاذب اور ہر بد سے بدتر ٹھہرے۔ افسوس تو ان لوگوں پر ہے جو ان حقائق سے باخبر ہوکر بھی جھوٹ پر اڑے بیٹھے ہیں۔ تاویلات سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ جو حق ہے وہ حق ہے۔ باطل کبھی حق نہیں ہوسکتا۔ وہ باطل ہی رہے گا۔ صداقت ہمیشہ صداقت ہے اور بناوٹ ہمیشہ بناوٹ

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

اورفرمایا:''وما ارسلنک الا کافة للناس بشیرًا ونذیراً'' دوسرے انبیاء کی طرح نہیں بلکہ ہم نے آپ کوتمام کے تمام لوگوں کے لئے بشیرونذیر بنا کر بھیجا ہے اورفرمایا: ''وما ارسلنک الا رحمة للعالمین ''ہم نے تو آپ کوسب کے سب جہان والوں اور اپنی ساری مخلوق کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے جسے آپ کی تعلیم سے کچھ بھی شغف ہے وہ اس کا اقرار کئے بغیرنہیں رہ سکتا کہ آپ ﷺ کی تعلیم نے ایک وحشی قوم کی حالت بدل دی۔ پھران کی طفیل ساری دنیا میں یہ تعلیم پھیل گئی۔ بھیڑیوں کوایسی تہذیب سکھائی کہ وہ دنیا کے رکھوالے بن گئے اورٹکڑ گدا فقیرہفت کشور کے بادشاہ بنے۔ کیوں نہ ہو یہ سب کچھ صدقہ تھا۔ حضور ﷺ کی صحبت کا اورآپ کی رحیمانہ تعلیم کا۔ بے شک آپ رحمت عالم ہیں جوآپ کی عام صفت ہے۔ لیکن خصوصیت سے آپ مومنین کے لئے رؤف ورحیم ہیں۔ یہ دونوں اللہ کے صفاتی نام ہیں۔ یہ اسماء گرامی کسی نبی کوعطاء نہیں ہوئے۔ اپنی امت کے لئے شفقت کی یہ انتہاء کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ:''اگر باقتضائے بشریت مجھ سے کسی کے حق میں بددعا بھی نکل جائے تواے اللہ! اسے دعا سے بدل دیجیو۔''

اللہ! اللہ!! یہ صفت کریمانہ حضور ﷺ کے سوا آپ کوکہیں نہ ملے گی۔ پہلے انبیاء کو اللہ نے شاہد، بشیر، نذیر، داعی الی اللہ کہہ کر پکارا مگر حضور ﷺ کوان صفات کے ساتھ ساتھ سراجاً منیراً بھی فرمایا۔ یہ خصوصیت اور مقام بھی حضور ﷺ ہی کو عطاء فرمایا۔ یعنی آپ ایسے روشن کرنے والے آفتاب ہیں جن کے سامنے سب چراغ ماند پڑ جائیں۔ گویا پہلے نبیوں کی روشنی چراغ، ستارے اورچاند کی سی تھی۔ مگر جب حضور ﷺ آفتاب نبوت ہوکر طلوع ہوئے تو پھر چراغ، ستارے اورچاند کی روشنیوں کی ضرورت باقی نہ رہی۔ جس طرح آفتاب عالم مادی دنیا کوروشنی پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ ٹھیک اسی طرح آفتاب نبوت تمام دنیا کوروحانی روشنی پہنچانے کے لئے کافی ہے اورساتھ ہی اس کی لائی ہوئی روشنی (قرآن) تمام تاریکیوں کو دور کرنے کے لئے کافی ہے۔

ہرایک چیز کی ایک ابتداء ہے اورایک انتہاء۔ انبیاء کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی اورانتہاء حضرت محمد خاتم النّبیین ﷺ پر۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:''یا اباذر اوّل الانبیاء اٰدم واٰخرھم محمد ''اے ابوذر رضی اللہ عنہ! انبیاء علیہم السلام میں سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اورسب سے آخر میں محمد ﷺ ہیں۔

(ابن حبان، ابونعیم، ابن عساکر، الحکیم، ترمذی بحوالہ ترجمان السنہ ج۱ص۳۹۵)

اورفرمایا:''انا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم ''میں انبیاء میں آخرہوں اورتم آخری امت۔ (ابن ماجہ، ترجمان السنہ ج۱ص۳۸۹)

تیرا پیام خدا کا ہے آخری پیغام
سنا نہ پھر کوئی پیغام اس پیام کے بعد

جب قرآن آخری پیغام خداوندی کے بعد کوئی پیغام ہی نہیں تو آخری رسول خداﷺ کے بعد پیغمبر بھی کوئی نہیں ؎

خدا کے بعد تیرا نام اے شہ کونین
ہراک نام کی تعظیم تیرے نام کے بعد

میری زباں پہ ہے نام محمد عربی
ہراک کام سے پہلے ہرایک کام کے بعد

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہﷺ کے صحابہؓ بیٹھے ہوئے باتیں کررہے تھے کہ رسول اللہﷺ تشریف لے آئے اورآپ نے انہیں یہ باتیں کرتے سنا۔ایک شخص نے کہا کہ خدانے ابراہیم علیہ السلام کواپنا خلیل یعنی دوست بنایا۔دوسرے نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے باتیں کیں۔(یعنی وہ کلیم اللہ ہیں) تیسرے نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمتہ اللہ اور روح اللہ ہیں۔چوتھے نے کہا کہ آدم علیہ السلام کواللہ نے برگزیدہ صفی اللہ فرمایا۔رسول اللہﷺ نے سب کی باتیں سن کرفرمایا۔میں نے تمہاری باتوں کوسنا اورتمہارے اس تعجب کومحسوس کیا کہ ابراہیم خلیل اللہ خدا کے دوست ہیں اورحقیقت میں وہ خدا کے دوست ہیں اورموسیٰ علیہ السلام خدا کے ہمراز وہم کلام (کلیم اللہ) ہیں اورحقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں اورعیسیٰ علیہ السلام خدا کے روح اورکلمہ ہیں (روح اللہ وکلمتہ) اورحقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں اورآدم علیہ السلام کوخدانے انتخاب کیاہےاورحقیقت میں وہ خدا کے برگزیدہ (صفی اللہ) ہیں۔لیکن تم آگاہ ہوجاؤ کہ میں حبیب اللہ یعنی خدا کا حبیب ہوں اور یہ بات میں فخر کے طور پرنہیں کہتا اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں۔جس کے نیچے آدم علیہ السلام اوردوسرے تمام پیغمبرہوں گےاوراس پرمجھ کوفخر نہیں ہے اورقیامت کے دن سب سے پہلا شفاعت کرنے والا میں ہوں گا اورسب سے پہلا شخص ہوں گا جوبہشت کے دروازہ کوحرکت دے گا اورخداوندتعالیٰ جنت کے دروازہ کومیرے لئے کھول دے گا اورمجھ کواس میں داخل کرے گا اورمیرے ساتھ مومن فقراء ہوں گےاوراس پرمجھ کو فخرنہیں اورخدا کے نزدیک میں اگلے اورپچھلے تمام لوگوں میں بہتر وبرتر ہوں گا اوراس پرفخرنہیں (ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ) یہ جوآپ نے فرمایا اس پرفخرنہیں یعنی یہ بات حقیقت پرمبنی ہے۔جب قیامت کے دن ساری مخلوق یہ منظردیکھے گی توبےاختیار پکاراٹھے گی ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مقام احمد

’’عن جبیر بن مطعم قال سمعت النبی ﷺ یقول ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحواللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علیٰ قدمی وانا لعاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی (بخاری ومسلم) ‘‘حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے چندنام ہیں۔ میں محمد ہوں، احمد ہوں اور ماحی ہوں۔ وہ ماحی کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو محو کرے گا اور حاشر ہوں وہ حاشر کہ جس کے بعد فوراً ہی قیامت میں اور لوگوں کا حشر ہوگا اور عاقب ہوں۔ عاقب اسے کہتے ہیں جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

(متفق علیہ، ترجمان السنہ ج۱ص۴۵۰،۴۵۱)

اس حدیث میں حضور ﷺ نے اپنے اسم گرامی محمد واحمد کے سوا باقی تمام اسماء کی تشریح فرمائی ہے۔ چونکہ محمد واحمد آپ کے اسماء علم تھے اور سب لوگ جانتے تھے۔ لہٰذا ان کی تشریح نہ فرمائی اور نہ ضرورت تھی۔

حضور ﷺ نے فرمایا:’’انا دعوۃ وابی ابراھیم وبشارت عیسیٰ ‘‘﴿میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔﴾ (دعائے خلیل اور نوید مسیحا) (حالی)

اب جو ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو پہلے ہی پارہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا یوں مرقوم پاتے ہیں۔ حضرات ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام دونوں باپ بیٹا خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف ہیں اور اپنے رب سے یوں عرض پرداز ہیں کہ اے ہمارے پروردگار یہ خدمت ہم سے قبول فرما کیونکہ بلاشبہ تو خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا پورا پورا مطیع وفرمانبردار بنالے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت ایسی پیدا کر جو تیری مطیع وفرمانبردار ہو اور ہمیں حج کے احکام وارکان وغیرہ سے بھی مطلع فرما اور ہمارے حال پر توجہ فرما۔ بے شک تو ہی توجہ فرمانے والا، توبہ قبول کرنے والا نہایت ہی مہربان ہے۔ ان تمہیدی جملوں کے بعد اپنی حقیقی آرزو کا یوں اظہار فرماتے ہیں:’’ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم ‘‘﴿اے ہمارے پروردگار!اس جماعت میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو ان لوگوں کو تیری آیات پڑھ کر سنایا کرے اور ان کو آسمانی کتاب وحکمت کی تعلیم دیا کرے اور انہیں پراگندہ

خیالات سے پاکیزہ بنادے اور یہ چیز تیری قدرت سے بعید نہیں۔ کیونکہ تو بلاشبہ زبردست حکمت والا ہے۔﴾

اب دعا کی قبولیت کا زمانہ آتا ہے۔ حضورﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے مکہ ہی میں پیدا ہوکر ان میں مبعوث ہوتے ہیں۔ ان پر قرآن کریم نازل ہوتا ہے۔ اس میں اس دعا کی قبولیت سورہ جمعہ کی دوسری آیت میں اس طور پر نازل فرمائی۔ گویا اس دعاء ابراہیمی کے ایک ایک لفظ نے شرف قبولیت حاصل کیا۔ ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے: ’’**ھو الذی بعث فی الامین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ**‘‘ ﴿وہی ذات پاک پروردگار ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پراگندہ خیالات یعنی عقائد باطلہ واخلاق ذمیمہ سے پاک وصاف کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔﴾

دعائے ابراہیمی کا تو ثبوت قرآن ہی سے مل گیا اور حضورﷺ اس دعا کے صحیح مصداق ثابت ہوئے۔ کیونکہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد سے ہیں۔ انہیں ان پڑھوں میں مبعوث ہوئے اور اوّل اوّل ان کو آیات کتاب اللہ سے آگاہ کیا۔ اس کی حکمتوں سے مالامال کیا اور انسان کی اصلاح کے لئے سب سے بہتر طریقہ اختیار فرمایا۔ سب سے پہلے قلب کی اصلاح فرمائی تاکہ افعال قبیحہ صادر ہی نہ ہوں۔ مواعظہ حسنہ کو خشیت الٰہی سے شروع کیا۔ لوگوں کے دلوں میں خوف خدا پیدا کیا۔ جب اللہ کے خوف سے لوگوں کے دل ڈرنے لگے تو احکام الٰہی کی تعلیم شروع ہوئی۔ احکام کے صادر ہوتے ہی گھر گھر میں ان کی تعمیل ہوجاتی۔ چنانچہ شراب کی حرمت کا حکم آتے ہی جتنی شراب جہاں تھی پھینک دی گئی اور مدینہ کی گلیوں میں شراب بہ نکلی۔

ایک طرف عیسائیت یہ سکھلا رہی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی تمام امت کے اعمال قبیحہ کا کفارہ ہوگئے اور اب ہر ایک نجات کا مستحق ہے۔ اس خیال نے انسان کو معصیت کے میدان میں آزاد کر دیا۔ دوسری طرف ہندو عقائد یہ تھے کہ کرم یعنی عمل اگر برے ہیں تو ان کو سزا لازمی ہے۔ اس نے بھی لوگوں کی ہمت کو پست کر دیا۔

حضورﷺ کی تعلیم کا ایک نادر پہلو یہ بھی تھا کہ انسان نہ اتنا نڈر ہو کہ اپنے افعال میں شتر بے مہار ہو اور نہ گرفت اور مواخذہ کی سختی سے اتنا سہم جائے کہ مایوس ہوکر بیٹھ جائے۔ لہٰذا توبہ کی تلقین فرمائی کہ گو کفر وشرک وسنگین گناہ ہیں جن کی سزا میں انسان ہمیشہ جہنم میں رہے گا مگر سب گناہ حتیٰ کہ کفر وشرک بھی توبہ سے معاف ہوجاتے ہیں اور انسان ازسرنو اعمال حسنہ کا آغاز کر کے

داخل جنت ہوسکتا ہے۔

غرض حضور ﷺ نے اپنی نادر تعلیمات کونہایت نادر طریقوں سے پھیلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پوری قوم کے اعمال اس طرح درست ہوگئے کہ اگر بہ تقاضائے بشریت کسی سے کوئی لغزش ہو بھی گئی تو اس نے سزا کے لئے اپنے آپ کو خود پیش کر دیا۔ اس کی کئی مثالیں کتب حدیث میں ملتی ہیں۔ چنانچہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں آتی ہے اور کہتی ہے کہ ''یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے۔'' گویا اب وہ معصیت کی آلودگی سے مضطرب ہے اور سزا طلب کر رہی ہے۔ جس میں وہ اپنی نجات تسلیم ویقین کرتی ہے۔ چنانچہ اس کے گناہ کی سزا دی گئی۔

کیا دنیا میں ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ملزم مواخذے سے بچتا ہے۔ بھاگتا ہے۔ قانون اور مقنن اسے تلاش کرتا ہے۔ یقیناً نسل انسانی کی یہ وہ اصلاح ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

پھر ذکر کثیر کی تعلیم دی اور نماز پنجگانہ کی سخت تاکید فرمائی۔ اللہ کے بندوں سے حسن سلوک کا سبق دیا اور زندگی کے ہر پہلو پر ہدایات جاری کیں۔ یہ تعلیمات اس شدت سے اثر انداز ہوتی چلی گئیں کہ انسان کی روحانیت فلک الافلاک پر پہنچ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انسان جو جاہل تھا۔ ظالم تھا جھگڑنے والا تھا۔ ناشکرگزار تھا۔ وہ انسان بن گیا۔ جس سے اب خالق کائنات خوش ہوکر فرماتا ہے: ''**رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ ذالک لمن خشیہ ربہ**'' اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ یہ اس لئے ہوا کہ وہ اپنے رب سے ڈر گئے۔

حضور ﷺ کو اپنی تعلیم اور صحابہ کی تربیت میں پوری کامیابی حاصل ہوئی جس کا آپ کو یہاں تک یقین ہوگیا کہ فرمایا: ''**اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیم اھتدیتم**'' میرے صحابی مانند تاروں کے ہیں۔ تم جس کسی کی بھی اقتداء واتباع کروگے۔ ہدایت پاؤگے۔ اپنے شاگردوں پر اس قدر محکم یقین بھی سوائے حضور ﷺ کے کسی نبی کو نصیب نہ ہوا۔

ابھی حضور ﷺ کی تعلیم جاری ہے۔ ابھی ابر گہربار کی گہرباریاں اس سے زیادہ فوز عظیم عطاء فرمانے پر آمادہ ہیں۔ ابھی انسان کو ملائکہ مقربین پر فوقیت حاصل کرنی ہے۔ ابھی اللہ کی محبوبیت کے خاص مقام تک پہنچنا ہے۔

اس کی تائید میں ہم حضور ﷺ کی صرف دو حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''میں اپنی امت کے ان لوگوں کو پہچانتا ہوں کہ وہ نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید۔ مگر حشر میں انبیاء ان پر رشک کریں گے۔''

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جب نوافل کے ذریعے بندہ میرا

قرب ڈھونڈتا ہے تو میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔''

گویا یہ وہی مقام محبوبیت ہے جس کی طلب اور حصول کا طریقہ خود اللہ نے قرآن میں تعلیم فرماتا ہے وہ یہ ہے کہ شدت سے حضورﷺ کا اتباع کیا جائے تو حضورﷺ جس مقام محبوبیت میں ہیں اس مقام محبوبیت کے صدقے میں امت کو بھی حسب حیثیت محبوبیت کا ایک مقام حاصل ہوجاتا ہے۔ اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے کہ ارشاد باری ہوتا ہے: ''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ'' اے حبیب ہمارے! فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع میری پیروی کرو (نتیجہ یہ ہوگا) کہ اللہ تعالیٰ خود تم سے محبت کرے گا یعنی تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔

یہ وہ مقام محبوبیت ہے جو مقام خلت سے بھی افضل ہے۔ مقام محبوبیت حصہ بانٹنے کی چیز نہ تھی۔ مگر حضورﷺ کی فیاضیاں اس حد تک ہیں کہ مقام محبوبیت سے بھی امت کو حصہ دلا کے چھوڑا اور یہ سب کچھ حضورﷺ کی تعلیم کے صدقے سے ہوا اور حضورﷺ ہی کے اتباع کی بدولت میسر آیا۔ جب بندہ حضورﷺ کے اتباع سے مقام محبوبیت تک پہنچتا ہے تو اس کا حال یہ ہوجاتا ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اسی طرح حضور اقدسﷺ کے معراج کا واقعہ ہے۔ وہ حضورﷺ کے مقام محبوبیت کی وہ منزل ہے کہ کوئی مرسل اور نبی اس منزل تک نہیں پہنچ سکا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں جبریل امین علیہ السلام نے حضورﷺ سے عرض کیا۔

اگر یک سرمو برتر پرم   فروغ تجلی بسوز و پرم

لیکن حضورﷺ کی جود وسخا ملاحظہ ہو کہ حضورﷺ کی معراج کے صدقے میں حضورﷺ کی امت کے لئے بھی ایک معراج مقرر ہوئی۔ چنانچہ حضورﷺ نے فرمایا: ''الصلوٰۃ معراج المؤمنین'' نماز مؤمنین کی معراج ہے۔

نماز کو معراج کے ساتھ ایک تو یہ مناسبت ہے کہ معراج کا واقعہ قرآن میں اللہ کی صفت سبحان سے شروع ہوتا ہے۔ یعنی ''سبحان الذی اسریٰ بعبدہ'' کہ پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو اور نماز بھی اللہ کی صفت سبحان ہی سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی ''سبحانک اللّٰھم'' یعنی پاک ہے تو اے اللہ! دوسرے یہ معراج ہی کا تحفہ ہے۔

اس سے حضور ﷺ کی امت اتنی سر بلند ہے کہ حضور ﷺ کی امت کے خواص نے ایسی نمازیں بھی پڑھیں کہ اس نماز میں انہوں نے تقرب و دیدار خداوندی کی وہ لذتیں حاصل کیں کہ اس حال میں ان کے جسم پر زخم بھی لگتے تو اس سے بھی خبردار نہ ہوتے۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک برچھی لگی۔ وہ جسم میں ایسی پیوست ہوئی کہ نکلتی نہ تھی۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھہرو میں نماز پڑھتا ہوں۔ پھر نکال لینا۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھنی شروع کردی تو برچھی آپ کے جسم سے کھینچ لی گئی اور آپ کو معلوم تک نہ ہوا۔ ایک صحابی کے نماز میں تیر لگتے رہے اور وہ نماز پڑھتے رہے۔ دوسرے صحابی نے دریافت کیا کہ تیر لگتے رہے۔ مگر تم نے نماز ختم نہ کی کہنے لگے کہ میرا جی چاہا کہ جو سورت میں نے شروع کی تھی اسے پورا کرلوں۔ یہ ہے وہ نماز جو مومن کی معراج ہے اور یہ ہے وہ لذت دید جو اس معراج میں عطاء ہوتی ہے۔ کاش ہم بھی اس سے بہرہ مند ہوں۔

(ماخوذ از شاہکار نبوت)

یہ سب کچھ اس تعلیم کے صلہ میں اور اسی تعلیم کی بدولت حاصل ہوا جو حضور ﷺ نے اپنی امت کو دی اور یوں وہ دعا ابراہیمی پوری ہوئی۔

اب جو ہم بشارت عیسیٰ علیہ السلام کی جستجو میں قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو سورۂ صف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت حسب ذیل الفاظ میں ملتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل سے فرما رہے ہیں۔ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوکر آیا ہوں۔ مجھ سے پہلے جو توریت وغیرہ ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور جو میرے بعد ایک رسول جس کا نام نامی واسم گرامی احمد ہے آنے والا ہے۔ اس کی بشارت دینے والا ہوں۔ خوشخبری سنانے والا ہوں۔

”مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد“

اس آیت کے ٹکڑے میں بلکہ یوں کہئے کہ چھوٹے سے جملے میں چار ایسے روشن نشان موجود ہیں کہ اگر کوئی انسان غور کرے تو اس موعود نبی کو جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دے رہے ہیں بخوبی پہچان سکتا ہے۔ پہلے انبیاء علیہم السلام نے جو حضور ﷺ کی آمد کا ذکر کیا تو وہ بطور پیش گوئی کے تھا۔ زمانے کی تعیین نہ تھی۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: ”خداوند تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔“ (رسولوں کے اعمال)

یہ خطاب بنی اسرائیل سے تھا اور بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل ہوئے اور ہمارے رسول مقبول ﷺ بھی بنی اسماعیل سے ہیں۔ اب دیکھئے قرآن اس کی تصدیق یوں کرتا ہے۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے: ’’انا ارسلنا الیکم رسولاً شاهداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً ‘‘ ﴿ہم نے تمہارے پاس ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہ ہے۔ ایسا جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔﴾

اور فرعون کی طرف رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے

بشارت انبیاء دیتے رہے آدم سے عیسیٰ تک
نبوت ناز فرماتی ہے جس پر وہ نبی آیا

مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیش گوئی نہیں بلکہ خوشخبری دے رہے ہیں کہ جس برگزیدہ نبی کی آمد آمد کا تذکرہ پہلے انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے اب وہ آتا ہے اور میرے بعد ہی آتا ہے اور بلافصل آتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ’’میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔‘‘ (یوحنا: باب:۱۶، آیت ۴ تا ۷)

قرآن اسے ’’یاتی من بعدی ‘‘ کے الفاظ سے ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ جس ایک برگزیدہ رسول کے آنے کی میں اب خوشخبری دیتا ہوں وہ میرے بعد ہی آتا ہے۔

اسے حضور ﷺ ان الفاظ میں خود بیان فرماتے ہیں: ’’انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اولاد علات لیس بینی وبینہ نبی ‘‘ (جرید البخاری ج۲ ص۱۲۰)

میں ابن مریم سے بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ قربت رکھتا ہوں۔ انبیاء تمام علاتی بھائی ہیں۔ میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان اور کوئی نبی بھی نہیں ہوا۔

اسے مرزا قادیانی نے بھی خود تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ’’حضرت رسول کریم ﷺ کا نام احمد وہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیح علیہ السلام نے کیا: ’’یاتی من بعدی اسمہ احمد ‘‘ من بعدی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بلافصل آئے گا۔ یعنی میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نبی نہ ہوگا۔‘‘ (کتاب ملفوظات احمد یعنی ڈائری ۱۹۰۱ء ص۴، ۵)

تاریخی شہادت کے لئے سیرۃ ابن ہشام کا حوالہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے: ’’ابن اسحاق کہتے ہیں اور مجھ کو سند کے ساتھ حسان بن ثابت سے روایت پہنچی۔ کہتے ہیں میں سات یا آٹھ سال کا بچہ تھا۔ ایسا کہ جو کچھ میں سنتا مجھ کو یاد رہتا تھا۔ پس میں نے سنا کہ ایک یہودی مدینہ کے ایک بلند ٹیلے پر چڑھا ہوا غل مچا رہا ہے یا معشر یہود! یا معشر یہود!! یہاں تک کہ جب یہودی

اس کے پاس جمع ہوگئے اورانہوں نے کہا خرابی ہو تجھ کو کیا ہوا۔ کیوں چیختا ہے۔ اس نے کہا آج کی رات وہ ستارہ طلوع ہوگیا ہے جس کے طلوع کے ساتھ احمد کی ولادت واقع ہونے والی ہے۔‘‘

(سیرۃ ابن ہشام ص۴۹، ترجمہ اردو)

پروفیسر عبدالقیوم صاحب تحریر فرماتے ہیں: ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قریباً ۶۰۰ برس بعد ایک عرب کے مشہور شہر مکہ اور قریش کے معزز خاندان میں حضرت آمنہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا۔ ماں نے خواب میں بشارت پاکر اپنے لاڈلے بیٹے کا نام احمد رکھا اور دادا نے محمد۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ماں نے آپ کا نام پہلے رکھا تھا۔ آپ کی پیدائش سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا اور مسیح علیہ السلام کی بشارت پوری ہوگئی۔ اسی لئے آپ کو دعائے خلیل اور نوید مسیحا کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔‘‘ (آئینہ اسلام حصہ اوّل ص۳۷)

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا دعائے خلیل اور نوید مسیحا

(حالی)

سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی ہمارے نبی ہیں۔ دادا نے آنحضرت ﷺ کا نام محمد رکھا اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پاکر احمد رکھا تھا۔ (رحمۃ للعالمین ج۱ ص۴۱)

مرزا قادیانی خود تحریر فرماتے ہیں: ’’ہمارے نبی ﷺ کے دو نام ہیں: (۱) ایک محمد ﷺ اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے جو ایک آتشی شریعت ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ’’محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحماء بینھم...... ذالک مثلھم فی التورات‘‘ (۲) دوسرا نام احمد ہے۔ (ﷺ) اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے: ’’ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد‘‘ اور ہمارے نبی ﷺ جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔ مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں[۱]۔‘‘ (اربعین نمبر۴ ص۱۳، خزائن ج۱۷ ص۴۴۳)

۱؎ اس کے خلاف اسی کتاب (اربعین نمبر۳ ص۳۱، خزائن ج۱۷ ص۴۲۱) پر تحریر فرماتے ہیں: ’’آیت ’’ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد‘‘ میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا۔ گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا۔ جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا۔‘‘

پھر جماعت احمدیہ نے کھلے طور پر آنحضرت ﷺ کے اس آیت کے مصداق ہونے کا انکار کر دیا۔ اس سے مرزائی لٹریچر بھرا پڑا ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں: ’’پیش گوئی میں آنے والے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

مرزا قادیانی ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جواں مرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں وہی نبیوں کا سردار اور رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام نامی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہے۔'' (سراج منیر ص۷۲، خزائن ج۱۲ ص۸۲)

اب ذرا غور فرمایئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) رسول کا نام احمد بتایا گیا ہے جس کے مصداق آنحضرت (محمد رسول اللہ ﷺ) اس لئے نہیں ہو سکتے کہ قرآنی وحی میں کسی مقام سے آپ کا نام نامی احمد ثابت نہیں ہوتا۔'' (الفضل ج۳ نمبر۳۵، مورخہ ۱۹/اگست ۱۹۱۵ء) ''مسیح کی پیش گوئی کے الفاظ میں جس کا مصداق حضرت مسیح موعود کے الہامات میں بار بار آپ کو ہی قرار دیا اور بار بار اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ آنے والا احمد جس کا ذکر مسیح کی پیش گوئی میں ہے۔ وہ آپ (مرزا قادیانی) ہی ہیں۔'' (حوالہ مذکور)

جو صاحب اس موضوع پر مفصل بحث دیکھنا چاہیں وہ ہماری کتاب ''مصداق بشارت احمد'' کا مطالعہ کریں۔ جس میں ''بشارت اسمہ احمد'' کا مصداق حضور ﷺ کو ثابت کرتے ہوئے ۳۰۰ دلائل وشہادات وحوالہ جات نقل کر کے ۱۱۹ صفحات کا خط جس میں سورۂ صف کی پوری تفسیر درج ہے۔ مرزا بشیرالدین محمود کو ۱۹۳۸ء میں بھیجا گیا۔ جس کا وہ اب تک جواب نہیں دے سکے اور نہ تا قیامت امید ہے۔ میں شاعر تو نہیں ہوں مگر اس موضوع پر چند اشعار بے اختیار کہنے پر مجبور ہو گیا جو دوسرے صفحے پر درج ہیں۔ شاید ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوں یا کم از کم حقیقت تو واضح ہو جائے گی۔ مصداق بشارت احمد

جو موسیٰ سے پوچھا محمد کو جانے ۔۔۔ جو عیسیٰ سے پوچھا تو احمد کو مانے
محمد رکھا نام دادا نے پیارا ۔۔۔ فرشتہ سے سن ماں نے احمد پکارا
جو غیروں سے پوچھا تو سب جانتے ہیں ۔۔۔ مگر احمدی اک نہیں مانتے ہیں
پرکاش دیو ایک ہندو جنم تھے ۔۔۔ لکھے دونوں یہ نام اسماء علم تھے
خدا جانے مرزا کو کیا ہو گیا ہے ۔۔۔ غلام ہو کے وہ آقا خود بن گیا ہے
یہ دعویٰ کسی کو بھی زیبا نہیں ہے ۔۔۔ محمد بغیر احمد آیا نہیں ہے
محمد ہی احمد ہے احمد محمد ۔۔۔ قرآن بھی کہتا ہے احمد محمد
محمد کو احمد نہیں مانتا جو ۔۔۔ وہ قرآن کا منکر ہے منکر خدا وہ
وہ بے دین دنیا میں رسوا رہے گا ۔۔۔ بالآخر وہ دوزخ کا ایندھن بنے گا
نصیحت سرفراز کی جو بھی مانے ۔۔۔ محمد کو مصداق احمد کا جانے
محمد کو احمد خدا نے بتایا ۔۔۔ یہی حق ہے جو ہم نے قرآن سے پایا

(سرفراز)

الف...... ’’مبشراً برسول‘‘ میں اس موعودرسول کی بشارت دینے والا ہوں۔

توحضورﷺ فرماتے ہیں:’’انا دعوۃ ابی ابراھیم وبشارۃ عیسیٰ‘‘میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت بھی میں ہی ہوں۔

ب...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:’’یاتی من بعدی‘‘وہ میرے بعد آتا ہے۔

توحضورﷺ ارشادفرماتے ہیں:’’لیس بینی وبینہ نبی‘‘میرے اوران (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں۔یعنی میں ہی عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بلافصل نبی ہوکرآیا ہوں۔

ج...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:’’اسمہ احمد‘‘اس کا نام نامی واسم گرامی احمد ہے۔

توحضورﷺ فرماتے ہیں:’’لی اسماءً انا محمد وانا احمد‘‘میرے چندنام ہیں جن میں میرا(ذاتی)نام محمدواحمد ہے۔

ان تصریحات سے یہ امراظہرمن الشمس ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت احمد کا لفظ آنحضرتﷺ پرصادق آتا ہے۔اگرآپ بشارت کے ان سب نشانات میں سے صرف ایک دونشان کی طرف ہی اشارہ فرمادیتے۔مثلاً فرماتے:’’انا بشارۃ عیسیٰ‘‘یافرماتے:’’انا محمد وانا احمد‘‘توبھی ایک مسلمان کے قائل کرنے کوبالکل کافی تھا۔مگرجب حضورﷺ نے بشارت کی کل علامات کواپنے اوپرچسپاں کیا ہے اوراس کے ایک ایک لفظ کاخوداپنے آپ کو مصداق قراردیا ہے۔پھرکوئی مسلمان بھی مسلمان رہ کراس سے ہرگزانکارنہیں کرسکتا کہ سورۂ صف میں بشارت احمد سے فقط حضورﷺ ہی مراد ہیں اورکوئی نہیں ایسی صورت میں تویہ کلام اہل کتاب ہی کیا تمام مذاہب عالم کے قائل کرنے کے لئے بھی حجت باہرہ ہے۔

حافظ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ محمد کے وزن میں ہمیشہ تکرار کے معنی ملحوظ رہتے ہیں۔اس لئے محمداس کوکہا جائے گا جس کی باربارتعریف کی جائے اوراحمدوہ ہے جوسب سے زیادہ تعریف کرنے والا ہو۔آنحضرتﷺ کے یہ دونوں اسماءواقع کے مطابق ہیں یعنی آپ احمد بھی ہیں اورمحمد بھی۔لیکن پہلے آپ احمد ہیں پھرمحمد ہیں۔ بلکہ احمد ہونے کی وجہ سے ہی محمد ہوئے۔آپ نے پہلے خدا کی تعریف کی اس لئے آپ احمد ہوئے۔نبوت سے سرفرازی کے بعد پھرمخلوق نے آپ کی تعریف کی اس لئے بعد میں محمد ہوگئے۔محشر میں بھی پہلے آپ خدا کی تعریف کریں گے۔اس لئے احمد پہلے ہوں گے۔پھرشفاعت کے بعدمخلوق آپ کی تعریف کرے گی۔اس لئے بعد میں محمد ہوں گے۔غرض ازل سے ابدتک کی تاریخ بتاتی ہے کہ شان احمدی شان محمدی پرمقدم ہے۔کسی

نے کیا خوب کہا ہے ؎

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

پھر فرماتے ہیں: ’’یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب آپ کے نام کی بشارت سنائی تو اسم احمد ہی کے ساتھ سنائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب امت محمدیہ کے کمالات کا ذکر آیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا: ’’**اللہم اجعلنی من امۃ احمد** ‘‘ اے اللہ! تو مجھے امت احمد میں بنادے۔‘‘ (ترجمان السنہ ج۱ص۴۲۴،۴۲۵ حاشیہ)

’’شیخ اکبر یہاں ایک اور عجیب نکتہ لکھ گئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حمد ہمیشہ آخر میں ہوتی ہے۔ جب ہم کھاپی کر فارغ ہولیتے ہیں تو خدا کی حمد کرتے ہیں۔ جب ہم سفر ختم کر کے گھر واپس آتے ہیں تو خدا کی حمد کرتے ہیں۔ اسی طرح جب دنیا کا طویل وعریض سفر ختم کر کے جنت میں داخل ہوں گے تو خدا کی حمد کریں گے۔’’ **واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین** ‘‘ اس دستور کے مطابق مناسب ہے کہ جب سلسلۂ رسالت ختم ہو تو یہاں بھی آخر میں خدا کی حمد ہو۔ اس لئے جو نبی سب سے آخر آئے ان کا نام احمد ومحمد رکھا گیا۔‘‘ (ترجمان السنہ ج۱ص۴۵۴)

یہ اب روزروشن کی طرح واضح ہوگیا کہ محمد واحمد حضور ﷺ ہی کے اسمائے گرامی ہیں۔ حضور ﷺ ہی کے اسماء علم ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے فرشتہ سے بشارت پاکر احمد نام رکھا اور دادا نے محبت سے محمد (ﷺ) تمام کتب احادیث اور تواریخ کا اس پر اتفاق ہے۔ اب ہم مقام احمد کا ذکر کرتے ہیں۔

چنانچہ نسیم الریاض کی شرح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی جو شخص احمد (ﷺ) کا انکار کر کے میرے پاس آئے گا میں اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔ انہوں نے عرض کیا یہ احمد (ﷺ) کون ہیں؟ ارشاد ہوا یہ وہ ہیں جن سے زیادہ مجھے اپنی مخلوق میں کوئی عزیز نہیں۔ زمین وآسمان سے قبل ہی میں نے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھ دیا تھا اور یہ بات طے کردی تھی کہ جب تک وہ اوران کی امت جنت میں داخل نہ ہولیں کوئی اور جنت میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس امت کے اوصاف پوچھے۔ ارشاد ہوا وہ امت ہر وقت ہماری تعریف کرے گی۔ بلندی پر چڑھے گی تو تعریف کرتی ہوئی۔ پستی پر اترے گی تو تعریف کرتی ہوئی۔ غرض ہر حال میں ہماری حمد وثناء کرے گی۔ اپنی کمریں باندھنے والی۔ اپنے اعضاء دھونے والی۔ دن کی روشنی میں شیر کی طرح (بہادر) اور رات کی تاریکیوں میں درویش صفت ہوگی۔ ان کا تھوڑا سا عمل میں قبول

کروں گا اور کلمہ شہادت پر انہیں جنت میں داخل کروں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے اللہ! تو مجھے اسی امت کا نبی بنادے۔ ارشاد ہوا کہ اس کا نبی تو خود ان ہی میں سے ہوگا۔ عرض کیا۔ اچھا تو پھر اس نبی کی امت ہی بنادے۔ ارشاد ہوا کہ تم ان سے پہلے ہو وہ تمہارے بعد آئیں گے۔ البتہ میں اپنے دارجلال میں تمہیں ان کے ساتھ جمع کروں گا۔ (ترجمان السنہ ج۱ ص۴۲۴)

یہ وہ مقام ہے جو اللہ کی تمام مخلوق میں سوائے آپ کے کسی کو نصیب نہیں اور آپ میں اللہ کی ساری مخلوق سے بڑھ کر صفات موجود ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ۔۔۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مقام محمود

حمد کہتے ہیں خدا کی تعریف، شکر، رضامندی کو اور احمد وہ جو سب سے زیادہ تعریف کرنے والا ہو اور محمد وہ جس کی سب سے زیادہ مخلوق خدا میں تعریف کی گئی ہو اور کی جارہی ہو۔ محمود سراہا ہوا۔ تعریف کیا ہوا۔ مقام محمود تعریف کیا ہوا۔ پسندیدہ مقام۔ تعریف کی ہوئی جگہ۔ عرف شرع میں مقام محمود سے وہ مقام مراد ہے جہاں حسب وعدہ رب العزت ''**وعسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً**'' حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ شفاعت کے لئے قیامت کے دن کھڑا کرے گا۔ جب کہ لوائے حمد حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا اور سب انبیاء ورسل آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ یہ حمد وثناء کا خصوصی امتیاز ومقام سوائے حضور پرنور ﷺ کے تمام مخلوق خدا میں اور کسی کو حاصل نہیں۔ آپ کا سب سے زیادہ حمد کرنا اور آپ کا سب سے زیادہ حمد کیا جانا مقام حمد میں کھڑا کیا جانا اور پھر لوائے حمد کا آپ کے ہاتھ میں ہونا صاف ظاہر کرتا ہے کہ آپ مجسم اور مظہر حمد باری تعالیٰ ہیں۔

اللہ تعالیٰ مومنین کو حکم دیتا ہے: ''**یایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً**'' اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو۔ مگر حضور ﷺ کو کیا حکم ہوتا ہے۔ ذرا غور فرمائیے۔ ارشاد ہوتا ہے ''**یایھا المزمل قم الیل الا قلیلا**'' اے کپڑا اوڑھنے والے میرے حبیب! رات کو نماز میں ذرا کم کھڑا رہا کریں۔ مومنین کو ذکر کثیر کا حکم ہوتا ہے کہ اللہ کا بہت ذکر کیا کرو اور اپنے حبیب کو اس کے برعکس حکم ملتا ہے کہ عبادت ذرا اس سے کم کیجئے۔ (صحت کا بھی خیال رکھئے) یہ کیوں؟ اس لئے کہ آپ سب سے زیادہ حمد وثنا باری تعالیٰ اور اس کی عبادت کرنے والے ہیں۔ یعنی خدا نے آپ کی عبادت کو زیادہ محسوس کیا۔ آپ اس قدر نماز میں کھڑے رہتے تھے کہ پاؤں مبارک پر ورم آجاتا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ حضور!

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

(ﷺ) آپ کے تو اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔ پھر اس قدر عبادت کے کیا معنی؟ حضور ﷺ نے جواب دیا۔ ''ان لا اکون عبدًا شکورًا'' کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ خدا کی حمد وثناء اور عبادت کرنے والے ہیں اور احمد کے یہی معنی ہیں کہ سب سے زیادہ خدا کی حمد وثناء اور تعریف کرنے والا۔[1]

حضور ﷺ ہی سب سے زیادہ خدا کی حمد وثناء کرنے والے ہیں۔ آپ نے سورۂ الحمد کو نماز کی ہر رکعت میں مقرر فرمایا۔ جس کو پانچوں نمازوں میں ساری دنیا کے مسلمان تقریباً پچاس

[1] یہ تو حقیقی واصلی احمد مجتبیٰ ﷺ کا ذکر خیر تھا۔ اب ذرا نقلی وظلی مدعی نبوت حضور ﷺ کے منصب عالی پر چھاپہ مارنے والے کا حال سنئے۔ جو خود اور اس کی مٹھی بھر جماعت کہتی ہے کہ بشارت احمد کے مصداق نبی کریم محمد ﷺ نہیں بلکہ مرزاغلام احمد قادیانی ہیں۔ مرزاقادیانی خود فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ نے الہام کیا ہے ''اراد اللہ ان یبعثک مقامًا محمودًا'' (حقیقت الوحی ص۱۰۲، خزائن ج۲۲ ص۱۰۵) اللہ نے ارادہ کرلیا ہے (کہ اے مرزاغلام احمد قادیانی) اب تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔ گویا اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ قرآن میں کئے ہوئے وعدہ کے خلاف اب اللہ نے ارادہ کرلیا ہے کہ حضور اقدس محمد ﷺ کے بجائے مرزاغلام احمد قادیانی کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

نہ کاذب مدعی نبوت کو حیا ہے اور نہ اس کے پیرو ہی عقل سے کام لیتے ہیں کہ یہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ تعلیم قرآن کو سراسر بدل رہا ہے۔ مگر وہ خاموشی سے سن رہے ہیں۔ سن ہی نہیں رہے بلکہ اس کی پیروی میں مشغول وہمہ تن مصروف ہیں۔ ذرا اس مدعی نبوت اور حضور ﷺ کے مقام محمود پر ڈاکہ ڈالنے والے کی حالت زار اس کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔ چنانچہ مرزاقادیانی خود فرماتے ہیں: ''میں ایک دائم المریض آدمی ہوں اور وہ دو زرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا۔ وہ دو زرد چادریں میرے شامل حال ہیں۔ جن کی تعبیر علم الرؤیا کے رو سے دو بیماریاں ہیں۔ سو ایک چادر میرے اوپر کے حصے میں ہے کہ ہمیشہ سردرد اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصہ بدن میں ہے وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے اور بسا اوقات سوسو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔ بسا اوقات میرا یہ حال ہوتا ہے کہ نماز کے لئے جب زینہ چڑھ کر اوپر جاتا ہوں تو مجھے اپنی حالت پر امید نہیں ہوتی کہ زینہ کی ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر پاؤں رکھنے تک میں زندہ رہوں گا۔''

(ضمیمہ اربعین نمبر۳،۴ ص۴، خزائن ج۱۷ ص۴۷۰،۴۷۱)

اب ناظرین خود اندازہ کرسکتے ہیں کہ جس شخص کو رات دن میں سوسو دفعہ پیشاب کی حاجت ہو وہ حمد وثنائے باری تعالیٰ اور عبادت رب العزت خاک ادا کرے گا۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک!

مرتبہ روزانہ پڑھتے ہیں تو گویا آپ نے اوّل خود حمد باری تعالیٰ کی اور پھر خدا کی حمد کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کی نہایت وسیع پیمانہ پر تعلیم دی۔ جب آپ نے ایسا کیا تو اللہ نے بھی حضور ﷺ کو یوں نوازا کہ فرمایا۔ اے میرے حبیب! ’’**ورفعنا لک ذکرک**‘‘ ہم نے تیرے ذکر کو بلند کر دیا ہے اور آپ کا ذکر ایسا بلند کیا کہ ہر نماز میں جس طرح سورۂ الحمد کی تلاوت ہوتی ہے حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھی ضروری اور لازمی قرار پاتا۔

حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد کی۔ اس لئے آپ احمد ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’**ان اللّٰہ وملئکتہ یصلون علی النبی**‘‘ کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر درود وسلام بھیجتے ہیں اور دنیا کے سب مسلمان اس میں شریک ہیں اس لئے آپ صحیح طور پر سب سے زیادہ تعریف کئے گئے ہیں اور کئے جارہے ہیں اور کئے جاتے رہیں گے۔ بلاشبہ آپ کی تعریف کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ ساتھ جاری وساری رہنے والا ہے۔ لہٰذا آپ بجا طور پر محمد (ﷺ) ہیں۔

حبیب خدا اشرف انبیاء که عرش مجیدش بود متکا

(سعدی)

حضور ﷺ کی شان میں میر حسن فرماتے ہیں۔

نبی کون یعنی رسول کریم نبوت کے دریا کا در یتیم
ہوا گو کہ ظاہر میں امی لقب پہ علم لدنی کھلا دل پہ سب
نبوت جو کی حق نے اس پہ تمام لکھا اشرف الناس خیر الانام
محمد کے مانند جگ میں نہیں ہوا ہے نہ ایسا نہ ہو گا کہیں

(میر حسن)

اس تمہید کے بعد اب ہم مقام محمود کا مختصر سا بیان کرتے ہیں۔ جب سب مخلوق میدان حشر میں جمع ہوگی تو اس وقت خدائے برتر کا جلال ظاہر ہوگا۔ جس کا قرآن نے یوں نقشہ کھینچا ہے۔

’’**یوم یقوم الروح والملئکة صفًا لا یتکلمون الا من اذن له الرحمن وقال صوابا**‘‘ جس دن (فرشتوں کا سردار) روح اور فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے۔ کسی کو کلام کی جرأت نہ ہوگی اور نہ کرسکے گا۔ سوائے اس کے جسے خدا اجازت دے گا اور اس نے

دنیا میں اچھی بات کہی ہوگی۔ کسی کو خدا سے ہم کلامی کی جرأت نہ ہوگی اور جسے سب سے پہلے ہم کلامی کی اجازت ہوگی وہ حضورﷺ کی ذات گرامی ہوگی۔ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انسؓ وابوہریرہؓ ودیگر صحابہؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ مضطرب اور پریشان ہوں گے۔ یہ خیال کر کے کہ آدم علیہ السلام تو سب کے باپ ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ خدا نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ اپنی جنت میں رکھا ہے۔ اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا ہے اور ہر چیز کے نام آپ کو سکھائے ہیں۔ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کریں کہ وہ اس جگہ سے نکال کر ہمیں راحت واطمینان بخشے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے جیسا تم خیال کرتے ہو میں اس درجہ کا نہیں ہوں۔ پھر آدم علیہ السلام اس گناہ کا ذکر کریں گے جو انہوں نے خدا کی نافرمانی کر کے اس درخت کا پھل کھالیا جس سے آپ منع کئے گئے تھے اور اس کے بعد کہیں گے تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ دنیا میں سب سے پہلے نبی ہیں جن کو خدا نے لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام سے شفاعت کی خواہش ظاہر کریں گے۔ نوح علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں اور اپنے گناہ کا ذکر کریں گے جو انہوں نے کیا تھا۔ یعنی خدا سے نادانستہ اپنے بیٹے کو غرق ہونے سے بچا لینے کی درخواست کرنا جس پر آپ کو تنبیہ ہوئی تھی اور وہ کہیں گے کہ تم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ اسی طرح انبیاء ایک دوسرے کے پاس بھیجتے رہیں گے۔ بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں تو اس کا اہل نہیں تم محمدﷺ کے پاس جاؤ جو خدا کے ایسے بندے ہیں جن کے اگلے پچھلے سارے گناہ اللہ نے بخش دیئے ہیں۔ رسول خداﷺ نے فرمایا۔ پھر لوگ میرے پاس آئیں گے میں کہوں گا میں تمہاری سفارش کروں گا۔ پھر میں خداوند تعالیٰ کے حضور میں حاضری کی اجازت طلب کروں گا۔ خداوند تعالیٰ مجھے اجازت مرحمت فرمائے گا اور میرے دل میں اپنی حمد وثناء کے الفاظ ڈالے گا۔ جن پر میں اب قادر نہیں یعنی وہ الفاظ اب میرے ذہن میں نہیں میں سجدے میں گر پڑوں گا اور ان الفاظ سے خدا کی حمد وثناء کروں گا اور خداوند تعالیٰ جتنی دیر مناسب سمجھے گا مجھ کو سجدے میں پڑا رہنے دے گا۔ پھر فرمائے گا اے محمد! سر اٹھا۔ جو کچھ کہنا چاہتا ہے کہو میں سنوں گا۔ مانگ جو کچھ مانگنا چاہتا ہے میں دوں گا۔ سفارش کر تیری سفارش قبول ہوگی۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ خدا کے خوف سے نبی بھی ''یا رب نفسی! یا رب نفسی'' پکار اٹھیں گے کہ اے رب! میری جان کو بچالے۔ اس وقت صرف حضورﷺ ہی فرمائیں گے ''یا رب

امتــــی ‘‘اے رب! میری امت کو بخش دے[1]۔ میری سفارش پر ایک حد مقرر کی جائے گی۔ (مثلاً فلاں فلاں گناہ کے مرتکب شخص کی سفارش قبول کی جائے گی) اسی طرح آپ تین بار سجدے میں گریں گے اور امت کو بخشواتے رہیں گے اور آپ لوگوں کو دوزخ سے نجات دیتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ دوزخ میں صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جن کو قرآن کے حکم نے روکا ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں عرض کروں گا۔ اے پروردگار ان لوگوں کو دوزخ سے نکالنے کی اجازت مرحمت فرما جنہوں نے فقط ’’لا الــــہ الا اللہ‘‘ کہا ہو اور کوئی عمل نہ کیا ہو تو خدائے بزرگ وبرتر فرمائے گا ان لوگوں کی سفارش تیرا حق نہیں ہے۔ قسم ہے اپنی عزت کی، اپنے جلال کی، اپنی ذاتی اور صفاتی عظمت وبزرگی کی، میں خود ہی ان لوگوں کو دوزخ سے باہر نکالوں گا جنہوں نے ’’لا الــــہ الا اللہ‘‘ کہا ہوگا۔ پھر حضور ﷺ یہ آیت پڑھیں گے۔ ’’عســیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودًا‘‘ یعنی قریب ہے کہ تیرا پروردگار تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے گا اور فرمایا یہی وہ مقام ہے جس کا وعدہ خدا نے تمہارے نبی سے کیا ہے۔ (بخاری ومسلم)

مسلم شریف میں ذکر ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا کو جواب کا ذکر جو قرآن میں ہے یہ آیت پڑھی: ’’ان یعذبھم فانھم عبادک‘‘ (یعنی اے پروردگار! اگر تو انہیں عذاب دے گا تو وہ تیرے بندے ہیں) اور تمام رات پڑھتے رہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ اے اللہ! میری امت کو بخش دے۔ میری امت کو بخش دے۔ یہ کہہ کر آپ رو پڑے۔ خداوند تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا۔ جبرائیل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور پوچھو وہ کیوں روتے ہیں (حالانکہ اللہ سب کچھ جانتا ہے) جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا۔ رسول خدا ﷺ نے جو کچھ کہنا چاہا کہا۔ خداوند تعالیٰ نے آپ ﷺ کا پیغام سن کر حکم دیا۔ جبرائیل محمد کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تجھ کو تیری امت کے معاملہ میں راضی کر دیں گے اور تجھ کو رنجیدہ نہ کریں گے۔ (مشکوٰۃ)

اس وعدہ کا صاف اشارہ قرآن کی آیت ’’ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ‘‘ (عنقریب آپ کا رب آپ کو اس قدر انعامات عطاء کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے) میں موجود ہے۔

---

[1] حضور ﷺ کی شفاعت کے بعد احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی اپنی امت کی سفارش کا موقع دیا جائے گا بلکہ صلحاء امت تک کی سفارش منقول ہے جس سے گنہگار بخشے جائیں گے اور ان بزرگان دین کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ مگر سب سے اوّل شفاعت کا اذن حضور ﷺ ہی کو ملے گا اور یہ بیان اسی امر کی تائید وتاکید میں ہے جسے شفاعت کبریٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (مؤلف)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا۔ سب سے پہلے میرا جسم زمین سے برآمد ہوگا۔ جنت کے حلوں سے ایک گراں بہا حلہ میرے زیب تن کیا جائے گا۔ میں عرش کے داہنی طرف کھڑا ہوں گا اور تمام مخلوق میں سے یہ مقام میرے سوا کسی کو نصیب نہ ہوگا۔ لوائے حمد میرے ہاتھ میں ہوگا جس کے تلے سب انبیاء بھی ہوں گے۔ سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا جو مقبول ہوگی۔ سب سے پہلے میرے لئے جنت کا دروازہ کھلے گا اور فرمایا یہ فخر کی بات نہیں یعنی یہ حقیقت ہے۔ (بطور اختصار از احادیث صحیحہ)

بعد از خدا بزرگ خوئی قصہ مختصر

جسے حضور ﷺ جیسا شفیق ومہربان اور عالی شان والا نبی کریم میسر ہو جس کی امت بننے کو نبی ترستے ہوں بھلا اس شخص کی آنکھ کسی دوسرے پر جمتی ہے؟ لہٰذا میں تو ہر آن دعا کرتا ہوں اور ناظرین بھی میری دعا میں شریک ہو جائیں تو شاید سب کامل کر بیڑا پار ہو جائے۔ خدایا! ہماری دعا قبول فرما کہ ہم تیرے حبیب کا دامن چھوڑ کر کسی اور کے پیچھے نہ پڑیں اور اپنا ایمان برباد کرلیں اور نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ ہمیں سب کچھ حضور ﷺ کی طفیل حاصل ہے اور حاصل ہوتا بھی رہے گا۔ یہی ہمارا ایمان ہے اور اسی کا قرآن میں تیرا اعلان ہے کہ حضور ﷺ کے اتباع سے تم میرے حبیب بن سکتے ہو۔ یا اللہ! تو ہمیں اپنا محبوب بنالے اور اپنے حبیب کی اتباع نصیب کر۔ آمین!

محمد از تو مے خواہم خدا را　　　خدایا از تو حب مصطفیٰؐ را

بھلا اس امت محمدیہ کی شان کیا کم ہے؟ کہ جس کی تمنا انبیاء نے کی مگر یہ ان کے نصیب میں نہ تھی اور خدا نے ہمیں محض اپنے فضل وکرم سے اپنے حبیب کی امت بنادیا اس کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کیونکہ ؎

چیزیکہ انبیاء را گاہے زشد میسر　　　آں چیز خود بآساں حاصل شد است مارا

اس امت کے مرتبہ اور نجات کی خود خدا نے خبر دی اور حضور ﷺ نے ہمیں اطمینان دلادیا کہ آپ ﷺ کی امت سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی۔ اب ہمیں صرف یہ چاہئے کہ آپ کی امت بنیں اور بنے رہیں۔ پھر نجات کا یقین ہے اور دوزخ کا کیا غم ؎

چہ خوش گفت بلبل بموسم بہار　　　کہ امت نبی را بدوزخ چہ کار

(سعدی)

مشاہیر کے خطباتِ ختم نبوّت

مُرتّب

مُناظرِ ختم نبوّت

حضرت مولانا **اللہ وسایا** صاحب مدظلہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت

حضوری باغ روڈ، ملتان ۔ 061-4783486

www.amtkn.com, www.laulak.info, www.khatm-e-nubuwwat.info,
www.khatm-e-nubuwwat.com, ameer@khatm-e-nubuwwat.com